جواہر التاریخ الاسلامی
المعروف
خزینہ خطابت
حسین اور بے مثال مجموعہ
مقررین اور خطباء کیلئے ایک انمول خزینہ
مرتبہ
علامہ حکیم حافظ عبدالخالق
مکتبۃ البشیر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم

صل على محمد وعلى آل محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

اللهم

بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

# آئینہ

# ابتدائیہ

از شیخ التفسیر والحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا **بشیر احمد** صاحب مدظلہ (فاضل دیوبند)
بانی و مدیر:۔ جامعہ عربیہ مصباح العلوم خوشاب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفىٰ

حضرات گرامی! جوں جوں قیامت قریب آ رہی ہے' نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں۔ عقائد و اعمال اور اخلاق میں دن بدن انحطاط آ رہا ہے۔ عقائد صحیحہ مفقود ہوتے نظر آ رہے ہیں اور انکی جگہ شرکیہ عقائد و نظریات لے رہے ہیں۔ سنت نبویؐ کے روشن چراغ کو بجھانے کے لیے بدعات و رسومات کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ ہر طرف فسق و فجور اور فحاشی و عریانی کا دور دورہ ہے۔ ابھی وہ وقت تو نہیں آیا۔ یصبح الرجل مؤمنا ویمسی کافرًا۔ بہرحال حسب فرمان نبویؐ ایک دن آنا ہے۔ اللہ کرے ہمارے بعد ہی آئے۔ آج سے تقریباً تین سو سال پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس وقت بدعات کی تاریکی دنیا پر چھا چکی ہے۔ آپؒ نے وقت کے علماء اور مشائخ کو متنبہ فرمایا کہ اٹھو اور سنت نبویؐ کی روشنی سے اس تاریکی کو زائل کرو۔

ان تمام اعتقادی و عملی بیماریوں کا علاج کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ ' تابعینؒ' تبع تابعینؒ اور سلف صالحینؒ کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہونا ہے۔

اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے عزیزم مولوی حافظ حکیم عبدالخالق نے ایک ضخیم کتاب بنام جواہر التاریخ الاسلامی مرتب کی ہے۔ جس میں سینکڑوں سبق آموز' عبرت انگیز واقعات جمع کیے ہیں۔

انسانی فطرت ہے کہ کسی واقعہ یا حکایت کو دلچسپی اور توجہ سے پڑھا جاتا ہے۔

کتاب ہذا میں اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے واقعات کی روشنی میں اصلاح احوال کی کوشش کی گئی ہے۔ میں نے یہ ساری کتاب اول سے آخر تک پڑھی ہے۔ بلا مبالغہ بے مثال کتاب ہے۔ اکثر واقعات قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔ ہر واقعہ کو عربی عبارت سے مزین کیا گیا ہے اور پھر اس سے حاصل شدہ نتائج وثمرات الگ عنوان سے ذکر کیے گئے ہیں۔ اگر ہر عنوان سے چار مسائل لیے جائیں تو ایک ہزار سے زائد مسائل وفضائل بنتے ہیں۔ یقیناً یہ کتاب سیرۃ سازی میں نہایت مؤثر ہوگی۔

عزیز موصوف باقاعدہ عالم اور صاحب قلم ہیں۔ ملکی جامعات کے علاوہ ریاض یونیورسٹی کے سند یافتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے افہام وتفہیم کی دولت سے بھی نوازا ہے۔ اس سے پہلے بھی موصوف کئی چھوٹی بڑی کتب میرے کہنے پر تالیف کر چکے ہیں جنکو علمی حلقوں میں کافی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ کتاب ”شرک کیا ہے اور بدعت کیا ہے“ تو اپنی مثال آپ ہے۔

میں نے علوم دینیہ سے فراغت کے بعد تعلیم وتدریس میں عمر گزاردی' بوجہ تدریسی مشغولیت قلمی کام نہ کر سکا۔ کئی بار خیال آیا کہ صدقہ جاریہ کے طور پر کوئی کتاب تالیف کردوں۔ مگر اسکے لیے وقت نہ نکال سکا۔ الحمد للہ کہ میری اس خواہش کو میرے عزیز نے پورا کردیا۔ اور تلافی مافات کردی۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

کتاب ہذا عام مسلمانوں کے علاوہ طلباء مدارس دینیہ اور خطیب حضرات کے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ ایک ایک عنوان انکے جمعہ کے خطبہ کے لیے انشاء اللہ کافی ہوگا۔

آخر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو مؤلف کے لیے اور میرے لیے باعث اجر وثواب بنائے اور جملہ مسلمانوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

# عرض مرتب

مبسملاً ومحمد لاً و مُصلیاً ومُسلماً وبعد.

جب سے مجھے خطابت سے واسطہ پڑا میں نے شدت سے محسوس کیا کہ کسی موضوع پر بیان وتقریر سے پہلے تیاری ضروری ہے، ظاہر بات ہے تیاری کرتے وقت پوری تحقیق کرنی پڑتی ہے اور مختلف کتب کی چھان بین اور مطالعہ کرنا پڑتا ہے اور اس طرح کئی نئی کارآمد باتیں اور علمی نکات سامنے آجاتے ہیں۔

قدرتی بات ہے میں پہلے دن سے ہی اس وہم کا شکار ہوں کہ یہ علمی باتیں بعد میں کہیں مجھے بھول نہ جائیں۔ اس خدشہ کے پیش نظر میں انکو محفوظ کرنے کے لیے لکھ لیتا ہوں۔

آپ جانتے ہیں کہ بیان وتقریر میں واقعات کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ ان سے سامعین کی دلچسپی بھی برقرار رہتی ہے اور بآسانی عبرت بھی حاصل ہوتی ہے۔

دوران مطالعہ مجھے جتنے بھی قابل بیان وعبرت انگیز واقعات ملے انہیں میں نے لکھ کر محفوظ کرلیا۔ جنکی تعداد اب کئی سو تک پہنچ چکی ہے۔ یہ واقعات جہاں عوام کے لیے مفید ہیں وہاں علماء وخطباء کے لیے بھی انتہائی کارآمد ہیں بلکہ انکے بیانات کی روح اور جان ہیں۔

خطباء خود جانتے ہیں کہ ایک واقعہ کے کئی پہلو ہوتے ہیں اور ایک خطیب کس طرح اپنی ذھانت سے کام لیکر واقعہ کے کسی ایک پہلو کو نمایاں کرکے اپنے موضوع سے مطابقت پیدا کرسکتا ہے۔

میں نے زیر نظر کتاب میں چند عبرت انگیز واقعات بلا ترتیب وتبویب درج کردیے ہیں آسانی کے لیے ہر واقعہ کے آخر میں چند نتائج کی نشاندہی بھی کردی ہے سمجھدار طبقہ اس سے مزید نتائج بھی اخذ کرسکتا ہے۔

آپ یوں سمجھیں کہ میں نے گلستانِ تاریخ اسلام سے اپنے ذوق کے مطابق

کچھ پھول چن کر ایک گلدستہ تیار کر کے آپکی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ بحمد اللہ یہ تمام واقعات میں نے اچھی اچھی مستند کتب سے نقل کیے ہیں جنکی فہرست کتاب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

یادرکھیں اگر کسی تاریخی واقعہ سے کسی مسلّم عقیدے کے بارے میں اشتباہ واقع ہوتو وہاں واقعہ کو دیکھنے کے بجائے قرآن وحدیث کواولیت دیکر عقیدے کا تحفظ کیا جائیگا۔

قارئین گرامی سے گزارش ہے کہ میری کسی کمی، کوتاہی پر تنقیدی تبصرے جھاڑنے کی بجائے بہتر انداز اختیار کر کے میری راہنمائی فرمائیں۔ انشاء اللہ آپکی آراء کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

میری یہ بھی گزارش ہے کہ ان واقعات کو محض تفریح طبع کے لیے نہ پڑھیں بلکہ ان سے عبرت وموعظت حاصل کریں۔

حُسن اتفاق ہے کہ اس کتاب کی ابتداء ربیع الاوّل کے مبارک مہینہ میں ہوئی اور آج جبکہ میں اسکی دو جلدوں کا مواد مکمل کر کے یہ سطور لکھ رہا ہوں تو یہ ۲۷ رجب کی وہ مبارک رات ہے جسے لیلۃ المعراج کہا جاتا ہے فللہ الحمد۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کتاب کو ذریعہ ہدایت ونجات بنائے (آمین)

آخر میں میں اس کتاب کے ہر قاری سے نہایت عاجزانہ ودردمندانہ گزارش کرتا ہوں کہ مجھ سیہ کار کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل ورحمت سے دارین کی سعادت نصیب فرمائے (آمین)

طالب دُعاء

حکیم عبدالخالق (خوشاب)

۲۷ رجب ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء

جمعرات ۴ بجے شب

# ۱:- جنت کی حور سے شادی۔

حضرت سعد سلیمی رضی اللہ عنہ کی شکل واجبی سی اور رنگ انتہائی سیاہ تھا۔ رنگت کی سیاہی کیوجہ سے عام لوگوں میں ان کا لقب ''اسود'' پڑ گیا تھا۔

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سعد تو شادی کیوں نہیں کر لیتا عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں تو شادی کی شدید تمنا رکھتا ہوں مگر میری رنگت کیوجہ سے کوئی مجھے رشتہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے، میں نے کئی جگہ پیغام دیا مگر جواب نفی میں ملا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ عمرو بن وہبؓ کے پاس جاؤ اور انہیں میرا پیغام دیکر رشتہ طلب کرو۔ عمرو بن وہبؓ قبیلہ ثقیف کے سخت مزاج نومسلم تھے۔ انکی ایک ہی بیٹی تھی جو انتہائی حسین وجمیل اور ذکی ذھین تھی انہیں اپنی لڑکی کے حُسن و جمال پر اتنا ناز تھا کہ دامادی کے لیے کوئی نوجوان پسند ہی نہیں آ رہا تھا۔

حضرت سعدؓ آپکے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انکے گھر کی طرف چل پڑے، دروازہ کھٹکھٹایا وہ باہر آئے تو فوراً انھیں رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنا دیا کہ آپ اپنی لڑکی کا رشتہ میرے ساتھ کر دیں۔

عمرو بن وہبؓ نے انکی شکل وصورت دیکھ کر سختی سے انکار کر دیا کہ میں اپنی حسین وجمیل لڑکی آپ جیسے شخص کے ساتھ بیاہنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

یہ جواب سن کر حضرت سعدؓ تو واپس چل پڑے کہ رسول اللہ ﷺ کو سارے ماجرے سے آگاہ کرتا ہوں۔

لڑکی چونکہ اندر گھر میں کھڑی یہ ساری بات سُن رہی تھی چنانچہ باپ جب اندر گیا تو لڑکی نے اپنے والد کو سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو آپ نے

بے نیلِ مرام واپس کر کے اچھا نہیں کیا۔اب ہمارا کیا بنے گا؟ باپ نے بتایا کہ اس کی رنگت ایسی تھی کہ وہ قطعی طور پر تیرے لیے موزوں نہ تھا۔ وہ کہنے لگی ابا جان! آپ اسکے رنگ اور شکل وصورت کو نہ دیکھیں بلکہ بھیجنے والے کو دیکھیں ۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد تھا۔ نکاح تو میں نے کرنا ہے۔ میں تیار ہوں آپ اُسے بلائیں۔ باپ نے جب انکار کیا تو وہ لڑکی شرم وحیا کا پیکر ہونے کے باوجود خود دروازہ پر آ گئی اور حضرت سعدؓ کو بُلانے لگی۔

یا عبدَالله اِرجع فقد رضیتُ لنفسی مارضی اللہُ ورسولُہ'

اے اللہ کے بندے! واپس آ جا میں اللہ اور اسکے رسولؐ کے فیصلے پر راضی ہوں۔

حضرت سعدؓ نے اسکی ایک نہ سُنی ۔سیدھے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور ساری بات عرض کردی۔ لڑکی نے فوراً اپنے والدین کو مجبور کیا کہ جلد از جلد آپؐ کی خدمت میں پہنچ کر معافی مانگیں ۔ ایسا نہ ہو کہ آپکی ناراضگی کی وجہ سے ہمارے اُوپر خدا کا عذاب آ جائے۔ آپکے فیصلے پر ہمیں پس و پیش نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وما کان لمؤمنٍ ولا مؤمنةٍ اذا قضی الله ورسولُہ امراً ان یکون لهم الخیرة من اَمرهم الخ کہ جب اللہ تعالےٰ اور اسکے رسولؐ کسی معاملہ میں فیصلہ فرمادیں تو پھر کسی مؤمن مرد اور عورت کا اس معاملہ میں اختیار باقی نہیں رہتا۔

بہرحال لڑکی کے شدید اصرار پر اسکے والدین لڑکی کو ساتھ لیکر آپؐ کی خدمت میں معافی اور معذرت کے لیے حاضر ہوگئے اور عرض کیا کہ ہم نے جذبات میں آ کر جو کچھ کہہ دیا آپ معاف فرمادیں۔ اب ہماری لڑکی حاضر ہے آپ اس نوجوان کے ساتھ اسکا نکاح پڑھادیں۔

حضرت سعدؓ کی خوشی اور مسرت کا کیا عالم ہوگا کہ پہلے تو کہیں سے رشتہ ملتا نہ تھا اور اب کتنا اچھا رشتہ مل گیا ہے۔ آپؐ نے اسی مجلس میں نکاح پڑھایا اور لڑکی کو اُمہات المومنین کے حجرے میں بھیج دیا کہ کچھ بناؤ سنگھار کر کے اسے سعدؓ کے کچے گھر میں پہنچا دیں۔

حضرت سعدؓ سے آپؐ نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ اپنی بیوی کے لیے کوئی تُحفہ خرید لیں تا کہ آپ عند الملاقات اُسے پیش کر سکیں۔ حضرت سعدؓ کے پاس تو اس مقصد کے لیے کافی سرمایہ جمع تھا۔ انتہائی مسرت اور خوشی کے عالم میں فوراً بازار تشریف لے گئے۔ مختلف قسم کے تحائف دیکھے مگر کوئی تحفہ اپنی بیوی کے شایانِ شان نظر ہی نہیں آتا۔ سمجھ ہی نہیں آتا کہ کون سا تحفہ خریدوں؟

انہی خیالات میں گُم بازار میں پھر رہے تھے کہ کانوں میں رسول اللہ ﷺ کے مُنادی کی آواز پڑی۔

"یاخیلَ الله ارکبی و با لجنَة ابشری"

اے اللہ کے شہسوارو! جہاد کے لیے چلو تمہیں جنت کی بشارت ہے۔

اس آواز کا سننا تھا کہ شادی کے سارے ولولے اور جذبات ماند پڑ گئے۔ جنت اور اسکی نعمتیں نظروں میں گھومنے لگیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کا خون رگوں میں دوڑنے لگا۔ نو عروس کے لیے تحائف کا خیال چھوڑ دیا اور فوراً اسی رقم سے تلوار، نیزہ اور گھوڑا خریدا، سر پر عمامہ باندھ کر مجاہدین کی جماعت سے جا ملے۔ اور جہاد میں شریک ہو کر مردانہ وار لڑنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو لڑتے ہوئے دیکھا مگر پہچان نہ سکے۔ میدان جہاد میں اتنے جوش و خروش سے لڑے کہ دیکھنے والے سب حیران تھے۔ آخر جب انکا گھوڑا زخمی ہو گیا تو آستین چڑھا کر پیدل لڑنے لگے۔

اُس وقت آپؐ نے انکے ہاتھوں کی سیاہی کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ سعد اسودؓ ہے۔ آپؐ نے آواز بھی دی مگر یہ وارفتگی کے عالم میں تھے انھیں کوئی خبر نہ ہوئی۔ اسی طرح لڑتے لڑتے بالآخر شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اور نوعروس کی آغوش کی بجائے تیغ عروس کے گلے مل کر ابدی زندگی حاصل کر لی۔

اختتامِ جنگ پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکی نعش مبارک پر تشریف لائے۔ فرطِ محبت میں ان کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ اُنکا لنگڑا گھوڑا اور اسلحہ منگوا کر انکی بیوی کے ہاں بھیج دیا اور فرمایا کہ انکے سُسرال کو بتا دو کہ

قد زوّجهُ الله خيراً من فتاتكم و هٰذا ميرا ثهٗ .

کہ خدا تعالیٰ نے تمھاری لڑکی سے بہتر لڑکی کے ساتھ جنت میں سعدؓ کی شادی کر دی ہے انکی طرف سے یہ تحفہ (میراث) قبول کر لو۔

پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

ان المتقين فى مقام امين فى جنات و عيون. يلبسون من سندس و استبرق متقابلين كذٰلك و زوجناهم بحورٍ عين (الدُّخان)

بے شک پرہیز گار لوگ امن کے مقام میں ہوں گے یعنی باغوں اور چشموں میں۔ ریشم کا باریک اور دبیز لباس پہن کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوگے۔ اس طرح ہم بڑی بڑی آنکھوں والی سفید رنگت کی عورتوں سے انکی شادی کر دیں گے۔

**نتائج:-**

(۱) نوجوان لڑکی کی ایمانی کیفیت اور رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی قدر و قیمت۔

(۲) حضرت سعدؓ کا جذبہ جہاد فی سبیل اللہ اور شوقِ شہادت۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ کرامؓ سے حُسنِ سلوک۔

(۴) دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی کو ترجیح۔

## ۲ :- فرشتوں نے غُسل دیا

حضرت حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ ایک برگزیدہ اور عظیم المرتبت صحابی تھے۔ آپؓ نے شادی فرمائی اور اپنی بیوی سے پہلی مرتبہ مقاربت کی، ابھی غُسل جنابت نہ کیا تھا کہ کانوں میں آواز پڑی کہ غزوہ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہو رہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ بھی سُنی۔

اس آواز کا سننا تھا کہ رہ نہ سکے اور جذبہ جہاد اور حُبِ رسولؐ سے سرشار ہو کر عُجلت میں میدان جنگ میں پہنچ گئے اور مردانہ وار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

لڑائی کے بعد صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ انکی نعش مبارک کو غیبی طریقہ سے غسل دے دیا گیا ہے۔ سب صحابہؓ حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ سے آگاہ کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا **ان صاحبکم تغسله الملائکة فاسألوا اهله ماشأنه** کہ تمھارے ساتھی کو فرشتوں نے غسل دیا ہے انکی بیوی سے حقیقت حال معلوم کر لو۔

چنانچہ جب انکی بیوی جمیلہ بنت اُبی بن سلول سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ واقعی وہ جنابت کی حالت میں تھے۔ اور مسلمانوں کی ہزیمت کی خبر کی تاب نہ لا کر فوراً جہاد کے لیے چلے گئے تھے۔

چنانچہ اس دن کے بعد ان کا لقب ''**غسیل الملائکة**'' پڑ گیا۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت حنظلہ کی محبت رسولؐ اور جذبہ جہاد۔

(۲) آپؐ کا معجزہ اِخبارعن الغیب۔

(۳) شہید کا اعزاز واکرام۔

(۴) شہید کے غُسل کا مسئلہ۔

## ۳:- میرے محبوب کا کیاحال ہے؟

اسلام کے ابتدائی دور میں جبکہ صرف ۳۹ آدمی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ جبکہ مسلمانوں پر ظلم و تشدد کے پہاڑ ڈھائے جارہے تھے۔ اور مسلمان حالات کی سنگینی کے پیش نظر خفیہ طور پر دعوتِ توحید کا کام کررہے تھے کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دعوتِ توحید کے جذبہ سے سرشار ہوکر رسول اللہ ﷺ سے علانیہ اعلانِ توحید کی اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ ابھی مسلمان کُھل کر تبلیغ کرنے کے متحمل نہیں ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے جب بار بار اصرار فرمایا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرامؓ اور رسول اللہ کی موجودگی میں بیت اللہ کے صحن میں قریش مکہ کے مجمع میں توحیدالٰہی کو بیان کرنا شروع کردیا۔ دوراسلام میں کسی صحابی کا یہ سب سے پہلا علانیہ اعلان توحید تھا۔

**وقام ابوبکر فی الناس خطیباً و رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس وکان اول خطیب دعا الی اللہ عزوجل والی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.**

مُشرکین مکہ کوتو مسئلہ توحید سے خاص چڑ تھی وہ کس طرح باور کرسکتے

تھے کہ اسطرح کھلے عام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اعلان کیا جائے۔

چنانچہ وہ سب اکٹھے ہو کر مُسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔ حرم کے اندر جس قدر مسلمان تھے سب کو بڑا سخت مارا خاص طور پر حضرت ابو بکرؓ کو تو اتنا مارا کہ انکو پاؤں کے نیچے روند دیا حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ ووُطئی ابو بکر وضرب ضرباً شدیداً

اتنے میں ان کے قبیلہ بنی تیم کے کچھ لوگ آئے اور مشرکین کو ہٹا کر حضرت ابو بکرؓ کو بے ہوشی کی حالت میں کپڑے میں لپیٹ کر اُٹھا کر گھر لے گئے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ آج ابو بکرؓ جانبر نہ ہو سکیں گے۔

حضرت ابو بکرؓ کے والد، والدہ اور قبیلہ کے لوگ انکی اس کیفیت سے سخت پریشان تھے۔ بار بار ان کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے، برابر انکو بُلا رہے تھے مگر آپؓ بوجہ بے ہوشی کوئی جواب نہ دے رہے تھے۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں شام ہو گئی۔

والدین سخت پریشانی کے عالم میں سرہانے کھڑے ہیں کہ بوقتِ عشاء حضرت ابو بکرؓ نے آنکھ کھولی۔ ماں باپ نے بلایا کہ ابو بکر کیا حال ہے؟

مگر ابو بکرؓ نے سب سے پہلا جُملہ جو منہ سے نکلا وہ یہ تھا اُین حبیبی کیف حالہ و اصحابہ' کہ میرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اُنکا اور انکے صحابہ کرامؓ کا کیا حال ہے؟

لوگوں نے سمجھایا کہ انہی کی وجہ سے تو تیرا یہ حال ہوا، اب انکا خیال چھوڑو اپنی فکر کرو مگر آپؓ برابر یہی سوال دہرا رہے ہیں۔ والدہ نے تھوڑا سا دودھ پیش کیا کہ پی لیں تا کہ جسم میں کچھ توانائی آجائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے دودھ

پینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا واللہ لا اذوق طعاما أو شرابا حتی انظر وجہ حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں پیوں گا جب تک اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور نہ دیکھ لوں۔

آپکی والدہ اُم خیر نے سمجھایا کہ انکی فکر چھوڑو کچھ کھا پی لو۔

مگر حضرت ابوبکرؓ کا برابر یہی جواب تھا کہ جب تک انکی خیریت معلوم نہ ہوگی اور انکا دیدار نہ ہوگا میں کچھ نہ کھاؤں گا۔ آپکی والدہ نے پیغمبر علیہ السلام کے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جاؤ اُم جمیل سے جا کر پوچھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت کہاں ہیں اور کیسے ہیں؟

مجبوراً والدہ کو اُم جمیل کے ہاں جانا پڑا اور ان سے آپؐ کا پوچھا مگر اُمّ جمیل نے کمال عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے آپکی والدہ کو کچھ نہ بتایا بلکہ ان کے ساتھ چل کر خود حضرت ابوبکرؓ کے ہاں حاضر ہوگئی۔ اور اشارہ کیا کہ چونکہ آپکی ماں ابھی تک دولت ایمان سے محروم ہے۔ میں اسکے سامنے آپؐ کا پتہ کیوں بتاؤں؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میری ماں کی طرف سے فکر مت کرو مجھے یقین ہے کہ یہ اس راز کو فاش نہ کرے گی۔ تب اُم جمیل نے بتایا کہ آپ اس وقت بخیریت دارِارقم میں موجود ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ مجھے انکی قدم بوسی کے لیے لے چلو میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ جب تک آپکی زیارت نہ کرلوں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا۔ اب چار و ناچار ان عورتوں کو انہیں لے جانا پڑا۔

آدھی رات کا وقت تھا کہ حضرت ابوبکرؓ انتہائی ضعف اور نقاہت کے عالم میں اُم جمیل اور اُم خیر کے کندھوں کا سہارا لے کر گھسٹتے قدموں کے ساتھ اپنے محبوب کی قدم بوسی کے لیے جذبہ محبت و فدویت سے سرشار ہو کر مکہ مکرمہ کی گلیوں

میں جارہے تھے۔

اور جب آپؐ کی خدمت میں پہنچے تو آپؐ پر جھک پڑے اور آپکا بوسہ لیکر اپنی تشنگی کو مٹایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب انکی کمزوری، نقاہت اور تکلیف کو دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔

**نتائج:-**

(۱) رسول اللہؐ کے بعد سب سے پہلے داعی توحید حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

(۲) حضرت ابوبکرؓ کا جذبہ محبت وعشق رسولؐ۔

(۳) حضرت ابوبکرؓ کا جذبہ تبلیغ ودعوت اسلام۔

(۴) اُم جمیل کی عقلمندی اور رازداری۔

## ٤ :- مُجھے دو رکعت نفل ادا کرنے دو

غزوہ اُحد کے بعد ۴ھ میں قبیلہ عضل کے لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہماری قوم میں اسلام پھیل رہا ہے آپ ہمارے ساتھ کچھ صحابہ کرامؓ بھیج دیں جو وہاں جاکر تعلیم قرآن اور تبلیغ اسلام کا کام کریں۔ آپؐ نے انکے ساتھ دس (۱۰) صحابہ کرامؓ روانہ فرمادیے۔

ان لوگوں نے راستہ میں مقام رجیع پر صحابہ کرامؓ سے غداری کی اور تقریباً دو سو آدمی مزید جمع کرکے انہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی طاقت کے مطابق اپنا پورا دفاع کیا اور لڑائی کی۔ انتہائی مظلومانہ حالت میں صحابہ کرامؓ شہادت سے سرفراز ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔ اللھم

اخبر عنا بنبیک

اے اللہ! اپنے نبی کو ہمارے حالات سے مطلع فرمادے۔

اُن ظالموں نے آٹھ صحابہ کرامؓ کو موقع پر شہید کردیا اور حضرت خبیبؓ بن عدی اور حضرت زیدؓ بن دشنہ کو زندہ گرفتار کرکے انہیں مکہ مکرمہ میں لے جاکر فروخت کردیا۔

حضرت خبیبؓ کو حارث کے لڑکوں نے خرید لیا کہ انہیں اپنے باپ کے بدلہ میں (جسکو حضرت خبیبؓ نے جنگ بدر میں قتل کیا تھا) قتل کریں گے۔

چنانچہ انھوں نے آپؓ کو قید کردیا۔ حارث کی بیٹی کہتی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت خبیبؓ اس قید تنہائی میں انگور کھا رہے ہیں حالانکہ اسوقت نہ انگور بازار میں موجود تھے اور نہ انکا موسم تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انکو یہ رزق دیا تھا۔ اسی وجہ سے بعد میں وہ عورت مسلمان ہوگئی۔

دوران قید حضرت خبیبؓ اس سوز سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے کہ راستہ میں گزرنے والے بھی کھڑے ہوجاتے اور انکی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہوجاتے۔

حارث کی بیٹی کہتی ہے کہ میں نے ایک دن انہیں مطلع کردیا کہ اب آپ کے قتل کا منصوبہ طے پاچکا ہے کل آپ کو قتل کردیا جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے حجامت وغیرہ کے لیے استرہ طلب کیا جو انہیں دے دیا گیا۔

اسی اثناء میں اس عورت کا چھوٹا بیٹا کھیلتے کھیلتے انکے قریب جاپہنچا بلکہ انہوں نے اسکو گود میں بٹھالیا۔ عورت نے جب یہ منظر دیکھا کہ استرہ انکے ہاتھ میں ہے۔ بچہ انکے پاس ہے تو اسکی چیخ نکل گئی کہ کہیں میرے بیٹے کو قتل ہی نہ کردیں۔ آپؓ نے اس عورت کو تسلی دی اور فرمایا کہ اگرچہ تیرا بیٹا میری دسترس

میں ہے مگر میں اس کو قتل نہ کروں گا، میں تو رحمۃ للعالمینؐ کا صحابی ہوں۔

اسی وجہ سے وہ عورت بعد میں کہا کرتی تھی ما رأیتُ اسیراً قط خیراً من خبیبٍ کہ میں نے آج تک حضرت خبیبؓ سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔

دوسرے دن ان کو قتل کرنے کے لیے لے جایا گیا۔ قریش کا بڑا مجمع یہ منظر دیکھنے کے لیے ساتھ تھا۔ جب اُن سے اُنکی آخری خواہش پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا ''مجھے اللہ کے حضور کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھنے دو''

پھر آپ نے انتہائی عُجلت میں دو رکعت مکمل کیں اور فرمایا لـــولا ان تظنوا بی خشیة الموت لأ طلتها اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ ﷺ کا صحابی موت سے ڈر گیا ہے تو میں ان کو طویل کرتا۔

پھر ان کو باندھ کر لٹکایا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ اگر اسلام کو چھوڑ دیں تو ہم تجھے آزاد کر دیں گے۔ آپ نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور فرمایا کہ کلمہ پڑھنے کا مزہ تو اب ہی آیا ہے۔

عین اسوقت جب آپ پر تیروں اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی آپکا ایک ایک عضو کاٹا جا رہا تھا تو ابوسفیان نے سوال کیا اتحبُّ ان یکون محمد مکانک؟

کہ اب تو تُو چاہتا ہو گا کہ میری جگہ محمدؐ ہوتے اور میں بچ جاتا۔

یہ سوال سن کر حضرت خبیبؓ جذبات میں آ گئے اور زوردار لہجہ میں فرمایا۔

واللہ لا اُحبُّ ان اکونَ آمناً وادعاً فی أهلی وولدی وان محمداً یوخز بشوکۃٍ. اللہ کی قسم اگر تم لوگ مجھے بخیر و عافیت گھر پہنچا دو اور اسکے بدلے میں میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چُبھے تو مجھے یہ بھی برداشت نہیں ہے۔

پھر آوازیں آنے لگیں کہ اسکو جلد قتل کرو۔ تب آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

لست ابالی حین اقتل مسلما   علی ای شق کان للّٰہ مصرعی
وذالک فی ذات الالہ وان یشاء   یبارک علی اوصال شلو ممزع

جب میری موت حالت اسلام پر آرہی ہے تو مجھے جس انداز میں بھی مارا جائے مجھے کچھ پروانہیں ۔اللہ تعالیٰ کو تو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ کٹے ہوئے ٹکڑوں میں بھی برکت پیدا فرمادے۔

اس کے بعد اپنے اللہ سے دعاء کی اور یوں گویا ہوئے اللھم لیس ھُنا احد یبلغ رسولک عنیَ السّلام فبلغه انتَ عنی السلام اے اللہ یہاں تو ایسا کوئی شخص موجود نہیں ہے جو میری طرف سے تیرے رسولؐ تک میرا سلام پہنچائے۔ اے اللہ تو ہی ان تک میرا آخری سلام پہنچادے۔

روایات میں یہ بات آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسوقت مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ کے جلو میں موجود تھے کہ اچانک آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے فرمایا '' وعلیه السّلام ورحمة الله ''

پھر فرمایا ھٰذا جبریل یقرئنی من خبیب السلام کہ ابھی حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے خبیب کا سلام پہنچایا۔ اور میں نے اسکا جواب دیا ہے۔

بعد ازاں حضرت خبیبؓ کو قریش کے نوجوانوں نے حملہ کر کے بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کردیا۔

اور آپ نے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ رضی اللہ عنہ

**نتائج:-**

(۱) بوقت موت دو رکعت پڑھنے کا عمل آپؓ نے جاری فرمایا۔

(۲) حضرت خبیبؓ کی کرامت کہ اللہ نے انھیں بند کمرے میں رزق دیا۔

(۳) آپکے اخلاق عالیہ کہ اپنے قاتلین کے بچے کے ساتھ بھی رحمت سے پیش آئے۔

(۴) رسول اللہ ﷺ سے محبت وعقیدت کی اعلیٰ مثال۔

(۵) عالمُ الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

## ۵ :- میں نے اتنا احترام کبھی نہیں دیکھا

۶ھ میں جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام عُمرہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے تو قریش کی مزاحمت کیوجہ سے حُدیبیہ کے مقام پر رُکنا پڑا۔ کچھ دنوں کے بعد بات چیت کا سلسلہ چلا تو عروہ بن مسعود ثقفی قریش کا سفیر بن کر آئے۔ یہ قریش میں بڑے معزز، جہاندیدہ اور انتہائی تجربہ کار انسان تھے۔

کافی دیر تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گفتگو کرتے رہے۔ ابتداء گفتگو میں ہی کہنے لگے کہ یہ آپکے ساتھی کوئی خاندانی آدمی نہیں ہیں۔ جذباتی انداز میں آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ وقت پڑنے پر آپکا ساتھ چھوڑ دیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ان پر اعتماد اور بھروسہ کر کے قریش کی مخالفت مول نہ لیں۔

وانی لاری اشوابا من النّاس خلیقا ان یفروا ویدعوک.

عروہ بن مسعود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گفتگو بھی کرتے رہے اور

گوشہ چشم سے صحابہ کرامؓ کی عقیدت واحترام کے مناظر بھی دیکھتے رہے۔

جب پروانگان شمع رسالت کی محبت کے حیرت انگیز جلوے دیکھے تو اپنی رائے بدل لی اور جو کچھ صحابہ کرامؓ کے بارے میں پہلے کہا تھا اسکے برعکس اپنی قوم سے جا کر کہنے لگے۔

یا قوم واللّٰہ لقد وفدتُ علی الملوک ووفدت علی قیصر وکسری والنجاشی واللّٰہ مارأیتُ مَلِکاً قطُّ یعظمه' اصحابه' ما یعظم اصحابُ محمَّدٍ محمداً۔

اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں قاصد بن کر گیا ہوں۔ بلاشبہ میں نے قیصر وکسرٰی اور نجاشی کے درباروں کو بھی بنظر غائر دیکھا۔ خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کا بھی اتنا احترام نہیں دیکھا جتنا احترام اصحابِ محمد رسول اللہ ﷺ کا کرتے ہیں۔

مزید کہا کہ وہ آپکی مجلس میں اسطرح احترام سے بیٹھتے ہیں کانما علی رؤسهم الطیر گویا کہ انکے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ واذ اتکلم خفضوا اصواتهم عنده وما یحدون النظر الیه تعظیماً له'. جب آپؐ بات کرتے ہیں تو وہ اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور آپکی تعظیم کے پیش نظر کوئی آپکی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ پاتا۔ کادوا یقتلون علی وضوئه آپؐ کے وضو بچے ہوئے پانی پر عقیدت ومحبت سے اسطرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ گویا باہم لڑ پڑیں گے۔ ولا یسقط من شعره شئی الا أخذوه اگر آپکے وجود مقدس سے کوئی بال گرتا ہے تو اسے اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں آپ اگر کوئی حکم دیتے ہیں تو اسکی تعمیل ایک دوسرے سے بڑھ کر کرتے ہیں۔

واللہ لقد رأیتُ قوما لا یسلمونه لشئی ابدا

اللہ کی قسم میں نے صحابہ کرامؓ کی ایسی جماعت دیکھی ہے جو کسی قیمت پر بھی آپکا ساتھ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں جب تک عروہ نے صحابہ کرام کو نہیں دیکھا تھا رائے اور تھی۔ اور جب انکی وارفتگی اور شیفتگی کو دیکھا تو پہلی رائے بدل گئی۔

**نتائج:-**

(۱) صحابہ کرامؓ کی محبت رسول کے عجیب مناظر۔

(۲) جو صحابہ کرامؓ کے بارے میں بری رائے رکھتا ہے اس نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہی نہیں۔

(۳) صلح حُدیبیہ کے حالات و واقعات۔

## ۶:- سب سے بہترین خوشبو

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام ایک دفعہ حضرت ام سُلیمؓ کے گھر آرام فرمارہے تھے۔ چمڑے کا بچھونا تھا۔ آپؐ کے وجود مبارک سے پسینے کے چند قطرے بستر پر گرے تو حضرت ام سُلیمؓ ان قطروں کو اٹھا کر شیشی میں ڈالنے لگی۔

آپؐ بیدار ہوئے تو ان سے پوچھا یہ کیا کر رہی ہو۔ عرض کرنے لگی یا رسول اللہ ﷺ ہم غریب آدمی ہیں قیمتی خوشبوئیں خرید نہیں سکتے۔ آپ کا پسینہ ہم اپنی خوشبو میں ملاتے ہیں۔

وھو اطیبُ الطیب یہ تمام خوشبوؤں سے بہترین خوشبو ہے۔ ہمارے بچے یہ خوشبو لگا کر جس مجلس میں بھی جاتے ہیں ساری خوشبوئیں ماند پڑ جاتی ہیں۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت ام سُلیمؓ کی محبت رسول۔

(۲) رحمت عالمؐ کے پسینے کی قدر و قیمت۔

## ۷:- میں اپنے اللہ سے فریاد کرتی ہوں۔

ایک دفعہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے غصے میں آ کر اپنی بیوی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو یہ الفاظ کہہ دیے کہ انت علی کظھر اُمّی کہ تو میرے لیے ایسے ہے جیسے میری ماں۔

جاہلیت کے دور میں یہ الفاظ طلاق کے مترادف سمجھے جاتے تھے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو بڑا دکھ ہوا اور آپؐ سے اسکا حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوئیں۔ حضرت عائشہؓ بھی اسوقت حجرہ میں موجود تھیں۔ اُن سے بات چُھپانے کے لیے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لیکر علیحدہ ایک کونے میں بیٹھ گئیں۔ اور بڑی آہستگی اور راز داری کے ساتھ یہ مسئلہ پوچھا۔

آپؐ پر چونکہ ابھی اس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے قول مشہور کے موافق فیصلہ فرما دیا۔ مااراکِ الاّ قد حرمتِ علیہ کہ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس پر حرام ہو چکی ہیں۔

حضرت خولہ سخت پریشان ہوئیں کہ اب بڑھاپے میں یہ صورت پیش آ گئی۔ میرا اور میرے بچوں کا کیا بنے گا۔ پھر آپؐ سے عرض کرنے لگیں کہ حضرت مَا ذکر طلاقاً کہ میرے خاوند نے طلاق کا لفظ تو نہیں بولا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا مَا امرتُ فی شأنکِ بشیٍ حتی الآنَ کہ ابھی تک اللہ تعالےٰ نے اس معاملہ میں کوئی واضح حکم نہیں دیا اور جب تک اللہ تعالےٰ اسکا واضح حکم نہ دے

میں وہی فیصلہ کروں گا جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔

حضرت خولہؓ بڑے درد بھرے انداز میں عرض کرنے لگیں کہ صُبح و شام آپ پر جبریل امین نئے نئے احکام لیکر نازل ہوتے ہیں۔ ایک میرا معاملہ ہی ایسا ہے کہ جسکی وضاحت ابھی تک اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا! بی بی یہ تو اللہ کی مرضی ہے میں اس معاملے میں کیا کرسکتا ہوں؟

جب آپؐ نے بی بی خولہؓ کو یہ جواب دے دیا تو انھوں نے فوراً سر سجدے میں رکھ دیا اور اپنے اللہ سے عرض کیا اللّٰھم اِنی اَشکو الیک اے اللہ میں اپنے غم والم کی فریاد تجھ سے کرتی ہوں۔ انکے اس جملے کے اندر اتنا سوز اور اخلاص تھا کہ معاً آپؐ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور جبریل علیہ السلام یہ آیات لیکر حاضر ہوئے۔ **قد سمع اللّٰہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللّٰہ واللہ یسمع تحاور کما ان اللّٰہ سمیع بصیر.**

**(المجادلہ)**

کہ بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں آپؐ سے بحث کر رہی تھی۔ اور اللہ سے اپنے رنج والم کی شکایت کرتی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا بے شک اللہ تعالےٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

انہی آیات میں آگے اللہ تعالےٰ نے اسکے مسئلہ کا حل بھی نازل فرما دیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی البتہ شوہر پر کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں بھی اسی حجرہ میں موجود تھی میں اسکی بات نہ سن سکی مگر اللہ تعالےٰ نے اسکی کمزور اور پست آواز کو سات آسمانوں پر سن لیا۔

حضرت عمرؓ کو انکے دور حکومت میں ایک دفعہ اسی بڑھیا نے راستہ میں

کسی بات کے لیے روک لیا۔ حضرت عمرؓ بڑی توجہ کے ساتھ کان جھکا کر اسکی بات سننے لگے۔ آپؓ کے ہمراہیوں کو بھی مجبوراً کھڑا ہونا پڑا۔ کافی دیر تک حضرت عمرؓ اسی انداز میں کھڑے اسکی بات سنتے رہے۔

جب اس عورت کی بات ختم ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ حضرت اس بڑھیا نے خواہ مخواہ آپکا وقت ضائع کیا اتنی دیر تک آپ کو اور اتنے بڑے لشکر کو بلاوجہ روکے رکھا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا جانتے ہو یہ بڑھیا کون تھی؟ یہ وہی بڑھیا ہے جسکی بات خدا نے سات آسمانوں پر سن لی تھی میں کون ہوں کہ انکار کروں۔ خدا کی قسم اگر یہ ساری رات بھی کھڑی رہتی تو میں بھی اسی انداز میں کان جھکا کر کھڑا رہتا۔

**نتائج:۔**

(۱) مسئلہ ظہار کا حل۔

(۲) حضرت خولہؓ کی درد بھری فریاد اور رحمت الٰہی کا نزول۔

(۳) فریادیں سننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۴) حضرت عمرؓ کی نظر میں حضرت خولہؓ کا مقام۔

## ۸ :۔ ہم رسول اللہ کے صحابہ ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بہت سے نئے شہر آباد کیے گئے۔ اسی طرح ایک نیا شہر ''قیروان'' افریقہ میں آباد کیا گیا۔

اس شہر کی وجہ تعمیر تاریخ کے اوراق میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ سیدنا معاویہ بن خدیج نے افریقہ کے ان علاقوں کو فتح کیا تھا اور بڑی ہی جانفشانی کے بعد یہاں کی بربر قوم کو مطیع و منقاد کیا تھا۔

اہل اسلام کی قوت و شوکت کو دیکھ کر وقتی طور پر بربر مغلوب تو ہو گئے۔
لیکن جونہی مسلمانوں کا لشکر وہاں سے آگے بڑھا وہ سارے لوگ مرتد ہو گئے اور اسلامی لشکر کے رہے سہے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ حضرت معاویہ بن خدیج کے بعد حضرت عقبہ بن نافع وہاں کے گورنر مقرر ہوئے۔

انہوں نے بربروں کی اس آئے دن کی غارت گری سے اہل اسلام کو بچانے کے لیے وہاں ایک فوجی چھاؤنی قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن جس جگہ شہر اور چھاؤنی بنانا مقصود تھا وہاں کئی میلوں میں گھنا جنگل تھا۔ جس میں نہایت موذی قسم کے جانور سانپ اور جنگلی درندے وغیرہ رہتے تھے۔ اور انسانی بساط میں یہ ممکن نہ تھا کہ ان سانپوں اور درندوں سے اس گھنے جنگل کو خالی کروا کر وہاں شہر آباد کیا جاسکے۔

بربر لوگ مسلمانوں کے اس منصوبے کو حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اسکی تکمیل کو بالکل ناممکن خیال کرتے تھے۔

ایک دن سیدنا حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ گورنر افریقہ نے جنگل کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر ان جنگلی جانوروں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ایتہا الحیات والسباع انا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارحلوا عنا فانا نازلون ومن وجدناہ بعد ذالک قتلناہ.

کہ اے جنگل کے سانپو اور درندو ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں ہم اس جنگل کو اپنا ٹھکانہ بنانا چاہتے ہیں اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ اسکے بعد جو جانور یہاں پایا گیا ہم اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس روز ایک نہیں ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ جنگل

کے وہ سانپ، درندے اور دوسرے موذی جانور اپنے بچوں کو ساتھ لیے اس جنگل کو چھوڑ رہے تھے۔ اور اسی روز شام تک وہ جنگل ان موذی جانوروں سے یکسر خالی ہو گیا۔ بربر کی ایک کثیر تعداد اس واقعہ کو دیکھ کر خلوص دل سے مسلمان ہو گئی۔ بعدہ اسی مقام پر قیروان نامی شہر اور ایک مسجد تعمیر کی گئی۔

**نتائج:-**

(۱) جو خدا کی اطاعت کرے مخلوق اسکی اطاعت کرتی ہے۔

(۲) حضرت عقبہ بن نافعؓ کی کرامت۔

(۳) مسلمانوں کے عظیم الشان کارنامے۔

(۴) صحابیتؓ کا مقام و عظمت۔

## ۹ :- تمہارا تعلق پہلی جماعت سے ہے۔

حجۃ الوداع کے بعد ایک روز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ ام حرامؓ زوجہ سیدنا عبادہ بن صامتؓ کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ آپکو نیند آ گئی۔ ام حرامؓ نے تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ ام حرامؓ نے مسکرانے کا سبب پوچھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جنگ و جہاد کے ارادے سے اسطرح سوار ہیں جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔

سیدہ ام حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء فرمائیں کہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں۔ آپؐ نے انکے حق میں دعاء فرمائی اور پھر آرام فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد آپؐ پھر اسی طرح مسکرا کر بیدار ہوئے اور اسی طرح کے خواب کا اعادہ فرمایا۔ سیدہ ام حرامؓ نے پھر اپنی شرکت کے لیے دعاء کی درخواست کی تو

آپؑ نے فرمایا کہ تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو۔

بخاری شریف کے اندر یہ الفاظ ہیں اوّل جیش من امتی یغزون البحر قداوجبوا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو بحری لڑائی لڑے گا اس پر جنت واجب ہوگئی۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلا بحری لشکر جس نے ۲۸ھ میں سمندر کے سینے کو چیر کر سمندر پار کے علاقے قبرص پر اسلامی علم بلند کیا۔ اسکی قیادت سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کر رہے تھے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ کی خلافت کا دور تھا۔

اس لشکر میں سیدہ ام حرامؓ، سیدنا ابوذر غفاریؓ، سیدنا ابوالدرداءؓ اور سیدنا عبادہ بن صامتؓ جیسے اکابر امت موجود تھے۔

واپسی پر سیدہ ام حرامؓ سواری پر چڑھ رہی تھیں کہ خچر کے بدکنے سے نیچے گر کر انتقال فرما گئیں۔ انکی قبر آج بھی قبرص میں موجود ہے لوگ کہتے ہیں ھذا قبر المرء ۃ الصالحۃ کہ یہ ایک نیک اور پاکباز عورت کی قبر ہے۔

**نتائج:-**

(۱) آپؐ کی پیش گوئی کی صداقت۔

(۲) عورتوں کا جذبہ جہاد۔

(۳) مقام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ۔

(۴) جُملہ شرکاء لشکر کے لیے جنّت کی بشارتِ نبویؐ۔

## ۱۰ :- میرا یہ خط آخری نبیؐ تک پہنچا دینا

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش سے کئی سو برس قبل کا واقعہ ہے کہ یمن کے بادشاہ تُبّع کا مدینہ منورہ کے علاقہ سے گزر ہوا تقریباً چار سو (۴۰۰) علماء تورات اسکے ہمراہ تھے۔ تمام علماء تورات نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ہمیں یہاں ہی رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔

بادشاہ بڑا حیران ہوا کہ میری معیت چھوڑ کر تمھارے یہاں رہنے کا آخر سبب کیا ہے؟

علماء نے جواب دیا کہ صُحف انبیاء میں یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ آخر زمانہ میں ایک نبی پیدا ہوں گے جنکا نام نامی محمد اور اُحمد ہوگا اور یہ سرزمین ان کا دارالہجرت ہوگی۔ اس لیے ہم اس نبی کے استقبال کے لیے یہاں رہنا چاہتے ہیں کہ شاید ہمارے زمانہ میں وہ تشریف لائیں۔

بادشاہ بڑا نیک دل تھا سب کو وہاں قیام کی اجازت دے دی بلکہ ہر ایک کو مکان بھی بنا دیا۔ اور ایک خصوصی دومنزلہ مکان نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے تیار کروایا۔ کہ جب وہ ہجرت کر کے یہاں تشریف لائیں گے تو اس مکان میں قیام فرمائیں گے۔

علاوہ ازیں اس نے آپؐ کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

شهدت علی احمد انه رسول من الله باری النسم
فلو مد عمری الی عمره لکنت وزیرا له وابن عم

وجاهدت بالسيف اعداءه وفرجت عن صدره كل غمٍ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مجتبےٰ اور احمد مصطفےٰ ﷺ خالق کائنات کے رسول ہیں۔ اگر میری عمر نے وفا کی تو میں ضرور انکا معین اور مددگار بنوں گا۔ اور انکے دشمنوں سے جہاد کر کے انکے دل کو ہر غم سے آزاد کر کے شاد کر دوں گا۔

اس خط پر تبع نے اپنی مُہر لگا کر ایک معتبر عالم کے حوالہ کیا اور وہ مکان بھی اسکے سپرد کیا کہ جب وہ تشریف لائیں تو انکی خدمت میں یہ خط بھی اور یہ مکان بھی میری طرف سے پیش کر دینا۔ اگر تیری زندگی میں انکی آمد نہ ہو تو اپنی اولاد کو یہ خط سپرد کر کے یہی وصیت کر دینا۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بقیہ انصار انہی علماء کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ جس مکان میں رہتے تھے یہ وہی مکان تھا جو بادشاہ نے آپؐ کے لیے بنوایا تھا۔

جب آپؐ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر انصاری کی خواہش تھی کہ آپؐ میرے مہمان بنیں۔ ہر آدمی کوشش کرتا کہ آپکی اونٹنی کی مہار پکڑ کر اپنے گھر لے جائے۔

آپؐ نے جب انکے اشتیاق کا یہ منظر دیکھا تو مہار اونٹنی کی گردن پر ڈال دی اور فرمایا دعوها فانها مامورة اسے چھوڑ دو یہ اللہ کے حکم سے جہاں ٹھہر جائے گی وہیں میرا قیام ہوگا۔

خدا کی قدرت دیکھیے کہ وہ اونٹنی مدینہ منورہ کی تمام گلیوں سے پھرتی پھراتی اسی مکان کے سامنے جا کر بیٹھ گئی جو تبع نے آپکی نیت سے تیار کرایا تھا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے لپک کر سامان اٹھا لیا اور آپ کو گھر لے گئے۔ اور میزبان رسول کہلائے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ

میں ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر نہیں اُترے بلکہ اپنے مکان پر اُترے تو بیجا نہ ہوگا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے آپ سے اصرار کیا کہ آپ بالا خانہ میں قیام فرمائیں مگر آپؐ نے بعض مصالح کے پیش نظر نچلے حصے میں رہنا پسند کیا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد حضرت ابوایوب انصاریؓ نے وہ خط بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

**نتائج:۔**

(۱) آپ کی آمد کے بارہ میں کتب سابقہ کی پیش گوئیاں۔
(۲) آپؐ کی آمد سے کئی سو سال پہلے تبّع کا اسلام قبول کرنا۔
(۳) اللہ کے حکم سے اونٹنی اسی مکان کے سامنے جا بیٹھی۔
(۴) حضرت ابوایوب انصاریؓ کی مہمان نوازی اور عقیدت مندی۔

## ۱۱:۔ یہ میرے اور خدا کے درمیان ایک راز تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ حمص کے گورنر تھے۔ اہل حمص کی یہ عادت تھی کہ کسی گورنر کو ٹکنے نہ دیتے تھے۔ انکی شکایات لگا لگا کر اسے تبدیل کرا دیتے تھے۔

چنانچہ حضرت سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی بھی شکایات لیکر حمص کا ایک وفد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہمارے گورنر اپنے فرائض منصبی میں سخت کوتاہی کر رہے ہیں آپ انہیں تبدیل کریں۔

حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ تفصیل بتاؤ وہ کیا کرتے ہیں تا کہ ان سے باز پرس کی جا سکے۔ وفد نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب تک صبح اچھا خاصا دن نہیں چڑھ آتا وہ گھر سے باہر نہیں آتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ رات کے وقت اگر انہیں آواز دی جائے تو جواب نہیں دیتے۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ مہینہ میں ایک دن تو بالکل گھر سے نہیں نکلتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو واقعی بڑی سنگین شکایات ہیں۔ مجھے سعید بن عامرؓ جیسے فرض شناس سے ایسی توقع نہیں تھی۔

پھر آپؓ نے فوراً حضرت سعید بن عامرؓ کو حاضر ہونے کا حکم دیا وہ فوراً دربار خلافت میں حاضر ہو گئے۔ وفد کے ارکان بھی موجود تھے۔

امیر المومنینؓ نے وفد سے فرمایا کہ دیکھو یہ تمہارے گورنر حاضر ہیں انکے خلاف جو شکایات ہیں انکے سامنے دہراؤ۔ وفد نے بلا کم و کاست وہ تینوں شکایات دہرا دیں۔

حضرت عمرؓ نے سعید بن عامرؓ سے باز پرس فرمائی کہ تمہارے پاس کیا جواب ہے۔ حضرت سعید بن عامرؓ نے فرمایا کہ امیر المومنین! یہ میرے اور خدا کے درمیان ایک راز تھا جسکا تذکرہ مجھے پسند نہیں تھا اب چونکہ مجبوری ہے اس لیے عرض کرتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ میرے گھر میں کوئی ملازم وغیرہ نہیں ہے جو گھر کے کاموں میں میرا اور میری بیوی کا ہاتھ بٹائے۔ بیوی بیمار ہے سارے کام تنہا نہیں کر سکتی میں صبح کی نماز کے بعد گھر جاتا ہوں تو آٹا گوندھتا ہوں پھر باقی کام کاج کرتا ہوں تا آنکہ آٹا خمیر چھوڑ دیتا ہے پھر روٹی وغیرہ تیار کرتا ہوں۔ پھر ہاتھ منہ دھو کر لوگوں کی خدمت کے لیے باہر نکلتا ہوں اس وجہ سے گھر سے باہر نکلنے میں دیر

ہو جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ رات کے وقت باہر بھی نہیں نکلتے اسکی کیا وجہ ہے؟ عرض کیا امیر المؤمنین! میں نے دن لوگوں کی خدمت کے لیے وقف کیا ہے اور رات اپنے پروردگار کی عبادت کے لیے۔ بندوں کی خدمت سے فارغ ہو کر نماز عشاء کے بعد گھر چلا جاتا ہوں اور اپنے رب کے حضور کھڑا ہو جاتا ہوں اس لیے اگر رات کو کوئی شخص پکارتا ہے تو میں جواب نہیں دیتا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اور تیسری شکایت کے متعلق تمھارا کیا جواب ہے؟

عرض کیا امیر المؤمنین! میرے پاس کپڑوں کا محض ایک ہی جوڑا ہے جو میں پہنے ہوئے ہوں۔ جب کپڑے میلے ہو جاتے ہیں تو اتار کر خود ہی دھوتا ہوں۔ کپڑے چونکہ اون کے ہیں جلد خشک نہیں ہوتے انکے سوکھنے کا انتظار کرتا ہوں اور اس روز سارا دن گھر میں رہتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ جوابات سُنے تو فرط مسرت سے چہرہ چمک اٹھا اور فرمایا **الحمدللہ** اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے کار خلافت انجام دینے کے لیے مجھے ایسے ساتھی نصیب فرمائے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عمرؓ کا عدل وانصاف۔

(۲) حضرت سعید بن عامرؓ کا تقویٰ اور زُہد۔

## ۱۲:۔ ہمارا گورنر سب سے غریب ہے۔

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ شام کے دورے پر تشریف لے گئے۔ حمص کے سر برآوردہ لوگوں سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ تم اپنے علاقے کے فقراء اور مساکین

کی فہرست تیار کر کے جلد مجھے پہنچاؤ تا کہ میں انکی بیت المال سے مدد کر سکوں۔

فہرست جب تیار ہو کر حضرت عمرؓ کے ہاں پہنچی تو سب سے اوپر حضرت سعید بن عامرؓ کا نام تھا۔ آپؓ نے ازراہ تعجب پوچھا کہ یہ سعید بن عامرؓ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ ہمارے گورنر ہیں۔ آپؓ کو اور بھی تعجب ہوا اور فرمایا وہ کیسے اتنے غریب ہو سکتے ہیں انکو تو سرکاری خزانے سے تنخواہ ملتی ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ انکی فیاضی انکے پاس کچھ رہنے نہیں دیتی یعنی وہ سب کچھ مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر ایک قاصد انکی طرف روانہ کیا اسکے ہاتھ ایک خط اور ایک ہزار دینار کی ایک تھیلی بھیجی۔ قاصد سے کہا کہ انہیں میری طرف سے سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ یہ رقم امیر المؤمنین نے خاص آپکے لیے بھیجی ہے اسے اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کریں۔

قاصد جب حمص ان کے گھر پہنچا تو انہوں نے جلدی سے کپڑا لگا کر بیوی کو پردے میں کر دیا کہ مدینہ منورہ سے قاصد آیا ہے اسکے اکرام کے لیے کھانا تیار کرو۔

تھوڑی دیر کے بعد قاصد نے وہ خط اور تھیلی انکی خدمت میں پیش کر دی۔ انہوں نے دیناروں کی تھیلی دیکھی تو بے اختیار زبان سے نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پردے میں بیٹھی بیوی نے جب یہ جملہ سنا تو لرز گئی اور فوراً پوچھا کہ خیریت تو ہے؟ کیا خدانخواستہ امیر المؤمنین کی وفات تو نہیں ہو گئی؟ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا حادثہ ہوا ہے۔ بیوی بولی کیا پھر قیامت کی کوئی علامت ظاہر ہو گئی ہے؟ فرمایا نہیں اس سے بھی بڑی بات ہوئی بیوی کی حیرانگی کی انتہاء ہو گئی اور پوچھنے لگی کہ بتائیں تو سہی آخر ہوا کیا ہے؟

فرمایا ہوا یہ ہے کہ میرے گھر میں دنیا کی دولت آ گئی ۔ فتنہ اور آزمائش آ گئی اس سے بڑا حادثہ کون سا ہو سکتا ہے؟

نیک بخت بیوی بولی اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے؟ کیا حمص میں فقراء ختم ہو گئے ہیں؟ اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیں اور بقیہ خدا کی راہ میں خرچ کر دیں۔

اب قاصد نے پھر پیغام دہرایا اور کہا کہ امیر المؤمنین نے فرمایا ہے کہ اسے خاص اپنی ضروریات پر خرچ کریں۔ حضرت سعید بن عامرؓ رونے لگے اور انکی ہچکی بندھ گئی اور فرمایا ہاں ہاں میں امیر المومنین کے حکم کے مطابق اسے خاص اپنی ضروریات پر ہی خرچ کروں گا۔ اور میری سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ کل قیامت کے دن خدا کے حضور سُرخرو ہو جاؤں۔ اور پھر وہیں بیٹھے قاصد کی موجودگی میں وہ تھیلی صدقہ کرتے کرتے خالی کر دی۔ تب دل کو اطمینان ہوا۔

**نتائج:۔**

(۱) گورنر ہو کر سب سے غریب ہونا۔

(۲) سعید بن عامرؓ کا زہد و تقویٰ۔

(۳) نیک بخت بیوی کا بہترین مشورہ۔

(۴) ہماری سب سے بڑی ضرورت کونسی ہے؟

## ۱۳:۔ اس غلامی پر ہزار آزادیاں قُربان۔

حضرت زید بن حارثہ یمن کے ایک معزز قبیلہ بنو قضاعہ میں سے تھے۔ انکی والدہ بچپن میں ہی انھیں داغ مفارقت دی گئیں تو یہ اپنے ننھیال قبیلہ بنو طے میں رہنے لگے۔ کچھ مدت کے بعد قبیلہ بنو فزارہ نے اس قبیلہ پر غارت گری کی تو

زید کو بھی اٹھا کر لے گئے اور انھیں غلام بنا کر بیچ دیا۔

حضرت زید بکتے بکاتے عکاظ کے بازار میں پہنچے تو حضرت خدیجہ کو پتہ چلا کہ عقل و ادب سے آراستہ ایک لڑکا بغرض فروخت آیا ہے۔ انھوں نے حکیم بن حزام کو رقم دیکر بھیجا وہ انھیں خرید کر لے آئے۔ کئی سال اسی حالت میں گزر گئے۔

ایک دن پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت خدیجہ سے فرمایا کہ یہ غلام مجھے ہبہ کر دو، انہوں نے یہ غلام آپ کو دے دیا۔

ادھر حضرت زید کے والد حارثہ بن شراحیل کو اپنے لخت جگر کی گم گشتگی کا بڑا قلق تھا۔ جگہ جگہ تلاش کرتے رہے، بستی بستی گئے اور قریہ قریہ جا کر تلاش کیا مگر بیٹا نہ ملا۔

چند سالوں کے بعد آغاز بعثت کے زمانہ میں قبیلہ طے کا ایک آدمی حج کے لیے مکہ معظمہ آیا تو اس نے حضرت زید کو پہچان لیا اور واپس جا کر انکے والد کو بتایا۔

بیٹے کے زندہ وسلامت ہونے کا مژدہ سن کر وہ انتہائی خوش ہوئے اور فوراً اپنے بھائی کعب بن شراحیل اور دوسرے بیٹے جبلہ بن حارثہ کو لیکر مکہ معظمہ آئے۔

اس وقت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام چند صحابہؓ کے ہمراہ فناء کعبہ میں جلوہ افروز تھے۔ حضرت زید بھی وہاں موجود تھے باپ اور چچا کو دیکھتے ہی حضرت زید نے پہچان لیا انہوں نے بھی حضرت زید کو دیکھ کر پہچان لیا۔ آخر باپ نے خود ہی بلایا کہ زید! مگر آپ نے مجلس نبوی کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی جواب نہ دیا۔ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا کہ زید یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ میرا باپ ہے، وہ میرا چچا ہے اور وہ میرا بھائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا

اٹھواور انکو سلام کرو۔

حضرت زید جب انکو ملے تو ہجر و فراق کا مارا ہوا باپ انکو سینے سے چمٹا کر خوب رویا یہ ایسا رقت آمیز منظر تھا کہ دیکھنے والے بھی آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکے۔ بعد ازاں حارثہ نے خدمت نبوی میں حاضر ہوکر بصد منت عرض کیا کہ میں ایک دل فگار اور مصیبت زدہ شخص ہوں۔ آپ جس قدر چاہیں زرفدیہ لے لیں اور میرے لخت جگر کو آزاد کر کے مجھے دے دیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر زید تمھارے ساتھ جانا چاہے تو میں اسکو بخوشی جانے کی اجازت دیتا ہوں اور اسکا کوئی معاوضہ بھی تم سے نہ لوں گا اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں قدر ناشناس نہیں ہوں۔

حارثہ اور اسکا بھائی آپکی دریا دلی اور کریم النفسی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب انھوں نے اس معاملہ سے متعلق زیدؓ سے بات کی تو حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ میں اپنے آقا کی ذات گرامی پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ میں انکو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ یہ سن کر انکے باپ اور چچا ششدر رہ گئے اور زید سے کہا کہ افسوس کہ تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو۔ حضرت زیدؓ نے جواباً عرض کیا کہ میرے آقا مجھ پر اس قدر مہربان ہیں کہ حقیقی والدین بھی اپنی اولاد کے لیے اتنے رحیم و شفیق نہیں ہوسکتے میں انکی غلامی پر ہزاروں آزادیوں کو قربان کرسکتا ہوں۔

آخر انکے بھائی جبلہ انھیں مکہ سے باہر لے گئے اور انکو بچپن کے حالات، ہم جولیوں کے واقعات اور خویش و اقارب کے حالات وغیرہ سُنا کر انھیں گھر جانے کی ترغیب دیتے رہے۔ مگر حضرت زیدؓ نے یہی جواب دیا کہ میں اس آستان رحمت پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

حضرت زیدؓ کا یہ جواب سن کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر مسرور

ہوئے کہ آپ نے اسی وقت انکو آزاد کردیا پھر انکا ہاتھ پکڑ کر خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور قریش کے مجمع عام کے سامنے اعلان فرمایا۔

''لوگو! گواہ رہنا کہ زید آج سے میرا فرزند ہے میں اسکا وارث ہوں یہ میرا وارث ہوگا''

اس دن کے بعد آپ زیدؓ بن حارثہ کی بجائے زید بن محمدؐ کے نام سے مشہور ہوئے تا آنکہ قرآن نے نسبی آباء کے ساتھ ہی انتساب کا حکم دے دیا۔

آپکے والد چند روزہ قیام کے بعد کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف باسلام ہوئے اور زید کو رحمۃ للعالمین کے آغوش عاطفت میں چھوڑ کر خوش وخرم وطن واپس چلے گئے۔

**نتائج:-**

(۱) غلامی رسولؐ پر آزادی قربان۔
(۲) حضرت زید کی محبت رسولؐ۔
(۳) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حُسن سلوک۔
(۴) مُتبنّٰی کے انتساب کا مسئلہ۔

## ۱۴:- اس کالے غلام کے قدموں میں یمن کی بادشاہت بھی نثار ہے۔۔

حضرت ابوعبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ایک غیر مسلم قریشی سرمایہ دار کے غلام تھے۔ گو ظاہری شکل وصورت واجبی سی تھی رنگ کالا ہونٹ موٹے ناک چپٹی تھی۔ البتہ دل نور ایمان سے منور تھا۔ جب انکے قبول اسلام کی خبر امیہ

کے کان میں پہنچی تو اسے سخت غصہ آیا اور خزانہ اور بت خانہ کی چابیاں ان سے لیکر دوسرے غلاموں کو دے دیں۔ اور ان پر مظالم کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ مکہ معظمہ میں حرہ کی زمین گرمی کے سبب سے مشہور ہے یہ دھوپ میں توے کی طرح گرم ہو جاتی ہے۔ امیہ نے انکے لیے یہ سزا مقرر کی کہ عین دوپہر کے وقت انہیں حرہ کی جلتی زمین پر لٹا کر اوپر وزنی پتھر رکھ دیا جاتا اور پھر پیٹنا شروع کر دیا جاتا۔

حتیٰ کہ مار پٹائی کا یہ سلسلہ دن رات پر محیط ہو گیا۔ انکو مارنے کے لیے غلاموں کی ڈیوٹیاں لگ گئیں۔ مارنے والے تھک ہار کر تبدیل ہو جاتے مگر مار کھانے والا ایک بلال ہی تھا۔

کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیے جاتے کبھی گلے میں رسی ڈال کر مکہ کے سنگلاخ پہاڑوں اور گلی کوچوں میں گھسیٹے جاتے اور مجبور کیا جاتا کہ اللہ واحد کی بجائے لات وعزیٰ کی معبودیت کا بھی اقرار کر لے مگر اس شیدائی حق کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا ''احد، احد''۔

گلا زخمی ہو گیا وجود تار تار ہو گیا مگر ''احد، احد'' کی آواز میں فرق نہ آیا۔

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ گلی سے گزر رہے تھے کہ مکان کے اندر سے مارنے کی آواز آئی، پتہ چلا کہ بلال حبشی کو اقرار توحید کے جرم میں مارا جا رہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو شدید دکھ ہوا علی الصبح اُمیہ کے گھر چلے گئے۔ اسے ازراہ نصیحت سمجھایا۔ لوگوں کے سامنے شرمایا خدا سے ڈرایا کہ اس جرم سے باز آ جا۔ جب ہر طرح سے سمجھایا امیہ پھر بھی نہ مانا آخر قیامت کے دن سے ڈرایا تو اس نے قیامت کا بھی انکار کر دیا اور طیش میں آ کر کہنے لگا ابن ابی قحافہ! اگر اتنا ترس آ رہا ہے تو اسے خود خرید لے۔

حضرت ابوبکرؓ فوراً بولے میں اسے خریدنے کے لیے تیار ہوں بولو کیا

مانگتے ہو۔ وہ کہنے لگا تم اسکو خرید نہ سکو گے۔ اگر خریداری منظور ہے تو اسکو اپنے غلام فسطاس رومی کے عوض لے لو۔

فسطاس رومی ایک خوبصورت اور انتہائی لئیق غلام تھا۔ اور دو ہزار کی رقم بھی رکھتا تھا۔ مگر باوجود اس تفاوت کے حضرت ابوبکرؓ خدا کی رضاء جوئی کے لیے اس مبادلہ پر راضی ہوگئے۔ اُمیہ بڑا حیران ہوا اور جھٹ پینترا بدلا اور کہا نہیں چالیس اوقیہ چاندی بھی ساتھ لوں گا۔

قریشی سردار حیران تھے کہ ابوبکرؓ اب کیا جواب دیتے ہیں مگر حضرت ابوبکرؓ نے اس بات کو بھی منظور کرلیا۔

جب امیہ سے غلام وصول کر کے چلنے لگے تو امیہ ہنس کر لوگوں سے کہنے لگا کہ یہ شخص فطانت اور زیرکی کے باوجود آج سودے میں دھوکا کھا گیا۔ دیکھو میں نے کس طرح اسے ٹھگ لیا اگر ابوبکرؓ کی جگہ میں ہوتا تو اس کالے غلام کو ایک دانق کے عوض بھی بلکہ مفت بھی قبول نہ کرتا۔

یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوگئے اور پلٹ کر بولے امیہ تو اس کالے غلام کا رتبہ کیا جانے اسکی قیمت مجھ سے پوچھ۔ خدا کی قسم تمام یمن کی بادشاہت بھی اسکے قدموں پر نثار ہے۔

اسکے بعد حضرت بلال کو بارگاہ نبوت میں حاضر کر کے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ میں محض اللہ کی رضاء کے لیے حضرت بلال کو آزاد کرتا ہوں۔ یہ سنکر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اُٹھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے حق میں قرآن اُترا۔

وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی ماله یتزکی وما لاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربه الأعلیٰ ولسوف یرضی (اللیل)

اور جہنم سے اس شخص کو بچا لیا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے وہ اپنا مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو اور اس لیے نہیں دیتا کہ اس پر کسی کا احسان ہے جسکا وہ بدلہ اتارتا ہے بلکہ خداوند اعلیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔

**نتائج:-**

(۱) مسلمانوں پر ابتلاء و آزمائش کا دور۔

(۲) حضرت بلالؓ کی استقامت و جرأت ایمانی۔

(۳) حضرت ابوبکرؓ کی سخاوت و فیاضی۔

(۴) صاحب ایمان کی قدر و قیمت۔

(۵) شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

## ۱۵ :- ابھی سے گھبرا گئے ہو؟

حضرت خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ چھٹے مُسلمان ہیں۔ ام انمار کے غلام تھے۔ لوہاروں والا کام کرتے تھے، لوہے کو آگ میں سرخ کر کے تلواریں وغیرہ بنایا کرتے تھے۔ اور بوجہ غلام ہونے کے اپنی ساری کمائی اپنی آقا ام انمار کو دیتے تھے۔

جب آپ اسلام لائے تو ام انمار نے آپ کو سخت ایذیتیں پہنچائیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ آگ میں سرخ شدہ لوہا اٹھا کر اس نے آپکے سر کو داغ دیا۔ یہ ساری ایذائیں کلمہ توحید کیوجہ سے برداشت کرنا پڑتی تھیں۔

رؤساء کفار کے حکم سے مکہ کے اوباش آپکو پکڑ لیتے اور دوپہر کی شدید گرمی میں لوہے کی زرہ پہنا کر حرہ کی زمین پر ڈال دیتے اوپر سے مارتے

اور پوچھتے کہ ماتقول فی محمد ؟ کہ محمد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے یہ جواب دیتے عبداللہ ورسولہ جاءنا بالحق لیخرجنا من الظلمات الی النور کہ آپ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں ہمارے پاس دین حق لے کر آئے ہیں تاکہ ہمیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔

اس جواب کو سن کر ان کا غصہ اور تیز ہوجاتا اور سزا میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ پھر سوال کیا جاتا وماتقول فی اللاتِ والعزّیٰ کہ لات وعزیٰ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ یہ جواب دیتے صنمانِ اصمّانِ ابکمانِ لا یضُرانِ ولا ینفعانِ کہ یہ دونوں گونگے، بہرے بت ہیں نہ نفع دیتے ہیں نہ نقصان۔ یہ جواب سن کر وہ اوباش نوجوان غصے سے پاگل ہوجاتے اور انکو ہر طرح سے اذیت دیکر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے۔

ایک دفعہ تو ایسا ہوا کہ حضرت خبابؓ بھٹی پر کام کر رہے ہیں۔ انگارے دہک رہے ہیں۔ کفار مکہ نے آپ کو پکڑ کر انہی دہکتے انگاروں پر لٹا دیا اور سینہ پر وزنی پتھر رکھ دیا۔ حضرت خبابؓ کی تکلیف کا اندازہ لگایئے انکے ساتھ کیا بیتی ہوگی۔

انکی ساری کمر جل گئی اور وجود سے خون وغیرہ بہتا رہا اور اسی خون اور پیپ سے وہ انگارے سرد ہوئے۔

حضرت خبابؓ کے لیے یہ تکلیف واقعی ناقابل برداشت تھی۔ شدت تکلیف سے بے تاب تھے خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤں۔

اسی جلی ہوئی کمر کو لے کر سیدھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے آپؐ اس وقت حطیم میں لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت خبابؓ نے آپکو سارا ماجرا سنایا اور بڑی لجاجت سے عرض کی الا تدعو اللہ لنا یا رسول اللہ ؟ اے اللہ کے

رسول! کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں فرمائیں گے؟ آخر یہ مصائب کے دن کب کٹیں گے۔

پیغمبر ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ خبابؓ! ابھی اتنا جلدی گھبرا گئے ہو لقد کان من قبلکم لیمشط احدھم بامشاط الحدید مادون عظمه ولحمه ما یصرفه ذالک عن دینه۔

آپ لوگوں سے پہلے وہ لوگ بھی گزرے ہیں جنکے جسم پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں۔ اور انکے وجود کا سارا گوشت اتار دیا گیا مگر وہ پھر بھی اپنے دین پر پکے رہے۔ ویوضع المنشار علی فرق رأس احدھم فیشق مایصرفه ذالک عن دینه اور ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جن کے سر پر آرا چلا دیا گیا اور ان کے پورے جسم کو دو حصوں میں پھاڑ دیا گیا مگر پھر بھی انکے پائے استقامت میں جنبش پیدا نہیں ہوئی۔

خباب! صبر کرو ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ اللہ تعالے ضرور اس دین کو غالب کرے گا۔

**نتائج**:۔

(۱) کفار کی ایذائیں اور تکالیف۔

(۲) حضرت خباب کی استقامت۔

(۳) سخت ترین حالات میں بھی صبر وہمت کی تلقین۔

## ۱۶ :- سب مُسلمان انکے سر کو بوسہ دیں۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ یہ وہی صحابی ہیں جو کسریٰ کے ہاں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامہ مبارک لے کر گئے تھے۔

۱۹ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر قیصر روم کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا۔ قیصر روم نے مسلمانوں کی دلیری اور جرأت ایمانی کے واقعات سن رکھے تھے۔ اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ کسی طرح مسلمانوں کے کچھ آدمی زندہ گرفتار کر کے میرے سامنے لائیں تاکہ میں ان سے بالمشافہ بات چیت کر سکوں۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قیصر روم کے سپاہیوں نے دھوکہ دیکر چند مسلمانوں کو قید کرلیا جن میں حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی بھی تھے۔

اسکے فوجیوں نے بتایا کہ یہ سب سے اہم آدمی ہے اور یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا قریبی معتمد ساتھی ہے۔

قیصر روم نے ان کو اپنے دربار میں حاضر کیا۔ آپ کو بغور دیکھا اور کہا کہ میں آپ کے سامنے ایک بات پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ آپ عیسائیت قبول کرلیں۔ فخلیت سبیلک واکرمت مثواک تو میں تجھے بصد اعزاز واکرام چھوڑ دوں گا۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا ھیھات یہ نہیں ہوسکتا۔ ان الموت لأحب الی الف مرۃ مماتدعونی الیہ. جس چیز کی طرف تو مجھے بلا رہا ہے اسکے مقابلے میں مجھے ہزار موتیں زیادہ محبوب ہیں۔

قیصر کہنے لگا آپ ایک خوبرو جوان ہیں اور سمجھ دار آدمی ہیں اگر میری بات مان لیں تو میں آپ کو بادشاہی میں بھی شریک کرلوں گا۔

بیڑیوں میں جکڑے ہوئے عبداللہ مسکرائے اور فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا سچا غلام ہوں۔واللہ لو اعطیتنی جمیع ماتملک و جمیع ما ملکته العرب علی ان ارجع عن دین محمدٍ طرفة عین ما فعلتُ. اللہ کی قسم اگر تو اپنے سارے خزانے بلکہ عرب کے بھی سارے خزانے میرے قدموں میں لاکر ڈال دے اور مجھ سے یہ مطالبہ کرے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن ایک سیکنڈ کے لیے بھی چھوڑ دوں تو مجھے ہرگز یہ سودا قبول نہیں ہے۔

قیصر نے کہا پھر میں تجھے قتل کروں گا فرمایا وہ تیری مرضی ہے۔

پھر اس نے حکم دیا کہ انکو سولی پر لٹکا دیا جائے۔اور انکے وجود پر تلواروں اور نیزوں کے کچوکے لگائے جائیں۔حضرت عبداللہ بن حذافہ سولی پر لٹکے ہوئے ہیں وجود سے خون بہہ رہا ہے اور وہ بار بار آپ کے سامنے عیسائیت پیش کررہے ہیں اور یہ انکار کررہے ہیں۔

پھر قیصر نے حکم دیا کہ انہیں سولی سے اتار لیا جائے۔اور ایک بہت بڑا کڑاہ لایا گیا جس میں تیل ڈال کر گرم کیا گیا جب تیل اُبلنے لگا تو اس کے اندر مسلمانوں کے دو قیدی ڈالے گئے۔ایک لحظہ میں انکے وجود کا گوشت گل کر پگھل گیا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔

یہ سارا منظر حضرت عبداللہ بن حذافہ کو دکھا کر پھر عیسائیت پیش کی گئی کہ تمہارا بھی یہی حشر ہوسکتا ہے عیسائیت قبول کرلو۔فکان اشد اباء لها انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ انکار کر دیا۔

جب قیصر ہر طرح سے ناامید ہوگیا تو مایوس ہوکر حکم دیا کہ اب انکو بھی

لے جا کر اس کڑاہ میں ڈال دیا جائے۔ جب انکو کڑاہ کے قریب لے جایا گیا تو انکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ قیصر کو فوراً مطلع کیا گیا کہ انه قدبکیٰ کہ اب محمد رسول اللہ ﷺ کا صحابی رونے لگ گیا ہے۔

قیصر سمجھا کہ بات بن گئی ۔فوراً اسکے سامنے حاضر کیے گئے اس نے پھر عیسائیت قبول کرنے کی پیش کش کی انھوں نے پھر انکار کر دیا۔ وہ کہنے لگا ویحک فما الذی ابکاک اذن پھر تو رویا کیوں؟

حضرت عبداللہ بن حذافہ نے جواب دیا کہ رویا میں اس لیے ہوں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ آج میرے پاس ایک ہی جان ہے جو میں اللہ کی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔

وقد کنت اشتهی ان یکون لی بعددما فی جسدی من شعر انفس فتلقیٰ کلها فی هذا القدر فی سبیل الله .

کاش کہ میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے وجود پر بال ہیں تو میں ساری جانیں ایک ایک کر کے اللہ کے حضور قربان کر دیتا۔ روتا تو اپنی کم مائگی پر ہوں کہ جان صرف ایک ہی ہے۔

قیصر اُن کا یہ جواب سن کر بڑا متاثر ہوا اور دل میں تسلیم کر لیا کہ واقعی محمد رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے عظیم آدمی ہیں۔

اب وہ کہنے لگا کہ میں آپ کی عظمت و جرأت کو سلام پیش کرتا ہوں ۔آپ میرے سر کو بوسہ دیں تو میں آپکو چھوڑ دوں گا۔ حضرت عبداللہ نے کچھ دیر سوچا اور فرمایا صرف مجھے نہیں سب قیدیوں کو چھوڑنا ہو گا اس نے اقرار کر لیا۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ ایک طرف اسکے سر کو محض بوسہ دینا ہے اور دوسری طرف سب مسلمانوں کی رہائی ہے۔ لا ضیر فی

ذالک علیّ اس میں تو کوئی خاص نقصان نہیں ہے۔

پھر میں نے قریب ہو کر اس کے سر کو بوسہ دیا تو اس نے حسب وعدہ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ حضرت عبداللہ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سارا واقعہ پوچھا اور سُنا۔

حضرت عمرؓ بڑے خوش ہوئے۔ ان کو منبر پر بٹھایا اور فرمایا حق علی کل مسلم ان یقبل رأس عبدالله بن حذافه و انا ابدأ بذالک۔

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کر حضرت عبداللہ بن حذافہ کے سر مبارک کو بوسہ دے اور میں اسکی ابتداء کرتا ہوں۔

ثم قام و قبل رأسه پھر فاروق اعظم کھڑے ہوئے اور ان کے سر کو بوسہ دیا۔

بعد ازاں تمام مسلمانوں نے انکے سر کو بوسہ دیا اور یہ منظر دیدنی تھا۔

**نتائج:-**

(۱) صحابہ کرامؓ کی جرأت ایمانی۔

(۲) حضرت عبداللہؓ کی استقامت اور عزیمت۔

(۳) شہادت کی عظمت و مقام۔

(۴) حضرت عمرؓ کا عجیب فیصلہ۔

## ۱۷ :- جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔

ہجرت کی رات جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام حضرت ابوبکرؓ کی معیت

میں بخیر و عافیت رات کے اندھیرے میں مکہ مکرمہ سے رخصت ہوگئے تو قریش مکہ نے آپ کو بے حد تلاش کیا۔ ہر طرف آدمی دوڑائے پورے علاقے کا چپہ چپہ چھان مارا۔ حتیٰ کہ غار ثور تک نشانات قدم دیکھتے دیکھتے پہنچ گئے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کے اندر موجود تھے اور قریش غار کے منہ پر کھڑے تھے۔ اور انکے کھوجی کہہ رہے تھے واللہ ما جاوز صاحبکم ھذاالغار کہ اللہ کی قسم آپ کا مقصود اس غار سے آگے نہیں گیا۔

حضرت ابوبکرؓ انکے پاؤں کو دیکھ کر اور انکی باتیں سن کر پریشان ہوئے تو آپؐ نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا کہ غم نہ کر اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔

اللہ تعالےٰ نے خصوصی مدد و نصرت فرمائی اور قریش مکہ غار کے منہ سے بے نیل مرام واپس ہوئے۔

جب ہر طرف سے مایوس ہوگئے تو مکہ مکرمہ اور اطراف میں یہ اعلان کرادیا کہ جو محمد رسول اللہ ﷺ یا حضرت ابوبکرؓ کو زندہ یا مردہ کسی حالت میں تلاش کر کے لائے اسے فی کس ایک سو اونٹ دیے جائیں گے۔

اس اعلان کا ہونا تھا کہ بہت سارے قبائل آپؐ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

سُراقہ بن مالک بن جعشم مُدلجی کہتے ہیں کہ میں اپنی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے دور سے چند اشخاص کو ساحل سمندر کے راستے سے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یقیناً یہ وہی لوگ ہیں جن کی تلاش قریش مکہ کو ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اور شخص یہ انعام حاصل کر لے۔ میں نے اسکی بات کو بظاہر کوئی اہمیت نہ دی بلکہ

اس کی تردید کردی ۔ اور کہا کہ یہ کوئی اور لوگ ہیں جو اپنی گم شدہ اونٹنی تلاش کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد میں بڑی ہوشیاری اور راز داری کے ساتھ مجلس سے اٹھا اور اپنی باندی سے کہا کہ میرا فلاں تیز ترین گھوڑا تیار کر کے فلاں ٹیلے پر لے جا کر کھڑا کرو اور میں خود اپنا نیزہ وغیرہ لیکر گھر کے پچھلے دروازے سے نکل کر وہاں پہنچ گیا۔ اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر چند گھنٹوں کے بعد آپؐ کے قریب پہنچ گیا۔

سراقہ جب آپ پر حملہ آور ہونے لگا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت طلب فرمائی اور اس کے لیے بددعاء فرمائی ۔ اسی وقت اس کا گھوڑا پتھریلی زمین میں گھٹنوں تک دھنس گیا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ سراقہ نے پکار کر عرض کیا یاھذان ادعولی ربکما ان یطلق قوائم فرسی و لکما علیّ ان اکف عنکما کہ یقیناً تم دونوں کی بددعاء سے ایسا ہوا ہے ۔ آپ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے کہ میرے گھوڑے کو آزادی ملے میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ سے تعرض نہ کروں گا۔ آپ نے دُعا فرمائی تو اسی وقت زمین نے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔

لیکن دوسری دفعہ پھر اس نے اتنے بڑے انعام کا تصور کرتے ہوئے حملہ کرنا چاہا۔ اب پہلے کی نسبت اسکا گھوڑا زمین میں زیادہ دھنس گیا۔ اب پھر دعاء کی درخواست کی اور کہنے لگا کہ اب آپ میرا زادراہ اور سامان وغیرہ بھی لے لیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو کچھ نہ کہوں گا بلکہ آپ کے تعاقب میں آنے والے ہر شخص کو واپس بھیج دوں گا ۔ اور نہ ہی کسی کو آپ کے متعلق اطلاع دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا ہمیں سامان وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے البتہ ہمارا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ پھر آپؐ نے اس کے لیے دعاء فرمائی اور اس کے گھوڑے کو آزادی مل گئی۔

سراقہ سمجھ گیا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت آپ کے ساتھ ہے یقیناً ایک نہ ایک دن آپ کو غلبہ نصیب ہوگا۔ اس لیے آپ سے مطالبہ کیا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ دے گا اس وقت کے لیے مجھے امن نامہ یا معافی نامہ لکھ دیں۔

آپؐ کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ نے ایک چمڑے یا ہڈی پر امن نامہ لکھ کر دے دیا۔

سراقہ جب یہ تحریر لے کر واپس جانے لگا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا و کیف بک یاسراقہ اذا لبست سوارَی کسریٰ. سراقہ وہ منظر بڑا دیدنی ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔

سراقہ حیرت و استعجاب میں ڈوب گیا کہ کہاں میں اور کہاں سپر طاقت فارس کا بادشاہ اور اسکے کنگن۔ بڑی حیرانی کے ساتھ سوال کیا کسریٰ بن ہرمز؟ کہ کیا آپ کسریٰ بن ہُرمُز شاہ فارس کی بات کر رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں اس دین کو اللہ تعالیٰ اتنا غلبہ دے گا کہ کسریٰ بن ہُرمُز کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔

یہ پیش گوئی سن کر سراقہ اپنے خیالوں میں گم واپس چلا گیا۔ بلکہ راستہ میں ملنے والے تمام لوگوں کو بتاتا چلا گیا کہ اِدھر کوئی نہیں اِدھر سے میں دور دور تک تلاش کر کے واپس آ رہا ہوں۔

سراقہ نے آپؐ کی خبر کو چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ آپؐ بخیر و عافیت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

بعد ازاں شدہ شدہ یہ ساری بات ابوجہل کو معلوم ہوئی تو اس نے سراقہ کو بہت ملامت کی۔ کہ تیرے جیسا بہادر نوجوان بھی موقعہ پر بزدلی دکھا گیا۔ تو نے بڑا قیمتی موقعہ ضائع کر دیا۔ سراقہ نے جواب دیا

ابا حکم واللہ لو کنت شاھداً لأمر جوادی حین ساخت قوائمہ'
علمت ولم تشکک بأن محمداً نبی ببُرھانٍ فمن ذا یُقاومہ'

اے ابوالحکم خدا کی قسم تو اگر اس وقت حاضر ہوتا کہ جب میرے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس رہے تھے۔ تو تو یقین کر لیتا اور ذرہ برابر تجھے شک نہ رہتا کہ محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں جو دلائل و براھین کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں کون ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ میں ایک اسلامی ریاست قائم کر لی۔ جنگ بدر ہوئی پھر اُحد اور خندق ہوئی۔ پھر ۸ھ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فاتح مکہ بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ قریش لرزاں و ترساں تھے کہ ہمارے ساتھ کیا بنے گا۔

آپ نے اس موقعہ پر تاریخی اعلان فرمایا اذھبوا فأنتم الطلقاء جاؤ تم سب میری طرف سے آزاد ہو۔ بعدازاں جعرانہ کے مقام پر سراقہ وہ تحریر لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ صحابہ کرامؓ نے سراقہ کو بے تکلف آگے بڑھنے سے بار بار روکا۔ اس نے دور سے ہی ہاتھ بلند کر کے کہا یارسول اللہ انا سراقہ بن مالک و ھذا کتابک لی . اے اللہ کے رسول میں سراقہ بن مالک ہوں اور یہ آپکا امان نامہ میرے پاس ہے۔

آپؐ نے اسے قریب بلا لیا اور اس کے ساتھ انتہائی اچھا سلوک کیا۔ حتیٰ کہ سراقہ نے اسلام قبول کر لیا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سراقہ کی اس ملاقات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ آ گیا پھر ان کی بھی وفات ہو گئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا۔

آپؓ کے زمانہ خلافت کے آخری دور میں ایران فتح ہوا۔ اور بہت سارا مال غنیمت مدینہ منورہ لایا گیا جس میں کسریٰ کا مرصع تاج، اس کے قیمتی ملبوسات، جواہرات سے جڑا ہوا اسکا وشاح (سینہ بند) اور اس کے سونے کے کنگن بھی تھے۔ اسی طرح کا اتنا قیمتی سامان آیا کہ مسجد نبوی میں ایک بڑا ڈھیر لگ گیا۔ حضرت عمرؓ اس ڈھیر کو اپنے عصاء کے ساتھ الٹ پلٹ کر کے دیکھتے تھے اور فرماتے تھے۔

ان قوما ادوا ھذا لأمناء جن لوگوں نے اتنا قیمتی مال بغیر کسی خیانت کے یہاں پہنچا دیا یقیناً وہ انتہائی امین اور دیانت دار ہیں۔

پھر حضرت عمرؓ وہ سارا مال غازیان اسلام میں تقسیم کرنے بیٹھے۔ ایک ایک شخص حاضر ہوتا۔ آپ اسے مال ومتاع دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ سراقہ کی باری آ گئی۔ ادھر سراقہ کی باری تھی اور ادھر فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن آ گئے۔ سراقہ کو وہ کنگن دیتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ سراقہ لو یہ کنگن تمہارے حصے میں آ گئے۔ سراقہ نے جونہی کنگن دیکھے آج سے کئی سال پہلے کی یاد تازہ ہو گئی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش گوئی سامنے آ گئی اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

حضرت عمرؓ نے حیران ہو کر پوچھا کہ اس وقت رونے کا کیا سبب ہے؟ سراقہ نے سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ بتایا تو حضرت عمرؓ بھی آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا اب ایسے نہیں۔

آپ نے سراقہ کو منبر پر بٹھایا اسکے ہاتھوں میں کنگن پہنائے سر پر کسریٰ کا تاج رکھا اور فرمایا کہ ہاتھ بلند کر کے سب کو دکھاؤ اور اعلان کرو صدق اللہ ورسولہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ فرمایا سچ ثابت ہوا۔ سراقہ منبر پر بیٹھے ہیں۔ لوگ نعرہ تکبیر بلند کر رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ حیرت و مسرت سے فرماتے ہیں اعیرابی من بنی مدلج علی رأسه تاج کسریٰ وفی یدیه سواراه.

کہ بنی مدلج کے ایک عام دیہاتی کے سر پر کسری کا تاج اور ہاتھوں میں اس کے کنگن ہیں۔

واقعی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق یہ منظر دیدنی تھا۔

**نتائج:۔**

(۱) حالات ہجرت وغیرہ۔

(۲) سراقہ کا تعاقب اور آپؐ کا معجزہ۔

(۳) آپؐ کی پیش گوئی سچی ثابت ہوئی ۔(معجزہ اخبار بالغیب)

(۴) حضرت عمرؓ کی فتوحات کی وسعت۔

## ۱۸ :۔ خانہ کعبہ کے پاس تو نے صفوان کے ساتھ کیا معاہدہ کیا؟

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خصوصی مدد فرمائی۔ ستر رؤساءِ کفار قتل ہوئے اور ستر ہی قید ہوئے اور باقی جان بچا کر بھاگ نکلے۔

عُمیر بن وھب جمحی بھی ان بھاگنے والوں میں شامل تھا۔ لیکن اسکا بیٹا وھب مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو گیا۔

عُمیر بن وھب مسلمانوں کا شدید دشمن تھا اور اس نے قبل از ہجرت مکہ مکرمہ کے مظلوم مسلمانوں کو جی بھر کر ستایا تھا اور ظلم وجور کا ہر حربہ ان پر آزمایا تھا۔

عُمیر کو اپنے بیٹے کی بڑی فکر تھی اور اسے شدید خطرہ تھا کہ مسلمان میرے

کیے ہوئے مظالم کا بدلہ میرے قیدی بیٹے سے لیں گے۔ اس لیے یہ ہمہ وقت بڑا متفکر اور کھویا کھویا رہتا تھا۔

ایک دن صُبح سویرے خانہ کعبہ کے طواف کے لیے گیا تو وہاں حطیم کے پاس صفوان بن اُمیہ بیٹھا تھا جو قریش کا ایک بڑا سردار تھا اُسے جھک کر سلام کیا۔ اور اسکے پاس بات چیت کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ باتوں باتوں میں جنگ بدر کا ذکر چل نکلا۔ مقتولین بدر اور اسیران بدر پر ان دونوں نے بڑے دکھ کا اظہار کیا۔ صفوان کہنے لگا کہ اب تو اللہ کی قسم زندگی بھی بے مزہ ہو کر رہ گئی ہے۔ محمد (ﷺ) نے تو ہماری کمر ہی توڑ کر رکھ دی ہے۔

عُمیر نے اس کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم اگر میرے ذمہ قرض نہ ہوتا اور مجھے اپنے بال بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں خاموشی سے جا کر محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا۔ تا کہ یہ نت نت کا جھگڑا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ پھر دبی آواز میں کہنے لگا کہ میں اگر ان دنوں مدینہ چلا جاؤں تو میرے بیٹے کو قید ہونے کی وجہ سے کوئی میرے اوپر اس قسم کا شبہ بھی نہیں کر سکتا۔ سبھی یہی سمجھیں گے کہ بے چارہ بیٹے کو چھڑانے کے لیے آیا ہوا ہے۔

صفوان نے جب اس کی یہ بات سُنی تو موقعہ کو غنیمت سمجھا اور کہنے لگا کہ ''اجعل دینک کله علی'' قرضے کی فکر نہ کر وہ سارے کا سارا میرے ذمے رہا۔ باقی رہا تیرے بال بچوں کا مسئلہ تو وہ بھی میرے ذمہ رہا۔ میں انھیں اپنے بال بچوں کے ساتھ ہی رکھوں گا اور جب تک میری زندگی ہے یا انکی زندگی ہے جیسے میرے بچے کھائیں گے ویسا ہی تیرے بچوں کو بھی ملے گا۔ میرے پاس مال و دولت کافی موجود ہے کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوگی۔

عُمیر نے آہستگی سے کہا تو پھر اس بات کو راز میں رکھنا کسی اور کو پتہ نہ

چلے۔

دونوں نے مسجد حرام میں بیٹھ کر پختہ وعدہ کرلیا کہ جب تک منصوبہ کی تکمیل نہ ہوجائے کسی کو مطلع نہ کریں گے۔

عُمیر وہاں سے اٹھا جب کہ اسکے سینے میں غم وغصہ کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور مدینہ جانے کی تیاری کرنے لگا۔ چونکہ ان دنوں میں مکہ کے اکثر لوگ اپنے قیدیوں کے سلسلہ میں بات چیت کے لیے مدینہ آرہے تھے۔ اس لیے اس کا مدینہ جانا کوئی اوپری بات نہ تھی۔

عُمیر نے اپنی تلوار کو زہر میں بُجھایا۔ اس کام کے لیے اتنا خطرناک زہر استعمال کیا کہ معمولی زخم سے بھی موت واقع ہوجائے۔ زادراہ ساتھ لیا سواری تیار کی اور چل نکلا۔

اس منصوبے کے بارے میں یا تو اسے علم تھا یا پھر صفوان کو۔ تیسرے کسی شخص کو اس راز کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ عُمیر چند دنوں کے بعد مدینہ پہنچ گیا۔ مسجد نبوی کے قریب ہی اونٹنی بٹھائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت چند ساتھیوں کے ہمراہ مسجد کے دروازے کے قریب ہی تھے کہ ان کی نظر اس پر پڑ گئی۔ فوراً بول اٹھے ھـــــذا الکلب عدو اللہ عمیر بن وھب یہ کمینہ تو اللہ کا دشمن عُمیر بن وھب ہے واللہ مـا جـاء الالشر یہ بڑا خطرناک آدمی ہے۔ کسی بُرے ارادے ہی کے لیے آیا ہوگا۔ فوراً پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی آمد کے بارے میں مطلع کیا۔

آپؐ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ حکم پاتے ہی فوراً لپک کر اسکے پاس پہنچ گئے اور اس کے گریبان سے پکڑ لیا اور

اسے کھینچتے ہوئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لائے۔

آپؐ نے فرمایا ''اطلقه یا عمر''عمر اسے چھوڑ دو۔

عُمیر کو آپؐ نے قریب بلایا تو اس نے آپ کو سلام کرنے کے لیے کہا'' انعم صباحا'' آپؐ نے فرمایا کہ اس تمہارے سلام سے اللہ نے ہمیں بہتر سلام سکھایا ہے جو اہل جنت کا سلام ہے۔

بہر حال تو بتا کہ تیرا آنا کیسے ہوا؟ وہ کہنے لگا کہ میں تو اپنے بیٹے وھب کو چھڑانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ جو آپ کے ہاتھوں میں قید ہے۔ آپ مہربانی کرتے ہوئے ہمارے ساتھ نرمی فرمائیں۔

آپؐ نے پوچھا فما بال السیف الذی فی عنقک تیرے گلے میں جو تلوار ہے پھر اس کا کیا مقصد ہے؟ وہ کہنے لگا کہ تلوار تو ویسے عادتاً ساتھ لی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ بدر میں یہ تلواریں ہمارے کس کام آئیں؟ وھل اغنت عنا ھذہ السیوف شیئاً یوم بدر؟

پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ سچی بات بتا تو کس ارادے سے آیا ہے۔ کہنے لگا کوئی ایسی بات نہیں محض بیٹے کے معاملے میں حاضر ہوا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا بل قعدت انت وصفوان بن امیه عند الحجر

کہ تو نے حجر میں بیٹھ کر صفوان سے کیا معاہدہ کیا تھا؟ کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ اگر میرے ذمہ قرض نہ ہوتا اور بال بچے کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں جا کر محمد کو قتل کر دیتا۔ کیا اس کے جواب میں صفوان بن اُمیہؓ نے تیرے سب قرضے کی ذمہ داری نہیں اٹھائی؟ اگر وہاں اور کوئی سننے والا نہ تھا تو اللہ تعالیٰ تو بہر حال موجود تھا۔

عُمیر نے جب یہ ساری بات سنی تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

گہری سوچ میں پڑ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد بولا اشھد انک لرسول اللہ ؐ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فوراً کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔

آپؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا فقھوا اخاکم فی دینہ وعلموہ القرآن و اطلقوا اسیرہ اپنے بھائی کو دین کے مسائل سکھاؤ اسے قرآن بھی پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو بھی رہا کر دو۔

عمیر بن وھب کے اسلام لانے سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت عمرؓ نے ایک تاریخی جملہ بولا اور فرمایا

لخنزیر کان احب الی من عمیر بن وھب حین قدم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الیوم احبُّ الیّ من بعض ابنائی.

کہ عُمیر جب مدینہ آیا تو اس دن یہ میری نظر میں خنزیر سے بھی بدتر تھا اور آج جب مسلمان ہو گیا تو مجھے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ پیارا ہے۔

**نتائج:-**

(۱) عُمیر بن وھب اور صفوان بن امیہ کی اسلام دشمنی۔

(۲) حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی۔

(۳) آپ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

(۴) عُمیر کا مسلمان ہونا۔

## ۱۹ :- اللہ نے اسکا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

صُلح حُدیبیہ کے بعد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہان عالم کے نام

دعوتی خطوط ارسال کیے۔ایک خط شاہ ایران کی طرف بھی بھیجا جسے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ لے کر گئے۔

کسریٰ کی طرف خط لے جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے بیوی بچوں کو اللہ کے حوالے کیا اور آپ کا خط لے کر روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ کئی دنوں کے سفر کے بعد فارس میں پہنچ گئے۔

شاہی دربار کے عمائدین کو آگاہ کیا کہ میں ایک قاصد ہوں اور بادشاہ تک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔ کسریٰ نے اطلاع پا کر دربار سجایا امراء وزراء کو بلایا اور پھر قاصد کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔

حضرت عبداللہؓ عرب کے لباس میں ملبوس انتہائی سادگی کے ساتھ اس کے دربار میں تشریف لے گئے اور بڑی ہمت اور جرأت کے ساتھ بادشاہ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کسریٰ نے ایک وزیر کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے خط لے لیں اور مجھے دے دیں۔

یہ بڑی شان سے بولے **لا انما امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ادفعہ لک یدا بیدٍ** نہیں ایسا نہیں ہوسکتا مجھے تو میرے محبوب نے حکم دیا کے کہ تیرے ہاتھ میں خط پہنچاؤں اس لیے میں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ کسریٰ بولا چلو ان کو میرے پاس آنے دو۔آپؓ نے اس کے ہاتھ میں خود جا کر نامہ مبارک دیا۔

بعدازاں کسریٰ نے اپنے مترجم کو کہا کہ اس خط کو پڑھیے جوں ہی اس نے خط کھولا تو لکھا تھا **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ.**

کسریٰ نے ابھی نامہ مبارک یہاں تک سنا تھا کہ غصہ سے آگ بگولا

ہوگیا۔ رگیں پھول گئیں چہرہ سرخ ہوگیا۔ گرج کر کہنے لگا کہ اس شخص نے میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھ دیا۔ اور مترجم کے ہاتھ سے نامہ مبارک چھین کر پھاڑ دیا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہوکر مجھے اس طرح کا خط لکھتا ہے۔ ایکتب لی ھذا وھو عبدی ؟

پھر حکم دیا کہ اس قاصد کو مجلس سے باہر نکال دیا جائے جلدی میری آنکھوں سے دور کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ امید وبیم کی کیفیت میں مجلس سے اُٹھے اُنھیں معلوم نہ تھا کہ اب میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ پھر سوچا کہ جب میں نے اپنا فریضہ پورا کر دیا خط مکتوب الیہ تک پہنچا دیا تو مجھے یہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فوراً اپنی سواری پر سوار ہوئے اور بغیر وقت ضائع کیے مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔

کسریٰ کا جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو بہت تلاش کرایا حتیٰ کہ عرب جانے والے راستوں میں بھی تلاش کرایا مگر آپ تو آگے نکل چکے تھے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ سفر کی منزلیں طے کرتے کرتے مدینہ منورہ پہنچے تو سیدھے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ گوش گزار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب کسریٰ کی اس گستاخی کو سنا تو آپ نے جواب میں صرف ایک ہی جملہ بولا مَزَّقَ اللہ مُلکہٗ اللہ اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

بعد ازاں کسریٰ نے اپنے نائب یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ حجاز میں مبعوث ہونے والے اس رسول کو گرفتار کر کے فوراً میرے دربار میں حاضر کرو۔ باذان نے یہ حکم ملتے ہی اسلحہ سے لیس اپنے دو قوی ہیکل فوجی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو گرفتار کر کے لانے کے لیے حجاز میں بھیج دیے۔ کہ جتنا جلدی ہو سکے کسریٰ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ فوجیوں کو یہ بھی کہا کہ اس شخص کے بارے میں ہر قسم کی معلومات وغیرہ بھی جمع کر کے ساتھ لائیں۔ دونوں فوجی کسریٰ کا حکم نامہ لیے اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔ جب طائف کے قریب سے گزرے تو قریش کے چند تاجروں سے آپؐ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ تاجروں نے بتایا کہ وہ تو یثرب میں ہیں۔

مکہ مکرمہ جا کر ان تاجروں نے اہل مکہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ قُرُّوا عیناً فان کسری تصدیٰ لمحمدٍ کہ تمہیں خوش خبری ہو کہ اب کسریٰ کی محمد ﷺ کے ساتھ ٹھن چکی ہے۔ دونوں فوجی مدینہ منورہ پہنچے تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی اور کسریٰ اور باذان کا حکم نامہ پیش کیا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیے کسریٰ کے دربار میں آپ نے حاضر ہونا ہے۔

اگر آپ بات مان لیں گے تو اس میں آپ کا اپنا فائدہ ہے اگر انکار کریں گے تو کسریٰ کی عظمت وسطوت آپ جانتے ہیں۔ وہ تو آپ کی پوری قوم کو پل بھر میں ختم کر سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ان کی یہ ساری بات سن کر مسکرائے اور فرمایا۔

ارجعا الیٰ رحالکما الیوم وأتیا غداً کہ آج رات تو آپ یہاں گزاریں کل مجھے ملیں۔ دوسرے دن علی الصبح وہ فوجی پھر آ گئے اور آپ کو کسریٰ کا حکم سنا کر جلد از جلد تیاری کا حکم دینے لگے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ تو آج رات اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔ دونوں فوجی حیرانی سے آپ کا منہ دیکھنے لگے اور کہا اتدری ماتقول ؟ کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا ہم آپ کی یہ بات

نوٹ کر کے باذان تک پہنچا دیں؟۔آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آج کی تاریخ (۱۰ جمادی الأولیٰ ۷ھ) نوٹ کرلیں۔اور باذان کو یہ بھی بتا دینا کہ ان دینی سیبلغ ما وصل الیہ ملک کسریٰ کہ میرا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک کسریٰ کی حکومت ہے۔اگر تو اسلام قبول کرلے تو تیرے علاقے پر میں تیری گورنری اور حکومت برقرار رکھوں گا۔

دونوں فوجی آپ کا یہ عجیب وغریب پیغام لے کر باذان کے دربار میں پہنچے۔

باذان سمجھ دار اور حقیقت شناس آدمی تھا کہا کہ یہ بات بادشاہوں کی سی نہیں۔اگر یہ بات سچی نکلی تو واقعی وہ نبی ہیں۔اگر ایسا نہ ہوا تو پھر اس شخص کے بارے میں کچھ اور ہی سوچنا پڑے گا۔یمن سے فارس تک کئی دنوں کی مسافت تھی۔باذان منتظر تھا کہ واقعی یہ عظیم واقعہ رونما ہو چکا ہے تو چند دنوں میں حقیقت واضح ہو جائے گی۔

کچھ دن گزرے تھے کہ باذان کے نام کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا خط آ گیا کہ میں نے اپنے باپ کسریٰ کو اس کے مظالم کی وجہ سے فلاں تاریخ کو قتل کر دیا ہے۔آج کے بعد آپ میرے زیرِ نگیں ہوں گے۔اور جس شخص کو گرفتار کرنے کا حکم میرے باپ نے دیا تھا اس پر عمل درآمد روک دیں۔باذان نے جب یہ خط پڑھا تاریخ ملائی اور فوراً اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

آپؐ کی بددعاء کے مطابق چند ہی سالوں میں کسریٰ کی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

**نتائج:**۔

(۱) آپ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

(۲)　آپ کی بددعاء اور پیش گوئی کا انجام۔

(۳)　عبداللہ بن حذافہؓ کی جرأت ایمانی۔

(۴)　دعوتِ اسلام اور خطوط۔

## ۲۰ :- سلمان تو ہمارے گھر کا فرد ہے

حضرت سلمان فارسیؓ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ صوبہ اصفہان (فارس) کے ایک گاؤں جے کے رہنے والے تھے وہ خود اپنے اسلام لانے کا مفصل واقعہ بیان فرماتے ہیں جو حدیث کی کتب میں موجود ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرا باپ اس علاقہ کا چوہدری اور سردار تھا۔ مالی لحاظ سے ہماری پوزیشن بہت مضبوط تھی مذہبی لحاظ سے بھی میرا باپ لوگوں کا مقتداء تھا۔ ہمارا اپنا مستقل آتش کدہ تھا۔

میں نے ہوش کی آنکھ کھولی تو اپنے اردگرد مجوسیت (آگ پرستی) ہی کا زور شور دیکھا۔ مجوسیت سے مجھے دلی لگاؤ ہو گیا اور میں اپنے آتش کدہ کا محافظ بن گیا۔ میں اکثر اپنی زمینوں پر جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے نصاریٰ کا ایک گرجا دیکھا اس کے اندر گیا تو میں نے ان عیسائیوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ مجھے ان کی عبادت کا انداز بڑا پسند آیا حتیٰ کہ میرے دل نے فیصلہ کیا کہ سچائی کا راستہ یہی ہے۔ میں نے ان کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا۔ ان سے میں نے دریافت کیا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ملک شام میں ہے۔ میں نے ایک دفعہ ان کا تذکرہ گھر والوں کے سامنے بھی کیا تو والد نے سخت برہمی کا اظہار کیا اور مجھے ہر طرح سے سمجھایا کہ باپ دادا کا دین ہی بہتر ہے۔ مگر میں نے عیسائیت کی پسندیدگی کا اظہار کچھ اس انداز میں کر دیا کہ میرے باپ کو خدشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں

بھاگ کر چلا نہ جائے۔ اس نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر میں ہی محبوس کر دیا۔ میں نے ان عیسائیوں کو کہلا بھیجا کہ اگر ملک شام جانے والا کوئی قافلہ ہو تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔

چنانچہ ایک دن مجھے اطلاع ملی کہ ایک قافلہ ملک شام کی طرف جا رہا ہے ۔میں نے اپنے پاؤں کی بیڑیوں کو کاٹ دیا اور بھاگ کر ان کے ساتھ شامل ہو کر سفر کرتے کرتے ملک شام چلا گیا۔ وہاں جا کر میں نے معلوم کیا کہ سب سے بڑا مذہبی پیشوا کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ فلاں بشپ ہے۔ میں بلا تأمل اسکے ہاں چلا گیا اور اس سے جا کر عرض کیا کہ میں تمہارے دین کو پسند کرتا ہوں اسے اختیار کر کے تمہاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں ۔ اس نے منظور کر لیا۔ میں کافی عرصہ اس کے ہاں رہا جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی جگہ ایک دوسرے شخص کو بٹھایا گیا۔ یہ پہلے کی نسبت اچھا آدمی تھا۔ دنیا سے بے رغبت تھا اس سے مجھے دلی محبت ہو گئی اُس کی خدمت میں کافی عرصہ رہا۔ بالآخر وہ بھی مرنے لگا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے کسی کے ہاں رہنے کی وصیت کر دو ۔ اس نے کہا کہ میری نظر میں عیسائیت کے اصل طریقہ پر ایک ہی شخص ہے اور وہ موصل میں رہتا ہے ہو سکے تو اس کے ہاں چلے جانا۔ میں اس کے پاس چلا گیا اور اس سے جا کر سارا قصہ بیان کیا ۔ اس نے اپنی خدمت میں رکھ لیا وہ واقعی بہترین آدمی تھا۔ آخر جب اس کی بھی وفات ہونے لگی تو میں نے اس سے بھی یہی سوال کیا کہ اب میں کہاں جاؤں ۔اس نے بتایا کہ فلاں شخص کے ہاں نصیبین میں چلے جانا۔ میں اس کے پاس چلا گیا اور اس کے ہاں رہنے لگا۔

آخر جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں ۔ اس نے بتایا کہ عموریا میں فلاں شخص کے ہاں چلے جانا۔ چنانچہ

اس کی وفات کے بعد میں عموریا چلا گیا۔ عموریا جا کر میں نے کچھ کاروبار وغیرہ شروع کر دیا۔ اس طرح میرے پاس کچھ گائیں اور بکریاں جمع ہوگئیں۔ چنانچہ جب اس کی بھی وفات ہونے لگی تو میں نے اس سے پوچھا کہ میں اب کہاں جاؤں اس نے کہا کہ اب خدا کی قسم کوئی شخص بھی عیسائیت پر قائم نہیں رہا۔ علماء اور عوام سب میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آ گیا ہے جو حضرت مسیحؑ کی پیش گوئی کے مطابق عرب میں پیدا ہوں گے اور دین ابراہیمی کو زندہ کریں گے۔ ان کی ہجرت کی جگہ ایسی زمین ہے جہاں کھجوروں کی پیداوار بکثرت ہے اور اس کے دونوں جانب کنکریلی زمین ہے۔ وہ ہدیہ تو قبول کریں گے لیکن صدقہ نہیں کھائیں گے۔ اور ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ پس اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سرزمین میں پہنچ جانا۔

میں نے تہیہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو سکا میں اس علاقہ میں ضرور جاؤں گا۔ اور دل میں اللہ تعالےٰ سے دعاء کرنے لگا کہ خدایا مجھے اتنی مہلت دے کہ میں ان کی زیارت و ملاقات کر سکوں۔

چنانچہ اس عالم کی وفات کے بعد میں انہی پروگراموں میں تھا کہ مجھے پتہ چلا کہ بنو کلب کے کچھ تاجر ملک عرب کی طرف جا رہے ہیں۔ میں ان سے ملا اور کہا کہ مہربانی کر کے مجھے ساتھ لے چلو تو اس کے بدلے میں یہ ساری گائیں اور بکریاں تمہاری نذر ہیں۔ انہوں نے قبول کر لیا اور مجھے ملک عرب میں لے آئے۔ گائیں اور بکریاں لینے کے باوجود انھوں نے میرے اوپر یہ ظلم کیا کہ مجھے غلام ظاہر کر کے فروخت کر دیا۔ اب میں غلام تھا اور کئی جگہ مجھے فروخت کیا گیا۔ تقریباً دس سے زیادہ آقاؤں کے پاس رہا۔ دل میں بار بار یہی ٹیس اٹھتی تھی کہ آیا

کس لیے تھا اور میرے ساتھ بن کیا گیا۔

بالآخر ایک دفعہ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ اپنے وطن مدینہ منورہ لے آیا۔

مدینہ منورہ کا علاقہ دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ اس عموریا والے پادری کے بتانے کے مطابق یہی وہ جگہ ہے جو نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہوگی۔ میں باہر کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ شہر میں آنا جانا کم ہی ہوتا تھا لیکن دل میں ایک تڑپ سی ضرور موجود رہتی تھی۔

چنانچہ ایک دن میں کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑ رہا تھا کہ اتنے میں میرے آقا کا چچا زاد بھائی باغ میں آیا اور میرے آقا سے کہنے لگا کہ خدا بنو قیلہ کو غارت کرے ان لوگوں نے قباء میں ایک شخص کے پاس ہجوم کر رکھا ہے۔ جو مکہ سے ہجرت کر کے آیا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہی پیغمبر آخر الزمان ہیں۔

یہ سن کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ بدن پر عجیب قسم کا لرزہ طاری ہو گیا۔ میں بڑی مشکل کے ساتھ اپنے وجود کو سنبھال کر نیچے اُترا اور آنے والے یہودی سے بے تحاشا پوچھنے لگا کہ یہ تم نے کس شخص کی آمد کا ذکر کیا تھا۔ یہ سنتے ہی میرے آقا نے زور سے ایک طمانچہ میرے منہ پر کھینچ مارا اور کہا کہ بد بخت تو اپنا کام کر تجھے ان قصوں سے کیا غرض ہے؟ میں خاموش ہو گیا لیکن مختلف ذرائع سے یہ معلوم کر لیا کہ نبوت کا آفتاب عالم تاب قباء کے افق سے طلوع ہو چکا ہے۔

کچھ دنوں کے بعد میں نے ان کے ہاں جانے کا ارادہ کیا آقا سے اجازت لی کہ میں اپنی ضروریات کے لیے شہر جانا چاہتا ہوں۔ اس نے اجازت

دے دی۔ تھوڑی بہت رقم جو پاس تھی اس کی کھجوریں خریدیں اور قباء پہنچ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی خندہ روئی کے ساتھ ملاقات کی نام اور کام وغیرہ پوچھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے وہ کھجوریں پیش کر دیں۔ آپؐ نے پوچھا ماھذا یا سلمان؟ اے مسلمان یہ کیسی کھجوریں ہیں؟ میں نے عرض کیا ھذہ صدقہ کہ یہ صدقہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا ارفعھا انا لانأ کل الصدقة کہ یہ صدقہ کی کھجوریں اٹھالو ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔ کسی غریب مستحق کو دے دو۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک نشانی تو پوری ہوگئی۔ پھر وہاں سے چلا آیا۔

چند دنوں کے بعد اسی طرح حاضر ہوا اب بھی کھجوریں ساتھ لے گیا۔ اب کی بار بھی آپؐ نے سوال کیا کہ یہ کھجوریں کیسی ہیں؟ میں نے عرض کیا ھذہ ھدية کہ یہ ہدیہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اُبسطھا انھیں کھول دے۔ چنانچہ آپ نے بھی وہ کھجوریں کھائیں اور حاضرین نے بھی کھائیں۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ دوسری نشانی بھی پوری ہوگئی پھر میں چلا آیا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک دن مجھے پتہ چلا کہ آپؐ آج مدینہ کے قبرستان بقیع غرقد میں کسی جنازہ کے سلسلہ میں تشریف لائے ہیں۔ میں زیارت کے لیے وہاں چلا گیا۔ آج آپ کے وجود مبارک پر قمیض کی بجائے ایک چادر تھی۔ میں آپ کی پشت کی طرف آ کر گھومنے لگا کہ کہیں چادر ہٹے تو میں مہر نبوت کو دیکھ سکوں۔

آپؐ میرے بار بار اسطرح دیکھنے سے سمجھ گئے کہ مہر نبوت دیکھنا چاہتا ہے۔ آپؐ نے پیٹھ سے کپڑا ہٹا دیا تو مہر نبوت میری آنکھوں کے سامنے تھی میں جوش میں بے خود ہوکر اس پر جھک گیا اور اس کو چومنے لگا اور زاروقطار رونے لگا۔

کہ اتنے مرحلوں کے بعد بالآخر گوہر مقصود مل گیا۔ آپ ؐ نے فرمایا سامنے آؤ میں سامنے حاضر ہوا اور اپنی ساری سرگزشت سنائی اور کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ اس یہودی کی غلامی کا طوق میری گردن میں تھا۔ مسلمان ہونے کے باوجود غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک نہ ہو سکا۔

ایک دن آپ ؐ نے فرمایا کہ سلمانؓ تم اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ کر لو شاید آزادی کی کوئی صورت نکل آئے۔ میں نے اس سے معاملہ کیا تو اس نے دو چیزیں بدل کتابت قرار دیں (۱) چالیس اوقیہ نقد سونا (۲) تین سو درخت کھجور کے لگاؤں ان کی آبیاری کروں۔ یہاں تک کہ وہ پھل دینا شروع کر دیں۔ میں نے یہ دونوں شرطیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دیں۔

آپ ؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم لوگ حصول آزادی کے لیے اپنے بھائی کی مدد کرو۔ انصار میں سے جس کسی سے جتنے پودے ہو سکے لالا کر جمع کرنا شروع کر دیئے۔ کوئی دس پودے لایا تو کوئی بیس کوئی تیس لایا تو کوئی پچیس، یہاں تک کہ تین سو پودے پورے ہو گئے۔

آپ ؐ نے فرمایا کہ سلمانؓ تم ان پودوں کے لیے گڑھے وغیرہ تیار کرو جب تیار ہو جائیں تو مجھے خبر کرنا میں چل کر اپنے ہاتھ سے پودے لگاؤں گا۔ میں نے جا کر گڑھے کھودنے شروع کر دیے بعض صحابہؓ نے بھی میری مدد فرمائی۔ جب گڑھے تیار ہو گئے تو میں نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ ؐ خود چل کر تشریف لے گئے اور ایک ایک پودا اپنے ہاتھ سے لگایا۔ پھر آپ ؐ نے دعاء فرمائی اور مجھے محنت کرنے کے لیے کہا۔ خدا کی قدرت کہ یہ پودے اُسی سال پھل لائے اور یہودی کی طے کردہ شرط پوری ہو گئی۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ درختوں کی طرف سے میں مطمئن ہوا تو چالیس اوقیہ سونے کی فکر ہوئی۔ چالیس اوقیہ کوئی معمولی بات نہیں (اوقیہ ساڑھے سات مثقال کا ہوتا ہے اور مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے اسی حساب سے چالیس اوقیہ سونا ایک سیر ساڑھے چھ چھٹانک بنتا ہے)۔

فرماتے ہیں کہ چند دنوں کے بعد رحمت عالم ﷺ کے پاس کسی معدن سے مُرغ کے انڈے کے برابر سونا ہدیۃً آیا۔ آپؐ نے فرمایا این الغلام الفارسی کہ وہ فارسی غلام کہاں ہے؟ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ یہ سونا لے جاؤ اور اپنا بدل مکاتبت ادا کرو۔ میں نے سونا دیکھا تو عرض کیا کہ یہ سونا کس طرح پورا ہوگا یہ تو بہت تھوڑی مقدار ہے۔

آپؐ نے فرمایا جاؤ لے جاؤ عجب نہیں کہ حق تعالےٰ شانہ اپنی قدرت کاملہ سے پورا فرمادیں۔ چنانچہ میں وہ سونا یہودی کے پاس لے گیا یہودی نے وزن کیا کہ وہ پورے چالیس اوقیہ تھا۔

اس طرح اس یہودی کی غلامی سے میری گلوخلاصی ہوئی اور میں ہر وقت آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔

غزوہ خندق کے موقعہ پر میں نے ہی خندق کھودنے کی تجویز پیش کی تھی ورنہ عرب میں اس سے پہلے خندق کا دستور نہ تھا۔

غزوہ خندق کے موقع پر انصار اور مہاجرین میں حضرت سلمانؓ کے متعلق ایک دلچسپ بحث چھڑ گئی۔ انصار کہتے تھے کہ سلمانؓ ہمارے ساتھ ہیں اور مہاجرین کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ ہیں۔ حضورؐ نے اس بحث کا حال سنا تو فرمایا ''سلمان منا من اهل البيت'' کہ سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے تقریباً اڑھائی سو سال عمر پائی۔ حضرت عمر

فاروقؓ کے دور میں مدائن کے گورنر بھی رہے۔ گورنری کے دوران بھی انتہائی سادگی کے ساتھ زندگی گزاری۔ ۳۵ھ میں بعہد حضرت عثمان غنیؓ وفات پائی۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت سلمان فارسیؓ کا تلاش حق کا سچا جذبہ۔

(۲) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کتب سابقہ میں پیش گوئیاں۔

(۳) آپؐ کے معجزات۔

(۴) غلاموں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک۔

## ۲۱ :- میں تو آج صرف اپنے ربّ کا شکریہ ادا کروں گی۔

نجد کے قریب مریسیع نامی بنی مصطلق کا ایک چشمہ تھا۔ شعبان ۵ھ میں مسلمان اسی چشمہ کے پاس اُن سے معرکہ آرا ہوئے۔ چونکہ یہ بات واضح تھی کہ یہاں کوئی خون ریز جنگ نہیں ہوگی اس لیے منافقین کی ایک خاصی تعداد فوج میں شریک ہوگئی۔ وخرج معه بشر كثير من المنافقين۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی سفر میں جاتے تو ازواج مطہرات میں سے جس کے نام قرعہ نکلتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ چنانچہ اس سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں۔

اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۴ برس تھی۔ چلتے وقت اپنی بہن اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار عاریتاً لے کر پہن لیا تھا۔ ہار کی

لڑیاں اتنی کمزور تھیں کہ ٹوٹ ٹوٹ جاتی تھیں۔

چونکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا اس لیے ہودج میں سوار کی جاتی تھیں۔ ساربان محمل اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے اور چل پڑتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک تو کم سن تھیں۔ دوسرا اتنی دبلی اور ہلکی پھلکی تھیں کہ محمل اٹھانے میں سار بانوں کو مطلق محسوس نہیں ہوتا تھا کہ اس میں کوئی سوار بھی ہے یا نہ۔

سفر سے واپسی پر کئی بار منافقین نے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے شرارتیں کیں۔ ایک دفعہ تو منافقوں کے ایک سردار عبداللہ بن ابی نے مہاجرین و انصار کے پانی پر معمولی تنازعہ کو اتنا طول دیا اور انصار کو اتنا مشتعل کیا کہ قریب تھا کہ مہاجرین و انصار باہم لڑ پڑیں۔ بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع ہوا۔

ایک جگہ رات کو قافلہ نے پڑاؤ کیا۔ رات کے پچھلے پہر پھر روانگی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے قافلہ سے ذرا دور نکل کر باہر آڑ میں چلی گئیں۔ فارغ ہو کر آ رہی تھیں کہ گلے میں ہاتھ پڑ گیا' دیکھا تو ہار نہ تھا۔ ایک تو کم عمری دوسرے مانگے کی پرائی چیز گھبرا کر وہیں ڈھونڈنے لگیں۔

ان کو یقین تھا کہ قافلہ کی روانگی سے قبل ہی ہار ڈھونڈ کر واپس آ جاؤں گی۔ اس بناء پر کسی کو اس واقعہ کی اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا۔

قافلہ اپنے وقت پر چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ ساربان حسب دستور محمل کو اونٹ پر رکھ کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ انہیں محمل اٹھاتے ہوئے یہ خیال بھی نہ آیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کے اندر نہیں ہیں۔

لشکر کی روانگی کے بعد آپؓ کو گم شدہ ہار مل گیا۔ لشکر گاہ پر آئیں تو یہاں

سناٹا تھا۔ سب لوگ روانہ ہو چکے تھے۔

مجبوراً چادر لپیٹ کر یہاں لیٹ گئیں کہ جب آپ آئندہ مقام پر پہنچ کر مجھے موجود نہ پائیں گے تو لازماً اسی جگہ میری تلاش کے لیے آئیں گے۔

صفوان بن معطل سُلمی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو قافلہ کی گری پڑی چیزوں کے اٹھانے کے لیے اور حفاظت لشکر کے لیے پیچھے چلنے پر مامور تھے۔ صُبح کو جب وہ پڑاؤ پر آئے تو دور سے کوئی شخص سویا ہوا نظر آیا۔ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہوا تھا۔ پاس آکر دیکھا تو فوراً پہچان لیا۔ اور بے ساختہ زبان سے نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آواز سن کر آپؓ کی آنکھ کھل گئی فوراً چادر سے منہ ڈھانپ لیا۔

صفوان نے اپنا اونٹ بٹھایا اور ان کو سوار کر کے مہار پکڑ کر اگلی منزل کے لیے روانہ ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں **واللہ ما کلمنی کلمة ولا سمعت منه کلمة غیر استرجاعه** اللہ کی قسم صفوان نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی اور نہ ان کی زبان سے سوائے انا اللہ کے میں نے کوئی کلمہ سُنا۔

یہ ایک نہایت معمولی واقعہ تھا جو سفر میں اکثر پیش آ سکتا ہے۔

حضرت صفوان جب اونٹ کی مُہار پکڑے عین دوپہر کے وقت لشکر میں جا پہنچے تو عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے واہی تباہی بکنا شروع کر دیا کہ نعوذ باللہ اب وہ پاک دامن نہیں رہیں۔ منافقین نے اس واقعہ کا پروپگنڈہ جتنا ان سے ہو سکتا تھا کیا۔ اس پروپگنڈہ سے تین مخلص مسلمان بھی متاثر ہوئے (۱) حضرت حسان بن ثابتؓ (۲) حمنہ بنت جحشؓ (۳) مسطح بن اثاثہؓ

پورے مدینہ میں یہ پروپگنڈہ زوروں پر تھا۔ مگر حضرت عائشہؓ کو اسکا کچھ پتہ نہ تھا کہ میرے خلاف کیا کچھ مشہور ہو چکا ہے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا بیمار ہوگئیں۔ اتنا محسوس کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی توجہ میرے اوپر پہلے جیسی نہیں ہے۔ ایک رات مسطح کی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے آبادی سے باہر جارہی تھیں کہ مسطح کی ماں کو کسی چیز کی ٹھوکر لگی اسکے منہ سے نکلا تعس مسطح کہ مسطح برباد ہو۔ حضرت عائشہؓ نے ٹوکا کہ تم ایک صحابی کو بددعاء دیتی ہو وہ بولی اے بھولی بھالی تجھے خبر نہیں کہ وہ تیرے بارے میں کیا پروپگنڈہ کرتا پھرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے جب اس سے سارا واقعہ سنا تو مرض اور بخار کی شدت میں اضافہ ہوگیا۔ جسم کانپنے لگا۔ بغیر قضائے حاجت کے راستہ ہی سے واپس آگئیں۔ آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ان سے میکے جانے کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے بلا تأمل اجازت دے دی۔ اپنی ماں سے پوچھا تو انہوں نے تسلی دی کہ بیٹی رنج نہ کر' جو عورت اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبہ ہوتی ہے اس سے حسد کرنے والے حسد کیا کرتے ہیں۔

ایک انصاریہ نے ان کو سارا واقعہ تفصیل سے بتایا کہ یہ یہ باتیں ہو رہی ہیں۔ سنتے ہی غش کھا کر گر پڑیں۔ والدہ نے سمجھایا اور تسلی وغیرہ دی۔ ماں سے پوچھنے لگیں کہ کیا میرے باپ کو بھی اس سارے واقعہ کا علم ہے؟

والدہ نے کہا ہاں انھیں بھی علم ہے۔ ماں سے کہنے لگیں کہ اللہ تمھاری مغفرت کرے سب لوگوں میں اس کا چرچہ ہے اور تم نے مجھ سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہ کہتے ہوئے حضرت عائشہؓ کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرت ابوبکرؓ بالا خانہ پر قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے ان کی چیخ سن کر نیچے آئے اور ان کی ماں سے دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس کو واقعہ کی خبر ہوگئی ہے یہ سن کر حضرت

ابو بکرؓ کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں کہ مجھے اس شدت سے لرزہ آیا کہ میری والدہ ام رومان نے گھر کے تمام کپڑے مجھ پر ڈال دیے میری ساری رات روتے گزری ایک لمحہ کے لیے بھی سکون نہ آیا۔

اگرچہ آپؓ کی بے گناہی مسلّم تھی تاہم شریروں کے منہ بند کرنے کے لیے تحقیق ضروری تھی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف صحابہ کرامؓ سے اس بارہ میں مشورہ کیا۔

حضرت اُسامہؓ نے عرض کیا **ھم اھلک یا رسول الله** اے اللہ کے رسول وہ آپکے اہل خانہ ہیں انکی عصمت و عفت کا کیا پوچھنا۔ انکی طہارت و پاکیزگی تو اظہر من الشمس ہے۔ **وما نعلم الا خیراً** ہم نے ان کے اندر سوائے خیر و خوبی اور بھلائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے رنج و غم اور حزن و ملال کے خیال سے عرض کیا۔ **یا رسول الله لم یضیق الله علیک والنساء سواھا کثیر وان تسأل الجاریة تصدقک** کہ اے اللہ کے رسول عورتوں کی آپ کے لیے کمی نہیں ہے اگر آپ کے دل میں ملال ہے تو طلاق دے کر کسی اور عورت سے شادی کی جاسکتی ہے۔ اور خادمہ سے پوچھ لیجئے وہ یقیناً سچ سچ بتا دے گی۔

آپؐ نے خادمہ بریرہ کو بلایا اور اس سے سوال کیا **اَتشھدین انی رسول الله** کیا تو گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ **قالت نعم** اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا میں تجھ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں سچ سچ بتانا اور سوال کیا کہ **ھل رأیت من عائشه ما تکرھینه** کیا تو نے عائشہؓ کے اندر کوئی خامی دیکھی ہے۔ بریرہ نے اس واقعہ کو اتنا مستبعد سمجھا کہ سمجھ بھی نہ سکی کہ مجھ سے کیا

سوال ہو رہا ہے۔ بولی اور تو کوئی برائی نہیں ہاں بچپن ہے سوتی ہیں تو بکری آٹا کھا جاتی ہے۔

پھر آپؐ نے ذرا صاف لفظوں میں سوال کیا تو وہ کہنے لگی سبحان اللہ خدا کی قسم جس طرح سنار کھرے سونے کو جانتا ہے اسی طرح میں ان کو جانتی ہوں۔ عائشہؓ کے اندر ذرہ برابر کھوٹ نہیں۔ وہ تو اس قسم کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت بریرہ کو طمانچہ بھی مارا کہ سچ سچ بتا' تاکہ آپ کی پوری تسلی ہو جائے۔

آپؐ نے ان کے بارے میں ان کی سوکن حضرت زینبؓ کی رائے بھی دریافت کی۔ انہوں نے کان پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگیں کہ عائشہؓ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں۔

اسی طرح آپؐ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی سوال کیا۔ آپؓ نے بڑے عجیب انداز میں جواب دیا۔ سوال کے جواب میں اُلٹا آپ سے سوال کیا من زوّجکھا؟ کہ آپ بتائیں کہ عائشہ کا انتخاب آپ کے لیے کس نے کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔ اگلے پچھلے تمام حالات کو جانتا ہے بھلا وہ آپ کے لیے بدکردار بیوی کا انتخاب کیسے کر سکتا ہے۔

پھر سوال کیا کہ آپ فرمائیں کہ آپ کے وجود مقدس پر گندی مکھی بیٹھتی ہے؟ فرمایا نہیں۔

عرض کیا جو خدا آپ کے وجود پاک پر گندی مکھی نہیں بیٹھنے دیتا وہ آپ کے بستر پر بدکردار عورت کس طرح لا سکتا ہے؟ عائشہ تو اتنی پاکیزہ ہے کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں عائشہ کے بستر پر ہوتا ہوں کہ قرآن اترتا ہے۔

جو خدا عائشہؓ کو آپ کے گھر میں لایا اسے آپ کے گھر سے نکالنے کا اختیار بھی اسی خدا کو ہے۔

پھر حضرت عمرؓ نے ایک جملہ بولا اور کہا ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم کہ ہم تو اس لائق نہیں کہ اس معاملہ میں بات کریں۔ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

رسول اللہ ﷺ اس طرح اکثر صحابہؓ سے مشورہ کرنے کے بعد مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اول خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی بعد ازاں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے عبداللہ بن ابی کا ذکر کر کے فرمایا یا معشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اھل بیتی. اے گروہ مسلمین! کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو میرے اہل بیت کے بارے میں ایذاء پہنچائی۔ یہ سُن کر صحابہ کرامؓ کے اندر بڑا جوش و خروش پیدا ہوا۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے آنسو ایک منٹ کے لیے بھی نہیں تھمتے تھے۔ میری حالت اتنی ابتر ہو چکی تھی کہ ماں باپ سمجھتے تھے کہ اب اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔

ایک دن میرے ماں باپ میرے قریب بیٹھے رو رہے تھے۔ انصار کی ایک عورت بھی آ گئی وہ بھی میری حالت زار دیکھ کر رونے لگی۔ کہ دفعۃً رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اور میرے قریب آ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے یا عائشہ قد بلغنی عنک کذا و کذا عائشہ مجھے تیرے بارے میں ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔

فان کنت بریئۃ فسیبرئک اللہ وان کنت الممت بذنب

فاستغفری الله وتوبی الیه فان العبد اذااعترف بذنبه ثم تاب الی الله تاب الله علیه .

عائشہ! اگر تو بے گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور تجھے بری کرے گا۔ عائشہ! اگر اس گناہ کا تو نے ارتکاب کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کر۔ بے شک گناہ گار بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔

فرماتی ہیں کہ جب آپؐ نے یہ باتیں ارشاد فرمائیں تو میرے آنسو دفعۃً تھم گئے اور میں نے اپنے والد حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے جواب دو۔ باپ نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں؟ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ جواب دیں۔ ماں نے بھی مجھے یہی جواب دیا۔

پھر میں نے خود جرأت وہمت کر کے کہا کہ میں بالکل بری ہوں لیکن یہ بات تمھارے دلوں میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں بری ہوں تو تم یقین نہ کرو گے۔ حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں اور اگر میں اس گناہ کا اقرار کرلوں تو تم یقین کو لو گے۔

پھر میں نے رو کر کہا کہ آج غم والم کی وجہ سے میری حالت وہی ہے جو یوسف علیہ السلام کے ابا کی تھی (فرماتی ہیں کہ سوچنے کے باوجود حضرت یعقوبؑ کا نام ذہن میں نہیں آ رہا تھا)۔اشکو بثی و حزنی الی الله میں اپنے رنج و غم کی فریاد اپنے اللہ سے کرتی ہوں میں بھی آج اسی طرح صبر کرتی ہوں فصبر جمیل و الله المستعان علی ما تصفون۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی اثناء میں رحمت عالم ﷺ

پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میرے باپ پریشان تھے کہ خبر نہیں ہماری بیٹی کے بارے میں کیا حکم نازل ہوتا ہے۔ مگر میں مطمئن تھی۔ جب نزول وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور پر مسرت و شادمانی کے آثار نمودار ہوئے اور مسکراتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

ابشری یا عائشه فقد انزل الله براء تکِ

عائشہ تجھے خوش خبری ہو اللہ نے تیری برأت نازل کردی۔

میری والدہ نے کہا اے عائشہ اٹھ اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کر۔ مگر میرے اوپر ایسی بے خودی کی حالت طاری تھی کہ ماسوی اللہ سے نظر اٹھ گئی۔ میں نے ناز میں آ کر کہا نہیں آج میں صرف اپنے اللہ کا شکر ادا کروں گی۔

فرماتی ہیں کہ اس وقت مجھے اتنا ہی معلوم تھا کہ میری براءت کی گواہی اللہ نے دی ہے۔ دل میں خیال تھا کہ شاید اللہ تعالےٰ نے مجمل انداز میں گواہی دی ہے۔

یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے میری براءت و پاکیزگی کے لیے سورۃ نور کی اٹھارہ آیات اُتاری ہیں جو قرآن کا حصہ بن گئیں۔ اور تلاوت کرنے والے ہمیشہ ان آیات کی تلاوت کرتے رہیں گے۔ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ ان آیات کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو صدیق اکبرؓ نے یہ آیات سن کر میری پیشانی پر بوسہ دیا میں نے کہا الاّ عذرتنی ابا جان تم نے پہلے مجھے کیوں نہ معذور سمجھا۔

صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں۔ ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت مالم اعلم۔ کون سا آسمان میرے اوپر سایہ ڈالتا اور کون سی زمین مجھے اٹھاتی اگر میں وہ بات کہتا جس کا مجھے علم و یقین نہیں تھا۔

بعدازاں رسول اللہ ﷺ صدیق اکبرؓ کے مکان سے مسجد میں تشریف لائے اور مجمع عام میں خطبہ دیا۔ اور عائشہ صدیقہؓ کی براءت میں نازل شدہ آیات کی تلاوت سب کے سامنے فرمائی۔

حضرت عمرؓ کے جُملے آپؓ کی براءت میں نازل ہونے والی آیات کا حِصہ بَن گئے۔

**نتائج:۔**

(۱) منافقین کی سرگرمیاں۔

(۲) شانِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

(۳) عالم الغیب صرف اللہ تعالےٰ ہے۔

(۴) شانِ عمر فاروقؓ (ان کی رائے کے موافق قرآن اُترا)

## ۴۴ :۔ ربّ کعبہ کی قسم فتح ہماری ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اعلاء کلمة الله کے لیے ملک شام میں لشکر بھیجا گیا۔ مسلمان جب بیت المقدس کے شہر کے قریب پہنچے تو عیسائی قلعہ بند ہو گئے۔ اور شہر کے سارے دروازے بند کر کے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔ کئی ماہ کی خوراک وغیرہ ان کے پاس تھی۔ اس لیے انہیں کوئی خاص غم نہ تھا۔ شہر کے اردگرد بڑی مضبوط فصیل تھی۔ مسلمانوں کا اندر داخل ہونا محال تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

یہ سخت سردی کا موسم تھا۔ مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری اور بڑی استقامت کے ساتھ محاصرہ جاری رکھا۔ تقریباً ایک ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ عیسائی اس محاصرے سے سخت پریشان ہوئے اور سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ

عجیب لوگ ہیں جو اتنے عرصہ سے سخت سردی کے باوجود عزم وہمت سے کھڑے ہیں۔

ایک دن عیسائیوں کے علماء وعمائدین جمع ہو کر مسلمانوں سے مخاطب ہوئے کہ آخر آپ لوگوں کا مقصد کیا ہے؟

امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم آئے نہیں بلکہ بھیجے گئے ہیں۔

ابتعثنا اللہ لنخرج عباداللّٰہ من عبادۃ العباد الی عبادۃ رب العباد.

ہمیں اللہ نے اس لیے بھیجا ہے تا کہ ہم اللہ کے بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت پر لگا دیں۔

علماء شہر نے جواب دیا کہ ہماری مذہبی کتابوں کی رو سے تم لوگ ہمارے اس شہر کو قطعاً فتح نہیں کر سکتے۔ یہ تو تم نے ایک ماہ محاصرہ کیا ہے۔ اگر تم تیس سال بھی کھڑے رہو تم لوگ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے۔

ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اس شہر کو جو شخص فتح کرے گا اس کا نام عُمر ہوگا اور تمہارے امیر لشکر کا نام ابو عبیدہ بن جراح ہے۔

مسلمانوں نے جب یہ بات سُنی تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے فرمایا فتحنا البلد ورب الکعبہ رب کعبہ کی قسم پھر تو ہم نے اس شہر کو فتح کر لیا ہے۔

عیسائی حیران ہیں کہ یہ کیوں اتنے خوش ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہمارے خلیفہ اور امیر المؤمنین کا نام عُمر ہی تو ہے جنہوں نے ہمیں بھیجا ہے۔

عیسائیوں نے کہا صرف نام کی بات نہیں بلکہ ہماری مذہبی کتابوں میں

اس شخص کی پوری نشانیاں موجود ہیں۔ آپ اپنے امیرالمؤمنین کو بُلوالیں اگر واقعی وہ نشانیاں پائی گئیں تو ہم بغیر کسی مزاحمت کے شہر کی چابیاں تمہارے حوالے کر دیں گے۔

مسلمان حیران تھے کہ یہ عیسائیوں کی کوئی چال ہی نہ ہو۔ اس لیے فوج میں سے ایک ایسے شخص کو ان کے سامنے پیش کیا جس کی شکل حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے انتہائی ملتی جلتی تھی۔ عیسائیوں نے جب اس شخص کو دیکھا تو خوب غور و خوض کر کے کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہ شخص عمر کے مشابہ ضرور ہے مگر عمر نہیں ہے۔

اب مُسلمانوں نے پروگرام بنایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا جائے۔ چنانچہ پیغام بھیجا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواری لے کر اپنے غلام کے ساتھ چل پڑے۔ آپؓ نے غلام سے کہا چونکہ سواری ایک ہے اس لیے ہم باری باری اس پر سوار ہوں گے۔ پانچ میل میں پیدل چلوں گا اور تو سوار ہوگا اور پانچ میل تو پیدل چلے گا اور میں سوار ہوں گا۔

غلام نے بڑی لجاجت سے عرض کیا کہ حضرت میری کیا مجال کہ آپ کے پیدل چلتے ہوئے سواری پر بیٹھوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی عادلانہ شان کا اظہار کرتے ہوئے اسے مجبور کیا کہ اسی طرح باری باری سوار ہونا ہوگا۔ خدا کی قدرت کہ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو غلام کے سوار ہونے اور حضرت عمرؓ کے پیدل چلنے کی باری تھی۔ غلام نے عرض کیا کہ اب شہر قریب آ گیا ہے آپ سوار ہو جائیں۔ آپؓ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تیری باری ہے تو ہی سوار ہوگا۔

مُسلمان تو روزانہ راہ دیکھتے تھے کہ کب حضرت عمرؓ تشریف لاتے ہیں۔

آخر جس دن حضرت عمرؓ تشریف لائے تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے اور کہنے لگے۔ جاء عمر جاء عمر کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔

عیسائی بھی دیوار پر چڑھے کہ دیکھیں تو سہی کہ مسلمانوں کا خلیفہ کون سا ہے۔ علماء تورات وانجیل نے جب سواری پر سوار شخص کو غور سے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو ہرگز وہ شخص نہیں ہو سکتا جس کی نشانیاں ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہمارا خلیفہ وہ نہیں جو اونٹنی پر سوار ہے بلکہ ہمارا خلیفہ تو وہ ہے جس کے ہاتھ میں اونٹنی کی مُہار ہے۔

عیسائیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حلیہ غور وخوض کر کے دیکھ لیا۔ حتیٰ کہ آپ کے کُرتے کے پیوند بھی گن لیے۔ جب ایک ایک نشانی پوری کر لی تو بیت المقدس کی چابیاں آپ کے حوالے کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دس دن تک قیام پذیر رہے۔ صلح کی شرائط طے کیں اور ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی۔

**نتائج:۔**

(۱) مسلمانوں کی عزم وہمت۔

(۲) شان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔

(۳) صحابہ کرامؓ کی نشانیاں تورات وانجیل میں بھی موجود ہیں۔

(۴) عدلِ عمر رضی اللہ عنہ۔

## ۲۳ :- بکری کے تھن دُودھ سے بھر گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اسلام لانے سے قبل عقبہ بن ابی معیط کا غلام تھا۔ مکہ مکرمہ کے گردونواح میں اس کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

ایک دن میں اسی طرح بکریاں چرا رہا تھا کہ میرے پاس نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا **ھل عندکم من لبن فانا ظماء** کہ کیا تیرے پاس کچھ دودھ ہے؟ ہمیں پیاس لگی ہے۔

میں نے جواباً عرض کیا کہ **انی مؤتمن ولن اسقیکما** کہ بکریاں میری تو ہیں نہیں میں تو صرف چرواہا ہوں بغیر مالک کی اجازت کے کیسے آپ کو دودھ نکال کر دے سکتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایسی بکری لے آؤ جو انتہائی چھوٹی ہو۔ **لم ینز علیھا فحل** میں نے ایسی ایک بکری آپ کے سامنے پیش کر دی ۔آپؐ نے اس کی ٹانگوں کو باندھا اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور اپنے رب سے دعا فرمائی **فاذا الضرع قد حفل باللبن** کہ اس کے تھن فوراً دودھ سے بھر گئے۔ حضرت ابوبکرؓ ایک پتھر لے کر آئے جو مقعر تھا۔آپؐ نے اس کے اندر دودھ دوہا۔ پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلایا پھر دوبارہ دوہا تو مجھے پلایا پھر سہ بارہ دوہا تو آپؐ نے خود پیا۔

پھر آپؐ نے تھنوں کو فرمایا کہ اب اپنی اصلی حالت پر لوٹ جاؤ تو تھن اسی طرح ہو گئے جس طرح پہلے تھے۔

**نتائج:۔**

(۱) نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے سفر ہجرت کا واقعہ۔

(۲) آپ ﷺ کا معجزہ۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی دیانت وتقویٰ۔

## ۲۴ :۔ اُنگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے:۔

حُدیبیہ کے مقام پر تقریباً (۱۵۰۰) صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔

صحابہ کرامؓ کے پاس پانی کا جتنا ذخیرہ تھا سب ختم ہوگیا۔ حتیٰ کہ وضو اور پینے کے لیے بھی پانی باقی نہ رہا۔ سب صحابہ کرامؓ سخت پریشان ہوئے ۔ لوگ پیاسے ہیں جانور پیاسے ہیں لیکن پورے قافلے میں پانی کا نام ونشان نہیں۔

صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ان حالات سے آگاہ فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ لشکر میں جتنا بھی پانی ہے لے آؤ۔ چنانچہ سارے لشکر سے پانی جمع کیا گیا۔ مشکوں کو نچوڑ نچوڑ کر جتنا پانی نکلا نکالا گیا۔ قطرہ قطرہ ملا کر ایک چھوٹے سے برتن میں پانی جمع کیا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ **فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فی الرکوۃ** ۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ اس پانی کے اندر ڈبو دیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا مانگی۔

صحابہ کرامؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا **فجعل الماء یفور من بین اصابعہ** کہ پانی آپ کی انگلیوں سے پھوٹ رہا تھا۔ سب صحابہ کرامؓ نے اپنے

مشکیزے اور دیگر برتن بھر لیے۔ جانوروں کو پلالیا۔ سب ضروریات پوری کرلیں مگر پانی ختم نہ ہوا۔

**نتائج:۔**

(۱) صحابہ کرامؓ نے کن مشکلات میں کام کیا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ۔

## ۲۵:۔ یقیناً عثمانؓ طوافِ کعبہ نہ کرے گا۔

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپؐ اپنے کچھ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ وغیرہ ادا کیا۔

صحابہ کرامؓ نے جب یہ خواب سنا تو بیت اللہ شریف کی زیارت وطواف کا شوق مزید اُبھرا۔ اور بہت سے صحابہ کرامؓ نے عمرہ کی تیاری شروع کردی۔

ذوالقعدہ ۶ھ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقریباً پندرہ سو صحابہ کرامؓ کی معیت میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر احرام باندھا اور ہدی کے جانوروں کو قلاوہ ڈالا۔ اور تلبیہ کہہ کر بسوئے مکہ روانہ ہوئے۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کیے کئی سال گزر چکے تھے۔ اس لیے تمام مسلمانوں کے لیے یہ سفر بڑا خوش کن تھا۔

راستہ میں آپ کو اطلاع ملی کہ قریش نے آپ کی آمد کی خبر پاتے ہی لشکر جمع کرلیا ہے۔ اور یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

آپؐ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی لوگوں نے اٹھانے کی غرض سے ''حَل حَل'' کہا مگر اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔ لوگ کہنے

لگے خلات القصواء کہ اونٹنی بیٹھ گئی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح اس اونٹنی کی عادت نہیں ہے۔ اسے یقیناً اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔

بعدازاں آپؐ نے اہلِ مکہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہماری غرض و غایت محض ادائیگی عُمرہ ہے۔ ہم ہرگز جنگ کے لیے نہیں آئے لیکن قریش اپنے فیصلے پر مُصر رہے۔

بعدازاں آپؐ نے اہل مکہ کے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا کہ جا کر ان کو ہماری آمد کا مقصد سمجھائیں۔

حضرت عثمان غنیؓ جب چلے گئے تو بعض صحابہؓ نے رشک کے طور پر کہا کہ ہم تو پتہ نہیں بیت اللہ کی زیارت وطواف کر سکیں گے یا نہ؟ مگر حضرت عثمان غنیؓ کی قسمت کتنی اچھی ہے وہ تو مکہ چلے گئے اور ان کو کعبہ کے طواف کا موقعہ مل جائے گا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سُنی تو ارشاد فرمایا کہ عثمانؓ کی طرف ہمیں ایسا وہم بھی نہیں ہے۔ کہ وہ ہمارے بغیر کعبہ کا طواف کر لیں گے۔

گرامی قدر ناظرین! غور فرمائیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عثمانؓ کے اخلاص پر کتنا اعتماد تھا کہ ان کے جانے کے بعد آپؐ نے بلا تأمل ان کے بارے میں یہ رائے دے دی۔

اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ حضرت عثمان غنیؓ جب مکہ میں تشریف لے گئے اور سردارانِ قریش سے بات چیت کی تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کو یہ پیش کش کردی کہ آپ اگر خود چاہیں تو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ کعبہ کا طواف کر لیں۔

لیکن یہ ناممکن ہے کہ تمہارے نبیؐ صحابہ کرامؓ کے جلو میں یہاں آ کر طواف کریں اور ہمیں اپنی شان وشوکت دکھائیں۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اس کے جواب میں بڑی جرأت کے ساتھ فرمایا کہ میں بغیر رسول اللہ ﷺ کے ہرگز طواف نہ کروں گا۔ اور اسی جواب کی پاداش میں ابوسفیان نے حضرت عثمانؓ کو قید کر دیا۔ اسی موقع پر لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

حملہ حیدری میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا گیا ہے۔

بوسید عثمان زمیں در زماں — بمقصد رواں شد چو تیر از کماں
چوں اورفت اصحاب روز دگر — بگفتند چندے بخیر البشر
خوشا حال عثمان با احترام — کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید ایں سخن — بپاسخ چنیں گفت با انجمن
زعثمان نداریم ما ایں گماں — کہ تنہا کند طوف آں آستاں

رسول خدا ﷺ کو جب حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپؐ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور آپؐ اٹھ کر ایک درخت کے نیچے تشریف لے گئے اور صحابہ کرامؓ سے موت کی بیعت لی کہ جب تک ہم حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ نہ لے لیں گے واپس نہ جائیں گے۔

چنانچہ سب صحابہ کرامؓ نے اس مقصد کے لیے آپؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر موت کی بیعت کی۔ اللہ تعالےٰ کو صحابہ کرامؓ کی یہ بیعت اتنی پسند آئی کہ ان کو اپنی رضاء کی سند عطاء فرمائی۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذیُبایعونک تحت الشجرۃ الخ

اسی موقع پر نازل ہوئی۔ بعد ازاں آپ کو اطلاع مل گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی

اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی ۔ چنانچہ آپ ؐ نے ان کو بھی اس مبارک بیعت میں شامل کرلیا۔

فضرب باحدی یدیہ علی الأخری فقال ھذا یدعثمان وھذا یدی

اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر دوسرے ہاتھ میں دے کر ان کی طرف سے بھی بیعت لے لی۔

**نتائج:۔**

(۱) واقعہ صُلح حدیبیہ۔

(۲) حضرت عثمانؓ پر آپ ؐ کا اعتماد۔

(۳) حضرت عثمانؓ کا اخلاص اور محبت نبوی۔

(۴) دم عثمان کی قدر و قیمت۔

(۵) غیب جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

## ۲۶ :۔ بھیڑیے نے کلام کیا۔

ایک دفعہ ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ دونوں مکہ مکرمہ کے نواح میں تھے کہ دیکھا کہ ایک بھیڑیے نے ہرنی کو پکڑنے کے لیے اس کا پیچھا کیا۔ ہرنی بھی تیز دوڑ رہی تھی اور بھیڑیا بھی کہ اچانک ہرنی حدودحرم میں داخل ہوگئی۔ جونہی ہرنی حدودحرم میں داخل ہوئی بھیڑیا واپس لوٹ گیا۔ ابوسفیان کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور ہمارے اس حرم کو کتنا مقام دیا ہے کہ جانور بھی اس کا احترام کرتے ہیں۔

اَما رأیتَ یا صفوان ما صنع الذئب ۔ اے صفوان کیا تو نے یہ منظر

نہیں دیکھا کیسی عجیب بات ہے؟۔

اس وقت بھیڑیے نے کلام کیا اور کہنے لگا کہ اس سے بھی ایک عجیب تر بات ہے وہ یہ کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بالمدینہ یدعو کم الی الجنۃ و تدعو نہ الی النار.

کہ حضرت محمد ﷺ مدینہ میں قیام پذیر ہیں وہ تو تمہیں جنت کی طرف بلاتے ہیں اور تم ان کو جہنم کی طرف بُلاتے ہو۔

ابو سُفیان پریشان ہوکر بولا کہ اگر ہم یہ واقعہ مکہ میں جاکر بیان کر دیں گے تو پھر اہل مکہ تو سبھی ایمان لے آئیں گے اس لیے اس بات کو یہاں ہی ختم کر دو۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ رافع بن عمیرہ بن بابر ایک دفعہ بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک بھیڑیے نے بکریوں پر حملہ کر دیا۔ اور پورے ریوڑ میں سے سب سے بڑی اور موٹی تازی بکری کو پکڑ لیا۔ بکری کا وزن اگرچہ بہت زیادہ تھا تاہم بھیڑیے نے اسے اٹھا لیا اور چلتا بنا۔ رافع اس کے پیچھے دوڑے حتیٰ کہ بکری کو اس سے چھڑا لیا اور پھر حیران ہوکر کہا کہ عجباً للذئب یحتمل ماحمل کہ اس چھوٹے سے بھیڑیے پر حیرانی ہے کہ کس طرح اتنی بڑی بکری کو اٹھائے جا رہا تھا۔

• ان کی یہ بات سن کر بھیڑیا آگے جاکر رک گیا اور کہنے لگا کہ اس سے بھی حیرانی کی بات یہ ہے جو تو نے کی ہے کہ اخذت منی رزقا رزقنیہ اللہ تعالیٰ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھانے کے لیے رزق دیا اور تو نے مجھ سے چھین لیا۔ رافع کہنے لگے عجباً للذئب یتکلم کہ بڑی عجیب بات ہے ایک بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔

بھیڑیا کہنے لگا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک شخص کو اللہ تعالی نے تمہاری طرف مبعوث فرمایا۔ یدعوکم الی الجنة و تأبون الا دخول النار کہ وہ تمہیں جنت کی طرف بلاتے ہیں اور تم جہنم کے لیے اصرار کرتے ہو۔

بھیڑیے کی یہ بات سن کر رافع سیدھے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو اس سارے واقعہ کی اطلاع دے چکے تھے۔ جونہی آپ نے انھیں یہ سارا واقعہ بتا دیا تو وہ فوراً مشرف با ایمان ہو گئے۔

**نتائج:-**

(۱)　آپ کا معجزہ اخبار بالغیب

(۲)　آپ کی صداقت کی گواہی جانور بھی دیتے ہیں۔

## ۲۷ :- یہی تمام جہانوں کا سردار ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لڑکپن کا زمانہ ابو طالب کے زیر کفالت گزرا۔ جب آپ کی عمر تقریباً ۹ سے ۱۲ سال کے درمیان تھی کہ ابو طالب نے تجارت کے لیے سفرِ شام کا قصد کیا اور آپ کو اپنے بیٹوں کے ہمراہ مکہ میں ہی چھوڑنا چاہا۔ جب ابو طالب اونٹ پر سوار ہوئے تو آپؐ نے فرمایا چچا جان مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ ابو طالب آپ کو انکار نہ کر سکا اور آپ کو اپنے ساتھ لے لیا۔

جب قریش کا یہ قافلہ شام کے سرحدی شہر بُصریٰ جسے آج کل حوزان کہتے ہیں پہنچا تو شہر کے باہر ایک جگہ قیام کیا وہاں قریب ہی ایک مسیحی خانقاہ تھی۔ جہاں بحیرا نامی راہب رہتا تھا۔ یہ دین مسیح کا بہت بڑا عالم، زہد و تقویٰ میں ممتاز، صاحب کشف و کرامت شخص تھا۔ اس نے تورات وانجیل اور دوسری آسمانی کتب

میں پیغمبر آخرالزماںؐ کی علامتیں پڑھی ہوئی تھیں۔ اُسے اندازہ تھا کہ اب نبی آخرالزماں کی آمد قریب ہے چنانچہ اس نے مدت مدید اس اشتیاق و انتظار میں گزار دی کہ کسی طرح آپؐ کے شرف دیدار سے مشرف ہو۔

اس لیے ہر سال جب قبیلہ قریش کا تجارتی قافلہ اس کی خانقاہ کے قریب پڑاؤ کرتا۔ تو اس کی متجسس نگاہیں آپ کو تلاش کرتیں اور وہ اہل قافلہ سے سوال کرتا کہ کیا مکے میں کوئی نیا واقعہ تو نہیں ہوا۔ اور جب اسے جواب نفی میں ملتا تو اس کی ساری آرزوئیں پیوند خاک ہو جاتیں۔

خوبی قسمت کہ اس سال قریش کا جو قافلہ آیا تو اس نے دور سے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا قافلے کے کسی ایک شخص پر سایہ کیے آرہا ہے۔

یہ قافلہ بھی حسب معمول اس کی خانقاہ کے قریب اُترا۔ اہلِ قافلہ ابھی اسباب ہی اتار رہے تھے کہ بحیرا راہب فوراً وہاں پہنچ گیا۔ پورے قافلے کو غور سے دیکھا ہر ایک سے ملا۔ اس کا بغور مشاہدہ کیا۔ آخر اس نے تورات و انجیل میں مذکور نشانیوں کی وجہ سے گوہر مقصود کو پہچان لیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرطِ مسرت سے بے اختیار رونے لگا اور کہنے لگا۔

هـذا سيد العالمين هذا رسول رب العالمين يبعثه الله رحمة للعالمين ۔ کہ یہی تمام جہانوں کا سردار ہے یہی رب العالمین کا رسول ہے۔ جسے رحمت للعالمین بنا کر مبعوث کیا جائے گا۔

قافلہ والے اس منظر کو بڑی حیرانی سے دیکھنے لگے۔ آخر وہ پوچھنے لگا کہ اس لڑکے کا باپ کہاں ہے، یہ کس کا بیٹا ہے؟۔

ابوطالب فوراً وہاں پہنچے اور کہا کیوں کیا بات ہے؟ یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب بولا یہ آپ کا بیٹا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تورات و انجیل کی رو سے یہ یتیم ہونا

چاہیے۔ چنانچہ اس بات کی تصدیق کر دی گئی۔ اور اہل قافلہ یہ سن کر حیران ہو گئے کہ آپ کی علامات آسمانی کتب میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ بحیرا نے اس خوشی میں بصد اصرار پورے قافلہ کی' دعوت کی جو قبول کر لی گئی۔

جب قافلہ والے کھانا کھانے کے لئے اس کی خانقاہ میں پہنچے تو وہ برابر سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غور سے دیکھتا رہا اور جب اہل قافلہ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا صاحب زادے آپ ذرا ٹھہر جائیں۔ چنانچہ ابو طالب بھی اس خیال سے رک گئے کہ کہیں آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

بحیرا نے آپؐ سے خواب اور بیداری کی کیفیت دریافت کی۔ جب اس کی تشریح کی گئی تو اس نے وہ بھی نبی آخر الزمان کی حالت کے مطابق پائی۔

آخر میں بصد منت وسماجت عرض کرنے لگا کہ اب ایک نشانی باقی ہے مجھے ذرا اس بچے کا کرتہ ہٹا کر شانہ مبارک دیکھنے دیا جائے۔ چنانچہ جب اس نے شانہ مبارک پر مہر نبوت دیکھی تو اس کا عجیب عالم تھا۔ فرط مسرت سے آنسو رواں تھے اور اپنے ہونٹ مہر نبوت پر رکھ کر بوسہ دیا۔ اور آپؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ بحیرا ان نفوس قدسیہ میں سے ہے جو آپؐ پر قبل از نبوت ایمان لایا۔

بعد ازاں بحیرا نے ابو طالب کو مشورہ دیا کہ آپ اللہ کی اس امانت کی حفاظت کریں اور اسے آگے نہ لے جائیں۔ یہود نبی عربی کے دشمن ہیں اگر انہوں نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا تو لازماً فتنہ انگیزی کریں گے۔

بحیرا نے ابوطالب سے یہ گزارش کچھ اتنی شدت سے کی کہ ابو طالب قافلے کے ساتھ اندرون شام تشریف نہ لے گئے اور اپنا مال اسی شہر بُصریٰ میں فروخت کر کے آپ کو ہمراہ لے کر مکہ واپس آ گئے۔

**نتائج:-**

(۱) ابو طالب کی آپ سے شفقت و محبت۔

(۲) آپ کی علامات تورات و انجیل میں بھی مذکور ہیں۔

(۳) آپؐ ہی سید العالمین ہیں۔

(۴) آپ پر قبل از نبوت بھی ایمان لایا گیا۔

## ۲۸ :- مُجھے رسول اللہؐ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔

غزوہ خندق کے موقعہ پر تمام مہاجرین و انصار بڑی جانفشانی کے ساتھ خندق کھود رہے تھے۔ معاشی عسرت اور تنگی کا یہ عالم تھا کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اور امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ مبارک پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اور آپؐ کی آواز سے بھی نقاہت کا اظہار ہو رہا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب آپؐ کا یہ حال دیکھا کہ آپ بھوک سے کس طرح نڈھال ہیں تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فوراً اپنے گھر تشریف لے گئے اور بیوی سے جا کر پوچھا۔ هل عندك شئ فانى رأيت برسول الله صلى الله عليه وسلم خمصاً شديداً ۔ کہ کیا تیرے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کی بھوک کی شدت سے جو حالت دیکھی ہے وہ میری برداشت سے باہر ہے۔

فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے گھر سے ایک تھیلی نکالی جس میں تقریباً

ایک صاع (۳ سیر) جَو تھے۔ میں نے اسے کہا کہ جلدی جلدی یہ جو چکی میں پیس کر آٹا تیار کر۔ اس کے علاوہ میرے گھر میں بکری کا ایک بالکل چھوٹا سا بچہ تھا۔ میں نے اس کو ذبح کیا اس کا گوشت بنایا۔ بیوی نے آٹا بنا کر گوندھ دیا اور گوشت کو ہنڈیا میں ڈال کر چولھے پر رکھ دیا۔ اب میں نے کہا کہ میں اب رسول اللہ ﷺ کو بلا کر لے آتا ہوں۔

جب میں گھر سے نکلنے لگا تو بیوی نے مجھے بلایا اور کہا کہ دیکھیں یہ بمشکل آٹھ دس آدمیوں کا کھانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو علیحدگی میں دعوت دینا اور ان کے ساتھ صرف چند آدمیوں کو دعوت دینا۔ ایسا نہ ہو کہ آدمی زیادہ آ جائیں اور کھانا کم پڑ جائے تو شرمندگی اٹھانا پڑے **لاتفضحنی برسول الله صلی الله علیه وسلم و بمن معه** چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو علیحدہ بلا کر ان کے کان میں بات کی کہ میں نے چند آدمیوں کا کھانا تیار کیا ہے اس لیے آپؐ اپنے جن صحابہؓ کو مناسب سمجھیں ساتھ لے کر میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام میری یہ گزارش سن کر ایک ٹیلے پر تشریف لے گئے اور تمام اہل خندق کو کام بند کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا **یااهل خندق ان جابراً قد صنع سوراً فحیهلاً بکم** ۔ کہ اے اہل خندق تمھارے لیے جابرؓ نے کھانا تیار کیا ہے۔ جلدی چلے آؤ۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ اعلان سن کر میں تو عجیب کیفیت میں مبتلا ہو گیا آپؐ نے مجھے فرمایا **لاتنزلن برمتکم ولا تخبزن عجینکم حتی اجیئی** ۔ کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی کو چولھے سے نہ اتارنا اور نہ ہی آٹے کی روٹیاں پکانا۔

میں جلدی سے گھر پہنچا اور بیوی سے یہ سارا واقعہ بیان کیا کہ اتنے آدمی آرہے ہیں۔ بیوی کہنے لگی کہ کیا آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی مقدار بتادی تھی؟ میں نے کہا ہاں بے شک میں نے آپؐ سے عرض کر دیا تھا کہ آٹھ دس آدمیوں کا کھانا ہے۔ بیوی بولی پھر اس میں ہمیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ اب اگلا معاملہ خدا جانے اور اس کا رسولؐ جانے۔

چنانچہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے گھر تشریف لائے۔ آپؐ نے گوندھا ہوا آٹا منگوا کر اس میں اپنا لعاب دہن ملایا فبصق فیه اور برکت کی دعاء مانگی۔

پھر آپؐ نے ہانڈی میں بھی اسی طرح لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعاء فرمائی۔ پھر آپؐ نے تندوری میں روٹیاں لگانے کا حکم دیا۔ بمشکل دس بارہ روٹیاں بنی ہونگی۔ آپؐ نے فرمایا کہ دونوں چیزوں کو ڈھانپ کر رکھو اور بقدر ضرورت نکالتے رہنا اور مہمانوں کو بلاؤ۔ بیٹھنے کی جتنی گنجائش تھی اتنے آدمی بلائے گئے ان کو کھانا کھلایا گیا۔ پھر اور بلائے گئے پھر اُسی طرح اور بلائے گئے۔ حتیٰ کہ تقریباً پندرہ سو آدمیوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھالیا وان برمتنا لتغط وان عجيننا ليُخبزُ اور ہماری ہانڈی اسی طرح بھری ہوئی تھی اور روٹیاں موجود تھیں۔

**نتائج:۔**

(۱) صحابہ کرام کی معاشی تنگی اور عُسرت۔
(۲) پیغمبرؐ کا عدل وانصاف کہ پیٹ پر دو پتھر باندھے۔
(۳) حضرت جابرؓ کا جذبۂ محبت رسولؐ۔
(۴) آپؐ کا معجزہ اور لعاب دھن کی برکات۔

## ۲۹ :- یہ بکری کیسی ہے ؟

سفر ہجرت کے دوران پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غار ثور سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو ایک بُڑھیا کے خیمہ پر آپ کا گزر ہوا۔ جس کا اصل نام عاتکہ بنت خالد خزاعیہ تھا اور کنیت ام معبد تھی۔ ام معبد ایک نہایت شریف اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ ہر مسافر کی خدمت مدارت کرنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ اور اسی لیے اپنے خیمہ کے دالان میں بیٹھی رہتی تھی۔

قافلہ نبوی بھی اسی غرض سے وہاں رک گیا کہ شاید کھانے پینے کا کچھ سامان مل جائے۔ اُم معبد سے دریافت کیا گیا کہ اگر کچھ کھانے کا سامان تیرے پاس ہوتو ہم قیمتاً خریدنے کے لیے تیار ہیں۔

اس نے جواب دیا کہ اگر میرے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز ہوتی تو میں بلا قیمت ہی حاضر کردیتی۔ اس سال خشک سالی کی وجہ سے ہمارے حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔ صرف چند بکریاں ہیں جنہیں میرا خاوند ابو معبد باہر چرانے کے لیے لے گیا ہے۔ شام کو وہ واپس آئے گا تو بکریوں کا دودھ دوھ کر ہم گزارا کریں گے۔

اسی دوران پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر خیمہ کے ایک کونے میں پڑی تو آپ نے وہاں ایک بکری بیٹھی ہوئی دیکھی جو نہایت ہی کمزور اور مریل سی تھی۔ آپؐ نے سوال فرمایا ماھذہ الشاۃ ؟ کہ یہ بکری کیسی ہے؟

ھل بھا من لبن کیا یہ دودھ دیتی ہے؟

ام معبد نے عرض کیا کہ یہ بکری تو انتہائی نحیف اور کمزور ہے۔ یہ کیا دودھ دے گی یہ تو بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ چل کر جنگل میں بھی نہیں جا سکتی۔

اس بے چاری کو تو کمزوری کی وجہ سے اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا أتأ ذنین فی حلابھا کیا آپ ہمیں اس کا دودھ دوہنے کی اجازت دیتی ہیں؟

وہ بولی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ اس میں دودھ دیکھتے ہیں تو بے شک دوہ لیں ان رأیتَ فیھا حلباً فا حلبہ۔

آپؑ اس بکری کی طرف بڑھے تو وہ بکری آپ کو دیکھ کر کھڑی ہوگئی۔ آپؑ نے اپنا دست مبارک اسکی کمر پر پھیرا اور پھر بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا جونہی آپؑ کے ہاتھ لگے اس بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے اور وہ پاؤں پھیلا کر کھڑی ہوگئی۔

آپؑ نے ایک بڑا برتن جس سے آٹھ دس آدمی سیراب ہوجائیں منگوایا اور اس میں دودھ دوہنا شروع کردیا۔ وہ برتن دودھ سے بھر گیا تو آپ نے اوّلاً وہاں موجود دیگر مسافروں کو دودھ پلایا۔ پھر دوبارہ برتن بھرا اور ام معبد اور اپنے ساتھیوں کو دودھ پلایا۔ آخر میں آپؑ نے خود دودھ پیا۔ پھر سہ بارہ وہ برتن بھرا تو وہ ام معبد کو عطاء کیا۔

اُم معبد آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر مشرف باسلام ہوگئی۔ اور آپ کچھ دیر قیام کر کے وہاں سے روانہ ہوگئے۔ شام کو جب اس کا شوہر ابو معبد بکریاں چرا کر واپس آیا تو اس نے وہاں ایک عجیب قسم کی خوشبو محسوس کی۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے کہ اس کی نظر گھر میں پڑے اس برتن پر پڑی جو دودھ سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ نہایت ہی حیرانی سے سوال کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ خوشبو کیسی ہے، دودھ کہاں سے آ گیا؟ اُم معبد نے کہا کہ آج یہاں سے ایک مرد مبارک گزرا ہے۔ یہ اسی کے ورود مسعود کی برکات ہیں۔

یہ دودھ تو اسی مریل بکری سے انہوں نے خود دوہا ہے اور یہ خوشبو ان کے مبارک پسینے کی ہے۔ ابومعبد بولا خدا کی قسم مجھے تو یہ وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے۔ میں بھی ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ مجھے ذرا ان کا کچھ حال تو بتاؤ ان کی صورت اور حلیہ تو بیان کرو۔

اُم معبد نے نہایت سادگی کے ساتھ بغیر کسی مبالغہ کے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ کان فخماً مفخماً وہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی شاندار اور دوسروں کی نظر میں بھی نہایت رتبہ والے تھے۔

اطول من المربوع واقصر من المشذّب آپ کا قد مبارک متوسط قد والے سے طویل اور لمبے آدمی سے ذرا پست تھا یعنی میانہ قد تھا۔ رجلَ الشَّعر بال مبارک نسبتاً گھنگریالے تھے۔ ازھرَ اللّون واسعَ الجبین ازجَ الحواجبِ رنگ چمکدار، پیشانی کشادہ اور ابرو خمدار تھے۔ ادعجَ العینین سھل الخدّین آنکھیں نہایت سیاہ یعنی سیاہی کی جگہ سیاہ اور سفیدی کی جگہ سفید تھیں۔ رخسار مبارک ہموار تھے یعنی گوشت لٹکا ہوا نہ تھا۔ کثُّ اللّحیۃِ معتدلَ الخلق ڈاڑھی مبارک گھنی تھی۔ سب اعضاء معتدل تھے۔ یتلاَ لأ وجھہ تلا لأالقمر لیلۃَ البدرِ رخ انور چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن اور منور تھا۔

اذا تکلّم رُای کالنوُر یخرج من بینِ ثَنایاہُ جب وہ بات کرتے تو سامنے کے دانتوں سے ایک نور سا نکلتا دکھائی دیتا تھا۔

عَرقُہ' اطیبُ من الطّیبِ آپ کا پسینہ کستوری سے زیادہ خوشبو دار تھا۔

من رآہ بدیھۃً ھابہ' ومن خالطہ' احبّہ' جو آپ کو یکا یک دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا اور جو ذرا قریب ہو جائے تو اخلاق و جمال کی وجہ سے محبت

کرنے لگے۔

اذا مشیٰ تقلّع کأ نّما ینحطُّ من صببٍ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی طرف چل رہے ہیں۔

اِدھر یہ واقعہ پیش آیا اور اُدھر مکہ مکرمہ میں ہاتف غیبی نے یہ اشعار پڑھے۔

جزی اللّٰہ ربُّ الناس خیرَ جزائہ رفیقین حلاّ خیمتی ام معبد

ھما نزلا بالھُدی فاھتدت بہ فقد فاز من أمسیٰ رفیق محمدٖ

سَلُوا اختکم عن شَاتھا و انا ءھا فانکم اِن تسألوا الشّاۃ تشھد

اے اللہ تعالےٰ ان دونوں ساتھیوں کو جزائے خیر دے۔ جو ام معبد کے خیمہ میں جلوہ گر ہوئے۔ دونوں ہادی بن کر آئے اور اس عورت نے ہدایت پالی۔ جو شخص اس سفر میں آپ کا رفیق بنا وہ کامیاب ہو گیا۔ تم اپنی بہن سے اس کی بکری اور برتن کا حال تو دریافت کرو بلکہ اگر تم بکری سے بھی دریافت کرو گے تو وہ بھی ان کی عظمت شان کی گواہی دینے کو تیار ہے۔

(یہ اشعار اور بھی ہیں۔ بطور نمونہ چند پیش کیے گئے ہیں)۔

**نتائج:۔**

(۱) واقعہ سفر ہجرت۔

(۲) ام معبد کی مہمان نوازی۔

(۳) آپ کا معجزہ یمن و برکت۔

(۴) آپ کا حلیہ مبارکہ اور شکل وصورت کا بیان۔

## ٣٠ :- ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔

قریشِ مکّہ نے بیت اللہ شریف کے مختلف اُمور آپس میں بانٹ رکھے تھے۔ تاکہ سب کو اللہ کے گھر کی خدمت کا شرف حاصل رہے۔

چنانچہ بیت اللہ کی چابی برداری کی خدمت عثمان بن طلحہ کے سُپرد تھی۔ جو شخص بھی بیت اللہ کے اندر داخل ہونا چاہتا وہ عثمان بن طلحہ کا مرہونِ منت ہوتا۔

ہجرت مدینہ سے قبل ایک رات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دیر تک خانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے ذکر وعبادت میں مشغول رہے۔ جب سب لوگ گھروں کو چلے گئے تو آپ نے عثمان سے فرمایا کہ ذرا چابی لاؤ اور دروازہ کھولو میں بیت اللہ کے اندر دو رکعت پڑھنا چاہتا ہوں۔ عثمان بن طلحہ نے بڑی سختی کے ساتھ انکار کردیا۔ کہ تجھے میں چابی کس طرح دوں اور تیرے لیے بیت اللہ کا دروازہ کیونکر کھولوں؟ تُو تو اپنے باپ دادا کے دین سے منحرف ہو چکا ہے۔ بھلا تجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ تو بیت اللہ کے اندر داخل ہو۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے اس رویّہ کا شدید صدمہ ہوا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ عثمان! ایک دن وہ بھی آئے گا جب بیت اللہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی میں جسے چاہوں گا دوں گا۔

عثمان نے اس کا بھی مذاق اڑادیا کہ آپ کو تو آپ کی قوم قتل کرنے کے منصوبے بنا رہی ہے۔ چند دنوں میں آپ کا کام تمام ہوجائے گا۔ نہ آپ رہیں گے نہ آپ کا دین رہے گا۔ آپ خواہ مخواہ بیت اللہ کے قبضے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی یہ باتیں سن کر خاموشی کے ساتھ واپس آ گئے۔ بعدازاں آپؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر غزوہ بدر ہوا پھر غزوہ اُحد پھر خندق وغیرہ تا آنکہ ۸ھ میں آپؐ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے۔ فتح کے بعد آپؐ مسجد حرام میں تشریف لائے، خانہ کعبہ کا طواف کیا، مطاف میں موجود تین سو ساٹھ بتوں کو گرا دیا۔ پھر آپ نے بیت اللہ کی چابی منگوائی اور دروازہ کھلوا کر اندر تشریف لے گئے۔ اندر بنی ہوئی تمام تصاویر کو مٹانے کا حکم دیا اور دیواروں کو زمزم سے دھویا گیا۔ پھر آپ نے نوافل ادا کیے اور بیت اللہ کے تمام گوشوں میں پھر کر توحید و تکبیر کی آواز سے اس کو منور کیا اور باہر تشریف لائے۔ باب کعبہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جب کہ کلید کعبہ آپ کے ہاتھ میں تھی۔ خطبہ کے بعد جب آپ مسجد میں بیٹھ گئے۔ حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ کنجی ہمیں عطاء فرمادیں تا کہ سقایت زمزم کے ساتھ بیت اللہ کی دربانی کا شرف بھی ہمیں حاصل ہو جائے۔

اسی طرح کی درخواست حضرت عباسؓ نے بھی کی مگر آپ خاموش رہے۔ پھر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدُّو الأ مانات الی اھلھا۔ کہ اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ امانات امانت والوں کو پہنچا دو۔

آپؐ نے فرمایا أین عثمان بن طلحه؟ کہ عثمان ابن طلحہ کہاں ہے؟

اب عثمان بن طلحہ حاضر ہوئے اور ہاتھ پھیلا کر چابی لینے کی درخواست کی۔

آپ نے واقعہ یاد دلایا کہ قبل از ہجرت تو نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا اور میں نے تجھے کیا کہا تھا؟۔ آج اللہ تعالےٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ عثمان نے نہایت شرمندہ ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اور آپؐ کے معجزہ اخبار بالغیب کو

دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے۔

آپؐ نے اپنے اخلاق عالیہ اور شان کریمی کا اظہار کرتے ہوئے پھر چابی اسی کو دے دی اور فرمایا یہ چابی اب ہمیشہ تیرے اور تیرے خاندان کے پاس رہے گی۔

لا یأ خذھا منک الا الظالم.

تجھ سے جو لے گا وہ کوئی ظالم ہی ہوگا۔

اور پھر آج تک یہ بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہ کے خاندان میں چلی آرہی ہے۔

**نتائج:-**

(۱) قبل از ہجرت کے حالات۔

(۲) آپؐ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

(۳) آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

## ۳۱ :- مُجھے اس گوشت نے خبر دی ھے

محرم ۷ھ میں جب آنحضرت ﷺ نے خیبر کا علاقہ فتح فرمایا تو چند دن وہاں قیام کیا۔

اس دوران ایک یہودیہ عورت زینب بنت حارث جو مرحب کی بہن تھی نے آپکی اور آپکے چند صحابہ کرامؓ کی دعوت کی ۔ دعوت میں اس نے بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا اور اس میں انتہائی مہلک قسم کا زہر ملا دیا۔

پہلا لقمہ کھاتے ہی آپؐ نے ہاتھ روک لیا بلکہ صحابہ کرامؓ سے بھی فرمایا ارفعو ایدیکم کہ اپنے ہاتھ روک لو۔ کیونکہ اس گوشت میں زہر ملایا گیا ہے۔

پھر اس عورت کو وہاں بلایا گیا تو آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا أنــتِ سممتِ هذه الشاة ؟ کہ تو نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔ اس نے اقرار کرلیا اور کہنے لگی کہ من اخبرک ؟آپ کو کیسے پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا اخبـرتنی هــذه الذراع التی فی یدی کہ مجھے اس گوشت کے ٹکڑے نے بول کر بتایا ہے۔

وہ حیران ہوکر کہنے لگی کہ میرا مقصد یہی تھا کہ اگر آپ اللہ تعالےٰ کے نبی برحق ہیں تو اللہ تعالےٰ آپ کی حفاظت فرمائے گا اور اگر آپ اس کے برعکس ہیں تو لوگوں کو نجات مل جائے گی۔

بعض روایات میں ہے کہ اقرار جرم کے بعد وہ اسلام لے آئی۔ اور کلمہ پڑھ لیا۔ آپؐ کے ایک صحابی حضرت بشر بن براء بن معرور نے کچھ کھانا زیادہ کھا لیا تھا۔ اسی زہر کی وجہ سے ان کی وفات ہوگئی تھی۔

یہ زہر اتنا شدید تھا کہ اس کا اثر آپ کو وفات تک رہا۔ بلکہ وفات کے وقت آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔

**یا عائشہؓ ما ازال اجدالم الشاة التی اکلت بخیبرو هذا اوان وجدت انقطاع ابهری من ذالک السّم .**

کہ اے عائشہؓ میں نے خیبر میں جب سے بکری کا زہر آلود گوشت کھایا ہے۔ اسکی تکلیف میں محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) یہود بے بہود کا خطرناک منصوبہ۔

(۲) آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

(۳)　غیب کا علم رکھنا خاصہ خداوندی ہے۔

(۴)　آپ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

## ۳۲ :- ہم نے عجیب کلام سُنا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے جنات اور شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمان کے قریب پہنچ جاتے تھے اور فرشتے جب احکامات الٰہی کا مذاکرہ کرتے تو کچھ نہ کچھ سن لیتے تھے۔ ایک آدھ سچی بات کے ساتھ دس باتیں جھوٹی ملا کر کاہنوں کو بتا دیتے اور پھر یہ کاہن کچھ اپنے طور پر ملا کر لوگوں کو بتاتے اور ان سے داد عیش وصول کرتے تھے۔

آپؐ کی بعثت کے بعد اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی صیانت وحفاظت کے لیے ان کا اوپر آنا جانا بند کر دیا۔ جب بھی کوئی جن اوپر چلا جاتا تو اس پر آگ کے شعلے برسائے جاتے اور شہاب ثاقب سے اس کی تواضع کی جاتی۔

جنات اس صورتحال سے سخت حیران اور پریشان ہوئے۔ فشکوا ذالک الی ابلیس تو اس کی شکایت ابلیس سے کی۔ ابلیس کہنے لگا ماھذا الامن امر قدحدث کہ ضرور روئے زمین پر کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہے۔

چنانچہ تمام جنات نے اس پر غور وخوض کرنے کے لیے ایک جگہ اجتماع کیا اور طے یہ ہوا کہ مختلف ٹولیاں بنا کر مختلف علاقوں میں بھیجی جائیں اور پوری روئے زمین پر چل پھر کر تحقیق کی جائے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارا اوپر جانا کیوں بند کر دیا ہے۔ چنانچہ فبث ابلیس جنودہ ابلیس نے اپنے تمام لشکر زمین میں پھیلا دیے۔

نصیبین کے نو جنات کے حصے میں حجاز کا علاقہ آیا کہ اس علاقہ کی پوری

تحقیق کریں۔

ایک صبح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بطن نخلہ کے اندر اپنے چند صحابہ کے ہمراہ فجر کی نماز ادا کر رہے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے کہ ان جنات کا وہاں سے گزر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رُخ اس طرف پھیر دیا۔ صبح کا سہانا وقت تھا مکہ مکرمہ کی ایک پر سکون وادی تھی سامعین صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی اور قاری قرآن خود صاحبِ قرآن تھے۔

جنات نے جونہی کلام الٰہی سنا تو ایک دوسرے کو خاموش کرانے لگے اَنصِتُوا اَنصِتُوا وہ قرآن مجید سن کر بے حد متاثر ہوئے اور کہنے لگے هذا واللہ الذی حال بینکم وبین خبر السماء یہی وہ کلام ہے جس کی وجہ سے ہمیں آسمان سے روک دیا گیا وہ اس کلام سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس پر دل و جان سے ایمان بھی لائے۔

چنانچہ اگلے اجتماع میں انہوں نے اپنی رپورٹ کچھ اس انداز سے پیش کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن بنا کر آپؐ پر نازل فرما دیا۔

**قل اوحی الیِ انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد فآمنا بِه ولن نشرک بربنا احداً .**

فرما دیجیے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ اس قرآن کو جنات نے سُنا پھر کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو رشد و ہدایت کی راہ سمجھاتا ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

بعد ازاں تین سو جنات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے حجون میں قیام کر کے آپ کو اطلاع دی۔

آپؐ رات کو وہاں تشریف لے گئے۔ جنات نے قرآن مجید سنا اور پھر مشرف باسلام ہوئے اور اپنے متعلق کئی مسائل آپؐ سے دریافت کیے۔
اس طرح کئی دفعہ جنات آپ کے ہاں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہے۔

**نتائج:-**

(۱) حفاظتِ قرآن کے لیے انتظام۔
(۲) جنات غیب نہیں جانتے۔
(۳) قرآن کریم کی عجیب تاثیر۔
(۴) جنات میں بھی مؤمنین موجود ہیں۔
(۵) آپؐ جن وانس کے نبی ہیں۔

## ۳۳:- میرے باپ کو قتل کرنے کا حکم مُجھے ھی دیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ۵ھ میں غزوہ بنی مصطلق کے لیے تشریف لے گئے تو اس سفر میں بہت سے منافقین بھی لالچ دنیا کی خاطر ساتھ ہولیے۔
منافقین تو موقع کی تاک میں رہتے کہ کوئی موقع ملے تو ہم مسلمانوں کے درمیان شرانگیزی کریں۔
چنانچہ اس غزوہ سے واپسی پر ایک پانی کے چشمہ پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں کچھ تنازعہ سا پیدا ہوا۔ مہاجر نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور انصاری نے اپنے ساتھیوں کو بلایا۔
بعض صحابہ کرامؓ نے درمیان میں آکر معاملہ رفع دفع کرادیا۔ پیغمبر علیہ

الصلوٰۃ السلام نے بھی سمجھایا اور فرمایا دعوھا فانھا منتنۃ کہ ایسی باتوں کو چھوڑ دو یہ بدبودار باتیں ہیں۔

رأس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے یہ موقع غنیمت جانا اور علیحدگی میں انصار کو اشتعال دلانا شروع کر دیا کہ یہ لوگ باہر سے آ کر ہم پر رعب ڈالتے ہیں۔ ہم نے انہیں جگہ دی ہر طرح سے ان کی امداد کی اور آج یہ ہماری بلی اور ہمیں میاؤں؟

لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الا عزمنها الاذل.

مدینہ منورہ پہنچ کر ہم ان ذلیل لوگوں کو اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ اس زہریلے جملے کے اندر اس نے تمام مہاجرین کو ذلیل اور کمینہ کہہ دیا۔ حتیٰ کہ اس کی زد میں رسول اللہ ﷺ بھی آ گئے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس کی اطلاع دی گئی۔ بعض صحابہ کرامؓ نے عبداللہ بن ابی کے قتل کا مشورہ دیا۔

خدا کی قدرت کہ اسی عبداللہ بن ابی کا بیٹا مخلص مسلمان تھا۔ اس نے جب اپنے باپ کے متعلق یہ خبر سُنی تو شدید غم و غصہ کا اظہار کیا اور تلوار لے کر شہر کے باہر کھڑا ہو گیا کہ میں ہرگز اپنے والد کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دوں گا۔

چنانچہ اپنے باپ کو مجبور کیا کہ وہ اس بات کا اقرار کرے کہ میں ذلیل ہوں اور رسول اللہ ﷺ و دیگر مسلمان عزت والے ہیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ اسے کہو کہ اپنے والد کے ساتھ نرمی کرے اور اسے شہر میں داخل ہونے دے۔

بعد ازاں عبداللہ بن ابی کا یہ بیٹا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ واللہ انت العزیز وھو الذلیل وان

شئت لنخرجنه من المدینة کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم آپ عزت والے ہیں اور میرا باپ ذلیل اور کمینہ ہے اگر آپ حکم دیں تو اسے شہر سے نکال دوں۔

مزید کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ شاید آپ میرے والد کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اگر ایسی بات ہے فان کنت ترید ذالک فمرنی بقتلہ تو آپ مجھے ہی حکم دیں کہ میں اس کو قتل کردوں۔ اگر کوئی اور قتل کرے گا تو ہوسکتا ہے کہ میں اپنے غم وغصہ پر قابو نہ رکھ سکوں اور قاتل کے ساتھ کوئی غلط اقدام کر بیٹھوں۔ سب انصار جانتے ہیں کہ میں اپنے والد کے تمام بیٹوں میں سے اس کا سب سے زیادہ وفادار اور خادم ہوں۔ لیکن مجھے آپ کی عزت اپنے باپ کی عزت سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو ابھی اپنے باپ کا سر کاٹ کر قدموں میں ڈال دوں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اخلاق عالیہ کی وجہ سے اسے اپنے باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔

**نتائج:-**

(۱) منافقین کی سرگرمیاں۔

(۲) عبداللہ بن ابی کے بیٹے کی غیرت ایمانی اور محبت رسول۔

(۳) آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

# ۳۴ :- کیا میں اپنے محبوب کی سنت چھوڑ دوں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران فتح ہوا۔ ایران اس دور میں تہذیب و ترقی کے لحاظ سے عروج پر تھا۔ ایک موقعہ پر کسریٰ شاہ ایران نے مسلمانوں کو مذاکرات کی دعوت دی۔

سیدنا حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مذاکرات کے لیے تشریف لے گئے کسریٰ نے انھیں مرعوب کرنے کے لیے ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا۔

اس دعوت میں ایران کے تمام وزراء وامراء موجود تھے اور ان کی نظریں مسلمانوں کے سفیر حذیفہؓ پر لگی ہوئی تھیں ۔ وہ ان کی سادگی اور وقار پر حیران ہو رہے تھے۔

خدا کی قدرت کہ کھانا کھاتے کھاتے حضرت حذیفہ کے ہاتھ سے کھانے کا کچھ حصہ زمین پر گر گیا۔ حضرت حذیفہؓ کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہیے۔ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کس حصے میں برکت رکھی ہے۔

چنانچہ حضرت حذیفہؓ اٹھے اور گرے ہوئے لقمہ کو اٹھایا' پھر اس کو جھاڑا اور کھانے لگے۔ آپؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے آپ کو کہنی ماری کہ یہ کیا حرکت کر رہے ہو تمہیں پتہ نہیں کہاں بیٹھے ہو۔ یہ دنیا کی عظیم ترین اور مہذب ترین سلطنت کے بادشاہ کسریٰ کا دربار ہے۔لوگ آپ کے بارے میں کیا تاثر لیں گے۔آپ کو لالچی اور غیر مہذب سمجھیں گے۔

حضرت حذیفہؓ کی غیرت وحمیت اور محبت رسول کا سچا جذبہ دیکھیے کہ فوراً

باآواز بلند فرمایا۔ ءاترک سنۃ حبیبی بھولاء الحمقاء کہ کیا میں ان بے وقوفوں کے خوف سے اپنے محبوب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور طریقہ چھوڑ دوں؟

لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر جھاڑ کر کھالینا میرے نبی کی سنت ہے۔ یہ میرے بارے میں کچھ بھی سوچیں میں اپنے نبی کا طریقہ نہیں چھوڑ سکتا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت حذیفہؓ کی غیرت ایمانی ومحبت رسول۔

(۲) تہذیب وہی ہے جو اسلام سکھاتا ہے۔

## ۳۵ :۔ نماز بے حیائی سے روکتی ھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک عورت مسجد نبوی میں نماز پڑھنے جایا کرتی تھی۔عورت حسن و جمال کا پیکر تھی ۔ایک دن ایک نوجوان کی نظر اس عورت پر پڑ گئی وہ فریفتہ ہوگیا اور اس عورت کو ایک نظر دیکھنے کے لیے روزانہ اس کے راستہ میں کھڑا ہونے لگا۔عورت بے چاری خاموش رہی آخر اس نوجوان نے موقعہ پا کر اپنا مدعا بیان کر دیا۔عورت نے جواباً کہا کہ ایک شرط ہے اگر وہ پوری کر دے تو شاید تیرا مدعا پورا ہوجائے۔نوجوان بولا ایک شرط کیا آپ دس شرطیں بتائیں میں حاضر ہوں۔

میں تیرے پیچھے بہت کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ حکم دیں پھر میرا تعمیل کرنا دیکھیں۔عورت کہنے لگی کہ شرط صرف یہ ہے کہ چالیس دن تک مسجد نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بلا ناغہ باجماعت نماز پڑھنا ہوگی۔

نوجوان نے حامی بھر لی اور باقاعدگی سے نماز پڑھنا شروع کردی۔ کچھ

دن تک تو وہ اس عورت کی طرف دیکھتا رہا اور لذت دیدار سے بہرمند ہوتا رہا۔ مگر بعد میں اس نوجوان نے توجہ دینا چھوڑ دی۔

جب چالیس دن پورے ہونے کو آئے تو اس عورت نے ایک دن اسے کہا کہ چالیس دن پورے ہونے والے ہیں۔ نوجوان بولا کہ نہیں اب مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔ عورت نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ اب میرا تعلق اپنے محبوب حقیقی کے ساتھ قائم ہو چکا ہے۔ اور جو لذت سرور مجھے اپنے اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے ملا ہے اس سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی دولت نہیں ہے۔ لہٰذا اب مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔

دیکھئے کس طرح اس عقل مند عورت نے ایک بہترین انداز اختیار کر کے اس نوجوان کی اصلاح کر دی۔

کچھ دنوں کے بعد اس نے اس سارے واقعہ سے اپنے خاوند کو مطلع کیا وہ بڑا حیران ہوا۔ اور اسے اس کی دانشمندی کی داد دی۔

پھر اس کے خاوند نے دربار خلافت میں بھرے مجمعے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس سارے واقعہ کا تذکرہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ یہی بات تو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بیان فرما دی ہے۔ **ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر** کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

**نتائج:-**

(۱) عورت کی عقل مندی۔

(۲) نماز بے حیائی سے روکتی ہے۔

(۳) اللہ کی محبت کی لذت جسے حاصل ہو گئی اس کے سامنے تمام

لذتیں ہیچ ہیں۔

## ۳۶ :- میرا ربّ یقیناً میری مدد فرمائے گا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں اکثر غریب لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ زیادہ تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی۔ پھر ان غرباء پر جو ظلم کیے گئے ان کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

مرد تو کیا اسلام قبول کرنے والی عورتوں پر بھی ظلم کی انتہاء کر دی گئی۔

انہی لونڈیوں میں سے حضرت عمرؓ کی ایک لونڈی زنیرہ بھی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے دولت ایمان سے نواز دیا۔ جب کہ حضرت عمرؓ ابھی دولت ایمان سے محروم تھے۔

اسلام قبول کرنے کی پاداش میں حضرت عمرؓ نے اس پر ظلم وستم کی حد کر دی۔ اسے صبح وشام سخت اذیتیں دی جاتیں اور اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا جاتا۔ حتیٰ کہ اسے اتنا مارا گیا کہ اس بے چاری کی بینائی جاتی رہی اور یہ اندھی ہو گئیں۔

بجائے اس کے کہ قریش اس فعل پر نادم ہوتے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ ما اذھب بصرھا الا اللات والعزیٰ ۔ کہ دیکھو لات اور عزیٰ نے کس طرح اسے اندھا کر دیا۔ یہ ان کو نہیں مانتی تھی۔ ان کی شان میں گستاخی کرتی تھی اس لیے انھوں نے اس کو سزا دی ہے۔

حضرت زنیرہؓ اس کے جواب میں کہا کرتی تھیں کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔

وما یدری اللات والعزیٰ من یعبد هما۔ لات اورعزیٰ کو کیا خبر کہ کون ان کی عبادت کرتا ہے کون نہیں کرتا۔ وہ تو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ اور نہ ہی نفع نقصان کا کچھ اختیار رکھتے ہیں۔

کفار کہتے کہ پھر تیرا رب تیری مدد کرے نا، وہ تیری مدد کیوں نہیں کرتا۔ زنیرہ کہتی ربی قادر علی رد بصری میرا رب یقیناً میری نظر لوٹانے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس میں اس کی اپنی کوئی حکمت ہوگی۔

آخر ایک دن زنیرہ نے دردمندانہ انداز میں اپنے رب سے التجا کردی کہ اے اللہ یہ مشرک مجھے طعنہ دیتے ہیں۔ میری مدد فرما۔ اللہ نے اس کی دعاء قبول فرمالی اوراس کی نظر واپس لوٹا دی۔

اب قریش نے یہ کہنا شروع کردیا ھذا سحر محمد کہ یہ بھی محمد کا جادو ہے۔ (نعوذ باللہ)

آخر ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زنیرہؓ کو حضرت عمرؓ سے خرید کر اللہ کی رضاء کے لیے آزاد کردیا۔ کفار کہا کرتے تھے کہ اگر اس دین اسلام میں کچھ بھلائی اور بہتری ہوتی تو زنیرہ جیسی ایک ذلیل اور کمترین باندی ہم جیسے معززین اور شرفاء سے کیونکر سبقت لے جاتی۔ جب ہم جیسے عقلمند اور معززین نے اسلام قبول نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ یہ دین کوئی قابل قبول اور قابل فخر شے نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

وقال الذین کفروا للذین آمنوا لو کان خیرا ما سبقونا الیه.

اور کفار نے اہل ایمان کے بارے میں کہا کہ اگر اسلام میں کوئی بہتری اور بھلائی ہوتی تو یہ لوگ اس معاملہ میں ہم سے سبقت حاصل نہ کرتے۔

**نتائج:-**

(۱) مشرکین کے حیرت انگیز مظالم اور ان کی ہرزہ سرائی۔

(۲) حضرت زنیرہؓ کی استقامت و جرأت ایمانی۔

(۳) مظلوم کی دعاء اللہ یقیناً قبول کرتا ہے۔

## ۳۷ :- یہ تو میرے ساتھی معلوم ہوتے ہیں۔

قیامت کے دن ساقی کوثر شافع محشر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حوض کوثر پر کھڑے اپنے مبارک ہاتھوں سے جام بھر بھر کر اپنے اُمتیوں کو پلا رہے ہونگے۔

سبحان اللہ! میدان محشر کی شدید گرمی میں پانی کا مل جانا، اور پانی بھی حوض کوثر کا جو دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ لذیذ اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا۔ کتنی بڑی سعادت ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر سعادت یہ ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خود پلانے والے ہوں گے۔

ستاروں سے زیادہ روشن آبخوروں اور پیالوں کو بھر بھر کر آپ اپنی امت کے آنے والے گروہوں کو پیش فرمارہے ہوں گے۔ کہ اچانک آپ ؐ دیکھیں گے کہ دور سے کچھ لوگ آرہے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی آپ ؐ خوش ہوجائیں گے اور ان کو پانی پلانے کی تیاری میں لگ جائیں گے اور فرمائیں گے اُصیحابی اُصیحابی میرے ساتھی آرہے ہیں۔ میرے ساتھی آرہے ہیں۔ جب وہ لوگ قریب پہنچیں گے تو ان کے اور پیغمبر ؐ کے درمیان پردہ حائل ہوجائے گا۔ فیحال

بینی و بینھم حجابا ۔آپ شدت اشتیاق سے فرمائیں گے اُصیحابی اُصیحابی کہ اے اللہ یہ تو میرے ساتھی تھے کہاں چلے گئے۔

اللہ تعالی جواباً ارشاد فرمائیں گے انک لا تدری ما احد ثو ابعدک میرے پیغمبر آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد آپ کے پہنچائے ہوئے دین میں کیا کیا بدعات جاری کر دیں۔

جس دین کو آپ نے انتہائی جانفشانی اور محنت سے پہنچایا تھا ان ظالموں نے اس دین کا نقشہ ہی بگاڑ دیا۔اس لیے آج یہ آپ کے ہاتھوں سے جام کوثر پینے سے محروم کر دیے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب سن کر آپؐ بھی شدید نفرت کا اظہار فرمائیں گے۔اور کہیں گے سُحقاً سُحقاً لمن غیرّ بَعدی دور ہو جائیں وہ لوگ جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو تبدیل کر دیا۔

مزید آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بارگاہِ الٰہی میں یہ بھی عرض کروں گا۔

**فا قول کما قال العبد الصالح و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما تو فیتنی کنت انت الرقیب علیھم و انت علی کل شئیٍ شھید.**

کہ اے اللہ جب تک میں ان کے اندر رہا ان کی نگرانی کرتا رہا اور جب تو نے مجھے اپنے پاس بلا لیا تو تو ہی ان کی خبر رکھنے والا ہے اور تو ہی ہر چیز سے باخبر ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) قیامت اور حوض کوثر کے حالات۔

(۲) بدعات کرنے والوں کا انجامِ بد۔

(۳) علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔

## ۳۸ :- میرے دل میں کسی مسلمان کے لیے کھوٹ نہیں ہے۔

ایک دن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کے جلو میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اچانک فرمایا یطلع الآن علیکم رجل من اھل الجنۃ کہ ابھی تمھارے پاس سے ایک جنتی شخص گزرے گا۔

صحابہ کرامؓ منتظر رہے کہ کون وہ خوش نصیب ہے دیکھیں تو سہی۔

دیکھا تو ایک انصاری وضو کے بعد اپنی ڈاڑھی جھاڑتے ہوئے بائیں ہاتھ میں جوتے اٹھائے تشریف لا رہے ہیں۔ دوسرے دن بھی رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کے کلمات ارشاد فرمائے۔ صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ آج پھر اس بشارت عظمیٰ کے مستحق وہی انصاری صحابی بن رہے ہیں اور اسی شان سے گزر رہے ہیں۔

اسی طرح تیسرے دن بھی آپؐ نے یہی بشارت دی اور وہی انصاری صحابی گزرے۔ جب مجلس نبوی برخاست ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ چپکے سے اس کے پیچھے ہو لیے۔

جب اس کے گھر کے قریب پہنچے تو کہا کہ میرے ساتھ کوئی ایسا گھریلو مسئلہ بن گیا ہے کہ میں نے تین دن تک اپنے گھر داخل نہ ہونے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔ اگر آپ مہربانی فرمائیں اور مجھے اپنے ہاں تین دن قیام کرنے دیں تو میں آپ کا بے حد شکر گزار رہوں گا۔ اس انصاریؓ نے کہا ٹھیک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے تین دن تک اس کے ہاں قیام کیا

اور اس کے اعمال کا بغور جائزہ لیا کہ آخر اس شخص کے اندر کونسی ایسی خوبی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین دن تک اس کے جنتی ہونے کی بشارت دیتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رات کو وہ معمول کے مطابق عبادت کرتا تھا اور اللہ کا ذکر بھی معمول کے مطابق ہی کرتا تھا۔ اپنی زبان سے حتی الوسع بھلائی کا کلمہ ہی نکالتا تھا۔ میں نے اسکی نیکی کو معمولی سمجھا اور دل میں سوچا کہ یہ تو کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے۔

آخر تین دن کے بعد میں نے اس کے سامنے ساری حقیقت بیان کردی کہ میں نے تو محض تیرے اعمال وغیرہ دیکھنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس اس طرح تیرے بارے میں بشارت دی تھی۔

مہربانی کر کے مجھے بتائیں کہ آپ کے اندر کون سا ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے بارگاہِ رسالت میں آپ کو یہ بلند مقام ملا۔ یہ سُن کر اس انصاری کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور بصد اصرار مجھے بتایا کہ اور تو کوئی عمل میرے پاس نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں **لا اجد فی نفسی لأحد من المسلمین غِشاً ولا حسداً** اللہ کے فضل و رحمت سے اپنے دل میں کسی مسلمان کے لیے کھوٹ اور حسد نہیں رکھتا۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اب مجھے بات سمجھ آگئی کہ یہی وہ عظیم عمل ہے جس کی وجہ سے اُسے یہ عظمت حاصل ہوئی۔

**نتائج:۔**

(۱) حسد اور بغض بدترین گناہ ہے۔

(۲) صحابہ کرامؓ کا دینی شوق اور ولولہ۔

# ۳۹ :- ایسے اخلاقِ عالیہ یقیناً نبی کے ہی ہو سکتے ہیں۔

صفوان بن اُمیہؓ قریش کے عظیم سرداروں میں سے ایک تھا۔ دوسرے کفار کی طرح اس نے بھی جی بھر کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُکھ دیے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ تو اس نے اپنے ایک ساتھی عُمیر بن وہب کو آپؐ کے قتل کے لیے اُکسایا بلکہ اس کے سارے قرضوں کو اپنے ذمہ لیتے ہوئے اس مذموم کاروائی کے لیے اُسے مدینہ منورہ روانہ کردیا۔ عُمیر بن وہب کو اللہ تعالےٰ نے دولت ایمان سے نواز دیا۔ اور اس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سارے منصوبہ سے آگاہ کردیا۔

فتح مکہ کہ موقعہ پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عفوِ عام کا اعلان کردیا۔ چند خاص مجرمین ایسے تھے کہ جن کا خون بہانا آپ نے مباح قرار دے دیا کہ جہاں بھی ملیں قتل کردیے جائیں۔

ان مجرمین خاص میں سے صفوان بن اُمیہؓ بھی تھا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر یہ اپنے قتل کے خوف سے یمن کی طرف بھاگ گیا اور کشتی میں سوار ہونے کے لیے ساحل سمندر پر پہنچ گیا۔

عُمیرؓ بن وہب کے ساتھ چونکہ اس کی پرانی دوستی تھی۔ اس لیے اُنھوں نے پیغمبر ﷺ کے سامنے اس کی سفارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مہربانی فرمائیں اور صفوان کو امن دے دیں۔ آپؐ نے ان کی سفارش پر فرمایا ''ھو آمن'' اسے امن ہے۔

عُمیر عرض کرنے لگے یارسول اللہؐ! وہ تو یمن کے ارادے سے بھاگ گیا ہے۔ اگر آپ مجھے کوئی ایسی نشانی دے دیں جس سے اُسے یقین ہوجائے تو آپ

کی ذرہ نوازی ہوگی۔

آپؐ نے عُمیرؓ کو اپنا وہ عمامہ جو آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر سر پر باندھا ہوا تھا۔بطور نشانی مرحمت فرما دیا۔عُمیرؓ یہ عمامہ لے کر جدّہ کی طرف ساحل سمندر پر گئے۔دیکھا کہ صفوان تو کشتی میں سوار ہو چکا ہے دور سے ہی آواز لگائی۔

یا صفوان فداک ابی و اُمی ، اللّٰہ اللّٰہ ، ارجع فھذا امان من رسول اللّٰہ قد جئتک به .

کہ اے صفوان اے میرے گہرے دوست خدارا میری بات پر اعتبار کر اور کشتی سے اتر کر واپس آ جا۔ میں رسول اللہ ﷺ سے تیرے لیے امان حاصل کر چکا ہوں۔اور یہ آپ کا عمامہ بطور نشانی ساتھ لایا ہوں۔

صفوان نے جواب دیا ’’ویحک اغرب عنی فلا تکلمنی ‘‘ کہ تو جا چلا جا میرے ساتھ اس موضوع پر بات نہ کر، میں جو فیصلہ کر چکا ہوں وہی درست ہے۔

عُمیرؓ بولے یا صفوان افضل الناس و ابر الناس و احلم الناس و خیر الناس ابن عمک محمد عزہ عزک و شرفه شرفک و ملکه ملک.

اے صفوان! محمدؐ تمام لوگوں سے افضل ہیں تمام لوگوں سے زیادہ خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ حلیم و بردبار ہیں۔ سب سے اعلیٰ اخلاق والے ہیں اور پھر وہ کوئی غیر تو نہیں ،تیرے ہی چچا کے بیٹے ہیں۔ان کی عزت تیری عزت ،ان کی عظمت تیری عظمت اور ان کا مُلک تیرا مُلک ہے۔مہربانی کر واپس آ جا۔صفوان نے پھر انکار کر دیا اور کہنے لگا۔’’دعنی و طریقی لن اعود ابداً ‘‘ مجھے میرے حال پر چھوڑ دے میں اب مکہ مکرمہ کبھی بھی

آنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ عُمیرؓ نے اصرار کیا عد معی الی مکہ کہ میرے ساتھ مکہ مکرمہ واپس آجا۔

وطنک ووطن آباءک و اجدادک وانت ابن مکہ و شریف العشیرۃ و سید القوم ۔ کہ مکہ تو تیرے آباؤ اجداد کا وطن ہے تو مکہ کا ہی فرزند ہے۔ تیری پہچان مکہ مکرمہ ہی ہے۔ کیونکہ تو مکہ کے معزز خاندان کا ایک فرد ہے بلکہ تو اپنی قوم کا سردار ہے۔

صفوان کہنے لگا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے انی اخافہ علی نفسی کہ میرے ساتھ کہیں دھوکا نہ ہو جائے۔

عُمیرؓ نے جواباً کہا کہ وہ تو بڑے اخلاق عالیہ کے مالک ہیں ھو احلم من ذالک واکرم وہ اتنے حلیم اور کریم ہیں کہ امان دے کر دھوکا دینا ان کی شان رفیع سے کوسوں دور ہے۔

اب صفوان کشتی سے اُترا اور عُمیرؓ کے ساتھ سیدھا مکہ مکرمہ آیا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچ کر سواری سے اُترے بغیر آپؐ سے پوچھا کہ عُمیرؓ میرے پاس امان نامہ لے کر آیا ہے فان رضیت اقمتُ والا خرجتُ اگر آپ راضی ہیں تو میں یہاں قیام کروں اگر آپ نے معاف نہیں کیا تو میں اسی سواری کے ذریعے انہی قدموں پر واپس چلا جاؤں گا۔ آپؐ نے بڑے تحمل اور بردباری سے جواب دیا "صدق عمیر انزل یا ابا امیّہ" کہ اے ابوامیّہ نیچے اُتر آ عُمیرؓ نے سچ کہا ہے۔

پھر صفوان مکہ مکرمہ میں بغیر اسلام قبول کیے اطمینان سے رہنے لگا۔ بلکہ آپؐ کے ساتھ غزوہ حنین وغیرہ میں شرکت بھی کی۔

غزوہ حنین میں مسلمانوں کو بڑی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ اور کثرت

کے ساتھ مال غنیمت حاصل ہوا۔ اونٹوں، بکریوں کی ایک بھری ہوئی وادی دیکھ کر صفوان دنگ رہ گیا اور دیکھتا چلا گیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے پوچھا **یعجبک ھذا** تجھے یہ مال پسند ہے؟ کہنے لگا جی کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا ''**ھولک**'' یہ تو ہی لے لے۔ اس وقت صفوان آپ کے اخلاق عالیہ سے بے حد متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم ایسا اچھا اخلاق نبی کا ہی ہوسکتا ہے اور فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

**اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمد اعبدہ ورسولہ۔**

اس کے بعد صفوان نے مرتے دم تک اسلام کا مجاہد و غازی بن کر زندگی گزار دی۔

**نتائج:۔**

(۱) آپ کے اخلاق عالیہ اور شان رحمت۔

(۲) اسلام طاقت سے نہیں بلکہ محبت و اخلاق سے پھیلا ہے۔

(۳) سچی دوستی کا ایک نمونہ۔

## ۴۰:۔ میری رسی اللہ کے رسولؐ اپنے ہاتھ سے کھولیں گے۔

غزوہ خندق ۵ھ میں فتح یاب ہونے کے فوراً بعد آپؐ نے اللہ کے حکم سے یہود بنو قریظہ کو ان کی بدعہدی اور غداری کا مزہ چکھانے کے لیے اُدھر کا رخ فرمایا اور صحابہ کرام کو حکم دیا **لا یصلین احد کم العصر الافی بنی قریظۃ** کہ تمام صحابہؓ عصر کی نماز بنو قریظہ کے ہاں جا کر ہی پڑھیں۔ آپؐ کے اس فرمان پر

سب صحابہ کرامؓ نے باوجود تھکاوٹ کے لبیک کہا اور جلد از جلد وہاں پہنچ گئے۔

یہود اپنے مضبوط قلعہ میں داخل ہوگئے اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ تقریباً پچیس روز تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ یہود کو ان کے اپنے سردار کعب بن اسد نے درد دل کے ساتھ سمجھایا کہ میری تین باتوں میں سے ایک اختیار کرلو تمہیں اس مصیبت سے نجات مل جائے گی۔ (۱) ہم رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور ان کے سچے پیروکار بن جائیں بنوقریظہ نے اس کا فوراً انکار کردیا کعب نے کہا پھر میری دوسری بات مان لو (۲) اپنے بچوں اور عورتوں کو خود قتل کر کے بے فکر ہو کر پوری ہمت وتن دہی کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرو۔ بنوقریظہ نے اس کی یہ بات بھی ماننے سے انکار کردیا کہ بلاوجہ ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو کیسے قتل کرسکتے ہیں۔ کعب بولا کہ پھر میری تیسری بات مان لو (۳) آج ہفتہ کی شب ہے یہ ہمارا محترم اور مقدس دن ہے مسلمان یقیناً آج مطمئن ہوں گے کہ آج ہفتہ کی وجہ سے یہودی حملہ نہ کریں گے۔ ان کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آج شب ان پر شب خون ماردو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

یہودیوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اسی دن کی بے حرمتی کی وجہ سے ہمارے آباؤ اجداد بندر اور خنزیر بنا دیے گئے تھے۔ بھلا ہم اس دن کی بے حرمتی کیسے کرسکتے ہیں۔ اس طرح بنوقریظہ نے کعب کی ایک بات بھی نہ مانی۔

ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے بنوقریظہ کے حلیفانہ تعلقات تھے۔ اس لیے انہوں نے سوچا کہ شاید ابولبابہؓ ہماری مدد کرسکیں۔ چنانچہ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ابولبابہؓ کو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے مشورہ کر کے اپنے بارے میں فیصلہ کرسکیں۔ آپؐ نے اپنی شان کریمی کی وجہ سے ابولبابہؓ کو ان کے ہاں بھیج دیا۔ ابولبابہؓ کو دیکھ کر وہ سارے جمع ہوگئے عورتوں

اور بچوں سمیت سب زاروقطار رونے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت ابولبابہؓ کا دل پسیج گیا۔

بنوقریظہ نے جب ان سے دریافت کیا کہ کیا ہم رسول اللہ ﷺ کا حکم منظور کرلیں اور آپ کے فیصلہ پر بلاشرط راضی ہو جائیں؟ تو ابولبابہؓ نے کہا ہاں بہتر ہے لیکن حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ذبح کیے جاؤ گے یعنی رسول اللہ ﷺ تمھارے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ابولبابہؓ نے ابھی یہ اشارہ کیا ہی تھا کہ فوراً تنبہ ہوا کہ میں نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے اور ایک راز ظاہر کردیا ہے۔ چنانچہ وہاں سے انتہائی ندامت کے ساتھ اٹھے اور مسجد نبوی میں آ کر اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ دیا اور قسم کھالی کہ جب تک اللہ تعالےٰ میری توبہ قبول نہ فرمائے گا۔ اس وقت تک اسی طرح بندھا رہوں گا۔ مسجد نبوی میں آج بھی وہ ستون استوانہ ابی لبابہ کے نام سے موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو جب پتہ چلا تو فرمایا کہ اگر وہ سیدھا میرے پاس آ جاتا تو میں اس کے لیے استغفار کرتا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا لیکن چونکہ اس نے اب خود فیصلہ کرلیا ہے اس لیے اب میں اس کو نہ کھولوں گا۔

حضرت ابولبابہؓ اسی طرح تقریباً بیس دن تک مسجد کے ستون کے ساتھ بندھے رہے۔ صرف نماز اور قضائے حاجت کے لیے کھول دیے جاتے ،سونا، لیٹنا، کھانا پینا سب ختم کردیا تھا اور ہمہ وقت گریہ وزاری اور توبہ استغفار میں مشغول رہتے۔

اللہ تعالےٰ نے بالآخر ایک دن سحر کے وقت اُنکی توبہ قبول فرمائی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے

آپ سے اجازت لے کر ان کو بشارت سنائی۔ سب مسلمان ان کی توبہ کی قبولیت کی وجہ سے بے حد خوش ہوئے اور ان کو کھولنے کے لیے دوڑے۔ مگر حضرت ابو لبابہؓ نے فرمایا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے اس وقت تک نہ کھلوں گا۔

چنانچہ جب آپ صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے تو خود ان کو اپنے دست مبارک سے کھولا۔ اور ان کی توبہ کی قبولیت کے بارہ میں نازل شدہ آیات تلاوت فرمائیں۔ وآخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحاً و آخر سيئاً عسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم ۔ (التوبہ) اور بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور بُرے اعمال کو ملا جلا دیا تھا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالےٰ ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے۔ بے شک خدا تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

**نتائج:-**

(۱) یہود کی بدعہدی۔

(۲) حضرت ابولبابہؓ کی سچی توبہ اور رحمت الٰہی کا نزول۔

(۳) آپ کی صحابہؓ سے شفقت و محبت۔

## ۴۱ :- خبردار اے عمر! اس نے تو غزوہ بدر میں حاضری دی تھی۔

۸ھ میں قریش مکہ نے جب خود ہی صلح حدیبیہ کے عہد نامہ کی مخالفت کر کے معاہدہ توڑ دیا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کو پوشیدہ طور پر مکہ

مکرمہ کی تیاری، سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمائی کہ اس تیاری کو پوشیدہ رکھا جائے۔

اسی اثناء میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ آنحضرت ﷺ مکہ کی تیاریاں فرما رہے ہیں اور یہ خط ایک عورت کو دے کر مکہ روانہ کر دیا۔ عورت کے روانہ ہونے کے بعد اللہ تعالےٰ نے آپ کو بذریعہ وحی اس خط کی اطلاع دے دی۔

آپؐ نے چند صحابہ کرام (حضرت علی، حضرت مقداد، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم) کو فوری طور پر روانہ فرمایا کہ تمھیں مکہ مکرمہ کے راستے میں روضہ خاخ کے مقام پر ایک عورت ملے گی اس سے وہ خط لے کر آؤ۔

یہ صحابہ کرامؓ تعمیل حکم کرتے ہوئے آناً فاناً وہاں پہنچے اور اس عورت کو جالیا۔ اس سے خط کے بارہ میں پوچھا تو اس نے انکار کر دیا پھر اس کے سامان وغیرہ کی تلاشی لی تو خط پھر بھی نہ ملا۔ عورت برابر انکار کر رہی تھی کہ میرے پاس ایسا کوئی خط نہیں ہے۔ مگر صحابہ کرامؓ مُصر تھے کہ خط یقیناً تیرے پاس ہے بالآخر صحابہ کرامؓ نے میان سے تلواریں نکال لیں اور اسے دھمکی دی کہ جہاں کہیں بھی خط ہے خود ہی نکال دے ورنہ ہم تیری جامہ تلاشی لیں گے۔ خط یقیناً تیرے پاس ہے ۔ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی خبر کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔

اس وقت اس عورت نے اپنے بالوں میں سے وہ خط نکال کر اُن کے حوالے کر دیا۔ صحابہ کرامؓ خط لے کر فوراً بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ آپؐ نے خط کھلوایا اور پڑھایا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ امابعد یا معشر قریش فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء کم بجیش کاللیل ویسیر کالسیل فو اللہ لو جاء کم وحدہ لنصرہ اللہ وانجزلہ وعدہ فانظروا لأنفسکم.

والسلام

کہ اے گروہ قریش رسول اللہ ﷺ ایک بہت بڑا لشکر لے کر بڑی تیزی سے تمھارے اوپر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ اکیلے بھی حملہ آور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی مدد فرمائے گا اور اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا پس تم اپنی فکر کرو۔

آپؐ نے حضرت حاطبؓ کو بلوایا اور دریافت فرمایا ماھذا یا حاطب؟ اے حاطب یہ کیا معاملہ ہے؟

حضرت حاطب نے لرزتے ہوئے عرض کی کہ یارسول اللہ! مواخذہ میں عجلت نہ فرمائیں پہلے میری عرض سن لیں۔ آپ جانتے ہیں کہ قریش کے ساتھ میری کوئی قرابت اور رشتہ داری نہیں ہے۔ صرف حلیفانہ تعلقات ہیں۔ میرے اہل وعیال آج کل مکہ میں ہیں جن کا کوئی حامی اور مددگار نہیں۔ بخلاف دیگر مہاجرین کے کہ ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں اور اس وجہ سے ان کے بال بچے وہاں محفوظ ہیں۔ اس لیے مجھے یہ خیال آیا کہ میں اہلِ مکہ کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں میرے اہل وعیال سے وہ تعرض نہ کریں۔ خدا کی قسم میں نے منافقت یا ارتداد کی وجہ سے ہرگز یہ کام نہیں کیا۔ فکتبتُ کتاباً لایضر اللہ ورسولہ میں نے تو یہ خط لکھا جس میں میرا یہ نفع ہے جب کہ خدا اور رسول کا اس میں کچھ بھی نقصان نہیں ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اما انہ قدصدقکم کہ اس نے سچ سچ بتا دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جوش میں آ گئے اور فرمایا

یارسول اللہ دعنی ساضرب عنقہ فان الرجل قد نافق۔

اے اللہ کے رسول مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن ابھی اڑا دوں۔ یہ اسی لائق ہے۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو سختی سے فرمایا۔

مهلاً یا عمر اے عمرؓ خبردار آگے نہ بڑھنا۔

انہ قد شهد بدراً حاطب تو غزوہ بدر میں شریک ہوا ہے اور جو بدر میں شریک ہوا وہ کندن بن گیا اس میں نفاق اور کھوٹ نہیں ہوسکتا۔

**لعل اللّٰہ اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم قدغفرت لكم.**

اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو خصوصی نظر رحمت سے دیکھا اور فرمایا کہ تم جو چاہو اب عمل کرو۔ میں نے تمہاری مغفرت کا پیشگی اعلان فرمادیا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا اللہ ورسولہ اعلم۔ کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یا ایها الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء. کہ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو ہرگز اپنا دوست نہ بناؤ۔

**نتائج:-**

(۱) اہل بدر کی فضیلت وشان

(۲) مخلص مسلمان سے بھی کبھی غفلت کی وجہ سے غلطی ہوجاتی ہے۔

(۳) رسول اللہؐ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

(۴) آپؐ کی دی ہوئی خبر پر صحابہ کرامؓ کا یقینِ کامل۔

## ۴۲ :- اگر عمرؓ نہیں دیکھ رہا تو اس کا رب تو دیکھ رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جو عدل قائم کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اہل مدینہ کی حفاظت کے لیے آپؓ اکثر رات کو مدینہ منورہ کے گرد پہرہ دیتے تھے۔

ایک دفعہ اسی طرح آپ پہرہ دے رہے تھے کہ ایک مکان کے اندر سے ایک بوڑھی عورت کی آواز سنائی دی۔ جو اپنی بیٹی کو دودھ میں تھوڑا سا پانی ملانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ بیٹی نے انکار کر دیا کہ اماں دودھ میں پانی ملا کر بیچنا منع ہے۔ کیف امذق وقد نھیٰ امیر المؤمنین عن ھذا اس سے تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سختی سے منع فرما رکھا ہے۔

ماں کہنے لگی بیٹی ہم غریب آدمی ہیں ہمارا گزارا اسی دودھ کے بیچنے پر ہے۔ مہربانی کر کے تھوڑا سا پانی ملا دے چار پیسے زیادہ مل جائیں گے۔ بیٹی برابر انکار کر رہی ہے کہ یہ خیانت ہے۔ اس سے حضرت عمرؓ نے منع کر رکھا ہے۔

اماں نے جواب دیا کہ ''کہ عمرؓ یہاں تھوڑا ہی کھڑا دیکھ رہا ہے''

بیٹی کہنے لگی اماں! ان کان عمر لاینظر فربُّ عمر ینظر اگر عمرؓ نہیں دیکھ رہا تو اس کا رب تو دیکھ رہا ہے۔ میں ہرگز پانی نہیں ملاؤں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس لڑکی کے یہ الفاظ بڑے پسند آئے اور بے انتہا خوشی حاصل ہوئی۔ اس دروازہ پر نشان لگا کر روانہ ہو گئے۔

صبح اس بوڑھی اور اس کی بیٹی کو بلایا اور اس کے سامنے درخواست رکھ دی کہ میں اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم کے لیے لینا چاہتا ہوں۔ اور اسے بہو بنا

کر قصر خلافت میں بسانا چاہتا ہوں۔ وہ عورت حیران ہے کہ ہم کہاں اور امیر المؤ منین کی عظمت وشان کہاں؟

آپؓ نے فرمایا کہ مجھے اس بچی کے وہ بولے ہوئے کلمات اور اس کا عقیدہ اتنا پسند آیا کہ میں اس کو بہو بنانا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ اس انداز سے بات فرمائی کہ وہ دونوں ماں بیٹی اس رشتہ کے لیے راضی ہوگئیں اور بنو ہلال کی یہ لڑکی حضرت عمرؓ کی بہو بن کر قصر خلافت میں آ گئی۔

حضرت عمرؓ اکثر دربار خلافت میں جانے سے پہلے اس لڑکی سے فرماتے کہ بیٹی وہ کلمات ذرا دہرا دینا ''ان کان عمر لاینظر فربُ عمر ینظر'' اور جب اس لڑکی سے یہ کلمات سُنتے تو آنسو رواں ہو جاتے۔

حضرت عاصم کے ہاں اس بیوی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور اس کا نکاح عبدالعزیز بن مروان سے ہوا۔ اور پھر مشہو خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عمرؓ کو رعایا کی فکر۔

(۲) آپؓ نے محض عقیدہ اور ایمان دیکھ کر رشتہ کرلیا۔

(۳) اللہ تعالےٰ بہر حال ہر جگہ موجود ہے۔

(۴) اُس دور کی لڑکی کا پُختہ ایمان اور عقیدہ۔

## ۴۳ :- یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک ہے۔

قریش مکہ نے جب صلح حدیبیہ کے عہد نامہ کی مخالفت کر کے معاہدہ توڑ دیا تو بعد میں بڑے پچھتائے کہ یہ تو ہم نے بہت غلط کام کیا ہے۔

چنانچہ اس صلح کی تجدید کے لیے ابوسُفیان بن حرب کو مدینہ منورہ بھیجا۔

ابوسُفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ تھیں۔ چنانچہ جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو سیدھا اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ اس کا خیال تھا کہ آج کتنے عرصہ کے بعد بیٹی سے ملاقات ہو رہی ہے۔ یقیناً وہ انتہائی اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا ۔مگر اس کے برعکس جب وہ اپنی بیٹی کے گھر میں داخل ہوا تو بیٹی نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک بچھے ہوئے چمڑے کے بستر کو لپیٹ کر الگ رکھ دیا۔ بعد میں اپنے والد کو ملی اور بیٹھنے کو کہا۔

ابوسُفیان بڑا حیران ہوا کہ بیٹی نے تو میرے لیے بستر بچھانا تھا مجھے عزت دینا تھی مگر اس نے ایسا کیوں کیا اور سوال کیا یا بنیہ! أرغبتِ بی عن ھذا الفراش ام رغبتِ بہ عنّی؟ اے بیٹی کیا یہ بستر میرے قابل نہ تھا؟ یا میں اس بستر کے قابل نہ تھا۔ بیٹی نے فوراً جواب دیا کہ ابّا جان سچ پوچھیے تو آپ اس بستر کے قابل نہ تھے۔

ھذا فراش رسول اللّٰہ وانت رجل مشرک نجس و لم احب ان تجلس علیہ یہ رسول اللہ ﷺ کا مبارک بستر ہے اور آپ مشرک و نجس ہیں۔ میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اس پاک بستر پر ایک مشرک بیٹھے۔

ابو سُفیان نے جھلا کر کہا تو میرے بعد شرّ میں مبتلا ہوگئی ہے۔ حضرت ام حبیبہؓ نے کہا شرّ میں نہیں بلکہ کفر کی ظلمتوں سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آ گئی ہوں۔

اور ابا جان! آپ سے تعجب ہے کہ آپ سردار قریش ہوکر پتھروں کو پوجتے ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت ام حبیبہؓ کی غیرت ایمانی اور محبت رسول۔

(۲) مشرک نجس اور پلید ہوتا ہے۔

(۳) بستر رسولؐ کی عظمت وشان۔

## ۴۴ :- میں اپنا ہاتھ محمدؐ کے ہاتھ میں دے دوں گا۔

فتح مکہ کے موقعہ پر جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ابوجہل کا بیٹا عکرمہ انتہائی خوف زدہ ہوگیا کہ میرے باپ ابوجہل نے تو اسلام کی شدید مخالفت کی۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنی اذیتیں دیں کہ جن کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ آج یقیناً یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ میرے باپ کی ایذاءرسانیوں کا بدلہ بھی مجھ سے لیں گے۔

چنانچہ عکرمہ مکہ مکرمہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر بھاگ نکلا اور یمن جانے کے ارادے سے ساحل سمندر پر پہنچ گیا۔ کشتی تیار تھی فوراً اس میں سوار ہوگیا۔

خدا کی قدرت کہ کشتی آگے جا کر گرداب میں پھنس گئی اور تند ہواؤں نے

اسے گھیر لیا۔ کشتی والوں نے اس وقت لات ومنات عزیٰ وھبل کو پکارنا شروع کردیا۔ کشتی کے ملاح نے کہا کہ میری ساری عمر کا تجربہ ہے یہاں یہ معبود کام نہیں آسکتے۔ اگر بچنا چاہتے ہو تو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو۔

عکرمہ نے دل میں سوچا کہ اگر دریا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روائی نہیں کرسکتا تو پھر خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی فریاد رسی نہیں کرسکتا۔ یہی مسئلہ تو محمد رسول اللہ ﷺ کرتے ہیں۔

عکرمہ یہ سوچتا چلا گیا اور اس کا دل قبول ایمان کے لیے کھلتا گیا۔ دل ہی دل میں اپنے اللہ سے عہد کیا۔ **اللهم ان لک عهد ان عافيتنی مما انا فيه لأرجعن ولأ ضعن يدی فی يد محمد صلی الله عليه وسلم فلأ جدنه عفوا غفوراً كريما.**

اے اللہ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے بچا لیا اور میں صحیح وسالم ساحل پر پہنچ گیا تو میں آگے جانے کی بجائے واپس لوٹ آؤں گا۔ اور اپنا ہاتھ تیرے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دے کر مسئلہ توحید مان جاؤں گا اور میں یقیناً ان کو معاف کرنے والا درگزر کرنے والا اور مہربان پاؤں گا۔

کشتی جب ساحل سمندر پر پہنچی تو عکرمہ حسب وعدہ اسی کشتی پر واپسی کے لیے سوار ہوگیا۔ جب وہ واپس آرہا تھا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ **يأتيكم عكرمه مؤمنا فلا تسبوا اباه فان سب الميت يؤذی الحی۔**

کہ عکرمہ تمہارے پاس مؤمن بن کر آرہا ہے۔ اس کے سامنے اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا۔ مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔

چنانچہ عکرمہ نے دربار رسالت میں پہنچ کر اسلام قبول کرلیا۔ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مغفرت کی دعاء کروائی ۔ اور وعدہ کیا کہ جتنا مال میں نے اسلام کے خلاف خرچ کیا ہے اس سے دگنا اب اشاعت اسلام کے لیے خرچ کروں گا اور جتنی لڑائی میں نے اسلام کی مخالفت میں کی ہے اس سے دگنی لڑائی اسلام کے حق میں کروں گا۔

چنانچہ بقیہ عمر مجاہد اور غازی بن کر زندہ رہے ۔ غالباً حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں شہادت پائی۔

**نتائج:-**

(۱) کشتی پار لگانا اللہ کا کام ہے۔

(۲) آپ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

(۳) کفار بھی بوقت مصیبت اللہ کو پکارتے تھے۔

(۴) نبی علیہ السلام کی رافت ورحمت اور حُسنِ اخلاق۔

## ۴۵ :- اپنا ہاتھ آگے کیجئے میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

کفار مکہ کا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک یہ بھی الزام تھا کہ یہ مجنون ہیں۔ ان کا دماغ نعوذ باللہ خراب ہے۔

ویقولون أئنا لتارکوا آلھتنا لشاعرٍ مجنون .

اس زمانہ میں قبیلہ بنی ازد کا ضماد نامی ایک شخص جنون وغیرہ کا دم کرنے میں مشہور تھا۔ اہلِ مکہ نے خصوصی طور پر اسے طلب کیا کہ ہمارے بھتیجے کو دم کرے

اور اُسے سارے حالات سے آگاہ کیا کہ اس اس طرح وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ شاید اُسے کوئی نفسیاتی یا دماغی مسئلہ ہے جس کی وجہ سے اس کی یہ کیفیت بن گئی ہے۔

ضماد ازدی کہنے لگا کہ میں ضرور دم کروں گا اور یقیناً اللہ تعالےٰ اُسے شفاء عطاء فرمائے گا۔ ضماد ازدی جب کفار کے ہمراہ خدمت نبوی میں پہنچا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام اس وقت صحابہ کرامؓ کے سامنے خطبہ دے رہے تھے۔

**الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره ونومن به ونتو كل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسناو من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له۔**

ضماد نے جب یہ الفاظ سُنے تو بہت متاثر ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ یہ کتنے بہترین کلمات ہیں اور اس پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور کہنے لگا **اعد علی هذه الكلمات** کہ یہ کلمات ذرہ دہرانا۔ آپؐ نے خطبہ پھر از سرنو شروع کردیا۔ اس نے سہ بارہ دہرانے کی درخواست کی آپؐ نے پھر یہ کلمات پڑھے۔ ضماد بڑا متاثر ہوا اور کفار مکہ سے کہنے لگا کہ تم اسے پاگل اور مجنون سمجھتے ہو یہ تو کائنات کا سب سے بڑا دانا اور سیانا ہے۔

اور اسی مجلس میں پیغمبر علیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگا **هات يدك لأ بايعك** اپنا ہاتھ آگے کیجئے میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ فوراً بیعت کرکے مشرف باسلام ہوگیا۔ اہل مکہ اپنا سامنہ لے کر واپس چلے گئے۔

**نتائج:۔**

(۱) اہلِ مکہ نے آپ کو مجنون کہا اور علاج کے درپے ہوئے۔

(۲) آپؐ کے کلمات کی تاثیر عجیبہ۔

(۳) آپؓ کے اخلاق عالیہ۔

## ۴۶ :- اے ساریہ پہاڑ کی جانب توجّہ کر۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں نہاوند کے معرکے کے لیے ایک لشکر بھیجا ہوا تھا۔ یہ معرکہ فتح ایران کے سلسلہ میں ایک فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تیس ہزار فوج کا یزدگرد کی ڈیڑھ لاکھ فوج سے مقابلہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لشکر کے لیے ہمہ وقت متفکر اور دعاء گو رہتے تھے۔

ایک دفعہ جمعہ کے دن مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک آپؓ پر اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کا حال منکشف فرما دیا اور آپؓ نے زوردار لہجہ میں ارشاد فرمایا **یا ساریہ ابن حصن الجبل الجبل من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم۔**

کہ اے ساریہ بن حصن پہاڑ کی جانب خیال کر۔

یہ آواز سن کر حاضرین ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ساریہ کہاں ہے اور حضرت عمر کہاں ہیں؟ اور آپ یہاں کھڑے کس طرح اس کو خطاب کر رہے ہیں۔ اور کس طرح اس کو ہدایات دے رہے ہیں۔

تقریباً ایک ماہ کے بعد اس لشکر کے کچھ آدمی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ لوگوں نے ان سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے تصدیق کر دی کہ واقعی فلاں دن اور فلاں وقت ہم نے حضرت عمرؓ کی آواز سُنی تھی کہ آپؓ **یا ساریہ الجبل الجبل** فرما کر ہمیں متنبہ کر رہے تھے۔

اور اُنہی کی تنبیہ کی بنیاد پر ہم نے پہاڑ کا رُخ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطاء فرما دی۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت اور عظمت شان۔

(۲) جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے، ہر شے اُس کی اطاعت کرتی ہے۔

## ۴۷:- میں آپ کے پیغمبر کی بہن ہوں۔

۸ھ میں جب آپؐ نے مکہ مکرمہ فتح فرما لیا تو حُنین کے قبائل ہوازن اور ثقیف نے بیس ہزار کا لشکر لے کر آپؐ پر حملہ کرنا چاہا۔ آپ کو جب ان کی اس تیاری اور ارادے کا علم ہوا تو آپؐ نے بارہ ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر حُنین کا قصد فرمایا۔ یہ ایک بڑا زبردست معرکہ تھا۔ ابتداً مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا ہوا مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل و رحمت فرما کر فتح عطاء فرما دی۔ اور اس جنگ میں چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

انہی قیدیوں میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی رضاعی بہن شیماء بھی تھیں۔ انھیں جب گرفتار کیا گیا تو وہ کہنے لگیں کہ میں تو تمھارے پیغمبرؐ کی بہن ہوں۔ صحابہ کرامؓ بڑے حیران ہوئے کہ آج تک ہمیں تو کچھ پتہ نہیں کہ آپ کی کوئی بہن بھی ہے۔ بہرحال تصدیق کے لیے اس بوڑھی عورت کو آپؐ کی خدمت میں لائے۔

حضرت شیماء نے آپ کو یاد دلایا کہ میں حضرت حلیمہ سعدیہ (آپ کی رضاعی ماں) کی بیٹی ہوں۔ آپ نے چار سال ہمارے ہاں گزارے۔ میں بچپن میں آپ کو اٹھایا کرتی تھی اور کھلایا کرتی تھی۔ کبھی کبھی میں آپ کو بکریاں چرانے ساتھ لے جاتی تھی۔ اور آپ کو ان الفاظ میں لوریاں دیتی تھی۔

یا رب ابق لنا محمدا حتی اراہ یا فعا و امر دا

ثم اراہ سید ا ومسعو دا واکبت اعادیہ معاو الحسدا

واعطہ عزاً ید ومُ ابداً

اے اللہ! محمدؐ کو لمبی زندگی عطاء فرما یہاں تک کہ آپؐ کو بھرپور جوانی عطاء فرما۔ پھر انہیں نیک بخت بنا اور سرداری عطاء فرما۔ ان کے دشمنوں اور حاسدین کو ناکام فرما۔ اور انہیں ہمیشہ رہنے والی عزت و عظمت عطاء فرما۔

شیماء آج اپنی دعاؤں کے مطابق آپؐ کی عزت و عظمت ملاحظہ کر رہی تھی۔ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس یتیم کو اتنا بڑا اونچا مقام عطاء فرما دیا۔

من جملہ دیگر واقعات کے ایک واقعہ یہ بھی یاد دلایا کہ ایک دفعہ آپ نے میرے مونڈھے پر دانت سے کاٹا تھا جس کا یہ نشان بھی موجود ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان کو پہچان لیا اور فرط مسرت سے آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آپؐ نے اپنی چادر بچھا کر حضرت شیماء کو اوپر بٹھایا۔ بچپن کے حالات و واقعات سُنے۔ اماں حلیمہ کا حال پوچھا۔ پھر فرمایا کہ بہن! اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو عزت و احترام کے ساتھ رکھوں گا۔ اگر اپنے قبیلہ میں جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے۔ آپ کے اخلاق عالیہ کو دیکھ کر حضرت شیماء نے اسلام قبول کر لیا اور عرض کیا کہ آپؐ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے قبیلہ میں ہی جانا چاہتی ہوں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان کو بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت فرمایا اور چلتے وقت کچھ اونٹ، بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطاء فرمائی۔

**نتائج:-**

(۱) بھائی اور بہن کی کئی سالوں کے بعد ملاقات اور عجیب کیفیت۔

(۲) آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

(۳) حضرت شیماء نے اپنی دعاؤں کی قبولیت کے آثار خود دیکھ لیے۔

## ۴۸ :- یہ ھار تو خدیجہؓ کا ھے۔

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطاء فرمائی۔ ستر بڑے بڑے کفار قتل ہوئے اور ستر ہی قید کیے گئے ان قیدیوں کے بارے میں آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا، طے یہ ہوا کہ ان سے فدیہ لے کر انھیں آزاد کر دیا جائے۔ فدیہ کی مقدار ان قیدیوں کی حیثیت کے مطابق مقرر کی گئی۔

انہی قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھے۔

یہ آپؐ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ آپؐ کی بیٹی حضرت زینبؓ ان کی زوجیت میں تھیں۔ اہل مکہ نے جب اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر ابو العاص کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے شادی کے وقت ان کو دیا تھا۔

آنحضرتؐ نے جب وہ ہار دیکھا تو پہچان لیا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ ہار تو خدیجہؓ کا ہے۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو اس ہار کو واپس کر دو اور اس قیدی کو چھوڑ دو۔

صحابہ کرامؓ نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے قیدی کو بھی چھوڑ دیا اور ہار بھی واپس کر دیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لیا کہ مکہ جا کر میری بیٹی زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دے۔ چنانچہ اس نے حسب وعدہ حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔

فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے ابوالعاص نے اسلام قبول کرلیا اور مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپؐ نے تجدیدِ نکاح فرما کر حضرت زینبؓ کو پھر ان کی زوجیت میں دے دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کا گہرا تعلق۔

(۲) آپؐ نے نکاح کی تجدید فرمائی۔

(۳) ابتداء اسلام میں کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا۔

## ۴۹ :۔ ذرا اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹائیے۔

دورِ جاہلیت میں ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تجارت کی غرض سے یمن کا سفر کیا۔ وہاں کتب سماوی کا ایک از دی عالم موجود تھا۔

اس نے جونہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حیران رہ گیا اور آپؓ سے پوچھنے لگا کہ کیا تو مکہ کا باشندہ ہے؟ آپؓ کو بڑا تعجب ہوا کہ اسے کیسے اندازہ ہوگیا؟ بہرحال آپؓ نے ہاں میں جواب دیا۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا تو قریشی ہے؟ آپؓ نے جواباً فرمایا ہاں۔ پھر سوال کیا کہ کیا تو بنی تیم سے ہے؟ فرمایا ہاں۔ پھر کہنے لگا ایک بات رہ گئی ہے ذرا پیٹ سے کپڑا ہٹائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو اس نے شدید اصرار کیا بالآخر آپ نے پیٹ سے کپڑا ہٹایا تو اس نے آپؓ کی ناف کے اوپر ایک تل دیکھا اور کہنے لگا کہ واقعی آپ وہی

شخصیت ہیں جس کا اندازہ مجھے ابتداء ہی میں آپ کی شکل وصورت دیکھ کر ہوگیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حیران ہوکر پوچھا کہ آخر مسئلہ کیا ہے؟

وہ کہنے لگا میں تورات وانجیل کا بہت بڑا عالم ہوں۔ ان کتابوں کے اندر نبی آخر الزمانؐ اور ان کے ساتھیوں کی نشانیاں موجود ہیں۔ میں نے انہی نشانیوں سے آپ کو پہچان لیا۔ آپ نبی آخر الزمانؐ پر سب سے پہلے ایمان لے آئیں گے اور آپ ان کے خصوصی معاون ومُشیر ہوں گے اور آپ ہی ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوں گے۔

**نتائج:۔**

(۱) نبی علیہ السلام اور ان کے صحابہؓ کے تذکرے تورات وانجیل میں موجود ہیں۔

(۲) شان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

(۳) ابوبکرؓ کی خلافت کا مسئلہ اللہ نے تورات وانجیل میں بھی لکھ دیا ہے۔

## ۵۰:۔ میرا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔

حدیث شریف میں بنی اسرائیل کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے قرضہ طلب کیا کہ مجھے محض اللہ کی رضاء کے لیے ایک ہزار دینار قرض حسنہ دیجیے۔ جان پہچان نہ ہونے کے باوجود اس نے حامی بھر لی اور کہا کہ ائتنی بالشهداء اشهدهم کہ کوئی گواہ لے آ تاکہ میں اس پر انھیں گواہ بنادوں۔ اس شخص نے کہا کفی بالله شهیدا کہ اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے۔ پھر دینے والے نے کہا کہ فائتنی بالکفیل کہ کوئی ضامن لے آ وہ بولا

کفی باللہ کفیلاً کہ اللہ تعالیٰ میرا ضامن کافی ہے۔

اس نے اسی بنیاد پر اُسے ایک ہزار دینار ایک مقررہ مدت کے لیے دے دیے۔ وہ آدمی چونکہ سمندر کی دوسری جانب رہتا تھا۔ رقم لے کر سمندر پار چلا گیا اور اپنی ضرورت وغیرہ پوری کر لی۔

مقررہ تاریخ کو وہ شخص رقم لے کر ساحل سمندر پر پہنچ گیا کہ کشتی میں سوار ہو کر رقم پہنچانے کے لیے جائے۔ مگر بوجہ سمندری طوفان کے کوئی کشتی جانے کے لیے تیار نہ تھی۔ وہ بڑا پریشان ہوا کہ میرا آج کا وعدہ ہے کیا بنے گا؟

پھر اس نے ایک بڑی سی لکڑی لی اور اس میں سوراخ کر کے اس میں ساری رقم رکھ دی اور رقعہ لکھ کر وہ بھی ساتھ رکھ دیا اور لکڑی کے سوراخ کو اچھی طرح بند کر دیا۔ اور ساحل سمندر پر آ گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ اے اللہ میں نے فلاں شخص سے محض تیرے نام پر قرضہ لیا تھا تجھے گواہ اور تجھے ہی ضامن بنایا تھا۔ آج مجھے اس تک یہ رقم پہنچانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ اس لیے میں یہ رقم تیرے حوالے کرتا ہوں۔ وانی استودغکھا تو اسے پہنچا دے۔ پھر اس لکڑی کو سمندر میں پھینک دیا اور گھر واپس آ گیا۔

اُدھر قرضہ دینے والا بھی منتظر تھا کہ آج مقررہ تاریخ ہے۔ شاید آج وہ شخص کشتی کے ذریعہ آ جائے اس لیے وہ ساحل سمندر پر پہنچ گیا۔

کافی دیر تک انتظار کی مگر کوئی کشتی نہ آئی۔ بالآخر مایوس ہو کر واپس لوٹنا چاہتا تھا کہ ایک لکڑی تیرتی ہوئی نظر آئی اور اس خیال سے اس لکڑی کو پکڑ لیا کہ چلو چولھے میں جلانے کے کام آ جائے گی۔

گھر آ کر جب اس لکڑی کو کلہاڑے سے کاٹا تو اس میں سے ہزار دینار اور وہ رقعہ برآمد ہوا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ مال مجھ تک

پہنچا دیا ہے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ مقروض شخص بذریعہ کشتی مال لے کر حاضر ہوا اور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اس دن کشتی نہ ملنے کی وجہ سے میں حاضر نہ ہوسکا۔ آج میں آپ کی رقم لے کر حاضر ہوگیا ہوں آپ یہ اپنی رقم وصول کرلیں۔ قرض دینے والے نے پوچھا کہ **ھل کنت بعثتَ الیّ شیئاً** کہ کیا تو نے اس سے پہلے میری طرف کچھ روانہ کیا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا کہ روانہ تو اس اس طرح میں نے کیا تھا مگر کیا پتہ سمندری طوفان میں اس کا کیا بنا۔

قرض دینے والے نے کہا **فان اللہ قد ادّیٰ عنک الذی بعثتَ الخشبة** ۔کہ جسے تو نے ضامن بنایا تھا اس نے وہ لکڑی مجھ تک اس طرح پہنچا دی اور

وہ رقم میں وصول کر چکا ہوں۔ اس لیے اب دوبارہ رقم دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

**نتائج:-**

(۱) قرض حسنہ دینا بڑی نیکی ہے۔

(۲) جب اللہ کو ضامن اور گواہ بنایا تو اللہ نے خود ہی مدد فرمائی۔

(۳) دونوں کی نیت کتنی درست تھی۔

## ۵۱ :- اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ھے تو نہ چل۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب حضرت عمرو بن العاص

رضی اللہ عنہ نے مصر کو فتح کیا۔ تو اہلِ مصر نے بتایا کہ ہمارے آباؤ اجداد سے ایک رسم چلی آرہی ہے کہ جب تک ہم وہ ادا نہ کریں تو دریائے نیل میں پانی نہیں آتا۔ اور دریائے نیل میں پانی نہ آئے تو ہماری ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے سوال کیا وما ذاک ؟ وہ کیا رسم ہے۔

انھوں نے کہا کہ فلاں مہینہ کی گیارہ تاریخ کو ہم ایک نوجوان کنواری لڑکی دریا کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ اس طرح کہ وقت مقررہ سے پہلے ہم اس نوعیت کی لڑکی تلاش کر لیتے ہیں اور اس کے ماں باپ کو کافی رقم دے کر راضی کر لیتے ہیں۔ پھر اس لڑکی کو بہترین لباس اور قیمتی زیورات پہنا کر اسے دلہن بناتے ہیں اور پھر مقررہ وقت پر اسے دریا کے حوالے کر دیتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر بڑا دکھ ہوا اور فرمایا کہ آئندہ کے لیے یہ رسم ختم کر دو۔ اسلام میں یہ جائز نہیں ہے۔ یہ تو صریحاً ظلم اور شرک ہے اور اسلام انہی رسومات شرکیہ کو مٹانے کے لیے آیا ہے۔ ان هـذا لا يكون ابداً فى الاسلام وان الاسلام يهدم ما كان قبله۔

وہ لوگ ان کا یہ فرمان سن کر اس رسم سے رک گئے۔ مگر اس سال دریائے نیل میں پانی نہ آیا۔ لوگوں کا اعتقاد مزید پختہ ہوگیا کہ جب تک ہم لڑکی کی قربانی نہ دیں گے دریا خشک ہی رہے گا۔ لہٰذا ہمیں یہ قربانی دینی چاہیے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس ساری صورت حال سے شدید پریشان اور حیران ہوئے اور یہ ساری بات لکھ کر خلیفہ وقت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بھیجی کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپسی جواب میں ایک رقعہ لکھ کر بھیجا کہ میرا یہ رقعہ دریا میں ڈال دیں۔ اللہ تعالےٰ مہربانی فرمائے گا۔

گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وہ رقعہ کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔ من عبداللہ عمر بن خطاب الی نیل مصر کہ یہ رقعہ اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے دریائے نیل کی طرف لکھا گیا ہے۔

اما بعد فان کنت تجری من قبلک فلا تجروان کان اللّٰہ ھو الذی یجریک فأسال اللّٰہ الواحد القھار ان یجریک۔

اے دریا! اگر تُو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو بے شک نہ چل اگر تجھے چلانے والا اللہ تعالےٰ ہے تو میں اللہ تعالےٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے تجھے جاری فرما دے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب یہ رقعہ دریا میں ڈالنا تھا تو اہلِ مصر بڑے حیران تھے کہ کیا بنے گا۔ ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں آپؓ نے اللہ کا نام لے کر وہ رقعہ دریا میں ڈال دیا۔ اور اللہ کے فضل وکرم سے ایک ہی رات میں دریا کا پانی سولہ گز چڑھ آیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ رسم ختم ہوگئی اور آج تک دریائے نیل کے پانی میں کمی نہیں آئی اسی طرح بہہ رہا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) اسلام سے قبل کی رسومات کا ختم ہونا ضروری ہے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت۔

(۳) جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے۔

(۴) حضرت عمرؓ نے اللہ سے مانگا۔

## ۵۲ :- وہ تو جنّت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک شخص ماعز بن مالک اسلمیؓ سے زناء کا صدور ہو گیا۔

فوری طور پر تنبہ ہوا اور قیامت کے دن کے عذاب سے ڈر گئے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اوپر حد جاری کرانے کا مطالبہ کیا۔ اَصبتُ حَدًّا فأقمه عَلَيّ کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے اوپر حد واجب ہو گئی ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے سزا دیجیے۔ آپؐ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ انہوں نے پھر یہی مطالبہ کیا۔

جب چار دفعہ اقرار کر چکے تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ حسب حکم نبویؐ صحابہ کرامؓ نے ان کو رجم کیا۔

بعد ازاں آپؐ نے سنا کہ دو شخص ماعز کا گلہ کر رہے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے جا رہے ہیں کہ ماعز کیسی گندی موت مرا ہے۔ اس نے کتنی ذلت اٹھائی ہے۔ قُتِلَ كَمَا يُقتل الكلب یہ الفاظ سن کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شدید دکھ ہوا لیکن خاموش رہے۔

تھوڑی دور جا کر آپ نے دیکھا کہ ایک مرا ہوا گدھا پڑا ہے۔ ٹانگیں اوپر کو اٹھی ہوئی ہیں اور اس سے تعفن اور بدبو اٹھ رہی ہے۔ آپؐ نے ان دونوں کو بلایا اور فرمایا کُلا من هٰذا کہ تم دونوں اس مردہ گدھے کا گوشت کھاؤ۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ ہمیں یہ حکم کیوں دیا جا رہا ہے اور عرض کیا أمن جيفة حمار يا رسول الله؟ کہ ہم اس مردار گدھے کا گوشت کس طرح کھا سکتے ہیں۔ آپؐ نے

فرمایا کہ ابھی ابھی جو تم نے ایک مسلمان کا گلہ کیا ہے۔ وہ اس سے بھی گندی شئے تم نے کھائی ہے یعنی اتنا گندہ کام مردہ گدھے کا گوشت کھانا نہیں جتنا ایک مسلمان کا گلہ کرنا ہے۔ اور پھر فرمایا والذی نفس محمد بیده انه فی نهر من انهار الجنة یتغمس ۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے ۔ ماعز تو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر میں غوطے لگا رہا ہے اور تم یہاں اس کا گلہ کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو۔

اس نے تو ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ سب اہل مدینہ پر تقسیم کر دی جائے تو ان کی بخشش کے لیے بھی کافی ہو جائے۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت ماعزؓ کی خدا خوفی۔

(۲) غیبت کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔

(۳) سچی توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

## ۵۳ :- ہمارا یہ بیٹا ہمیں دے دیں۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ھند تھا۔ قبیلہ بنی مخزوم کے سردار کی بیٹی تھیں۔ یہ قبیلہ سخاوت اور ضیافت میں مشہور تھا۔ ان کا پہلا نکاح عبداللہ بن عبدالاسد (ابو سلمہ) سے ہوا۔ اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں ان دونوں میاں بیوی نے اسلام قبول کیا۔ اور ان تمام مصائب و تکالیف کو برداشت کیا جو اہل اسلام پر ڈھائی جاتی تھیں۔

ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سلمہ رکھا گیا۔ اور اسی کی وجہ سے انہوں نے کنیت ابو سلمہؓ اور ام سلمہؓ رکھ لی۔ دونوں میاں بیوی کے درمیان بے

پناہ محبت تھی ۔ قریش کے ظلم و جور سے تنگ آ کر ان دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

وہاں سے واپس آئے تو دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف فرمائی۔ جس کا مفصل بیان حضرت ام سلمہؓ خود کرتی ہیں کہ جب ابو سلمہؓ نے ہجرت مدینہ کا ارادہ کیا تو اپنے اونٹ پر سامان لادا اور مجھے اور میرے بیٹے سلمہ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔

ابھی ہم مکہ مکرمہ کی آبادی سے باہر نہ نکلے تھے کہ میرے قبیلہ بنومخزوم کو پتہ چل گیا۔ اور فوراً غصے میں بھرے ہوئے آ گئے اور میرے خاوند کو کہا کہ تجھے اپنی ذات کا تو اختیار ہے کہ جہاں چاہے چلا جائے۔ مگر ہم اپنی لڑکی کو کیوں تیرے ساتھ جانے دیں۔ کہ یہ دربدر پھرے۔ وھی بنتنا فعلام نترکک تاخذھا منا و تسیربھا فی البلاد۔

یہ کہہ کر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے ہاتھ سے اونٹ کی نکیل چھین لی۔ اور مجھے زبردستی واپس لے آئے میرا خاوند ابو سلمہ اکیلے ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گیا۔

اگر چہ میرے لیے خاوند سے اس طرح جدائی ناقابل برداشت تھی پھر بھی میں نے صبر و ہمت سے کام لیا۔ اور خاموش رہی ۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ میرے سسرال بنو عبدالاسد نے میرے میکہ والوں پر ہلّہ بول دیا۔ اور جھگڑنے لگے کہ تمھیں اپنی لڑکی کا تو اختیار ہے مگر یہ لڑکا سلمہ تو ہمارا اپنا ہے یہ ہمیں دے دیں۔ اس طرح انہوں نے مجھ سے میرا لڑکا بھی چھین لیا۔

اب میں اور میرا خاوند اور میرا بیٹا تینوں جدا جدا ہو گئے۔

میری حالت تو غیر ہوگئی نیم پاگل سی ہوگئی۔ میں روزانہ اس جگہ جاتی

جہاں میرا خاوند اور بیٹا مجھ سے جدا ہوئے تھے اور وہاں بیٹھ کر گھنٹوں روتی رہتی یہاں تک کہ شام ہو جاتی۔

اس طرح روتے روتے تقریباً ایک سال گزر گیا۔ نہ تو میں خاوند کے پاس جا سکی اور نہ ہی میرا بچہ مجھے مل سکا۔ ایک دن میرے ایک چچا زاد بھائی نے میرے حال پر ترس کھایا اور میرے قبیلہ کو سمجھایا۔

الا تطلقون هذه المسكينة فرقتم بينها وبين زوجها وبين ولدها.

کہ تمہیں اس مسکین عورت پر رحم نہیں آتا۔ تم نے اس سے اس کا خاوند اور بیٹا جدا کر کے کتنا بڑا ظلم کر رکھا ہے۔ وہ انہیں سمجھاتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کا دل نرم ہو گیا اور انہوں نے مجھے اجازت دے دی کہ الحقی بزوجک ان شئتِ کہ اگر تو اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے تو جا سکتی ہے۔ لیکن میں اپنے لخت جگر کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی تھی۔ بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر بنی عبدالاسد (میرے سسرال) کو سمجھایا اور انہوں نے رحم کرتے ہوئے میرا بیٹا سلمہ مجھے واپس کر دیا۔

میں نے سواری کا اونٹ تیار کیا اور بچہ گود میں لے کر اونٹ پر تنہا سوار ہو کر مدینہ کو چل دی۔ جب میں مقام تنعیم پر پہنچی تو وہاں ایک مرد شریف عثمان بن طلحہ مجھے ملے۔ اور مجھ سے سوال کیا الیٰ این یا بنت زاد الراکب اے سخی سردار کی بیٹی کہاں جا رہی ہو؟ میں نے جواب دیا مدینہ منورہ اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہوں انہوں نے سوال کیا اَوَ ما معکِ احد؟ کیا تیرے ساتھ کوئی بھی نہیں تو اکیلی ہی جا رہی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں۔ انہوں نے فرمایا واللہ لا اترککِ ابداً اللہ کی قسم اس طرح میں

تجھے اکیلے جاتے نہیں دیکھ سکتا۔ ثم اخذ بخطام بعیری وانطلق پھر میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چل دیے۔

خدا کی قسم میں نے عثمان سے زیادہ شریف آدمی کوئی نہیں دیکھا۔ جب اترنے کا وقت آتا تو میرے اونٹ کو بٹھا کر خود علیحدہ آڑ میں ہو جاتے۔ میں اتر جاتی اور جب سوار ہونے کا وقت آتا تو اونٹ پر سامان وغیرہ لاد کر میرے قریب بٹھا دیتے۔ اور مجھے فرماتے ارکبی کہ سوار ہو جاؤ۔ جب میں سوار ہو جاتی تو اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے چلنے لگتے۔ یہاں تک کہ مجھے میرے خاوند کے پاس قباء میں پہنچا دیا اور خود مکہ مکرمہ واپس چلے گئے۔

**نتائج:۔**

(۱) ابتداء اسلام کے حالات۔

(۲) ام سلمہؓ پر آنے والے مصائب۔

(۳) اہل مکہ کا اہل اسلام پر ظلم وجور۔

(۴) عثمان بن طلحہ کی شرافت اور نیک نیتی۔

## ۵۴ :- اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطاء فرما۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا ابو طالب کی وفات کے بعد یعنی نبوت کے دسویں سال اپنے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر شہر طائف کا قصد کیا کہ شاید وہ لوگ دعوت توحید پر لبیک کہہ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

آپ نے طائف میں دس دن قیام کیا اور وہاں کے رؤساء سے ملاقات کر کے انہیں دعوتِ اسلام دی۔ لیکن وہ لوگ آپؐ کے ساتھ سخت بداخلاقی سے پیش آئے۔ آپ کا ہر طرح سے مذاق اڑایا اور لونڈوں اور بدمعاشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ اس ابلیسی لشکر نے ہر طرح آپ کا تعاقب کیا اور آپ کو گالیاں دینا اور آپ پر پتھر برسانا شروع کر دیے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو آپ کے لیے ڈھال بنا رکھا تھا۔ لیکن جب چاروں طرف سے سنگ باری ہو رہی تھی تو زید بیچارے کہاں تک حفاظت کر سکتے تھے۔ وشجَ رأس زید و سال الدم من اقدام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی الأرض۔

حضرت زیدؓ کا سر زخمی ہو گیا اور آپ کا جسم لہولہان ہو گیا۔ یہاں تک کہ خون بہہ بہہ کر قدموں تک پہنچ گیا۔ آپ کے نعلین مبارکین خون سے لت پت ہو گئے۔

جب آپ سرِ راہ بیٹھ جاتے تو یہ ظالم اور اوباش بازو تھام کر کھڑا کر دیتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پتھر برسانا شروع کر دیتے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے عتبہ اور شیبہ کے انگوروں کے باغ میں انگور کی ٹٹیوں میں پناہ لی۔ اور ان اوباشوں سے پیچھا چھڑایا۔

باغ کے مالک عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اس وقت باغ میں موجود تھے۔

حضرت زید نے اپنی چادر سے آپ کے جسم اطہر کا خون پونچھا۔ نعلین مبارک میں خون اتنا جم گیا تھا کہ بمشکل آپ نے پاؤں نکالے اور وضو فرما کر اللہ کے سامنے دعاء مانگی۔

اللھم انی اشکو الیک ضعف قوتی و قلة حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الرّحمین انت رب المستضعفین انت ربی الی من تکلنی ؟

اِلی بعید یتجھمنی ؟ أم الی عدو ملکته امری ؟ ان لم تکن ساخطا علیّ فلا اُبالی غیران عافیتک اوسع لی . اَعُوذُ بنور وجھک الکریم الذی اضاء ت له السموات و اشرقت له الظلمات و صلح علیه امر الدنیا والآخر ة ان تحل علی غضبک و تنزل علی سخطک ولک العتبی حتی ترضیٰ ولا حول ولا قوة الاّ بک.

اے اللہ میں اپنی عاجزی، بے بسی اور لوگوں کی نظروں میں اپنی تحقیر اور بے بضاعتی کا تجھ ہی سے شکوہ کرتا ہوں ۔ اے ارحم الرحمین اے کمزوروں اور ناتوانوں کے رب تو ہی میرا آقا اور پروردگار ہے۔ انے اللہ کیا تو مجھے ایسے بیگانوں کے سپرد کردے گا جو مجھ سے نفرت کریں گے۔ یا دشمنوں کے حوالے کر کے ان کو میرے نیک و بد کا مالک بنا دے گا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناخوش نہیں ہے تو مجھے ان مصائب کی کوئی پرواہ نہیں۔ تیری عافیت اور بخشش میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیری ذات عالی کے نور پاک کے وسیلہ سے جس سے آسمان روشن ہوئے، تاریکیاں دور ہوئیں اور دنیا و آخرت کے کام اصلاح پذیر ہوئے۔ تجھ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھ پر غضب نازل کرے۔ اور اپنی ناراضگی کا مورد بنائے اور تجھی کو جب تک چاہے عتاب کرنے کا حق ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو۔ اور تیری امداد اور تائید کے بغیر کسی کو کوئی قدرت نہیں ہے۔

ناظرین گرامی غور فرمائیں کہ اللہ کا رسول ؐ کس عاجزی اور فروتنی کے ساتھ اپنے رب کو پکار رہا ہے۔

عتبہ اور شیبہ آپ کی بے کسی اور مظلومیت کا منظر بچشم خود مشاہدہ کر چکے تھے۔ اس لیے جذبہ ہمدردی کے طور پر اپنے عیسائی غلام عداس کے ہاتھ انگور کا ایک خوشہ طبق میں رکھوا کر خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ آپؐ نے اپنے اخلاق عالیہ کی بناء پر اس تحفہ کو قبول فرمالیا اور بسم اللہ پڑھ کر ان کو کھانا شروع کردیا۔

عداس کہنے لگا کہ ھذا کلام لا یقولہ اھل ھذہ البلاد۔ یہ کلام میں نے آج تک اس علاقہ کے لوگوں سے نہیں سنا۔

آپؐ نے پوچھا ''ومن انت''؟ تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا ''انا رجل نصرانی'' میں عیسائی ہوں۔ آپؐ نے پھر پوچھا ''ومن ایِ ارض انت'' کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے وہ بولا ''من نینو ی'' کہ میں نینوی کا رہنے والا ہوں۔

آپ نے فرمایا ''قریۃ اخی یونس ابن متیٰ العبد الصالح''۔ کہ وہی نینوی جو میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کا وطن ہے؟۔

عداس حضرت یونسؑ کا نام سن کر چونک گیا اور پوچھا کہ آپ یونس نبی کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی ہیں اور میری طرح وہ بھی پیغمبر تھے۔ اگرچہ میں نے ان کو دیکھا نہیں۔

ذاک اخی وخلیلی وان کنت لم ارہ ذاک نبیَ من انبیاء اللہ وانا نبیَ مثلہ بعثنی اللہ بالحقَ یہ بات سن کر عداس آپ کے قدموں میں گر گیا اور ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے لگا۔ وَجَعَلَ یُقَبِلُ قدمیہ۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! مدت مدید گزری میں نے آپ کے اوصاف انجیل میں دیکھے تھے اور آپ کی رسالت و نبوت کے متعلق تورات میں پڑھا تھا۔ آج میرے مقدر جاگ اُٹھے کہ آپ کی زیارت اور قدم بوسی کا شرف بھی نصیب ہوگیا۔ مجھے کلمہ

پڑھائیے۔آپؐ نے اسے کلمہ پڑھایا اور وہ اسی وقت مشرف باسلام ہوگیا۔

عتبہ اور شیبہ نے جب دور سے اپنے غلام کی عجز مندی دیکھی تو سوچا کہ ہمارا غلام تو ہاتھوں سے گیا۔ غلامنا قدافسد اور جلد ہی اپنے غلام کو واپس بلا لیا۔

جب عداس ان کے پاس پہنچا تو پوچھنے لگے کہ تو اس شخص کے ہاتھ پاؤں کیوں چوم رہا تھا؟ وہ کہنے لگا کہ یہ وہی عظیم المرتبہ ہستی ہے۔جس کی بشارت تورات وانجیل میں دی گئی ہے۔میں نے ان کی زبان سے جو بات سنی وہ نبی کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

انہوں نے عداس کو ڈانٹا کہ خبردار کہیں اس کے دھوکے میں آ کر اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا۔

اس وقت جب آپ انتہائی غمزدگی کے عالم میں طائف میں موجود تھے تو اچانک بادل کے ایک ٹکڑے نے آپ پر سایہ کیا۔آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو جبریل امین تھے۔انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ان اللہ قدسمع قول قومک لک وما ردوا علیک وقد بعث اللہ الیک ملک الجبال لتأمرہ لماشئت فیھم۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ باتیں سن لیں جو انہوں نے آپ کے ساتھ کیں اور جو سلوک آپ سے کیا گیا اس کا مشاہدہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ نے اب پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ کے پاس بھیجا ہے آپ جو چاہیں ان کے بارہ میں اس کو حکم دیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا فنادانی ملک الجبال فسلم علیّ کہ پھر میرے ساتھ فرشتہ جبال نے کلام کیا اور مجھے سلام کیا اور پھر کہا۔

یا محمدؐ! ان شئت ان اطبق علیھم الأ خشبین۔ اے اللہ کے پیغمبر اگر آپ کی مرضی مبارک ہو تو میں طائف کے دونوں پہاڑوں کو ملا کر جملہ آبادی کو تہس نہس کر دوں۔ آپؐ نے جواباً فرمایا بل ارجو ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ و لا یشرک بہ شیئاً کہ اگرچہ ان لوگوں نے میری دعوت کو ٹھکرا دیا مگر مجھے امید ہے کہ ان کی ذریت سے اللہ تعالےٰ ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو خالص اسکی عبادت کرنے والے ہوں گے۔ اور پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگی۔

اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت سے سرفراز فرما وہ بیچارے بے علم ہیں۔

**نتائج:۔**

(۱) آپؐ کی مظلومیت کا حال۔

(۲) اہلِ مکہ سے مایوس ہو کر تبلیغی سفر کرنا۔

(۳) اہلِ طائف کا سلوک اور آپؐ کا صبر و تحمل۔

(۴) آپؐ کی عجز بھری دعاء۔

(۵) عداس کا اسلام لانا اور قدموں میں گر جانا۔

(۶) آپؐ کی رأفت و رحمت کہ ان کے لیے بھی بددعاء نہ مانگی۔

## ۵۵ :- میں عثمانؓ کی شادی میں شرکت کے لیے جا رہا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک دفعہ سخت قحط

پڑ گیا۔ کھانے کی کوئی چیز قیمتاً بھی نہ مل سکتی تھی ۔ لوگ بڑے پریشان تھے اور اس پریشانی کے عالم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اے خلیفۃ المسلمین! السماء لم تمطر و الأرض لم تنبت و الناس فی شدۃ شدیدۃ آسمان نے پانی برسانا بند کر دیا ہے اور زمین نے فصل وغیرہ اگانا بند کر دیا۔ لوگ بڑی تنگی میں ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دعاء کی اور فرمایا کہ صبر کرو۔ اللہ تعالےٰ خود ہی اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت پیدا فرما دے گا۔

یہی حالات تھے کہ اُنہی دنوں میں ملک شام سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مال تجارت آنے کی خبر مشہور ہوگئی۔ مدینہ کے بیوپاری اور تاجر بڑے خوش ہوئے کہ اب حضرت عثمان سے مال خرید کر منہ مانگی قیمت پر لوگوں کو فروخت کریں گے اور خوب نفع کمائیں گے۔ مال بھی تھوڑا نہیں تھا تقریباً ایک سو اونٹ کھانے کی اشیاء سے لدے ہوئے تھے۔

چنانچہ وہ لوگ مال تجارت کے شہر میں پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس خریداری کے لیے پہنچ گئے۔ تاکہ ہم باہر باہر ہی سودا کر کے مال حاصل کر لیں۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا ماتشاء ون؟ کہ تم کیا چاہتے ہو۔ تاجروں نے جواب دیا کہ ہم آپ سے آپ کا مال تجارت خریدنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ فرمایا بولو تم مجھے کتنا نفع دینے کے لیے تیار ہو۔ یا معشر التُجار کم تربحوننی علی شرائی منَ الشام؟ تاجروں نے کہا کہ ہم آپ کو دگنا منافع دینے کے لیے تیار ہیں۔ یعنی ایک لاکھ کے بدلے میں دو لاکھ وصول کر لیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے جواباً فرمایا قد زادونی کہ مجھے اس سے زیادہ

منافع ملتا ہے۔

تاجروں نے باہم مشورہ کر کے کہا کہ ہم تین گنا دینے کے لیے تیار ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے پھر فرمایا قدزادونی کہ مجھے اس سے بھی زیادہ ملتا ہے۔

تاجر سمجھے کہ حالات واقعی انتہائی ناگفتہ بہ ہیں' ہوسکتا ہے ہم سے پہلے کوئی آ کر اس سے زیادہ کی پیش کش کر گیا ہو۔ اور مشورہ کر کے جواب دیا کہ ہم آپ کو چار گنا منافع دینے کے لیے تیار ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے پھر فرمایا قدزادونی کہ مجھے تو اس سے بھی زیادہ ملتا ہے۔ تاجروں نے کہا چلو ہم آپ کو پانچ گنا دینے کو تیار ہیں۔ آپؓ نے پھر فرمایا قدزادونی کہ مجھے اس سے زیادہ ملتا ہے۔

اب تاجر بڑے حیران ہوئے اور کہا کہ یا اباعمرو ما بقی بالمدینة تجار غیرنا فمن زادک؟ کہ ہمارے سوا تو مدینہ منورہ میں اور کوئی بڑا تاجر ہے ہی نہیں۔ آخر وہ کون ہے جو آپ کو اتنا زیادہ منافع دیتا ہے۔ آخر ہمیں بھی بتائیں کہ آپ کو کتنا منافع ملتا ہے۔

آپؓ نے فرمایا مجھے ایک کے بدلے میں دس گنا ملتا ہے۔ أعندکم زیادة؟ اگر تم اس سے زیادہ دینے کو تیار ہو تو بات کرو۔ وہ بولے آپ ہمیں بتائیں تو سہی آخر وہ کون ہے؟

فرمایا وہ میرا اللہ تعالیٰ ہے۔ جس نے اعلان کر رکھا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها کہ جو شخص ایک نیکی کرے گا میں اسے دس گنا اجر دوں گا۔ پھر فرمایا اے تجار مدینہ تم بھی گواہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ بھی گواہ ہے۔

فانی اشهد الله انی قد جعلت هذا الطعام صدقةً علی فقراء المسلمین. کہ میں نے یہ سارا مال فقراء مدینہ کے لیے صدقہ کر دیا۔

پھر اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ جلد از جلد یہ سارا مال اہل مدینہ پر تقسیم کردو۔

جب مال تقسیم ہو گیا تو فرمایا۔ ساری خالی بوریاں اور باردانہ بھی اللہ کے راستے میں تقسیم کردو۔ جب وہ بھی تقسیم ہو گا تو حکم دیا کہ سب اونٹوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت بھی فقراء میں تقسیم کردو۔

ناظرین گرامی غور فرمائیں! اگرچہ حضرت عثمان غنیؓ خود بھی قحط سے متاثر تھے مگر اپنے گھر کے لیے ایک دانہ بھی نہ رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی رات خواب دیکھا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک خوبصورت سواری پر سوار ہو کر جلدی میں جارہے ہیں۔

علیہ حلة من نور وفی رجلیه نعلان من نور و بیده قصبة من نور.

کہ آپ کے وجود مقدس پر ایک نورانی پوشاک تھی اور آپ کے قدموں میں نورانی جوتے اور ہاتھ میں نورانی چھڑی تھی۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قد اشتد شوقی الیک والی کلامک فأین تبادر؟ کہ مجھے آپ کی ملاقات ور آپ سے ہم کلام ہونے کا بڑا شوق ہے۔ مدت کے بعد آج آپ کی زیارت ہوئی۔ ذرا ٹھہریے تو سہی آپ اتنی جلدی کہاں جارہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا یا ابن عباس! ان عثمان قد تصدق بصدقة و ان اللہ قد قبلها منه و زوجه عروسا فی الجنة وقد دعینا الی عرسه.

کہ آج عثمانؓ نے اللہ کی رضاء کے لیے صدقہ کیا ہے۔ اللہ نے ان کے

صدقہ کو قبول کرلیا اور جنت کی ایک حور سے ان کی شادی کر دی۔ میں عثمانؓ کی شادی میں شرکت کے لیے جارہا ہوں۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت عثمانؓ کی سخاوت۔
(۲) آخرت کے بدلے پر آپؓ کا یقین کامل۔
(۳) عثمانؓ کی زندگی میں ان کی جنت کی حور سے شادی۔
(۴) سخت حالات میں صدقہ کرنا انتہائی بڑی نیکی ہے۔

## ۵۶ :- اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ مجھے آج یہ عزت عطاء کی۔

خنساء بنت عمرو عرب کی ایک مشہور شاعرہ تھی۔ صرف شاعرہ نہ تھی بلکہ بڑے بڑے شعراء کی استاذہ اور سُوق عکاظ کی بزم معاشرہ کی فیصل اور جج بھی تھی۔

سُوقِ عکاظ کے مشاعرہ میں ایک دفعہ اِس نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے دو شعروں میں آٹھ ادبی اور بلاغی غلطیاں نکالیں تھیں۔

دورِ جاہلیت میں جب اس کا بھائی صخر مارا گیا تو اس نے انتہائی دردناک مرثیے لکھے۔ بڑے بڑے مشاعروں میں جا کر اپنے بھائی کے فراق میں مرثیے پڑھتی، خود بھی روتی اور لوگوں کو بھی رُلا دیتی۔ حتیٰ کہ اس کا لقب ''ارثی العرب'' عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو پڑ گیا۔ اپنے بھائی صخر کی جدائی میں بیس سال تک روتی رہی۔ کسی حالت میں بھی صبر و قرار نہ آتا تھا۔ اس کا مشہور شعر ہے

وان صخراً لتأتم الهُداة به . كانه علم فی رأسه نار'

اللہ کی قدرت کہ اتنی بڑی شاعرہ نے جب قرآن سُنا تو اتنی متاثر ہوئی کہ اشعار کہنا ہی بند کر دیئے اور دل و جان سے اسلام قبول کر لیا۔

لوگوں نے سوال کیا کہ اے خنساء کافی عرصہ گزر گیا تیری طرف سے کوئی نیا کلام منظر عام پر نہیں آیا۔ جواب دیا کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ کتاب کے ہوتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کہ اپنا کلام پیش کروں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی گزشتہ زندگی پر افسوس کیا کرتی تھی کہ میں نے کس بے صبری کا مظاہرہ کیا۔ تاہم بھائی کو کبھی دل سے بھلا نہ سکی۔ جب کبھی یاد آتی تو رونا تو آ ہی جاتا تھا اور کہتی تھی

کنت ابکی له من الثار وانا الیوم ابکی له من النار

یعنی پہلے تو میں صخر کو بدلہ لینے کی خاطر رویا کرتی تھی اور اب اس لیے روتی ہوں کہ وہ اسلام قبول نہ کر سکا اور جہنم کی آگ سے بچ نہ سکا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لڑی جانے والی قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ میں ضعیف العمری کی حالت میں اپنے چار نوجوان فرزندوں کے ساتھ شریک ہوئی۔ اس جنگ میں تیس ہزار مجاہدین اسلام کا دو لاکھ فوج سے مقابلہ تھا۔

رات کے وقت ہر مجاہد آنے والی ہولناک صُبح پر غور کر رہا تھا کہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنے چاروں بیٹوں کو بلایا اور فرمایا

یا بنی انکم اسلمتم طائعین وھاجرتم مختارین وقد تعلمون ما اعد اللّٰہ للمسلمین من الثواب الجزیل واعلموا ان الدار الباقیة خیر من الدار الفانیة یقول اللّٰہ عزوجل یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون.

میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے لیے کتنا بہترین بدلہ تیار کر رکھا ہے۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ دارفناء سے دارالبقاء ہر طرح بہتر ہے۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اے مسلمانو صبر سے کام لو اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

حضرت خنساءؓ نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ اس ذات لایزال کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل ورسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ ہے۔ کل میدان جہاد میں اللہ کا نام لے کر دیوانہ وار لڑنا۔ موت سے ہرگز نہ گھبرانا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر ہے۔

چاروں بیٹوں نے جواب دیا اے مادر محترم انشاء اللہ ہم آپ کی توقعات پر پورا اتریں گے۔

صبح جب میدان کارزار گرم ہوا تو اس عظیم خاتون کے چاروں فرزند ایسی وارفتگی سے لڑے کہ شجاعت بھی آفرین پکار اٹھی۔

حضرت خنساءؓ بیٹھی دعاء کر رہی ہیں کہ الٰہی میری متاع عزیز یہی کچھ تھی۔ اپنے فضل ورحمت کے ساتھ قبول فرما۔ چنانچہ ان کے چاروں بیٹے مردانہ وار لڑتے ہوئے رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

جب اس خاتون نے اپنے چاروں بیٹوں کی شہادت کی جانکاہ خبر سُنی تو بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہوگئی اور پہلا کلمہ جو اس کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا۔

الحمد لله الذی شرفنی بقتلهم وارجو ان یجمعنی بهم فی مستقر رحمته. اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے ان کے قتل سے مشرف فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن تو مجھے ان بچوں کے ساتھ اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا۔

ناظرین گرامی! غور فرمائیں۔ اسی خاتون نے دور جاہلیت میں کس بے صبری کا مظاہرہ کیا تھا اور اسلام لانے کے بعد آج صبر وتحمل کا کیسا بے مثال نمونہ پیش کیا۔

**نتائج:-**

(۱)　خنساءؓ کا علمی وادبی مقام۔
(۲)　قرآن مجید کا اعجازی مقام ومرتبہ۔
(۳)　دور جاہلیت اور دور اسلام کا موازنہ۔
(۴)　عورتوں کا دینی اور جہادی جذبہ۔

## ۵۷ :- تیری زندگی کا یہ مبارک ترین دن ہے۔

رجب ۹ھ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع ملی کہ ہرقل شاہ روم نے آپؐ کے مقابلہ کے لیے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے۔ جس کا مقدمۃ الجیش بلقاء تک پہنچ گیا ہے اور ہرقل نے ساری فوج کو سال بھر کی تنخواہیں بھی تقسیم کر دی ہیں۔

اس اطلاع پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کو فوراً تیاری کا حکم

دیا تا کہ دشمن کی سرحد (تبوک) پر پہنچ کر اس کا مقابلہ کیا جائے۔ یہ سفر بھی دور کا تھا اور دشمن بھی انتہائی سخت تھا۔ نیز گرمی کا موسم تھا اور قحط کی وجہ سے فقر و فاقہ کا دور دورہ تھا۔ اہلِ مدینہ کی کھجوروں کی فصل تیار تھی اسے سنبھالنا بھی تھا۔ اس لیے ایسے نازک اور مشکل وقت میں منافقین گھبرا اٹھے اور مختلف حیلے و بہانے وغیرہ بنا کر نہ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

ان کے علاوہ تین سچے پکے مسلمان بھی ایسے تھے جو محض غفلت کی وجہ سے بغیر کسی معقول عذر کے اس لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ ایک کعب بن مالکؓ دوسرے ہلال بن اُمیہؓ تیسرے مرارہ بن ربیعؓ۔

حدیث شریف کی کتابوں میں کعب بن مالکؓ کا قصہ ان کی زبانی مذکور ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک کے وقت ہر طرح سے خوشحال اور مال دار تھا۔ میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں بھی تھیں ۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقعہ پر صاف اور واضح حکم دے دیا تھا۔ کہ تبوک کی طرف قصد ہے اور ہرقل روم کے ساتھ مقابلہ ہے سب تیار ہو جائیں۔ اس لیے مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد تیار ہو گئی کہ رجسٹر میں ان کا نام لکھنا بھی دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے اگر کوئی شخص پھسلنا چاہتا تو دشوار نہ تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ذاتی کام کاج میں مصروفیت کی وجہ سے سفر کی تیاری آج کل پر ڈالتا رہا، صُبح تیاری کا ارادہ کرتا تو شام ہو جاتی مگر تیاری کی نوبت نہ آتی ۔ میں دل میں سوچتا کہ کوئی بات نہیں ہر چیز گھر میں موجود ہے جب جانے لگوں گا فوراً تیاری ہو جائے گی۔

میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ روانہ بھی ہو گئے پھر بھی میں یہی خیال کرتا رہا کہ ایک دو روز

میں سامان سفر تیار کر کے پیچھے سے جا کر مل جاؤں گا اسی طرح وقت گزرتا رہا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ اپنے ساتھیوں کے تبوک کے مقام پر پہنچ گئے اب میں نے سامانِ سفر کی تیاری کی مگر نہ ہوسکا۔

میں جب مدینہ طیبہ میں نظر ڈالتا تو وہی لوگ نظر آتے جو منافق تھے یا پھر چند معذور نظر آتے۔ اس پر شرمندگی اور ندامت کی وجہ سے میرا سر جھک جاتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبوک پہنچ کر صحابہ کرامؓ سے دریافت بھی کیا کہ **مافعل کعب بن مالک؟** کہ کعب بن مالک نظر نہیں آتے۔ ایک شخص نے کہا کہ اسے اپنے مال و جمال نے روکا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا **بئس ماقلتَ واللہ یارسول اللہ ما علمنا علیہ الاخیراً** ۔ کہ تو نے غلط کہا اللہ کی قسم جہاں تک ہم سمجھتے ہیں وہ اچھا آدمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اور کچھ نہ بولے۔

چند دنوں کے بعد میں نے آپؐ کی واپسی کی خبر سُنی تو مجھے بڑا رنج وغم لاحق ہوا۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے کہ کوئی فرضی بہانہ بنا کر حضورؐ کے غصہ سے جان بچالوں گا اور پھر کسی وقت معافی مانگ لوں گا۔ اس بارہ میں میں نے اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار آدمی سے مشورہ بھی کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

حتیٰ کہ میں نے سُنا کہ حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے ہیں اب میں نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ جو ہو سو ہو میں سچ ہی بولوں گا اور سوائے سچائی کے کوئی چیز نجات نہ دے گی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی عادت شریفہ کے مطابق مسجد میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز نفل ادا کیے پھر حسب معمول وہاں تھوڑی دیر تشریف فرما رہے کہ منافقین نے آنا شروع کر دیا اور جھوٹے عذر بنا بنا کر اور قسمیں کھا کھا کر

معذرت کرتے رہے۔ آپؐ ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اپنے اور باطن اللہ کے سپرد فرماتے رہے۔ اتنے میں میں بھی حاضر ہو گیا اور سلام کیا تو آپ نے تَبَسَّم تبسُّمَ المغضب ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمالیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم نہ تو میں منافق ہوں اور نہ مجھے ایمان میں تردد ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا ''تعالَ'' کہ یہاں قریب آ جا۔ میں آپؐ کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ آپؐ نے پوچھا ما خَلَّفَک الم تکن قد ابتعت ظھرک کہ تو پیچھے کیوں رہ گیا کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر اس وقت میں کسی دنیا دار کے پاس ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر اس کے غصہ سے بچ جاتا لیکن آپ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر جھوٹ بول کر آپ کو راضی کرلوں تو یقیناً اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے۔ اگر آپ سے صاف صاف عرض کردوں تو آپ کو غصہ آئے گا۔ لیکن امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عتاب کو زائل فرما دے گا۔ اس لیے سچ ہی عرض کرتا ہوں۔ ''واللہ ما کان لی من عذرٍ'' کہ اللہ کی قسم مجھے کوئی عذر نہ تھا جتنا مالدار میں اس زمانہ میں تھا اتنا پہلے کبھی نہ ہوا تھا بس سراسر یہ میری غفلت اور سستی کا نتیجہ ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اما ھذا فقد صدق فقُم حتی یقضی اللہ فیک کہ اس نے سچ کہا ہے اور پھر فرمایا کہ اچھا اٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا۔

میں وہاں سے اٹھا تو لوگوں نے مجھے بڑی ملامت کی کہ اس سے پہلے تو نے کوئی گناہ نہیں کیا اگر تو عذر کر کے حضورؐ سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضورؐ کا استغفار تیرے لیے کافی تھا۔

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی اور بھی شخص ہے کہ جس کی معذرت و توبہ کا معاملہ اس طرح التواء میں رکھا گیا ہو؟ مجھے بتایا گیا کہ تیرے علاوہ دو اور شخص بھی ہیں۔ جنہوں نے اسی انداز میں گفتگو کی اور ان کو بھی یہی جواب ملا۔ ایک ہلال بن اُمیہؓ دوسرے مرارہ بن ربیعؓ۔ میں نے سوچا کہ چلو دو صالح اور بدری صحابہؓ اس معاملہ میں میرے شریک غم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی بہتر فیصلہ فرما دے گا۔

بعد ازاں حضور ﷺ نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت فرما دی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے فاجتنبنا الناس و تغیروالنا لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے۔

اب گویا کہ میرے لیے دنیا ہی بدل گئی۔ حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے۔ درودیوار اوپرے بن گئے۔ مجھے سب سے زیادہ یہ فکر تھا کہ اگر میں اس حال میں مر گیا تو حضور ﷺ میرا جنازہ بھی نہ پڑھائیں گے اور اگر خدانخواستہ حضورؐ کا وصال ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا نہ کوئی میری نماز جنازہ پڑھے گا۔

غرض ہم لوگوں نے پچاس دن اسی حال میں گزارے۔ غم والم کا ایک ایک لمحہ سالوں کے برابر معلوم ہوتا تھا۔

میرے دونوں ساتھی تو شروع سے ہی گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ میں سب سے قوی تھا۔ چلتا پھرتا بازار میں جاتا، نماز میں شریک ہوتا مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا۔

بعض اوقات حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بڑے غور سے دیکھتا کہ آپؐ کے لب مبارک جواب میں ہلے ہیں یا نہیں ھل حرک

شفتیہ برد السلام أم لا؟ نماز کے بعد آپؐ کے قریب ہی کھڑے ہو کر نوافل وغیرہ پڑھتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضورؐ مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں؟

جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو آپؐ میری طرف دیکھ لیتے تھے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو حضورؐ منہ پھیر لیتے تھے۔

غرض یہی حالات گزرتے رہے سب مسلمانوں کی بات چیت کا بند ہونا میرے لیے ناقابل برداشت ہو گیا تو میں ایک دن اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہؓ کی دیوار پر چڑھا۔ وہ میرا چچا زاد بھائی تھا اور مجھ سے دلی محبت بھی رکھتا تھا۔ میں نے جب دیوار پر چڑھ کر اس کو سلام کیا تو **فواللہ ماردّ علی السلام** اللہ کی قسم اس نے میرے سوال کا جواب تک نہ دیا۔ اب تو میری حالت غیر ہو گئی اور میں نے اس سے کہا! کہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ محبت نہیں رکھتا؟ وہ اس کے جواب میں بھی خاموش رہا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی خاموش رہا۔

میں نے تیسری دفعہ قسم دے کر پوچھا تو اس نے کہا **اللہ ورسولہ اعلم** کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں **ففاضت عینای و تولیت** یہ بات سن کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور میں وہاں سے واپس لوٹ آیا۔

انہی دنوں میں میں ایک دفعہ مدینہ منورہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ملک شام سے تجارت کے لیے آنے والا ایک قبطی عیسائی آواز لگا رہا تھا کہ **من یدل علی کعب بن مالک؟** کہ مجھے کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتائے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے اسے میری طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ہے کعب بن مالک۔

وہ میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے دیا۔ میں بڑا

حیران تھا کہ نہ جان نہ پہچان غسان کے بادشاہ کو کیا پڑی کہ مجھے خط لکھے۔ چنانچہ میں نے فوراً وہ خط کھولا اور پڑھا اس کا مضمون یہ تھا۔ اما بعد فانہ قد بلغنا ان صاحبک قد جفاک ولم یجعلک اللہ بدار ھوان ولا مضیعة فالحق بنا نواسک۔ کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے۔ تمہیں اللہ ذلت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ یہ خط پڑھتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کفار مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں کرنے لگے۔ یہ ایک نئی مصیبت آ گئی۔

وہ قبطی کھڑا جواب کا انتظار کر رہا ہے کہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور لے کر چل دیا کہ آ تجھے میں اس خط کا جواب دوں، چلتے چلتے ایک تنور کے پاس کھڑے ہو کر میں نے اس کے سامنے بادشاہ کا وہ خط تنور میں جھونک دیا اور کہا کہ یہی میری طرف سے جواب ہے۔ اپنے بادشاہ کو جا کر بتا دینا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام بکنے والے نہیں۔

پھر میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپ کے اعراض اور بے رُخی کی وجہ سے اب تو میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ کفار بھی مجھ سے اپنی ناپاک امیدیں وابستہ رکھنے لگے ہیں اور مجھے آپؐ کی ذات عالی سے بدظن کر کے میرے خرمن ایمان کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ اسی طرح تقریباً چالیس دن گزرے تھے کہ حضور ﷺ کا قاصد میرے پاس آیا اور کہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم یأمرک ان تعزل امر أتک کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کرلو۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا منشاء ہے؟ اُطَلِّقُھَا اَم مَاذَا اَفْعَلُ کیا اس کو طلاق دے دوں؟ اس نے بتایا کہ نہیں صرف علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اِعتَزِلھَا فلا تقربَنّھا میں نے بسر و چشم اس حکم کو قبول کرلیا اور اپنی بیوی سے جا کر کہہ دیا کہ تو اپنے میکے چلی جا۔ جب تک کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہو وہیں رہنا۔

اسی طرح میرے دوسرے دونوں ساتھیوں کو بھی بیویوں سے علیحدگی کا حکم ملا۔ ہلال بن امیہؓ کی بیوی خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہلال بالکل بوڑھے اور ناتواں شخص ہیں اگر کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں اور آپ کو گرانی نہ ہو تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ولکن لا یقربنک مگر قربت اختیار نہ کریں۔ وہ کہنے لگی کہ اس چیز کی طرف تو ان کا ذرہ برابر بھی میلان نہیں رہا۔ جس دن سے آپ نے اُن سے اعراض فرمایا اس دن سے لے کر آج تک ہمہ وقت روتے ہی رہتے ہیں۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی لوگوں نے مشورہ دیا کہ ہلال کی طرح تو بھی اپنی بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا وہ بوڑھے ہیں میں جوان ہوں نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے اس لیے میں جرأت نہیں کرتا۔ غرض اسی حالت میں دس دن مزید گزر گئے کہ ہم سے ہر قسم کی بات چیت اور میل جول پر پابندی تھی۔

پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں انتہائی غمگین

وحزین بیٹھا ہوا تھا۔ غم وحزن کی وجہ سے حالت یہ تھی کہ ضاقت علی نفسی و ضاقت علیَ الأرض بمار حبت ۔ کہ میری جان مجھ پر گراں تھی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی تھی۔ اور میں حزن و ملال کا پیکر بن چکا تھا کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلانے والے آدمی نے آواز دی یا کعب بن مالک اَبشر کہ اے کعب بن مالک تجھے خوش خبری ہو۔

میں تو اتنی بات سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ کام بن گیا۔ دراصل حضورﷺ نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا جس پر ایک شخص نے فوراً پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دے دی۔

اس کے بعد لوگ ہمیں خوشخبری سنانے کے لیے دوڑ پڑے۔ ایک صاحب جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر میری طرف تشریف لائے اور مجھے یہ عظیم خوشخبری سنائی۔ میں نے فوری طور پر اپنے وجود کے کپڑے اتار کر اس کی نذر کردیے۔ اللہ کی قسم اس دن ان دو کپڑوں کے علاوہ میرے پاس کوئی تیسرا کپڑا نہ تھا۔

واستعرتُ ثوبین فلبستُھا میں نے اپنے پہننے کے لیے دو کپڑے ادھارے مانگ لیے اور رسول اللہﷺ کی خدمت عالیہ میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ لوگ دھڑا دھڑ مجھے مبارکباد دینے کے لیے میری طرف اُٹھنے لگے۔ سب سے پہلے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے لپک کر مجھے مبارکباد دی اور مصافحہ کیا اور یہ مصافحہ ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔

میں نے جب حضورﷺ کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا وھو یبرق وجھہ من السَرور تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی کی وجہ سے کھل رہا تھا بلکہ خوشی ومسرت کے انوارات کی وجہ سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپؐ نے بڑے تپاک سے

میرے سلام کا جواب دیا اور مبارکباد دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اَبشِرُ بخیر یومٍ مَرَّ عَلَیکَ مُنذُ وَلَدَتکَ اُمّکَ ۔ کہ اے کعب جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے آج سے زیادہ خوشی کا دن تیرے لیے کوئی نہیں۔ میں نے عرض کیا أمن عندک یا رسول اللہ ام من عنداللہ؟ کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ قبولیت توبہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپؐ نے فرمایا بل من عنداللہ عزوجلّ کہ تیری توبہ کی قبولیت کا پروانہ بارگاہ ایزدی سے آیا ہے۔

میں وہ منظر ساری عمر نہ بھول سکوں گا کہ جب اللہ کے پیغمبر ﷺ میرے ساتھ یہ گفتگو فرما رہے تھے اور آپ کا رخ انور خوشی اور مسرت کی وجہ سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری ساری جائیداد اور مال و متاع وغیرہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ امسک علیک بعض مالک فھو خیر لک۔ کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رہنے دو اس میں بہتری ہوگی۔ میں نے عرض کیا بہتر ہے خیبر کا حصہ رہنے دیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج مجھے سچ ہی کی وجہ سے نجات ملی ہے اس لیے میں عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ واللہ ما تعمدتُ کذبة منذقلتُ ذالک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یوی ھذا وانی لأ رجوا ان یحفظنی اللہ تعالیٰ فما بقی. کہ اللہ کی قسم میں نے اس دن کے بعد آج تک جھوٹ بولنے کا ارادہ اور خیال بھی نہیں کیا۔ اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آئندہ بھی محفوظ رکھے گا۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی یہ آیات ہمارے ہی معاملہ میں نازل فرمائی ہیں۔

لقد تاب اللّٰہ علی النبی والمھاجرین والأنصار ........انه بهم رؤف رحیم.وعلی الثلاثة الذین خُلفوا حتی اذا ضاقت .......... ان اللّٰہ ھو التواب الرحیم.یا ایھا الذین آمنوا اتقواللّٰہ و کونوا مع الصادقین.

**نتائج:-**

(۱) سُستی اور/غفلت کی وجہ سے جہاد میں نہ جانے کا انجام۔
(۲) صحابہ کرامؓ کی تربیت وتزکیہ کا عجیب انداز۔
(۳) حضرت کعبؓ اور محبت رسولؐ۔
(۴) شاہ غسان کے ارادے اور آپؓ کی استقامت۔
(۵) حضرت کعبؓ اور امتثال امرِ رسولؐ۔
(۶) تنگی اور عسرت کے بعد آسانی اور خوشی کا ملنا۔
(۷) سارا مال صدقہ کر کے مفلس ہو جانا بہتر نہیں ہے۔
(۸) سچ میں نجات ہے اور جھوٹ میں ہلاکت ہے۔

## ۵۸ :- اے آلِ یاسر! صبر کرو۔

حضرت یاسر درحقیقت قحطانی النسل تھے۔ کسی وجہ سے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو یہیں رہائش پذیر ہوگئے۔ ان کی بیوی کا نام حضرت سُمیّہ اور بیٹوں کا نام عمّار اور عبداللہ ہے۔ اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں اس غریب الدیار خاندان نے اسلام قبول کرلیا۔

مکہ مکرمہ میں چونکہ ان کا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہ تھا اس لیے قریش مکہ نے ان پر جی بھر کر مظالم کے پہاڑ ڈھائے۔ عین دوپہر کے وقت تپتی ہوئی زمین پر

لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو لٹا دیا جاتا اور اس قدر پیٹا جاتا کہ یہ بے ہوش ہو جاتے۔

حضرت یاسر اور ان کی بیوی حضرت سمیہ اگرچہ بہت ضعیف اور کبیر السن تھے مگر قوت ایمانی و استقامت کا یہ عالم تھا کہ مشرکین جب طرح طرح کی تکالیف دے کر انہیں جادہ توحید سے ہٹانے کی کوشش کرتے تو ان کا ایک ہی جواب ہوتا اَحَدُ ، اَحَدُ۔ یہی حال ان کے بیٹوں عمار اور عبداللہ کا تھا۔

کبھی اس خاندان کو تپتی ریت پر لٹایا جاتا۔ کبھی پانی میں غوطے دیے جاتے۔ کبھی مار مار کر بے ہوش کر دیا جاتا اور کبھی تو ان کو جلتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا جاتا۔ اس حالت میں ایک دفعہ سرور کائنات ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا تو یہ مظالم دیکھ کر آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آپ نے فرمایا۔

**یا نار کونی بردا و سلاماً علی عمار کما کنت علی ابراھیم.**

اے آگ جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بردو سلام بن گئی تھی اسی طرح مظلوم عمار کے لیے بھی بردو سلام بن جا۔

اسی طرح ایک دفعہ آپؐ نے ایک دفعہ حضرت عمار اور ان کے والدین کو مبتلائے مصیبت میں دیکھا تو فرمایا اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنة کہ اے یاسر کے خاندان صبر کرو تمہارا مقام جنت ہے۔ آپؐ نے دعاء فرمائی اللھم اغفر لآل یاسر وقد فعلت کہ اے اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما دے اور درحقیقت تو نے ان کی مغفرت کر ہی دی۔ حضرت عمار کے بوڑھے والد حضرت یاسر ایک دن یہ ظلم سہتے سہتے بالآخر جان بحق ہو گئے۔ مگر مشرکین کو پھر بھی اس خاندانؓ پر رحم نہ آیا۔ اب حضرت عمارؓ اور ان کی والدہ بوڑھی سمیہؓ کو اتنا مارا جاتا کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور ایک دفعہ تو ابوجہل نے حضرت سمیہ پر اتنا ظلم کیا کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ اور مارتے مارتے جب ان کو قتل کی دھمکی دی

تو حضرت سمیہؓ نے فرمایا

مت غیظا یا عدو الله فقد وعدنا رسول الله بالجنة.

کہ اے دشمن خدا تو غم و غصہ سے مر جا۔ ہمیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے جنت کی بشارت دی ہے۔

انی افضل الموت علی ان انظر الی و جهک.

میں تیرا مکروہ چہرہ دیکھنے پر موت کو ترجیح دیتی ہوں۔ ابو جہل ایک غریب عورت کے منہ سے یہ الفاظ سن کر غصے سے پاگل ہو گیا اور حضرت سمیہؓ کو قتل کرنے کی عجیب ترکیب اپنائی۔

ان کی ایک ٹانگ سے رسی باندھ کر ایک اونٹ کے گلے میں ڈال دی اور دوسری ٹانگ سے دوسری رسی باندھ کر دوسرے اونٹ کے گلے میں ڈال دی اور دونوں اونٹوں کو مخالف سمت میں دوڑایا۔ دیکھتے دیکھتے، حضرت سمیہؓ کے وجود مقدس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ کلمہ پڑھا اور جان اللہ کے سپرد فرما دی اور اسلام میں سب سے پہلی شہید عورت ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔

اسی طرح ابو جہل نے تیر مار کر ان کے فرزند حضرت عبداللہؓ کو بھی شہید کر دیا۔ اب صرف حضرت عمارؓ باقی رہ گئے تھے۔ ان کو اپنی والدہ اور بھائی کی مرگِ بیکسی پر بڑا صدمہ ہوا۔ روتے ہوئے سرورِ عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ سنا کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ اب تو ظلم کی انتہا ہو گئی۔ آپؐ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا "اے اللہ آلِ یاسر کو دوزخ سے بچا"

ابو جہل جب جنگ بدر میں مارا گیا تو آپؐ نے حضرت عمار سے مخاطب ہو کر فرمایا قتل الله قاتل امک آج اللہ تعالیٰ نے تیری ماں کے قاتل کو ہلاک کر دیا۔

**نتائج:-**

(۱) مظلومیت اہل ایمان۔
(۲) ان شدید مظالم میں بھی صبر کی تلقین۔
(۳) حضرت سُمیّہؓ کی شہادت کا عجیب واقعہ۔
(۴) پہلی شہید عورت سُمیّہؓ ہیں۔

## ۵۹ :- یَا رسولَ اللہ! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

رمضان ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا۔ چونکہ اس موقعہ پر مسلمان ابتداً محض قریش کے تجارتی قافلہ کو روکنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ جنگ و جدال اور قتل وقتال کا تو وہم وگمان بھی نہ تھا۔ اس لیے جنگی تیاری کے بغیر عجلت میں صرف تین سو تیرہ آدمی آپؐ کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی بڑی جماعت میں صرف دو گھوڑے ستر اونٹ، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں تھیں۔ اسی طرح کھانے پینے کا بھی خاص سامان پاس نہ تھا۔ تجارتی قافلہ کے سردار ابوسفیان کو جب مسلمانوں کی اس تیاری کا علم ہوا تو اس نے فوراً مکہ مکرمہ قریش کی طرف آدمی روانہ کردیا کہ جلد از جلد اپنے قافلہ کی خبر لیں اور اپنے سرمایہ کو بچانے کی کوشش کریں۔

اس خبر کا پہنچنا تھا کہ تمام مکہ میں ہل چل پڑ گئی۔ قریش نے انتہائی جوش و خروش کے ساتھ ایک ہزار کا جنگی لشکر تیار کیا۔ جو ہر قسم کے ساز وسامان اور جنگی اسلحہ سے لیس تھا اور اس میں تقریباً تمام سرداران قریش شریک ہوئے۔

ابو سفیان تو راستہ بدل کر مسلمانوں کی زد سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا مگر آپؐ جب مقام صفراء پر پہنچے تو آپ کو قریش کے اتنے بڑے جنگی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی۔ اب صورتِ حال بالکل بدل چکی تھی۔ دو ہی صورتیں تھیں یا تو مدینہ منورہ واپس چلے جائیں یا پھر جرأت و ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔

اس موقعہ پر آپؐ نے تمام مہاجرین و انصار کو جمع کر کے ساری صورت حال ان کے سامنے رکھی۔ اور ان سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ نے پر جوش تقریریں کیں اور آپ کو یقین دلایا کہ ہم راہ حق میں اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔ چونکہ یہ تینوں حضرات مہاجر تھے اس لیے آپ انصار مدینہ کا منشاء بھی معلوم کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ بیعت کے وقت انصار مدینہ نے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ ہم مدینہ سے باہر جا کر بھی دشمن سے لڑیں گے۔ اس لیے آپ نے ارشاد فرمایا اَشیرو اعلی ایھا الناس اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ سردار انصار سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس بلیغ اشارہ کو سمجھ گئے اور فوراً اٹھ کر عرض کیا۔

یارسول اللّٰہ قد آمنابک و صدقناک و شھدنا ان ما جئت بہ ھو الحق و اعطیناک علیٰ ذالِک عھودنا و مواثیقنا فامض یارسول اللّٰہ لما اردت فنحن معکَ وصل من شئت واقطع من شئتَ و سَالِم من شئت وعاد من شئت وخذ من اموالنا ما شئتَ و اعطنا ما شئت فوالذی بعثک بالحق لواستعرضت بنا ھذا البحر لخضناہ معک۔

اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور جو کچھ آپ لائے ہیں اس کے حق ہونے کی گواہی دی۔ ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں۔ آپ کی جو منشاء اور مرضی ہو اس پر عمل کیجئے ہر صورت ہم

آپ کے ساتھ ہیں۔آپ جس سے چاہیں تعلقات قائم کریں اور جس سے چاہیں تعلقات توڑ دیں۔ جس سے چاہیں صلح کریں جس سے چاہیں دشمنی کریں ۔ ہمارے مال میں سے جتنا چاہیں لے لیں جتنا چاہیں ہمیں دے دیں ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں ۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے ۔اگر آپ ہمیں اس سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت سعدؓ کے یہ جذبات سن کر انتہائی مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت کے ساتھ فتح عطاء فرمائیگا۔

**نتائج:۔**

(۱) صحابہ کرامؓ کا جذبہ جہاد۔

(۲) حضرت سعدؓ کا مقام اور جذبہ جہاد و ندویت۔

(۳) مال و اسباب کی کمی بزدلی کی وجہ نہ بنے۔

## ۶۰ :- ہم اصحاب موسیٰؑ نہیں ہیں۔

اسی غزوہ بدر کے موقع پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے اپنے جذبات کا اظہار اس طرح فرمایا۔

امض یارسول اللہ لما امرک اللّٰہ فنحن معک واللّٰہ لا نقول کما قال اصحاب موسیٰ لموسیٰ " اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون"۔ واللّٰہ لنقاتلن عن یمینک و شمالک ومن بین یدیک ومن خلفک ولو خضت بحراً لخضناہ معک ولو علوتَ جبلاً لعلوناہ معک ولو ذھبت بنا برک الغماد لتابعناک.

یا رسول اللہ ﷺ جس چیز کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ اس کو انجام دیجیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم ہم اصحاب موسیٰ (بنی اسرائیل) کی طرح ہرگز نہ کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب خود جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ اللہ کی قسم ہم آپ کے دائیں اور بائیں ہو کر لڑیں گے۔ آپؐ کے آگے اور پیچھے سے بھی لڑیں گے۔ اگر آپ ہمیں لے کر سمندر میں کود جائیں تو ہم ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ اگر پہاڑوں پر چڑھنے کا حکم دیں تو چڑھ جائیں گے۔ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک لے جائیں تو ہم آپ کی اتباع کریں گے۔

**نتائج**

(۱) اصحاب موسیٰ واصحاب محمدؐ کا فرق۔

(۲) صحابہ کرامؓ کا جذبہ فدویت۔

(۳) حضرت مقدادؓ کا مقام و مرتبہ۔

## ۶۱ :- یہ باغ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مایہ ناز صحابی حضرت ابو طلحہؓ ایک دفعہ اپنے ایک انتہائی پسندیدہ باغ میں نماز ادا کر رہے تھے۔

آپ کا باغ اتنا خوبصورت اور گنجان تھا کہ ایک پرندہ جب باغ کے درختوں میں آ گیا تو اس کو نکلنے کا راستہ نہ مل سکا۔ پرندہ کبھی ادھر جاتا اور کبھی اُدھر۔ آپ نے حالت نماز میں جب یہ منظر دیکھا تو خیال ادھر چلا گیا۔ اور نماز کی رکعات بھول گئے۔

اس بات کا دل پر بڑا اثر ہوا کہ ایک باغ کی خوبصورتی کی وجہ سے میری توجہ بارگاہ ایزدی سے ہٹ گئی۔ فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ۔ کہ تم اس وقت تک نیکی حاصل نہ کر سکو گے جب تک اپنی محبوب چیزیں اللہ کے راستے میں خرچ نہ کر دو۔ تو یہ باغ مجھے میرے سارے اموال میں سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ آپ گواہ رہیں کہ میں نے یہ سارا باغ اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔

(اس باغ کی جگہ موجودہ مسجد نبوی کے اندر ہے)۔

**نتائج**

(۱) نماز کی قدر و قیمت۔

(۲) محبوب چیز اللہ کے راستہ میں دینی چاہیے۔

(۳) حضرت ابو طلحہؓ کا مقام۔

## ۶۲ :- بیٹی آخر بیٹی ہے

ربیع الثانی ۹ھ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں تقریباً دوسو آدمی قبیلہ طے کے بت ''فُلس'' کو منہدم کرنے کے لیے بھیجے۔

انہدام بت خانہ کا عمل بخوبی انجام پایا اور اس قبیلہ کے کچھ آدمی اور مویشی گرفتار ہوئے۔ ان قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی ''سفانہ'' بھی تھی۔ جب کہ اس کا بھائی عدی بن حاتم ملک شام کی طرف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

صحابہ کرامؓ ان قیدیوں کو مدینہ منورہ لائے اور مسجد کے قریب ان کو اتار دیا گیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دور سے دیکھا کہ ایک لڑکی برہنہ سر کھڑی ہے۔ فوراً اپنی چادر مبارک اتاری اور ایک صحابی کو فرمایا کہ یہ چادر جا کر اس لڑکی کے سر پر دے دو۔

صحابہ کرامؓ بڑے حیران ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ یہ آپ کی مبارک چادر ہے اور وہ عورت تو کافرہ اور مشرکہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بیٹی آخر بیٹی ہے چاہے کسی کافر کی کیوں نہ ہو۔

بعدازاں وہ لڑکی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کرنے لگی کہ میں مشہور سخی سردار حاتم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ بڑا سخی تھا۔ وہ لوگوں پر انتہائی مہربان تھا۔

میرا باپ تو فوت ہوگیا ہے اور جو میرا خبر گیر تھا وہ فرار ہوگیا ہے۔ آپ میرے اوپر احسان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے گا۔ آپؐ نے پوچھا کہ تیرا خبر گیر اور سرپرست کون تھا۔ عرض کرنے لگی کہ میرا بھائی عدی بن حاتم تھا۔

آپؐ نے اس بچی کی درخواست پر اسے نہ صرف آزاد فرما دیا۔ بلکہ اسے زادِ راہ، سواری اور کچھ جوڑے بھی دیے اور اُسے بخیریت گھر پہنچانے کے لیے صحابہ کرامؓ کو ساتھ بھیجا۔

سفانہ جب گھر پہنچی تو بھائی بڑا حیران ہوا کہ تو اکیلی کیسے آ گئی۔ اس نے سارا حال بتایا کہ مجھے تو اس طرح آزادی ملی اور اس طرح مجھے چھوڑنے کے لیے دو آدمی آئے۔

اب بھائی شدید پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ تو سفر میں کتنے دنوں تک غیروں کے ساتھ رہی۔ سفر میں دن بھی گزرے اور راتیں بھی گزریں۔ اغیار کے

ہاتھوں سے کیا تیری عزت و ناموس تو بچ گئی؟ سفانہ نے جواب دیا کہ مجھے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ۔ تیری حویلی اور چاردیواری کے اندر میری عزت اتنی محفوظ نہیں تھی جتنی محمدؐ کے صحابہؓ کے ہاتھوں میں محفوظ رہی۔

بعد ازاں سفانہ ہی کے مشورہ پر اس کا بھائی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوا۔

**نتائج:-**

(۱) بیٹی کا مقام۔

(۲) آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

(۳) صحابہ کرامؓ کی عفت و پاکیزگی۔

## ۶۳ :- ہمیں نانا کے زمانے کی اذان سناؤ۔

ہجرت کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی اور اذان کی ابتداء ہوئی تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اذان دینے کی خدمت حضرت بلالؓ کے سپرد فرمائی۔

آپؓ کی آواز انتہائی بلند اور دلکش تھی اور اس میں ایسی تاثیر تھی کہ جو سنتا والہانہ انداز میں مسجد کی طرف چل پڑتا

۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو اس وقت بھی آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دیں۔

۱۱ھ میں جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا تو حضرت بلالؓ پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آپؓ کی جدائی اور فراق برداشت نہ کر سکے اور منبر و محراب نبوی خالی دیکھ کر آنسو ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ دل میں یہی سوچتے کہ جب

وہ شمع ہی نہ رہی جس کا میں پروانہ ہوں تو میری زندگی کس کام کی؟ وفات نبویؐ کے بعد اذان کہنے کی تو جرأت ہی نہ کر سکے۔ بار بار یہی خیال آتا کہ پہلے تو اذان دیتا تھا تو رحمت عالم ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لے آتے تھے۔ اب میں اذان دوں گا تو آپؐ تو تشریف نہیں لائیں گے۔ محراب خالی پڑا رہے گا۔ یہی تصور ان کے جان لیوا تھا۔

چنانچہ خلیفہ رسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اجازت لی کہ میں بقیہ زندگی جہاد میں گزارنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ میرا ساتھ چھوڑ کر کہیں نہ جاؤ۔ مجھے اب آخری عمر میں آپ کی شدید ضرورت ہے۔ حضرت بلالؓ نے سوال کیا کہ اے خلیفہ رسول! کیا آپ نے مجھے خدا کے لیے آزاد کیا تھا یا اس لیے کہ میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں محض اللہ کے لیے آزاد کیا تھا۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا تو پھر مجھے جہاد پر جانے کی اجازت دے دیں تو حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دے دی۔

بہرحال حضرت بلالؓ شام جانے والے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اور مدتوں جہاد میں شریک رہے۔ دور فاروقی میں بیت المقدس کے فتح ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے ہی اذان دلائی۔

شام کے معرکوں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت بلال نے وہیں ایک گاؤں ''خولان'' میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ایک رات خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپؐ نے فرمایا کہ اے بلال تو نے ہمارے ہاں تو آنا ہی چھوڑ دیا! اس خواب نے اس عاشق صادق کا دل و دماغ جھنجوڑ دیا۔

آتش فراق بھڑک اٹھی اور بے تابانہ مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔ اہل مدینہ کو جب پتہ چلا کہ بلال آ رہے ہیں تو شاندار استقبال کیا اور جب روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو صبر و قرار کا یارا نہ رہا اور فراقِ محبوب میں اس قدر روئے کہ دیکھنے والے بھی آنسو ضبط نہ کر سکے۔

بعد ازاں اہل مدینہ نے خواہش ظاہر کی کہ اذان دیں مگر آپؓ نے انکار کر دیا۔

حتیٰ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو خلیفہ وقت تھے نے بھی فرمایا تو معذرت کر لی کہ میرے اندر یہ ہمت نہیں ہے۔ لوگوں نے حسنین کریمین (حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ) سے عرض کیا۔

جب یہ دونوں شہزادے تشریف لائے تو حضرت بلالؓ نے اپنے محبوب کے جگر گوشوں کو سینہ سے لگایا اور ان کا منہ اور سر چوما۔ اور دیر تک ان سے والہانہ انداز میں ملتے رہے۔ ان دونوں نے فرمائش کی کہ ”بابا بلال ہمیں نانا کے زمانہ والی اذان سناؤ“۔

حضرت بلالؓ ان کی فرمائش کیسے ٹال سکتے تھے حامی بھر لی کہ کل فجر کی اذان انشاء اللہ کہوں گا۔ فجر ہوئی تھی مسجد نبوی کی چھت پر اذان کے لیے کھڑے ہو گئے۔ سارا مدینہ ان کی اذان سننے کے لیے دوڑ آیا۔ اذان شروع فرمائی اور اللہ اکبر کہا تو سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور مبارک لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جب آپؓ نے روضہ اقدس کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے اشھدان محمدا رسول اللہ کہا تو پردہ نشین خواتین بھی بے تاب ہو کر گھروں سے باہر نکل آئیں۔ صحابہ کرامؓ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دھاڑیں مار

مار کر رونے لگے اور ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی چیخیں نکل گئیں اور بلک بلک کر رونے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ ﷺ کا آج ہی وصال ہوا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ میں ایسا دلدوز اور پراثر منظر آج تک کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ حضرت بلالؓ نے خود بھی روتے روتے بمشکل اذان مکمل کی۔

آپ نے ۲۰ھ میں دمشق میں وصال فرمایا۔

**نتائج:۔**

(۱) فراق نبوی میں صحابہ کرامؓ کا حال۔

(۲) حضرت بلالؓ کا عشقِ رسولؐ۔

(۳) جہاد افضل ترین عبادت ہے۔

## ٦٤ :۔ اِس تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟

غزوہ اُحد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک تلوار اپنے دست مبارک میں لے کر ارشاد فرمایا۔

من یأخذ ھذا السیف بحقہ کہ یہ تلوار کون لے گا؟ اور اسکا حق کون ادا کرے گا۔ سب صحابہ کرامؓ اشتیاق سے آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ گویا کہ ہر ایک اس تلوار کا متمنی ہے مگر جب آپ کے الفاظ پر غور کیا کہ یہ تلوار لے کر کون اسکا حق ادا کرے گا تو ٹھٹک کر رہ گئے۔

حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا وما حقہ یا رسول اللہ کہ اے اللہ کے رسول اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے

ارشاد فرمایا کہ "اس تلوار سے کسی مسلمان کو نہ مارنا اور اسے لے کر کسی کافر سے مت بھاگنا"، تلوار ٹوٹتی ہے تو ٹوٹ جائے مگر دشمن پر لگاتار برستی رہے۔

آپؓ نے عرض کیا کہ میں اس کا حق ادا کرنے کے لئے تیار ہوں، پھر آپؐ نے وہ تلوار حضرت ابو دجانہؓ کو دے دی۔

آپؓ نے وہ تلوار لینے کے بعد اپنے معمول کے مطابق سُرخ عمامہ سر پر باندھا اور اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے۔ پیغمبر ﷺ نے جب دیکھا تو فرمایا کہ ایسی متکبرانہ چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ لیکن ایسے موقعہ پر کچھ حرج نہیں ہے۔

حضرت ابو دجانہؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔

انا الذی عاهد نی خلیلی و نحن بالسفح لدی النخیلِ
ان لا اقوم الدهر فی الکیولِ اضرب بسیف الله والرسولِ

میں وہ ہوں جس سے میرے محبوب نے عہد لیا ہے۔ اس حال میں کہ ہم لوگ پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب ہیں۔ وہ عہد یہ ہے کہ میں زندگی بھر پیچھے کی صف میں کھڑا نہ ہوں گا۔ اللہ اور اس کے رسول کی تلوار سے وار کرتا ہی رہوں گا۔

حضرت ابو دجانہؓ صفوں کو چیرتے ہوئے چلے جاتے تھے جو مشرک ان کے سامنے آتا تلوار سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے۔ مشرکین کا ایک زبردست جنگجو جو سرتا پا زرہ پوش تھا اور مسلمانوں پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ مسلمان اس کے حملوں سے پریشان تھے کہ حضرت ابو دجانہؓ نے لپک کر اس کے کندھے پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

اسی اثناء میں ابو سفیان کی بیوی ہندہ آپ کے سامنے آ گئی۔ آپؓ نے

آگے بڑھ کر تلوار اس کی گردن پر رکھ دی۔ اس نے چیخ ماری اور اپنے مددگاروں کو پکارا مگر اس کی مدد کے لیے کوئی نہ آیا۔ آپؓ نے تلوار اس کی گردن سے ہٹا لی اور واپس آ گئے۔

بعد میں ساتھیوں نے سوال کیا کہ تم نے اس عورت کو قتل کیوں نہ کیا؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ایک بے سہارا عورت پر چلاؤں۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت ابودجانہؓ کی بہادری۔

(۲) جنگ میں اکڑ کر چلنا جائز ہے۔

(۳) جنگ میں عورت کو مارنا بزدلی ہے۔

## ۶۵ :- تیری جُدائی کا غم ہمیشہ رہے گا

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ خدا کی قدرت کہ چاروں لڑکیاں بڑی ہوئیں، بیاہی گئیں۔ مگر دونوں بیٹے بچپن ہی میں وفات پا گئے۔

آپ ﷺ کی زندگی کے بالکل آخری سالوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک فرزند عطاء فرمایا۔ آپ کو اس بیٹے کی پیدائش پر بڑی خوشی ہوئی۔ اپنے جدامجد حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا۔ اس کے عقیقے میں دو مینڈھے ذبح کرائے۔ سر کے بالوں کے برابر چاندی تول کر صدقہ کی گئی۔ اور عوالی مدینہ میں رضاعت کے لیے ایک دائی کے سپرد فرمایا۔

آخری عمر میں ملنے والے اس بچے کے ساتھ آپ کا غیر معمولی پیار ہونا ایک فطری امر تھا۔ کبھی کبھی وہاں تشریف لے جاتے اور گود میں لے کر پیار کرتے۔ کبھی اپنی ناک مبارک اس پر رکھ کر دیر تک سونگھتے اور فرماتے کہ اللہ نے آخری عمر میں مجھے یہ پھول سا بچہ عطاء فرمایا ہے۔

خدا کی قدرت کہ پندرہ سولہ مہینے صحیح و سالم رہ کر یہ بچہ شدید بیمار ہوگیا۔ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو مطلع کیا گیا تو آپ فوراً چند صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر عوالی مدینہ میں پہنچ گئے۔ اس وقت بچے پر عالم نزع طاری تھا۔ سانس رک رک کر آ رہا تھا۔ آپؐ نے فوراً اپنے بچے کو گود میں اٹھالیا اور **فجعلت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذرفان** آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگیا۔ صحابہ کرامؓ نے حیران ہوکر پوچھا **وانت تبکی یا رسول اللہ!** کہ اے اللہ کے رسول آپ خود بھی رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا "**انھا رحمۃ**" کہ یہ تو رحمت کے آنسو ہیں اور یہ رونا ناجائز نہیں ہے۔ ناجائز تو واویلا کرنا، سینہ کوبی کرنا اور طمانچہ زنی ہے۔

اس نازک موقعہ پر صحابہ کرامؓ بھی آنسو ضبط نہ کر سکے۔ آپؐ نے فرمایا۔

**ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضیٰ بہ ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون.**

اے میرے بیٹے ابراہیم تیری جدائی میں میری آنکھیں روتی رہیں گی اور میرا دل غمگین رہے گا۔ مگر ہماری زبان سے وہی بات نکلے گی جو اللہ تعالےٰ کو پسند ہے۔

اے ابراہیم ہم تیری جدائی میں بہت افسردہ اور غمگین ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس دن آپ کے لخت جگر ابراہیم کا انتقال

ہوا اتفاقاً اسی دن سورج گرہن ہوا۔ عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ سورج گرہن اسی دن ہوتا ہے جس دن کوئی بڑا شخص مرتا ہے۔ آپؐ نے اس عقیدہ فاسدہ کی تردید کے لیے اسی دن صحابہ کرامؓ کو خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا۔ ان الشمس والقمر آیا تان من آیات اللہ لا ینخسفان لموت احدٍ ولا لحیاتہٖ کہ سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ان کے گہن لگنے کا تعلق نہ تو کسی کی موت سے ہے اور نہ زندگی سے ہے۔ فاذا رأیتموھا فکبّروا وادعوا اللہ وصلوا وتصدقوا جب ایسی صورت حال دیکھو تو اللہ تعالےٰ کی عظمت وکبریائی بیان کرو اوراس سے دعاء مانگو اور نماز پڑھو اور صدقہ دو۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت ابراہیمؓ سے آپ کا پیار ومحبت۔

(۲) مصیبت میں آنسو آجانا خلاف صبر نہیں ہے۔

(۳) سارا اختیار اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ مختار کل وُہی ہے۔

(۴) اتنی بڑی مصیبت کے دن بھی آپ نے لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی فکر فرمائی۔

## ٦٦ :- اللہ نے جو کچھ لے لیا وہ اُسی کا تھا۔

حدیث شریف کی کتب میں اسی سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ آپ کی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بیٹا ایک دفعہ سخت بیمار ہوگیا۔ حتیٰ کہ اس کے بچنے کی امید نہ رہی۔

حضرت زینبؓ نے اس مشکل ترین وقت میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلوا بھیجا کہ اَنَّ ابنی قداحتضر فا شھدنا کہ میرے بیٹے پر عالم نزع طاری ہے۔آپ تشریف لائیں۔

آپؐ نے اس پیغام لانے والے کو واپس بھیجا اور فرمایا کہ جا کر میری بیٹی زینبؓ کو یہ پیغام دے دینا ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شئی عندہ باجل مسمی فلتصبرو لتحتسب کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ لے لے وہ اس کا ہے اور جو کچھ عطاء کر دے وہ بھی اسی کا مال ہے۔اور ہر چیز کی اس کے ہاں ایک میعاد مقرر ہے۔پس تجھے چاہیے کہ صبر کر اور اللہ سے اجر کی امید رکھ۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ تعزیتی کلمات سن کر پھر آدمی بھیجا کہ میرے والد گرامی کو قسم دینا کہ وہ ضرور تشریف لائیں۔چنانچہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام چند احباب کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

فرفع الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصبیّ فاقعدہ فی حجرہ ونفسہ تقعقع. موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا وہ بچہ آپ کے ہاتھوں میں دے دیا گیا۔آپؐ نے اس کو اپنی رحمت والی گود میں لے لیا۔حالت یہ تھی کہ بچے کا سانس اکھڑ چکا تھا۔یہ منظر دیکھ کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ففاضت عیناہ یہ آنسو دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا ماھذا کہ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے جواباً فرمایا ھذہ رحمۃ جعلھا اللہ تعالیٰ فی قلوب عبادہ۔

کہ یہ تو رحمت اور محبت ہے۔جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قلوب میں رکھ دیا ہے۔چنانچہ وہ بچہ آپ کے ہاتھوں میں آپ کی گود میں وفات

پا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

**نتائج:۔**

(۱) اللہ نے جو کچھ لے لیا وہ اسی کا تھا۔

(۲) تعزیت کے عجیب الفاظ۔

(۳) بوقت مصیبت آنسو آ جانا صبر کے منافی نہیں ہے۔

(۴) سارا اختیار اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہی ہے۔ مختار کل وہی ہے۔

## ۶۷ :۔ میں بھی وُہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔

۸ھ میں قریش مکہ نے مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی ہر طرح سے امداد کی، ہتھیار بھی دیے اور لڑنے کے لیے آدمی بھی دیے، اس طرح انہوں نے خود ہی حدیبیہ کا معاہدہ عملاً توڑ دیا۔ بنو خزاعہ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ساری روئداد سنائی تو آپ نے قریش مکہ کے سامنے تین باتیں رکھیں (۱) یا تو مقتولین کی دیت دی جائے (۲) یا پھر بنو نفاثہ کے عہد سے علیحدہ ہو جائیں (۳) یا پھر معاہدہ حدیبیہ کے فسخ کا اعلان کر دیں۔

قریش مکہ نے جوش میں آ کر آخری شرط کا اعلان کر دیا۔ کہ ہم معاہدہ حدیبیہ کے فسخ پر راضی ہیں۔

قاصد کے روانہ ہونے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی۔ تجدید صلح کے لیے

ابوسفیان کو بھیجا۔ لیکن اس کا آنا بے سود ثابت ہوا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو مکہ کی تیاری، سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے کا حکم دے دیا۔

القصہ آپؐ رمضان المبارک ۸ھ میں دس ہزار قدوسیوں کی جماعت لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ کے چچا حضرت عباسؓ بمعہ اہل وعیال مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آتے ہوئے ملے۔ آپؐ نے انھیں بھی لشکر اسلام میں شریک فرما لیا اور ان کا سامان وغیرہ مدینہ منورہ بھجوا دیا۔

سفر کرتے کرتے جب آپؐ مرالظہران کے مقام پر اُترے تو ابوسفیان جو لشکر اسلام کا جائزہ لینے کے لیے آئے تھے گرفتار ہوئے اور بالآخر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سمجھانے پر اسی موقعہ پر اسلام قبول کر لیا۔

ابوسفیانؓ کی عزت افزائی کے لیے آپ نے اہل مکہ کے لیے اعلان کر دیا کہ **من دخل دار ابی سفیان فھو آمن** کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے امن ہے بعد میں اسی اعلان میں توسیع کر کے فرمایا کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اُسے بھی امن ہے۔ بلکہ فرمایا کہ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے اس کے لیے بھی امن ہے۔

مقام مرالظہران سے روانہ ہوتے وقت ابوسفیانؓ نے جب پہاڑ پر کھڑے ہو کر لشکر اسلام کی شان وشوکت دیکھی تو دنگ رہ گیا۔ مختلف قبائل اور ان کے مختلف الگ الگ جھنڈے دیکھ کر حضرت عباسؓ سے کہنے لگا کہ تمہارے بھتیجے کی بادشاہی کے کیا کہنے! حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے۔

انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آپؓ نے جب ابو سفیان کو دیکھا تو جوش میں آ گئے اور نعرہ لگا دیا الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة کہ آج بدلے کا دن ہے اور آج کعبہ میں قتل وقتال حلال ہوگا۔

ابوسفیان یہ نعرہ سن کر گھبرا گیا اور جب رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہ نے یوں کہا ہے۔

آپؐ نے جواباً فرمایا یا ابا سفیان کذب سعد کہ اے ابوسفیان سعد نے غلط کہا ہے۔ الیوم یوم المرحمة یعز اللّٰه فیه قریشا یعظم اللّٰه فیه الکعبة ویوم تکسی فیه الکعبه کہ آج تو مہربانی اور رحمت کا دن ہے۔ آج قریش کی تذلیل کا دن نہیں ہے بلکہ آج اللہ تعالےٰ قریش کو عزت بخشے گا۔ آج کا دن کعبہ کی عظمت وعزت کی بحالی کا دن ہے نہ کہ پامالی کا۔ آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔

ابوسفیان بعجلت مکہ پہنچا اور اہلِ مکہ کو پرامن رہنے کی تاکید کی۔

آپؐ ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک مقام کداء کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ مقام کداء وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر حج کے لیے آواز لگائی تھی۔ واذن فی الناس بالحج یا توک رجالاً الخ میں اسی پکار کا ذکر ہے۔

داخلہ کے وقت کعبۃ اللہ کا پورا پورا احترام مدنظر رکھا گیا۔ اس دن آپ نے سر پر سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ ناقہ پر سوار تھے۔ تواضع سے گردن اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوہ کی لکڑی سے مس کر رہی تھی۔ اور آپ کی زبان پر سورۃ فتح کی آیات تھیں۔

یغضی حیاءً و یُغضیٰ من مهابته کا منظر تھا۔ اور آپ کی نظر

مبارک اس پر تھی کہ ایک وہ وقت بھی تھا کہ میں نے اسی شہر سے انتہائی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں ہجرت کی تھی۔ دشمنوں سے گریزاں یہاں سے نکلا تھا اور آج وہ وقت آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اعانت ونصرت سے اسی شہر میں دس ہزار قدوسیوں کے لشکر کے ساتھ فاتحانہ انداز میں داخل ہورہا ہوں۔ اس لیے آپ سجدہ شکر بجالاتے ہوئے سورۃ فتح اور سورہ نصر پڑھتے ہوئے داخل ہوئے۔

آپ مکہ مکرمہ میں جب تشریف لائے تو چاشت کا وقت تھا۔ سب سے پہلے اپنی چچازاد بہن ام ھانی بنت ابی طالب کے گھر جا کر غسل کر کے آٹھ رکعات نماز نفل (صلاۃ الفتح) ادا کی۔

پھر شعب ابی طالب میں جہاں آپ کا خیمہ نصب تھا وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں سے سیدھے مسجد حرام میں تشریف لائے۔ صحن کعبہ میں جو تین سو ساٹھ بت نصب تھے ان کو گرایا۔ اس طرح کہ ایک ایک بُت کی طرف چھڑی سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور زبان سے آیت **جاء الحق و زھق الباطل** پڑھتے جاتے تھے اور وہ بت منہ کے بل اوندھے گرتے جاتے تھے۔

پھر آپؐ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ طواف سے فارغ ہوکر عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کنجی لی اور بیت اللہ کا دروازہ کھلوایا۔ بیت اللہ میں داخل ہوکر اسے بتوں سے پاک کیا اور اُس کی دیواروں پر بنی ہوئی تصاویر کو آب زمزم سے دھو کر صاف کیا اور نماز ادا کی۔

کعبۃ اللہ کے تمام گوشوں میں پھر کر اللہ اکبر کی صدائیں لگائیں۔ فارغ ہوکر باب کعبہ پر تشریف لے آئے جبکہ کلید کعبہ آپؐ کے ہاتھ میں تھی۔ آپؐ نے دیکھا کہ مسجد حرام لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے اور مجرمین منتظر ہیں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ اسی وقت آپ نے یہ خطبہ دیا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ صدق وعدہ و نصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ الخ. کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس نے آج اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور دشمن کی تمام جماعتوں کو تنہا شکست دی۔ اسی خطبہ میں آپؐ نے فرمایا۔

یامعشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالآباء الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب.

اے گروہ قریش آج اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلیت کی نخوت و غرور اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو باطل کر دیا۔ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے تھے۔

پھر آپؐ نے قریش سے سوال کیا۔ یا معشر قریش ماترون انی فاعل بکم اے گروہ قریش میری نسبت کیا خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

اس وقت وہ سب چہرے آپ کے سامنے تھے جنہوں نے پچھلے بیس سالوں سے ظلم و ستم کی انتہاء کر رکھی تھی ۔ مکہ مکرمہ میں مظالم کے پہاڑ گرانے والے، پھبتیاں کسنے والے، گالیاں دینے والے، بچیوں کو طلاقیں دلوانے والے، تین سال تک شعب ابی طالب میں قید رکھنے والے، قتل و قید کے منصوبے بنانے والے، ہجرت مدینہ پر مجبور کرنے والے، بدر واحد و خندق میں مقابلہ میں آنے والے۔ سب آپ کے سامنے تھے۔ جب آپ نے یہ سوال کیا تو قریش کی نظروں میں پچھلے بیس سالوں کا اپنا کیا ہوا ظلم و ستم گھومنے لگا اور وہ سوچنے لگے کہ آج اگر ہمیں قیدی بنالیا جائے یا ہمیں غلام اور ہماری عورتوں کو باندیاں بنا کر تقسیم کیا جائے یا بیچ دیا جائے تو اسے کوئی غلط نہیں کہے گا۔ حتیٰ کہ اگر ہمیں ملک بدر کر دیا

جائے یا ہم سب کا یہاں خون بہادیا جائے تو جو کچھ ہم نے کیا ہے تو اس کے مقابلہ میں یہ ہیچ ہے۔

آپ نے سوال کیا بتاؤ آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ مجمع میں سے کسی نے کہا اَخ کریم وابن اخٍ کریم کہ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں (خون کے پیاسے آج مطلب برآری کے لیے بھائی کہنے لگے) ہمارے ساتھ اچھا ہی سلوک فرمائیں۔ کسی نے کہا اِفْعَلْ بنَا مَا اَنْتَ اهلُه' و لا تفعل بنا ما نحنُ اهلُه '۔ کہ ہمارے ساتھ وہ سلوک فرمائیں جو آپ کے شایان شان ہو اور وہ سلوک نہ فرمائیں جس کے ہم سزاوار ہیں۔ ایک کونے سے آواز آئی۔ تَاللهِ لَقد آثرَک اللهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لخَاطِئِين کہ اللہ کی قسم آج اللہ نے آپ کو ہمارے اوپر فضیلت دے دی ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں۔

(یہ وہی جملے ہیں جو برادران یوسفؑ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے معذرت کرتے ہوئے کہے تھے)۔ جب قریش مکہ نے اس طرح کے کلمات کہے تو رحمۃ للعالمین نے جواباً ارشاد فرمایا۔ فَاِنّی اَقُولُ لَكُمْ كَما قَالَ أخي يوسفَ لِأ خُوَتِهِ لا تَثْرِيْبَ عَليكُمُ الْيَومَ اِذْهبُوا فَأنتم الطُّلَقَاءُ.

میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ تم پر آج کوئی ملامت اور عتاب نہیں۔ جاؤ میری طرف سے تم سب آزاد ہو۔

سب کو آزادی کا پروانہ دے کر بیت اللہ کی چابی پھر عثمان بن طلحہ کو مرحمت فرمادی۔

**نتائج:۔**

(۱) فتح مکہ کے حالات۔

(۲)　رحمۃ للعالمین کی شان رحمت۔

(۳)　اشارے سے بتوں کے گرنے کا معجزہ۔

(۴)　قریش مکہ کی عقلمندی و ذہانت۔

(۵)　ابوسفیان کا ایمان لانا۔

## ۶۸ :- اللہ کا نبی خائن نہیں ہوتا۔

فتح مکہ کے دن اگرچہ آپ نے عفو عام کا اعلان فرما دیا تاہم چند خاص مجرمین ایسے بھی تھے جو اس معافی کے لائق نہ تھے۔ یہ لوگ بارگاہ نبوی میں غایت درجہ گستاخ اور دریدہ دہن تھے۔ ان کے متعلق حکم ہوا کہ جہاں کہیں مل جائیں قتل کر دیے جائیں۔ أینما ثقفوا اُخذوا و قتلوا تقتیلاً یہ تقریباً پندرہ سولہ آدمی تھے۔

ان میں سے ایک عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی تھا۔ یہ پہلے مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آیا تھا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اتنی عزت دی کہ کاتب وحی بنایا لیکن یہ پھر مرتد ہوکر کفار سے جاملا۔ اس کے متعلق حکم ہوا کہ یہ اگر غلاف کعبہ میں بھی لپٹا ہوا ملے تو اسے قتل کردو۔ کیونکہ اس نے اسلام کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔

یہ شخص فتح مکہ کے دن بھاگ گیا اور کمال عیاری سے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی پناہ لے لی۔ حضرت عثمانؓ نہایت نرم دل تھے انہوں نے پناہ دے دی۔ اس نے کہا میں توبہ کرتا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے میری سفارش کردو۔ حضرت عثمان غنیؓ سفارش پر تو راضی نہ ہوئے لیکن آپ کی خدمت میں بچا کر لے آئے۔

اس نے حضورﷺ سے عرض کیا کہ ہاتھ بڑھائیے میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ خاموش رہے اور منہ پھیر لیا۔ دوبارہ عرض کیا تو آپ نے پھر بھی اعراض اور سکوت فرمایا۔ اسی طرح اس نے کئی بار عرض کیا تو آپ نے بیعت لے لی۔ بعد میں آپ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم میں کوئی بھی سمجھدار نہ تھا؟ جب میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ روک لیا اور خاموش رہا تو تم نے اُٹھ کر اس کو قتل کیوں نہ کر دیا۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہﷺ اگر آپ آنکھ سے ذرہ برابر اشارہ کر دیتے تو ہم اس کی گردن فوراً اُڑا دیتے۔

آپؐ نے فرمایا کیسی بات کرتے ہو اللہ کا نبی خیانت نہیں کرتا کہ آنکھوں سے اشارے کرتا پھرے ماكان لنبی ان یکون له خائنة الأعين نبیؐ کی یہ شان کے مناسب ہی نہیں کہ وہ بظاہر کچھ ہو اور آنکھ سے کچھ اشارے کرے۔ اللہ کا نبی ظاہراً و باطناً ایک ہوتا ہے۔ بس اس کا نصیب تھا بچ گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) مرتد کی سزا قتل ہے۔

(۲) نبی کے لیے اشارہ بازی زیبا نہیں۔

(۳) فتح مکہ کے موقعہ پر مجرمین خاص کے لیے خصوصی حکم۔

## ۶۹ :۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔

اسی موقعہ پر آپؐ نے وحشی بن حرب کا خون بھی مباح قرار دیا۔ اس نے غزوہ اُحد میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب چچا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کیا تھا۔

صرف شہید کرنے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ آپ کے چہرے کو بگاڑ دیا' ناک' کان' ہونٹ' آنکھیں وغیرہ سب کاٹ دیے اور چہرے پر اتنی ضربیں لگائیں کہ شناخت ناممکن ہوگئی بلکہ پیٹ چاک کر کے اعضائے رئیسہ نکال کر ان کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ لڑائی کے بعد جب پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے چچا کی لاش کی یہ حالت دیکھی تو بے اختیار آنسو رواں ہوگئے اور فرمایا کہ اگر صفیہ (حضرت حمزہ کی بہن) کے حزن و ملال کا رنج و غم نہ ہوتا تو میں تمہیں اسی طرح چھوڑ دیتا کہ درند پرند تجھے کھاتے اور پھر قیامت کے دن تم انہیں کے شکم سے اُٹھتے۔

اسی جگہ کھڑے کھڑے آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر خدا نے مجھے کافروں پر غلبہ دیا تو تیرے بدلے ستر کافروں کو قتل کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

**وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين (سورة نحل).**

کہ اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو اتنا ہی لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو البتہ یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔ آپؐ نے بحکم الٰہی صبر کو اختیار فرمایا اور قسم کا کفارہ دے کر اپنا ارادہ فسخ فرما دیا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ کی لاش دیکھ کر رسول اکرم ﷺ بے اختیار اتنے روپڑے کہ ہچکی بندھ گئی اور فرمایا **سيد الشهداء عند الله يوم القيامة حمزه** کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہؓ ہوں گے۔ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو اتنی بڑی اذیت دینے والا یہ وحشی فتح مکہ کے

موقعہ پر قتل کے خوف سے بھاگ گیا۔

لیکن کافی عرصہ کے بعد جبکہ آپ مدینہ منورہ میں تھے۔ اس نے پیغام بھیجا کہ میں اسلام لانا چاہتا ہوں۔ اسلام کی حقانیت میرے اوپر واضح ہو چکی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اس وحشی کے بارے میں کہ جس نے اسلام لانے پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ آپ کا کیا حکم ہے تو آپؐ نے فرمایا دعـــوہ فلاسلام رجل واحد احب الیّ من قتل الف کافر کہ ایک شخص کا مسلمان ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

وحشی کو جب یہ پیغام ملا تو کہنے لگا انی ارید الاسلام ولکن منعنی من الاسلام آیۃ انزلھا اللہ علیک "والذین لا یدعون مع اللہ الھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا با لحق ولا یزنون. ومن یفعل ذالک یلق اثاماً یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا" (الفرقان)

کہ میں تو اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں مگر قرآن کریم کی ایک آیت مجھے اسلام قبول نہیں کرنے دیتی کہ وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰـــہ کو نہیں پکارتے اور جس جان کا مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر اور زناء بھی نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ جہنم کی وادی میں گرایا جائے گا۔ قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

وحشی نے مزید کہا کہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں مشرک بھی ہوں، قاتل بھی ہوں، زانی بھی ہوں میں نے تو یہ تینوں گناہ کر لیے ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید کے اندر اتنی بڑی وعید سنائی گئی ہے۔ اس لیے میں اب

اسلام قبول کر کے کیا کروں گا۔

وحشی کا یہ پیغام جب دربار رسالت میں پہنچا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توقف کیا۔ اللہ تعالےٰ نے وحشی کی سچی طلب پر اگلی آیت بطور استثناء کے بھیج دی۔

**اِلا من تاب و آمن و عمل عملا صالحاً فأولئک یبدل اللّٰہ سیئاتھم حسنات و کان اللّٰہ غفورا رحیما.**

مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو خدا تعالےٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالےٰ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحشی کے خط کے جواب میں یہ آیت بھیج دی کہ اللہ تعالےٰ نے تیری خاطر استثناء کر دیا ہے۔

وحشی نے جب یہ آیت پڑھی تو پھر لکھ بھیجا کہ **یا محمد ان فی ھذہ الآیۃ شروط** کہ اے محمد ﷺ اس آیت میں تو شرطیں رکھی گئی ہیں کہ رحمت ومغفرت اس کے لیے ہے جو توبہ بھی کرے، ایمان بھی لائے اور ساری عمر اعمال صالحہ بھی کرتا رہے۔ یہ معاملہ تو بڑا سخت ہے کہ سب اعمال صالحہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں تو ان شرطوں کی وجہ سے ڈر گیا ہوں۔

جب اس کا یہ خط پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پڑھ کر تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی تو اللہ تعالےٰ نے اوپر سے یہ آیت نازل فرما دی۔ **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء**

کہ اللہ تعالےٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

آپؑ نے جواباً یہ آیت اس کی طرف لکھوا کر بھیجی۔ یہ آیت پڑھ کر وحشی کہنے لگا۔ ان فی ھذہ الآیۃ اختصاصا کہ اس میں تو مغفرت کو اس کی مشیت کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے کہ جس کو چاہے گا معاف کردے گا۔ پتہ نہیں وہ کس کے لیے چاہے گا اور کس کے لیے نہیں چاہے گا۔

وحشی کا جب یہ اعتراض آپؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے اُوپر سے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم. (الزمر)

کہ اے پیغمبرؐ میری طرف سے لوگوں سے کہہ دو کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو بخش دے گا۔ اور وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت جب اس کی طرف لکھ کر بھیجی تو کہنے لگا کہ اب بات بنی ہے۔ اور پھر مدینہ منورہ میں بارگاہِ رسالت میں اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپؐ نے سوال کیا کہ تو نے ہی حمزہ کو قتل کیا تھا؟ وحشی نے جواب دیا نعم والحمد للہ الذی اکرمہ بیدی ولم یھنی بیدہ۔ ہاں اللہ کا شکر ہے کہ جس نے حضرت حمزہ کو میرے ہاتھ سے شہادت کی عزت عطاء فرمائی اور مجھے ان کے ہاتھ سے ذلیل نہ کیا۔ یعنی اگر میں بحالت کفران کے ہاتھ سے مارا جاتا تو میرے لیے ہمیشہ کے لیے ذلت ہی ذلت تھی۔

بعدازاں آپ نے وحشی سے حضرت حمزہؓ کے قتل کا پورا واقعہ دریافت کیا تو وحشی نے نہایت شرمندگی کے ساتھ تعمیل ارشاد میں سارا واقعہ عرض کردیا۔

آپؐ نے اس کا اسلام تو قبول کرلیا مگر فرمایا کہ اگر ہوسکے تو میرے

سامنے نہ آیا کرو اس لیے کہ تمہیں دیکھ کر چچا کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے۔ وحشیؓ کو چونکہ آپ کو ایذا پہنچانا مقصود نہ تھا۔ اس لیے جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو پس پشت بیٹھتے وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتے کہ کسی طرح اس کا کوئی کفارہ ادا کروں۔

چنانچہ اس کے کفارہ میں اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو اسی نیزہ سے مار کر واصل جہنم کیا۔ اور جس طرح حضرت حمزہؓ کو ناف پر نیزہ مار کر شہید کیا تھا۔ مسیلمہ کذاب کو بھی اسی طرح ناف ہی پر نیزہ مار کر قتل کیا۔

وحشیؓ کہا کرتے تھے **قتلت خیر الناس فی الجاهلیة وقتلت شر الناس فی الاسلام** ۔ کہ میں نے اگر دور جاہلیت میں ایک بہترین شخص کو قتل کیا تو دور اسلام میں بدترین شخص کو قتل کر کے اس کی مکافات کر دی۔

**نتائج:۔**

(۱) شہادت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔
(۲) حضرت حمزہ سید الشہداء ہیں۔
(۳) اس موقعہ پر بھی بدلہ لینے کی بجائے صبر کی تلقین فرمائی گئی۔
(۴) ایک آدمی کے اسلام قبول کرنے کی کتنی اہمیت ہے۔
(۵) وحشی کی طلب پر اللہ تعالےٰ بار بار قرآن نازل کرتا رہا۔
(۶) اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

## ۷۰ :- یہ تو ہم میں سے بدترین آدمی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام جن کا اصل نام حصین تھا۔ بنو قینقاع کے رئیس تھے اور مدینہ منورہ میں تورات کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اس کے علاوہ ان کو انجیل پر بھی عبور حاصل تھا۔ چونکہ انہوں نے تورات میں نبی آخرالزمان ﷺ کی نشانیاں پڑھی تھیں ۔ اس لیے ان کی آرزو تھی کہ کاش وہ اس خیرالرسل کا زمانہ پائیں اور ان کے جمال جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن کریں۔

۱۳ نبوی میں جس وقت رحمت عالم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو عبداللہ بن سلام اپنے باغ میں تھے۔ انھیں جب آپ کی آمد کی خبر ملی تو انتہائی مسرور ہوئے۔ جلد ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا چہرہ دیکھتے ہی فیصلہ کرلیا۔ ان ھذا الوجہ لیس بوجہ کاذب کہ یہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔

دل میں پختہ یقین ہوگیا کہ یہی نبی آخرالزمانؐ ہیں۔ مزید اطمینان کے لیے آپؐ سے چند سوالات پوچھے جن کا جواب نبی مرسل کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔

(۱) علامات قیامت میں پہلی علامت کونسی ہے؟

(۲) اہل جنت کو کھانے کے لیے پہلی چیز کیا ملے گی؟

(۳) بچہ کبھی ماں کی شکل پر اور کبھی باپ کی شکل پر کیوں ہوتا ہے؟

جب آپؐ نے ان تینوں سوالوں کے مکمل اور شافی جواب دے دیے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ بے اختیار پکار اٹھے اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک

رسول اللہ۔

قبول اسلام کے بعد حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی قوم (یہود) کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں۔ میری قوم مجھے عالم بن عالم بھی تسلیم کرتی ہے اور میرا بے حد احترام کرتی ہے۔ لیکن مجھے علم ہے کہ میری قوم کے لوگ سخت مفتری اور کذاب ہیں۔ آپ یہاں سر برآوردہ یہودیوں کو بلائیے میں پوشیدہ ہو جاؤں گا پھر آپ ان سے میرے قبول اسلام کا ذکر کئے بغیر میری بابت دریافت فرمائیے۔ آپؐ نے اسی وقت سر برآوردہ یہود کو بلوا بھیجا اور ان سے فرمایا کہ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام دین حق ہے۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میری دعوت قبول کرو۔ رؤسائے یہود نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپؐ نے ان سے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیسے آدمی ہیں۔

یہود فوراً بولے خیرنا وابن خیرنا سیدنا وابن سیدنا و افقھنا وابن افقھنا کہ وہ ہم میں سب سے اچھے ہیں اور سب سے اچھے کے فرزند ہیں۔ وہ ہمارے سردار اور مخدوم ہیں اور ہمارے سردار اور مخدوم کے بیٹے ہیں۔ ہم میں ان کے برابر کوئی عالم اور فقیہ نہیں ہے اور اس کا باپ بھی بہت بڑا عالم اور فقیہ تھا۔

آپؐ نے پوچھا اچھا اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو کیا تم ان کی تقلید کرو گے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ لیکن اگر وہ آپ کو سچا نبی تسلیم کر لیں تو شاید ہم بھی مان ہی لیں۔

اب آپؐ نے عبداللہ بن سلامؓ کو آواز دی جو مکان کے ایک گوشہ میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے اور

مقتدیوں سے کہا کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں ان پر ایمان لے آؤ۔ یہ سن کر ان کے مقتدی مشتعل ہو گئے اور انہی قدموں پر کھڑے کہنے لگے۔

شرّنا وابن شرّنا کہ یہ تو ہماری جماعت کا بدترین آدمی ہے اور بدترین آدمی کا بیٹا ہے۔ واَجھلنا وابن اجھلنا اور ہم میں سے سب سے بڑا جاہل اور بے علم ہے اور سب سے بڑے جاہل اور بے علم کا بیٹا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے اس قوم کی حالت دیکھ لی۔ مجھے ان کی اسی افتراء پردازی کا خطرہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام حُصین کی بجائے عبداللہ رکھا اور اسی نام سے انہوں نے شہرت پائی۔ آپ کا انتقال ۴۳ھ میں (بعہد حکومت سیدنا معاویہؓ) مدینہ منورہ میں ہوا۔

**نتائج:-**

(۱) آپ کی نشانیاں تورات وانجیل میں مذکور ہیں۔

(۲) آپ کا چہرہ بھی آپ کی صداقت کی واضح دلیل تھا۔

(۳) یہودیوں کی حالتِ زار اور افتراء پردازی۔

(۴) عام مقتدیوں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

## ۷۱ :- اگر تو بسم اللہ کہتا تو فرشتے تجھے اُٹھا لیتے۔

غزوہ اُحد کے موقع پر جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک گڑھے میں گر گئے تو حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے آپ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ رسول

اللہ ﷺ پر کفار اس وقت شدید حملے کر رہے تھے۔ آپ ﷺ بار بار فرماتے تھے اَلا رجلٌ لھوَ لاء کہ ان کفار سے میرا دفاع کون کرے گا؟ حضرت طلحہؓ فرماتے ''اَنــا'' کہ میں دفاع کروں گا۔ اس دن آپ کا دفاع کرتے ہوئے حضرت طلحہؓ کو تقریباً ستر سے زیادہ زخم آئے۔ صحابہ کرامؓ فرماتے تھے کان ذالک الیوم کله لطلحه کہ یہ دن تو سارا طلحہؓ کے لیے رہا۔ حضرت طلحہؓ نے دشمن کے بہت سے وار اپنے ہاتھ پر روکے حتیٰ کہ آپ کا ہاتھ شل ہوگیا اور آپ کی انگلیاں کٹ گئیں اس وقت بے اختیار منہ سے نکلا ''حَس''۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لوقلت بسم الله لرفعتک الملائکة والناس ینظرون الیک حتی تلج بک فی جو السماء کہ اگر تو حس کی بجائے بسم اللہ کہتا تو فرشتے تجھ کو اٹھا کر لے جاتے اور لوگ تجھے دیکھ رہے ہوتے یہاں تک کہ فرشتے تجھے اٹھا کر جو سماء میں گھس جاتے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت طلحہؓ کی بہادری اور جرأت۔
(۲) عین مصیبت کے وقت بھی کمزوری کا کلمہ زبان سے نکلے۔
(۳) غزوہ اُحد کے واقعات۔

## ۷۴:۔ لوگ بھیڑ بکریاں لے جائیں اور تم اللہ کے رسولؐ کو گھر لے جاؤ۔

غزوہ حُنین میں قبیلہ ہوازن وثقیف نے کمین گاہوں سے نکل کر اچانک مسلمانوں پر جب تیروں کی بارش شروع کر دی تو مسلمانوں پر سراسیمگی پھیل گئی۔

اور پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

وضاقت عليكم الأرض بمارحبت ثم وليتم مدبرين (توبه)

اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تمہارے اوپر تنگ ہوگئی پھر تم پشت پھیر کر بھاگنے لگے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اس وقت صرف چند گنتی کے آدمی رہ گئے۔ آپؐ نے بار بار پکار کر فرمایا لوگو ادھر آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ آپ اس وقت یہ بھی فرما رہے تھے۔

انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب کہ میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔ اللہ نے جو وعدہ میرے ساتھ کیا ہے۔ اس میں جھوٹ کا امکان نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اس وقت آپؐ نے انصار کو بھی بلایا یا معشر الأنصار اے گروہ انصار ادھر آؤ۔ اس آواز کا انصار کے کانوں تک پہنچنا تھا کہ یکدم سب پلٹ کر پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور اس طرح بے جگری سے لڑے کہ جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہوں نے مال اسباب چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اس جنگ میں بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

لڑائی کے بعد آپؐ نے جب ان غنائم کو تقسیم فرمایا تو فتح مکہ کے موقعہ پر داخلِ اسلام ہونے والے معززین قریش جن کے دلوں میں ابھی تک ایمان مکمل طور پر راسخ نہ ہوا تھا کو آپؐ نے بہت سے انعامات دیے، کسی کو دو سو اونٹ، کسی کو تین سو اونٹ دیے۔ الغرض آپ نے جو کچھ دیا اشراف قریش کو دیا۔ انصار کو کچھ نہ دیا۔

اس موقعہ پر انصار کے بعض نوجوانوں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو خوب انعامات دیے اور ہمیں کچھ نہیں دیا حالانکہ ہماری

تلواروں سے اب تک خون ٹپک رہا ہے۔ بعض نے کہا کہ مشکلات اور شدائد میں تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور مال غنیمت دوسروں پر تقسیم کردیا جاتا ہے۔ آپ کو جب اس کی اطلاع ملی تو ایک چرمی خیمہ نصب کرا کر اس میں انصار کا اجتماع بلایا اور فرمایا کہ یہ کیا باتیں میں سُن رہا ہوں؟ کیا تم نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں؟

انصار نے جواب دیا کہ آپ نے جو سنا وہ صحیح ہے مگر یہ باتیں ہم میں سے ذمہ دار لوگوں نے نہیں کیں البتہ کچھ نوجوانوں نے یہ فقرے کہے ہیں۔ اس وقت آپؐ نے انصار کے سامنے ایک بلیغ خطبہ دیا اور فرمایا اے گروہ انصار! کیا یہ سچ نہیں کہ تم لوگ پہلے گمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت نصیب فرمائی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے اور ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں متحد کردیا ار تمہارے دل ملا دیے۔ تم مفلس، تنگ دست اور کنگال تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں آسودہ حال اور مالا مال کردیا۔

ہر سوال کے جواب میں انصار عرض کرتے کہ آپ نے جو فرمایا بالکل بجا اور درست ہے۔ بے شک اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے۔

آپؐ نے اب کلام کا رخ بدلتے ہوئے فرمایا۔ اے گروہ انصار! بے شک تم میری باتوں کا یہ جواب دے سکتے ہو کہ اے محمد ﷺ جب لوگوں نے تجھے جھٹلایا ہم نے تیری تصدیق کی۔ جب تو بے یارو مددگار تھا ہم نے تیری مدد کی اور تجھے پناہ دی۔ جب تو بے سہارا تھا ہم تیرا سہارا بنے۔ جب تو مفلس تھا تو ہم نے تیری غمگساری کی۔ اگر تم جواب میں یہ کہتے جاؤ تو میں تسلیم کرتا جاؤں گا کہ یہ سب کچھ سچ ہے۔

اے گروہ انصار! میں نے اس دنیائے دوں کا کچھ متاعِ قلیل اور دراھم معدودہ چند لوگوں کو تالیف قلب کے لیے دے دیے اور تمہارے اسلام و ایمان پر

بھروسہ کر کے تمہیں چھوڑ دیا۔

قریش کے جانی و مالی نقصان کی تلافی کے لیے اور ان کے دلوں کو اسلام سے مانوس کرنے کے لیے یہ سامان میں نے ان کو دے دیا۔ کیا تم اس بات سے کبیدہ خاطر ہو گئے ہو؟

اے گروہ انصار! میں تمہاری بے مثل قربانیوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا فوالذی نفسی بیدہ لولا الھجرۃ لکنت امرءً ا من الانصار اللہ کی قسم اگر ہجرت امر تقدیری نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ہوتا۔ مزید فرمایا کہ لواَن الانصار سلکوا وادیاً و شِعباًلسلکتُ فی وادیٔ الأنصار کہ اگر لوگ ایک گھاٹی کو چلیں اور انصار دوسری گھاٹی کو تو میں انصار کی گھاٹی کو اختیار کروں گا۔

اَوَلاترضون ان یرجع الناس باالشاۃ والبعیر الیٰ بیوتھم وترجعون برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی بیوتکم کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال غنیمت کے طور پر اونٹ بکریاں لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ؟

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ انصار کی چیخیں نکل گئیں۔ روتے روتے ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے۔ رضینا برسول اللہ حظاً و نصیباً ہم راضی ہیں کہ اللہ کے رسول ہمارے حصے میں آ گئے۔

اس موقعہ پر آپ نے انصار کو دعاء دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا اللھم ارحم الأنصار وابناء الانصار وابناء ابناء الأنصار ۔ اے اللہ انصار پر رحمت فرما ان کی اولاد پر بھی رحمت فرما اور ان کی اولاد کی اولاد پر بھی رحمت فرما۔ اس کے بعد مجمع برخواست ہو گیا۔

**نتائج:-**

(۱) غزوہ حنین میں انصار کی قربانیاں۔

(۲) دنیا کا مال و دولت کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

(۳) انصار کی فضیلت اور عظمت کا بیان۔

(۴) پیغمبر علیہ السلام ﷺ کی خطابت کی ایک جھلک۔

## ۷۳ :- جعفر تو جنّت میں محوپرواز ھے۔

۸ھ میں آپؐ نے مختلف امراء وسلاطین کے نام دعوتی خطوط ارسال فرمائے تو شام کے گورنر شرحبیل غسانی کی طرف بھی ایک خط ارسال فرمایا۔ حضرت سیدنا حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ جب یہ نامہ مبارک لے کر موتہ کے مقام پر پہنچے تو شرحبیل نے ان کو قتل کرا دیا۔

اس کا بدلہ لینے کے لیے آپ نے تین ہزار کا ایک لشکر موتہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اپنے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر لشکر ہوں گے اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن ابی رواحہؓ امیر لشکر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمانوں کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں امیر بنالیں۔

شرحبیل نے اس لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لیے ایک لاکھ سے زیادہ تربیت یافتہ فوج جمع کر لی اور ایک لاکھ فوج لے کر ہرقل روم خود بلقاء پہنچ گیا۔

مسلمانوں کو جب علم ہوا کہ دو لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر جرار ہم تین ہزار مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے جمع ہو چکا ہے تو باہم مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ فیصلہ یہی ہوا کہ قلت و کثرت کو نہ دیکھو ہم تو دین اسلام کی سربلندی کے لیے نکلے

ہیں اور راہ خدا میں شہادت کے متلاشی ہیں۔ دونوں سعادتوں میں سے ایک سعادت تو انشاء اللہ ضرور ملے گی یا فتح ملے گی یا پھر شہادت۔

موتہ کے میدان میں دونوں فوجیں سامنے آئیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پا پیادہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

ان کی شہادت کے بعد حضرت جعفرؓ علم اسلام لے کر آگے بڑھے۔ دشمنوں نے جب ہر طرف سے گھیر لیا اور گھوڑا زخمی ہو گیا تو پا پیادہ لڑنا شروع کر دیا اور زبان پر یہ رجز جاری تھا۔

یا حبذا الجنة واقترابها — طيبة و بارداً شرابها

والروم روم قددنا عذابها — کافرة بعيدة انسابها

عليّ اذلاقيتها ضِرابها

جنت اور اس کا قرب کتنا پاکیزہ اور پسندیدہ ہے۔ جنت کا پانی کتنا ٹھنڈا ہے۔ اور رومیوں کا عذاب کتنا قریب آ گیا ہے۔ یہ کافر ہیں اور نسباً ہم سے دور ہیں۔ مقابلہ کے وقت ان کا مارنا میرے اوپر فرض اور لازم ہو چکا ہے۔

رومیوں نے جب حضرت جعفرؓ کی بہادری اور جرأت دیکھی کہ یہ ایک ہی آدمی گویا کہ ایک عظیم لشکر کی جگہ لیے کھڑا ہے۔ تو ان پر ہر طرف سے حملے سخت کر دیے اور ان کو گھیرے میں لے لیا۔ اور ان کے دائیں ہاتھ کو کہ جس میں علم اسلام تھا قطع کر دیا۔ آپ نے بازو کے کٹنے کی پرواہ نہ کی اور علم اسلام کو فوراً بائیں ہاتھ میں لے لیا فضربوها هي الأخرىٰ ۔ دشمن نے وار کر کے یہ دوسرا ہاتھ بھی قطع کر دیا۔

جب دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا تو آپؓ نے جھنڈا اپنے سینہ سے چمٹا کر کٹے ہوئے بازؤں سے تھام لیا۔

فاحتضن الرأية بعضديه خوفاً من ان تقع علی الأرضِ.

یہاں تک کہ آپ اسی طرح مردانہ وار لڑتے لڑتے سینہ پر نوے سے زیادہ زخم کھا کر شہید ہو گئے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ان کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا۔

اثابه اللّٰه بجنا حين فی الجنة يطير بها مع الملائكة حيث شاءَ.

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ان کو جنت میں دو پر عطاء فرمائے ہیں جن سے وہ جنت میں اللہ کے فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کا لقب پڑ گیا جعفر ''طیار'' رضی اللہ عنہ یعنی اُڑنے والے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب ان کے بیٹے کو سلام کرتے تو یوں فرماتے۔ السلام عليک يا ابن ذی الجُناحين کہ اے دو پروں والے شہید کے بیٹے سلام ہو تجھ پر۔

**نتائج:۔**

(۱) اپنے مقتول کا بدلہ لینا غیرت ایمانی ہے۔

(۲) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا مقام عالی اور جرأت وبسالت۔

(۳) شہید جنت میں زندہ ہیں۔

(۴) علمِ اسلام کی اہمیت۔

## ۷۴ :- لڑکے کا کان سچّا تھا۔

غزوہ بنی مصطلق ۵ھ سے واپسی پر جب ایک پانی کے چشمے پر ایک مہاجر اور انصاری میں معمولی تنازعہ ہوا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور انصار کو اشتعال دلاتے

ہوئے کہا لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الأذل کہ مدینہ منورہ پہنچ کر ہم ان ذلیل مہاجرین کو اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ گویا کہ اپنے آپ کو باعزت اور مہاجرین کو (بشمول سید الانبیاءؑ) ذلیل کہہ دیا۔

عبداللہ بن ابی کے یہ جملے ایک نوجوان لڑکے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن لیے اور بڑے حیران ہوئے کہ اس شخص نے کتنی گھٹیا اور گستاخانہ بات کہی ہے۔ چنانچہ فوراً اپنے چچا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔

انہوں نے جا کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساری صورت حال سے آگاہ فرمایا۔ آپؐ نے لڑکے کو بلوا بھیجا اور اس سے سارا واقعہ سُنا پھر آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلوایا اور اس سے بات کی۔ عبداللہ بن ابی تو فوراً مکر گیا اور قسمیں اٹھا اٹھا کر تسلّی دینے لگا۔ رسول اللہ ﷺ سے اپنے عشق و محبت و فدویت کا اظہار کرنے لگا۔

حضرت زید بن ارقمؓ باوجود سچا ہونے کے اس کے سامنے مرعوب سے ہوگئے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ بھی عبداللہ بن ابیؒ کی باتوں سے متاثر ہوگئے۔ آپؐ نے حضرت زید بن ارقم سے فرمایا یا غلام لعلک غضبت علیه او لعلک اخطأ سمعک؟

کہ اے بچے شاید تو ان بابا جی سے کسی سابقہ ناراضگی کا بدلہ لے رہا ہے۔ یا شاید تجھے سننے میں اشتباہ ہو گیا ہو۔ انہوں نے کچھ اور کہا ہو اور تو کچھ اور سمجھا ہو۔

حضرت زید بن ارقمؓ نے سادگی سے جواب دیا والله لقد سمعته منه۔ اللہ کی قسم میں نے اسی شخص کے منہ سے یہی جُملے سنے ہیں نہ میں شخص کو بھولا ہوں نہ ان جملوں کو۔

حضرت زیدؓ خود فرماتے ہیں کہ اس کی باتوں اور قسموں سے متاثر ہوکر فکذب بنی رسول الله صلى الله عليه وسلم وصدقه فأصابني هم لم يصبني مثله قط (بخاری)

کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دے دیا اور عبداللہ بن ابی کو سچا قرار دے دیا۔ اس وجہ سے مجھے اتنا شدید غم ہوا کہ زندگی بھر ایسا نہ ہوا ہوگا۔

حضرت زیدؓ بے چارے تو مارے شرم کے گھر سے نکلنے سے بھی رہ گئے اور ہر وقت روتے رہتے تھے اور سوچتے تھے کہ صحابہ کرامؓ کیا کہیں گے کہ یہی وہ نا ہنجار لڑکا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جھوٹ بولا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے چچا نے بھی ان کو ملامت کی کہ تو نے مجھے بھی مجلس نبوی میں شرمندہ کیا۔

حضرت زیدؓ نے روتے ہوئے جواب دیا یا عم والذی نفسی بیده لقد سمعته ولو سمعت من ابی لقلت ذالک الی رسول الله صلی الله علیه وسلم چچا جان مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے اس شخص کی زبان سے یہ جملے اپنے ان کانوں سے سنے ہیں اگر میں اپنے باپ سے بھی یہ جملے سنتا تو پھر بھی رسول اللہ ﷺ کو ضرور بتاتا۔

وانی لأرجو ان ینزل الله علی رسوله ما یصدق حدیثی.

مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری تصدیق فرمائے گا اگرچہ تم لوگوں نے میری تکذیب کر دی۔

اس واقعہ کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقون نازل فرما دی۔ اذاجاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسوله والله یشهد ان المنافقین لکاذبون.

اے پیغمبر ﷺ جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں

کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ آپ درحقیقت اس کے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالےٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔

اسی سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے عبداللہ بن ابی کے وہ جملے بھی بعینہ نقل کر کے اس کی اطلاع آپؐ کو دے دی۔

**یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الأذل.**

منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زید بن ارقم کو بلوایا اور فرمایا۔ ان اللہ قد صدقک یا زید کہ اے زید اللہ تعالےٰ نے تیری تصدیق کر دی۔

حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ اس موقعہ پر جتنا میں خوش تھا اس سے زیادہ شاید رسول اللہ ﷺ مسرور تھے۔ آپؐ نے میرا کان پکڑ کر پیار سے مروڑا اور فرمایا وعت اذنک یاغلام اے بچے تیرا کان سچا نکلا وصدق اللہ حدیثک اور اللہ نے تیری تصدیق فرما دی۔

**نتائج:۔**

(۱) منافقین کی سرگرمیاں۔

(۲) حضرت زید بن ارقمؓ کا مقام۔

(۳) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حاضر ناظر اور غیب دان نہیں ہیں۔

(۴) سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

# ۷۵ :- میں یہ سننے کے لیے بھی تیار نہیں

ایک دفعہ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا۔ اور انہیں بڑی سخت سزائیں اور تکالیف دے دے کر ان سے سوال کرتا تھا۔ ھل تشھد انی رسول اللہ کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت حبیبؓ جواب دیتے ''لا اسمع'' کہ میں یہ سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں۔ مُسیلمہ پھر سوال کرتا وھل تشھد ان محمدا رسول اللہ؟ کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں؟ آپؓ جواب دیتے ''نعم'' یعنی ہاں۔

آخر کار مسیلمہ کذاب نے ان کے وجود کا ایک ایک عضو کاٹنا شروع کردیا۔ اور ہر عضو کے کاٹنے کے بعد یہی دو سوال پوچھے جاتے۔ آپؓ ہر مرتبہ یہی جواب دیتے۔ حتی استشھد فی سبیل اللہ یہاں تک آپ نے جام شہادت نوش کرلیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے عہد خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں مسیلمہ کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجا تو حضرت حبیب کی والدہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب انصاری رضی اللہ عنہا ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلامی لشکر میں شمولیت کی اجازت مانگی ۔ حضرت ابوبکرؓ نے بطیب خاطر اجازت مرحمت فرمادی۔

اس لڑائی میں یہ عورت اتنی بہادری سے لڑی کہ مرد بھی حیران رہ گئے۔ تقریباً گیارہ مرتبہ اس نے مسیلمہ پر حملے کیے۔ تلوار، نیزہ، تیر ہر ہتھیار کو استعمال

کیا مگر پیچھے نہ ہٹی۔ حتیٰ کہ ان حملوں میں اس عورت کا ہاتھ بھی کٹ گیا اس کے باوجود یہ آخر تک ثابت قدمی سے لڑتی رہی۔

بعد از لڑائی حضرت ابوبکرؓ خود بنفس نفیس اس مجاہدہ کی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے مجاہدانہ کارناموں پر اس کی تعریف فرمائی۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت حبیبؓ کی استقامت اور جرأت۔

(۲) ایک عورت کے مجاہدانہ کارنامے۔

(۳) حضرت ابوبکرؓ کے ہاں ایک مجاہدہ کی قدر و قیمت۔

(۴) بوقت ضرورت عورت بھی جنگی خدمات انجام دے سکتی ہے۔

## ۷۶ :۔ میں عمرؓ کے لیے تو نہیں لڑ رہا۔

حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے جرنیل اور عظیم سپہ سالار تھے۔ بہادر اتنے تھے کہ ایک دفعہ ساٹھ ہزار کے مقابلہ میں صرف ساٹھ آدمی طلب کیے۔ جنگ کی منصوبہ بندی اور حکمت عملی میں یکتا تھے۔ تقریباً ایک سو پچیس جنگوں میں حصہ لیا اور کبھی شکست نہ کھائی۔ اللہ تعالےٰ نے گویا فتح ان کے مقدر میں لکھ دی تھی۔ حتیٰ کہ جنگ اُحد میں کفار کی طرف سے لڑتے ہوئے بھی فاتح ہی رہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ موتہ کے وقت ان کی جرأت و عزیمت دیکھ کر انہیں سیف اللہ کا لقب عطاء فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی بڑی بڑی جنگوں میں حصہ لیا۔ جس لشکر کے سپہ سالار آپ ہوتے وہ فتح سے ہی سرفراز ہوتا۔ لوگوں میں

ان کو حاصل ہونے والی مسلسل فتوحات کی وجہ سے ایک اعتقاد سا بن گیا کہ شاید یہ فتوحات خالد بن ولیدؓ ہی کی وجہ سے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دور رس نگاہ اس خطرہ کو بھانپ گئی کہ لوگ بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے کے خالد بن ولید پر بھروسہ رکھتے ہیں اور مسبب الاسباب سے نظر ہٹا کر اسباب پر نظر رکھنے لگے ہیں۔ حالانکہ فتح اور شکست تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ یرموک کی لڑائی جاری تھی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے۔ مسلمانوں کی فوجیں لڑائی کے انتہائی نازک مراحل میں تھیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔

آپؓ نے فوری طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کے احکامات صادر فرمائے اور ایک قاصد کو یہ حکم نامہ دے کر بھیجا۔ قاصد جب لڑائی کے میدان میں پہنچا تو لوگوں نے بڑا پوچھا کہ کون سا حکم لے کر آئے ہو؟ لیکن اس نے کچھ نہ بتایا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو مل کر انہیں وہ رقعہ دے دیا۔

آپؓ نے رقعہ کھولا تو اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کی جانکاہ خبر تھی۔ اور خالد بن ولیدؓ کی معزولی اور ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی تقرری کے احکامات تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے آنسو ضبط کر لیے اور لوگوں کو کچھ نہ بتایا جو پوچھتا فرماتے خیر ہے کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

آپ جانتے تھے کہ اگر یہ خبر لشکرِ اسلام میں پھیل جائے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا ہے تو لشکر کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے۔ مسلمان صدمہ سے نڈھال ہو جائیں گے اور فوری طور پر امارت تبدیل کر دی جائے تو بھی

سنگین صورت حال پیدا ہوسکتی ہے۔آپ نے اس خط کو چھپائے رکھا اور بدستور لڑائی جاری رکھی ۔ایک تلوار کی بجائے آپ کے پاس اس دن دوتلواریں تھیں جن سے بیک وقت لڑ رہے تھے۔

مسلمانوں کو بار بار آپ جہاد کے لیے ابھار رہے تھےاور فرمارہے تھے۔ اخلصوا جهادكم وارضوا الله بعملكم کہ اللہ کی رضا، کے لیے پورے خلوص کے ساتھ جہاد کرو۔حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمادی۔اس کے فوراً بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے فيؤدى له تحية الجندى المخلص المطيع اور انہیں ایک مطیع اور مخلص اور ماتحت لشکری کی طرح ملے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ان کے حوالے کردیا۔

یہ دن واقعی حضرت خالد بن ولیدؓ کے لیے ایک عجیب دن تھا کہ آناً فاناً ایک عظیم لشکر کے سپہ سالاری کے عہدے سے گر کر ایک عام سپاہی کی حیثیت میں آگئے۔لیکن آپؓ نے پھر بھی اس کا برا نہیں منایا۔حضرت عبیدہ بن جراحؓ کی ماتحتی میں ایک عام لشکری کی طرح پورے خلوص اور وفاداری کے ساتھ آخر دم تک لڑتے رہے۔

لوگوں نے حیران ہوکر پوچھا کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود آپ پھر بھی اسی طرح لڑ رہے ہیں۔آپؓ نے جو جواب دیا وہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے فرمایا انى لا اقاتل لأجل عُمرؓ ولكنى اقاتل لرب عُمرؓ کہ میرا قتال و جہاد عمرؓ کے لیے نہیں بلکہ عمرؓ کے ربّ کے لیے ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بہادری اور جرأت۔

(۲) آپؓ کے اخلاص وللٰہیت کا عظیم نمونہ۔

(۳) حضرت عمرؓ لوگوں کے اعتقاد کی فکر کس طرح رکھتے تھے۔

## ۷۷ :- اگر عذاب آجاتا تو عمرؓ کے سوا کوئی نہ بچتا۔

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم الشان فتح عطاء فرمائی۔ ستر رؤسائے کفار قتل ہوئے اور ستر ہی قید ہوئے۔ جن میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا جناب عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی جناب عقیل بھی تھے۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے ان قیدیوں کے بارہ میں مشورہ فرمایا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی قومک واھلک کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں۔ آپ ان پر مہربانی فرمائیں اور ان سے فدیہ لے کر رہا کردیں۔ ہوسکتا ہے کل ان کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطاء فرمادے اور ان کے دیے ہوئے فدیے سے تتقوی بھا اصحابک صحابہ کرامؓ کو تقویت مل جائے گی۔

جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے بالکل برعکس تھی انہوں نے فرمایا کذبوک واخرجوک و اضرب اعناقھم فان ھولاء ائمة الکفر کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو جھٹلایا اذیتیں دیں اور آپ کو اپنے شہر مکہ مکرمہ سے نکالا آپ ان کی گردنیں اڑادیں کیونکہ یہ کفر کے ستون ہیں۔ میرے رشتہ دار میرے حوالے کریں اور دیگر صحابہ کے رشتہ داران کے حوالے کریں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کے دلوں کو بے حد نرم بنایا ہے اور بعض کے دلوں کو سخت بنایا ہے۔ وان مثلک یا

ابابکر مثل ابراھیم ابوبکر! آپ کی مثال حضرت ابراہیم کی سی ہے جنہوں نے فرمایا فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک غفور رحیم کہ جو میری اتباع کرے گا۔ وہ میرا ساتھی ہے اور جو میری نافرمانی کرے گا پس تو بے شک غفور رحیم ہے۔

ومثلک یا عمر مثل نوح اور اے عمر تیری مثال حضرت نوح کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا رب لاتذر علی الأرض من الکافرین دیارا کہ اے رب اس دھرتی پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ۔

صحابہ کرامؓ سے اس سارے مشورہ کے بعد آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور اسی پر عمل کرتے ہوئے ان قیدیوں سے فدیہ وغیرہ وصول کر کے انہیں رہا فرما دیا۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ حتی یثخن فی الأرض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرة کہ نبیؐ کے شایان شان یہ بات نہیں کہ ان کے پاس قیدی ہوں اور وہ ان کا خون نہ بہائیں۔ تم تو دنیا کے سامان اور مال و متاع کے طالب ہو اور اللہ تعالیٰ تو آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور انہی کی بات وحی کے موافق ثابت ہوئی۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو وہ دونوں بیٹھے زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے تنبیہ الٰہی کے نزول کا ذکر فرمایا۔

بعد ازاں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اللہ کا عذاب اس درخت سے بھی قریب آ گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے

بچالیا۔ اور آپؐ نے مزید ارشاد فرمایا ”لو نزل العذاب لما نجا منه غير عمر“ کہ اگر خدا کا عذاب آجاتا تو عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ بچتا۔

**نتائج:-**

(۱) ابوبکرؓ و عمرؓ کی طبیعتوں میں فرق۔

(۲) دنیا کے مال و متاع کی حقارت۔

(۳) مشورہ لینا سُنّت رسول ہے۔

(۴) حضرت عمرؓ کی شان و عظمت و موافقت وحی۔

(۵) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی غیب دان نہیں ہیں۔

## ۷۸ :- اے اللہ میرا حشر نقاب والے کے ساتھ کرنا۔

حضرت مَسلمہ بن عبداللہ نے ایک دفعہ دمشق کے ایک قلعے کو فتح کرنے کے لیے اس کا محاصرہ کیا۔ قلعہ کی دیوار ایک جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی اور اس میں سوراخ تھا۔

اہلِ اسلام کے لشکر نے بڑی کوشش کی کہ اس سوارخ کے ذریعہ کوئی آدمی اندر داخل ہوکر اندر سے دروازہ کھول دے۔ مگر جو آدمی بھی اس سوراخ کا رُخ کرتا اس پر اندر سے تیروں کی بارش ہوجاتی اور اُسے واپس پلٹنا پڑتا۔

مسلمان اسی شش و پنج میں تھے کہ ایک کمزور سا شخص آگے بڑھا جس نے اپنے چہرے پر نقاب اوڑھ کر چھپایا ہوا تھا اور تیر و تلوار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑی پھرتی کے ساتھ اس سوراخ کے ذریعے اندر داخل ہوگیا اور مسلمانوں کے لیے

اندر سے دروازہ کھول دیا۔

مسلمان قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور معمولی جنگ کے بعد قلعہ فتح کر لیا۔ فتح کے بعد امیر لشکر حضرت مسلمہ نے اس نقاب والے کے متعلق پوچھا کہ وہ کون تھا تا کہ اسے انعام واکرام سے نوازا جائے۔ لیکن نہ تو کسی شخص کو اس کے متعلق کچھ علم تھا اور نہ ہی خود آگے بڑھ کر اس نے اعتراف کیا۔

حضرت مَسلمہ بڑے حیران ہیں کہ وہ شخص ظاہر کیوں نہیں ہو رہا۔ بڑی سختی کے ساتھ حکم دیا کہ وہ جو کوئی بھی ہے مجھے ضرور ملے۔ امیر کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ حضرت مسلمہ رات کے وقت اپنے خیمہ میں موجود تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور عرض کیا **یا سیدی انا اعرف صاحب النقب و استطیع ان ادلک علیه بشرط** کہ اے امیر لشکر میں اس نقاب والے کو جانتا ہوں اور آپ کو ایک شرط پر اس کے متعلق بتا سکتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کیا شرط ہے؟ اور وہ کون شخص ہے؟

وہ بولا شرط یہ ہے **ان لا تسألنی عن اسمی** کہ آپ میرا نام نہ پوچھیں گے۔ فرمایا ٹھیک ہے **ھذا حقک** یہ تیرا حق بنتا ہے۔ وہ بولا **انا ھو ایھا الأمیر** اے امیر لشکر وہ میں ہی ہوں اور میں نے یہ کام اللہ کی رضاء کے لیے کیا ہے نہ کہ دنیوی انعام واکرام کے لیے۔ یہ کہا اور فوراً لشکر کے اندر گھل مل گیا۔ اس کے بعد حضرت مَسلمہ جب بھی نماز کے بعد دعاء مانگتے تو یہ ضرور کہتے **اللّٰھم احشرنی مع صاحب النقب** کہ اے اللہ میرا حشر اس نقاب والے کے ساتھ کرنا۔

**نتائج:۔**

(۱) جرأت وعزیمت کی اعلیٰ مثال۔

(۲) اخلاص اور للّٰہیت کا قابل تقلید نمونہ۔

(۳) نیکی کا بدلہ صرف اللہ سے ہی طلب کرنا چاہیے۔

## ۷۹ :- اللہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ نبھا دیا۔

مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ انتہائی نازونعم میں پلے ہوئے تھے۔ سب سے بہترین جوتا استعمال کرتے۔ انتہائی قیمتی پوشاک زیب تن فرماتے اور خالص کستوری جیسی اعلیٰ ترین خوشبو استعمال فرماتے۔ پورے مکہ مکرمہ میں ان سے بڑھ کر کوئی نازونخرے والا نہ تھا۔ شہزادوں کی سی زندگی بسر فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت ان کے دل میں ڈالی تو ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سب نعمتیں ایک ایک کر کے رخصت ہوگئیں اور باقی صرف نعمت اسلام رہ گئی۔ اب نہ کھانے کو ہے نہ پہننے کو۔

رحمت عالم ﷺ نے مبلغ بنا کر مدینہ منورہ بھیجا تو یہ نوجوان شہزادہ سب کچھ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ درویشی اور فقیری اختیار کر کے شب و روز دعوتِ توحید میں مصروف ہوگیا۔

ہجرت کے بعد آپؐ نے ایک دفعہ ان کو دیکھا کہ بکری کی کھال کا تسمہ کمر کو باندھا ہوا ہے۔ کرتہ کوئی نہیں، محض ایک پرانی دھوتی باندھے ہوئے ہیں اور خشک روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں ہے۔

آپؐ کے آنسو رواں ہوگئے اور فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو اللہ نے اس کے دل کو نورِ توحید سے کس طرح روشن فرما دیا۔ بے شک میں نے اس کے ماں باپ کو دیکھا کہ وہ اس کو بہترین طعام کھلاتے تھے۔ بہترین کپڑے پہناتے تھے۔

بہترین خوشبوئیں لگاتے تھے اور حضرمی جوتا اس کے پاؤں میں ڈالتے تھے۔ آج اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے اسے کس حال میں پہنچا دیا ہے۔

جنگ اُحد میں مہاجرین کے علمبردار یہی تھے۔ ابن قمیئہ نے وار کیا تو ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ آپؓ نے فوراً جھنڈا بائیں ہاتھ میں اُٹھا لیا۔ دشمن نے موقعہ پا کر پھر وار کیا تو بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ آپؓ نے جھنڈے کو نیچے نہیں گرنے دیا بلکہ وضمه بعضديه الى صدره اپنے کٹے ہوئے بازوں سے سہار کر سینہ سے لگا لیا۔

دشمنوں نے پھر ہجوم کیا تو آپ اسی طرح مردانہ وار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور جھنڈا دوسرے ساتھی نے اُٹھا لیا۔

لڑائی کے بعد پیغمبر ﷺ نے اپنے شہداء کو سنبھالا تو ان میں مصعب بن عمیرؓ کی نعش بھی تھی۔ وجود پر سینکڑوں زخم لگے ہوئے ہیں۔ پورا وجود لہولہان ہے۔ دونوں بازو کٹے ہوئے ہیں اور چہرہ خاک آلود ہے۔ جسم مبارک پر محض ایک چھوٹی سی دھوتی ہے۔ کہ کفن کے لیے بھی نہ کافی ہے۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے کفن کے کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے حکم دیا ہے کہ شہداء کو انہی کپڑوں میں کفن دے دو جو ان کے وجود پر ہیں۔ مگر آپؐ دیکھ رہے ہیں کہ مصعب بن عمیرؓ کے وجود پر جو کپڑا ہے وہ اتنا چھوٹا ہے کہ اذا وضعنا ها علی رأسه تعرت رجلاه جب ہم ان کے سر کو ڈھانپتے ہیں تو ان کے پاؤں ننگے ہو جاتے ہیں۔ واذا وضعنا ها علی رجليه برز رأسه اور جب ہم یہ کپڑا ان کے پاؤں پر ڈالتے ہیں تو ان کا سر ننگا ہو جاتا ہے۔ اس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ان کی گزشتہ زندگی کا سارا نقشہ گھوم گیا اور آپ نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا

اجعلو ھا ممایلی رأسه واجعلوا علی رجلیه من نبات الاذخر.

کہ یہ کپڑا ان کے سر کی جانب ڈال دو اور پاؤں کی جانب اذخر گھاس ڈال کر ان کو دفن کر دو۔ پھر آپؐ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیه.

کہ مؤمنوں میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کیے ہوئے جانثاری کے عہد میں پورے اُتر گئے۔ حضرت مُصعب بن عمیرؓ کی کچی قبر آج بھی کوہ اُحد کے دامن میں موجود ہے۔

**نتائج:-**

(۱) قبول اسلام کے بعد آزمائش آتی ہے۔

(۲) حضرت مصعبؓ کی بے مثال زندگی اور بے مثال شہادت۔

(۳) کفن کفایت کا مسئلہ واضح ہوگیا۔

(۴) سچا مؤمن وہ ہے جس نے اللہ ورسول کے ساتھ دوستی نبھا دی۔

## ۸۰ :- یہ انصاف نہیں ہے۔

غزوہ تبوک کے موقعہ پر ایک شخص ابوخیثمہ جہاد کے لیے آپؐ کے ہمراہ نہ جاسکا۔ شدید گرمی کے ایک دن میں یہ اپنے باغ میں گئے۔ وہاں ان کی دونوں حسین وجمیل بیویاں موجود تھیں۔ جنہوں نے ان کے لیے خس کی ٹٹیاں لگا کر عریش (جھونپڑی) کو ٹھنڈا کر رکھا تھا۔ ٹھنڈا پانی اور بہترین کھانا تیار تھا۔

اس دن اتنی شدید گرمی تھی کہ ابوخیثمہ بمشکل باغ تک پہنچے۔ جب یہ عیش وآرام کا سارا سامان دیکھا تو جھونپڑی میں داخل ہونے کی بجائے رک گئے اور

فرمایا

یکون رسول اللہ فی الحرّ و ابو خیثمہ فی ظل و ماء بارد و مع امرء ۃ حسناء ؟ کہ اللہ کے رسول ﷺ تو پردیس میں گرمی اور بھوک برداشت کریں اور ابوخیثمہ اپنے باغ میں ٹھنڈی چھاؤں کے نیچے حسین بیوی کے پاس بیٹھے؟ یہ انصاف نہیں ہے۔

وہاں کھڑے کھڑے اپنی بیویوں کو سامانِ سفر کی تیاری کا حکم دیا، زادراہ لے کر فوراً سواری پر سوار ہو کر اکیلے سینکڑوں میلوں کا سفر طے کر کے آپؐ کے ہاں تبوک پہنچ گئے۔ اور اسلام کی خاطر مصائب جھیلنے کے مزے لینے لگے۔

**نتائج:-**

(۱) ابوخیثمہؓ کا بے مثال جذبہ۔

(۲) محبت رسول کا نادر نمونہ۔

(۳) محبوب کی خاطر مصائب میں بھی مزہ ہے۔

## ۸۱ :- آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا معمول تھا کہ روزانہ نماز عصر کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے تمام ازواج مُطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی ضروریات وحالات وغیرہ دریافت فرماتے۔

ایک دفعہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے کسی عزیز نے شہد بھیجا۔ چونکہ آپ کو شہد انتہائی مرغوب تھا، وہ روزانہ آپ کو شہد کا شربت بنا کر پیش فرماتیں۔ اور اس طرح ان کے ہاں معمول سے کچھ دیر زیادہ قیام ہو جاتا۔

چونکہ دیگر ازواج مطہرات بھی آپ کو حد درجہ دل و جان سے چاہتی تھیں۔ وہ وقت مقررہ پر آپ کی منتظر رہتیں اور چاہتی تھیں کہ وصال نبوی کے یہ مبارک لمحات انہیں زیادہ سے زیادہ نصیب ہوں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آپ کا زیادہ دیر تک ٹھہرنا اُن کے اُوپر شاق گزرا۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے باہم مشورہ کیا کہ چونکہ آپ کو بدبو سے حد درجہ نفرت ہے۔ اس لیے آپؐ جب ان کے ہاں تشریف لائیں گے تو عرض کریں گی کہ آپ کے دہن مبارک سے مغافیر (ایک بدبودار گوند) کی ہمک آتی ہے۔ لازمی طور پر آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو ایسی بدبودار چیز استعمال نہیں کی۔ ہم عرض کریں گی کہ آپ نے جو زینب کے ہاں سے شہد استعمال کیا ہے یہ شاید ان مکھیوں نے مغافیر کا رس چوس لیا ہو۔

اس طرح آپ کو شہد سے متنفر کر کے زینب کے ہاں آپ کا زیادہ قیام کرنا رکوا دیں گی۔ اور اُس بچے ہوئے وقت سے چند لمحات ہمارے مقدر میں زیادہ آ جائیں گے۔ چنانچہ ان ازواج مطہرات نے اس منصوبے کو بڑی حکمت عملی سے اپنایا۔

آپؐ جس بی بی کے ہاں بھی تشریف لے جاتے وہ آپؐ سے یہی کہتی کہ آپ کے مُنہ سے کچھ بدبو سی آ رہی ہے۔ آپ نے کیا کھایا ہے؟ آپ فرماتے شہد پیا ہے اور تو کچھ نہیں کھایا۔ وہ کہتیں کہ یقیناً اس شہد کی مکھیوں نے مغافیر کا رس چوس لیا ہوگا۔

جب دو تین بیبیوں نے لگاتار یہی بات کہی تو آپ کو بھی یقین آ گیا۔ اور آپؐ نے آئندہ شہد نہ کھانے کی قسم اُٹھالی۔ اور اس قسم کے بارہ میں اپنی ایک بی بی (غالباً حضرت حفصہؓ) کو مطلع کر کے راز داری کا حکم دیا۔ آپ کا اپنے اوپر

شہد حرام قرار دینا کوئی معمولی فعل نہ تھا۔

چونکہ اللہ کا رسول ہونے کی وجہ سے آپ کی ایک ایک بات پر بڑے بڑے قانون کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تنبیہ فرمائی۔

**یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم. قدفرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم واللہ مولاکم وھو العلیم الحکمیم (تحریم)**

اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ نے جو تیرے لیے حلال کیا ہے۔ اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لیے اسے اپنے اوپر حرام کیوں کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس نے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔ وہی تمہارا آقا ہے اور وہی علم وحکمت والا ہے۔

ان آیات کے نزول کے بعد آپ نے اپنی قسم توڑ دی اور اس کا کفارہ ادا کیا۔ اللہ کی قدرت کہ حضرت حفصہؓ سے آپ نے جو راز کی بات کہی تھی۔ وہ اسے محفوظ نہ رکھ سکیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دے دی کہ آپ کا راز وہ بی بی محفوظ نہ رکھ سکی اور آگے دوسری بیبیوں کو بتا بیٹھی۔

آپؐ نے جا کر حضرت حفصہؓ کو گلہ دیا کہ تو نے میرا اچھا راز رکھا؟ وہ فوراً پریشان اور شرمندہ ہوگئیں۔ اور آپ سے سوال کیا کہ **من انباک ھذا؟** کہ آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا **نبأنی العلیم الخبیر** کہ مجھے میرے اللہ نے جو علیم وخبیر ہے اطلاع دی ہے۔

**نتائج:-**

(۱) سوکنوں کا آپس میں تکدر ضرور ہوتا ہے۔

(۲) کسی چیز کا حلال یا حرام کرنا اللہ کا اختیار ہے۔

(۳) نبی علیہ السلام نے بھی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

(۴) عورت راز رکھنے میں کمزور ہے۔

(۵) ازواج مطہرات کی آپؐ سے محبت والفت۔

(۶) آپ بھی غیب دان اور حاضر ناظر نہیں ہیں۔

## ۸۲ :- اَبّا جان نے ہمارے لیے بہت سا مال چھوڑا ہے۔

جس رات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر غار ثور میں تشریف لے گئے، مشرکین مکہ ساری رات آپؐ کے گھر کو گھیرا ڈالے کھڑے رہے کہ جس وقت بھی آپؐ باہر نکلیں گے ہم اپنا ناپاک ارادہ پورا کریں گے۔

لیکن ان بدبختوں کو معلوم نہ تھا کہ آپ معجزاتی طور پر ان کے درمیان سے بخیر و عافیت نکل کر کہیں چلے گئے ہیں۔ صبح کی سفیدی میں جب انہوں نے آپ کے بستر مبارک پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محو استراحت دیکھا تو سر پیٹ کر رہ گئے کہ ہمارا تو سارا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔

قریش اپنی اس ناکامی پر غصے سے پاگل ہو رہے تھے اور ابوجہل سمیت چند آدمی آپؐ کو تلاش کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچ گئے اور زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ جن کی عمر اس وقت تقریباً سات سال تھی نکلیں۔

ابوجہل نے بڑے غضب ناک لہجے میں پوچھا أین ابوک کہ تیرا باپ

کدھر گیا ہے۔ حضرت اسماءؓ نے کمال ذہانت سے جواب دیا لا اَدری کہ مجھے معلوم نہیں۔ ابو جہل کو ان کے اس جواب پر شدید غصہ آیا فلطم خدھا لطماً، طرح قرطھا من اذنھا تو اس نے ان کے چہرے پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کے کان کی بالی ٹوٹ کر دور جا گری۔ مظلوم بچی بڑے صبر اور خاموشی کے ساتھ اندر چلی گئی۔

شب ہجرت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں موجود سارا مال ساتھ لے گئے۔ یہ پانچ ہزار درہم تھے۔ آپ کے نابینا والد ابو قحافہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بڑے پریشان ہوئے۔ اور حضرت اسماءؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ بیٹی ابوبکرؓ نے تمہیں دوہری مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ خود بھی چلا گیا اور سارا مال بھی ساتھ لے گیا۔

حضرت اسماءؓ کی ذہانت دیکھیے انہوں نے اس نازک موقعہ پر ضعیف العمر اور نابینا دادا کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کلاَ یا ابت انه قدترک لنا خیراً کثیراً اے بابا جان ایسی کوئی بات نہیں وہ تو ہمارے لیے خیر کثیر چھوڑ کر گئے ہیں۔

پھر انہوں نے کچھ پتھر لے کر گھر کے اس کونے میں رکھے جہاں حضرت ابوبکرؓ درہم و دینار رکھا کرتے تھے اور ان کے اُوپر کپڑا ڈال دیا۔ پھر وہ بوڑھے نابینا دادا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے گئیں اور کہا یا ابت ضع یدک علی ھذا المال اے بابا جان آپ ہاتھ لگا کر دیکھ لیں یہ کیا رکھا ہے۔ ابوقحافہ نے اس کپڑے کے اندر ٹٹولا تو مطمئن ہو گئے اور کہنے لگے لابأس اذا کان ترک لکم ھذا ابوبکرؓ نے اچھا کیا کہ تمہارے لیے اتنا مال چھوڑ گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت اسماءؓ نے آپ کی ہجرت کا راز رکھا۔

(۲) حضرت اسماءؓ کی کمال ذہانت اور سمجھداری۔

(۳) ایک بچی کی بہادری اور جرأت ایمانی۔

## ۸۳:۔ یہ اندھا نہیں بینا ہے۔

مدینہ منورہ میں عصماء ایک یہودیہ عورت تھی۔ آپ کو ہر طرح سے ایذاء پہنچانا اس کا معمول تھا۔ آپ کی ہجو میں اشعار کہتی، آپ کو گالیاں دیتی اور لوگوں کو آپ سے اور اسلام سے برگشتہ کرتی تھی۔ کمینگی میں اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ ایام ماہواری کے خون آلود کپڑے مسجد نبوی میں لاکر ڈال دیتی تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی غزوہ بدر سے واپس تشریف نہ لائے تھے کہ اس نے آپ کی ہجو میں انتہائی زہریلے اشعار کہے اور گستاخِ پیغمبرؐ کی مرتکب ہوئی۔

حضرت عُمیر بن عدی رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی تھے انہیں وہ اشعار سنتے ہی جوش آ گیا اور یہ منت مان لی کہ اگر رسول اللہ ﷺ بدر سے بخیر و عافیت واپس آ گئے تو میں اس خبیثہ کو ضرور قتل کروں گا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب بدر سے کامیاب و کامران واپس تشریف لائے تو یہ انتہائی راز داری کے ساتھ رات کے وقت تلوار لے کر اپنی نذر پوری کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ انتہائی خاموشی کے ساتھ اس کے گھر میں داخل ہوئے۔ چونکہ نابینا تھے اس لیے عصماء کو ہاتھ سے ٹٹولا اس کے اردگرد جو اس کے بچے تھے انہیں ہٹایا اور عشق نبوی سے سرشار ہو کر تلوار اس کے سینہ پر رکھ کر اس زور

سے دبائی کہ پشت سے پار ہوگئی۔ اور یہودیہ فی النار ہوگئی۔

نذر پوری کر کے بخیر و عافیت واپس پہنچ گئے اور صبح کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں ادا فرمائی۔ اور اس سارے واقعہ کی اطلاع دی اور عرض کیا یارسول اللہؐ! کیا مجھے اس بارہ میں کچھ مواخذہ تو نہ ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔

**لاینتطح فیھا عنزان** اس بارہ میں تو دو بکریاں بھی سر نہ ٹکرائیں گی۔ یعنی یہ ایسا فعل ہے کہ انسان تو درکنار بھیڑ بکریاں بھی اس میں اختلاف نہ کریں گی۔ رسول اللہ ﷺ عُمیر کے اس فعل پر بے حد خوش ہوئے اور صحابہ کرام سے فرمایا۔

**اذا احببتم ان تنظروا الی رجل نصر اللّٰہ ورسولہ بالغیب فانظروا الی عُمیر بن عدی.** کہ اگر تو ایسے شخص کو دیکھنا چاہو کہ جس نے اللہ کے دین اور اس کے رسول کی غائبانہ مدد کی تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نابینا کو دیکھو تو سہی کہ کس طرح راز داری کے ساتھ تحفظ ناموس رسولؐ کے لیے روانہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو اعمٰی (نابینا) نہ کہو بلکہ یہ تو بصیر (بینا) ہیں۔ یعنی آنکھوں سے اگرچہ نابینا ہیں مگر دل کے بصیر اور بینا ہیں۔ اس دن سے عمیر اعمٰی کی بجائے ان کا نام عُمیر بصیر پڑ گیا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ یہ بیمار ہوئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لے جانے لگے تو فرمایا۔

**انطلقوا بنا الی البصیر الذی فی بنی واقف نعودہ.**

کہ میرے ساتھ اس بینا کی طرف چلو جو بنی واقف میں رہتا ہے تاکہ اس کی عیادت کریں۔

**نتائج:-**

(۱) یہودیوں کی کمینہ خصلتیں۔

(۲) گستاخ رسولؐ کی سزا بلا اختلاف قتل ہے۔

(۳) عُمیرؓ کا جذبہ عشق نبوی سے سرشار ہونا۔

(۴) بعض اندھے دل کے لحاظ سے بینا ہوتے ہیں۔

## ۸۴ :- اے اللہ ! اسے خوبصورتی عطاء فرما۔

جنگ اُحد میں جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفار پے در پے شدید حملے کر رہے تھے تو کئی صحابہ کرامؓ محض آپؐ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید اور زخمی ہوئے۔ ان میں ایک حضرت قتادہ بن النعمانؓ بھی تھے۔ یہ تیروں کی شدید بارش میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اپنا چہرہ دشمن کی طرف کر دیا۔ تاکہ جو تیر بھی آئے میرے چہرے پر پڑے اور آپؐ کا چہرہ مبارک محفوظ رہے۔

دشمن کا آخری تیر ان کی آنکھ میں اس طرح لگا کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل آیا۔ اور درد سے چیخیں نکل گئیں۔ انہوں نے اُس ڈھیلے کو اپنے ہاتھ پر اٹھا لیا۔ سب دوستوں نے یہی مشورہ دیا کہ اسے اب کاٹ دو۔ آنکھ تو تمہاری ضائع ہو گئی ہے۔ مگر یہ اُسے ہاتھ پر اٹھائے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعاء کی درخواست کی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا اگر تو اسی حالت پر صبر کرے تو بڑا اجر ہے۔

حضرت قتادہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس طرح تو میں ایک آنکھ سے محروم ہو جاؤں گا۔ لوگ تو لوگ رہے میری تو محبوب بیوی بھی مجھ سے نفرت کرنے لگے گی۔

آپؐ نے آنکھ کا وہ ڈھیلہ ہاتھ میں لیا اور اللہ سے دعاء کرتے ہوئے اُسے اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر آپؐ نے دعاء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! جس طرح قتادہؓ نے تیرے نبی کے چہرے کی حفاظت کی ہے اسی طرح تو اس کے چہرے کو محفوظ رکھ اور فرمایا **اللھم اعطہ جمالاً** کہ اے اللہ اس کو حسن و جمال عطاء فرما۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اسی وقت میری آنکھ صحیح و سالم ہوگئی۔ درد وغیرہ کافور ہوگیا۔ بلکہ اس کی نظر دوسری آنکھ سے بھی تیز ہوگئی اور یہ آنکھ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہوگئی اور پھر مدت العمر اس آنکھ میں کوئی درد اور تکلیف وغیرہ محسوس نہ ہوئی۔

اگر کبھی موسمی اثرات کی وجہ سے لوگوں کی آنکھیں خراب ہوتیں تھیں تو میری یہ آنکھ صحیح و سالم رہتی تھی۔ البتہ دوسری آنکھ جس پر رحمت عالم ﷺ کے ہاتھ نہ لگے تھے وہ بیمار ہو جاتی تھی۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت قتادہؓ کی جرأت ایمانی۔

(۲) آپؓ کا جذبہ محبت رسولؐ۔

(۳) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ۔

## ۸۵ :- بلال! کھُلے دل سے خرچ کر اور فقر سے نہ ڈر۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصی خادم تھے۔ سودا سلف مہیا کرنا انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔

آپؐ کے پاس کوئی سائل آتا تو بلالؓ سے فرماتے اسے کتنا کچھ دے دو۔ حضرت بلالؓ قرض وغیرہ لے کر اس کی ضرورت پوری فرما دیتے۔ اور جب آپکے پاس کہیں سے ہدیہ وغیرہ آ جاتا تو حضرت بلالؓ کو دیتے وہ قرضہ وغیرہ اتار دیتے۔

ایک مرتبہ اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے قرضہ لیا۔ اس نے بخوشی دیا اور کہنے لگا کہ آئندہ بھی جب ضرورت ہو مجھ سے ہی قرض لے لیا کر۔

حضرت بلالؓ نے اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب بھی آپؐ کسی محتاج وفقیر کی مدد کا حکم دیتے حضرت بلالؓ قرضہ لے کر حکم کی تعمیل کر دیتے۔ حتیٰ کہ حضرت بلالؓ پر کافی قرضہ چڑھ گیا۔ ایک مرتبہ وضو کر کے اذان کہنے لگے تو وہی یہودی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آ نکلا اور بولا او حبشی! مہینہ ختم ہونے والا ہے اور تو نے قرضہ واپس نہیں کیا!

اس طرح وہ یہودی حضرت بلالؓ کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور جو منہ میں آیا بکنے لگا اور اس نے برملا دھمکی دے دی کہ اگر کل تک میرا قرضہ ادا نہ کیا تو اپنے قرضے میں تجھے غلام بنا لوں گا اور پھر اسی طرح جنگل میں بکریاں چراتا پھرے گا۔ جس طرح پہلے چرایا کرتا تھا۔

حضرت بلالؓ سخت پریشان ہوئے۔ سارا دن رنج و غم سے نڈھال رہے۔ عشاء کی نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں علیحدگی میں حاضر ہوئے۔ اور یہ سارا ماجرا سُنایا کہ وہ تو صُبح مجھے پکڑ لے گا اور غلام بنا لے گا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور فرمایا بلال! پھر تو نے کیا سوچا ہے؟

عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اب اس وقت نہ تو آپ کے پاس ادائیگی قرض کا کوئی فوری انتظام ہے اور نہ میرے پاس۔ اس لیے میں نے تو یہ سوچا ہے کہ جب تک قرضہ اترنے کا انتظام نہ ہو جائے میں کہیں پہاڑوں میں اور غاروں میں جا کر چُھپ جاؤں۔ وہیں درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتا رہوں گا۔ جب آپ کے پاس کہیں سے کچھ آ جائے اور قرضہ اترنے کا انتظام ہو جائے تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا اب تو جا کر آرام کر۔

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ میں گھر آیا ساری رات مجھے نیند بھی نہ آئی کہ کیا بنے گا۔ اور صُبح ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ صُبح ہوتے ہی کہیں نکل جاؤں گا۔ صُبح ہونے والی تھی کہ ایک صاحب مجھے بلانے کے لیے دوڑتے ہوئے آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ بُلا رہے ہیں۔ میں فوراً خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔

میں نے دیکھا کہ چار اونٹنیاں سامان سے لدی ہوئی مسجد نبوی کے دروازے کے باہر بیٹھی ہیں۔ آپؐ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ اونٹنیاں دیکھتے ہو! یہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے تیرے قرضے کی بے باقی کا انتظام فرما دیا ہے۔ یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور سامان بھی تیرے حوالے۔

میں فوراً اس یہودی کے گھر پہنچ گیا وہ ابھی سو رہا تھا۔ میں نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو گھبرا کر اٹھا اور پوچھنے لگا کیا بات ہے؟ میں نے کہا بات کیا ہے میرے ساتھ چل اور اپنا قرض واپس لے۔ اس طرح میں نماز سے پہلے پہلے قرضہ

سے سبکدوش ہوگیا اور حضور ﷺ کو آ کر بتایا۔ آپؐ نے پوچھا کہ کچھ باقی بچا ہے؟ میں نے عرض کیا بہت سا سامان ابھی باقی موجود ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُسے اللہ کی راہ میں تقسیم کردے تاکہ میرے دل کو راحت پہنچے اور فرمایا **انفق بلالا ولا تخش من ذی العرش اقلالاً** کہ اے بلال خرچ کرتا جا عرش والے سے تنگ دستی کا خوف نہ کر۔

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ اس روز سارا دن میں وہ مال غرباء میں تقسیم کرتا پھرتا رہا۔ پھر بھی عشاء کے وقت کچھ مال باقی تھا۔ آپؐ نے پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ بعض ضرورت مند آئے نہیں، ابھی کچھ سامان باقی ہے۔

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ اس رات آپ گھر میں تشریف نہ لے گئے اور مسجد میں ہی سوگئے اور فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میرے پاس مال موجود ہو اور میں گھر میں بیویوں کے پاس رات گزاروں۔ میں نے دوسرے دن جلد ہی وہ مال تقسیم کر کے آپ کو خوشخبری دی اور آپ نے فرمایا **الحمد لله**۔

**نتائج:۔**

(۱) آپؐ کی فیاضی اور سخاوت۔

(۲) حضرت بلالؓ کا مقام۔

(۳) آپ کا معجزہ اجابت دُعاء

(۴) خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔

(۵) مال پاس ہونے کی وجہ سے آپؐ کی پریشانی۔

## ۸۶ :- میرا مکان نہیں جلا۔

حضرت طلق فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مشہور صحابی رسول حضرت

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو کسی شخص نے اطلاع دی کہ آپ کا مکان جل گیا ہے۔ آپؓ نے بڑے اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا میرا مکان نہیں جلا۔

پھر دوسرا آدمی آیا اس نے بھی یہی اطلاع دی آپ نے پھر فرمایا میرا مکان نہیں جلا۔ حتیٰ کہ ایک تیسرے شخص نے اطلاع دی کہ حضرت آپ کا مکان آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آ کر جل گیا ہے۔ آپؓ نے جواباً فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

لوگوں نے جا کر حقیقت حال معلوم کی' تو پتہ چلا کہ اس محلے میں آگ لگی تھی۔ آگ کے شعلے انتہائی بلند ہوگئے تھے حتیٰ کہ آپؓ کا مکان ان کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ چاروں طرف کے مکانات تو جل کر راکھ ہوگئے مگر حضرت ابوالدرداء کا مکان صحیح و سالم موجود پایا گیا۔

لوگ بڑے حیران ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت یہ ماجرا کیا ہے؟ آپ کو اپنے مکان کے نہ جلنے کا اتنا یقین کیوں تھا؟ پھر باقی مکان تو جل گئے اور آپ کا مکان حیرت انگیز طریقے سے کیسے بچ گیا؟ آپ نے فرمایا کہ آج میں نے صبح کے وقت وہ دعاء پڑھی تھی جس کے بارے میں میرے محبوب حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص یہ دعاء پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سارا دن اس کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لیے مجھے آپ ﷺ کی زبان پر یقین تھا کہ سب کچھ ہوسکتا ہے مگر میرے محبوب کی زبان سے نکلی ہوئی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی۔

لوگوں نے اب وہ دعاء سیکھنے اور سننے کا اشتیاق ظاہر کیا تو آپؓ نے یہ دعاء سنائی۔

اللھم انت ربیّ لا الہ الا انت علیک توکلت وانت رب

العرش الکریم. ماشاء اللّٰہ کان ومالم یشأ لم یکن ولا حول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم اَعلمُ اَن اللّٰہ علی کل شئی قدیر وان اللّٰہ قد احاط بکل شئی علماً.

اللھم انی اعوذبک من شر نفسی ومن شر کل دابۃٍ انت آخذ بنا صیتھا اِن ربی علیٰ صراطٍ مستقیم.

اے اللہ تو بڑا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ۔ میں نے تیرے اوپر ہی توکل کیا اور تو ہی عرش عظیم کا رب ہے۔ جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہو کر رہا اور جو اللہ نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوسکتا۔ بدی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے جو بلند شان عظمت والا ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالے نے ہر شے کو علم کے لحاظ سے گھیر رکھا ہے۔

اے اللہ میں اپنے نفس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور ہر جاندار کے شر سے کہ اس پر تیرا ہی کنٹرول ہے ۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔

**نتائج:-**

(۱) فرمان نبویؐ پر حضرت ابوالدرداء کا یقین ۔

(۲) ہر ایک شر سے پناہ دینے والا اللہ تعالےٰ ہے۔

## ۸۷ :- اِس مسجد میں آپؐ کا داخلہ ممنوع ہے۔

مدینہ منورہ میں ابو عامر راہب ایک خبیث قسم کا پادری تھا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا مفتی اور پیر بنا ہوا تھا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد پر اس کی اصل حقیقت ظاہر ہوگئی۔ اس نے ہر ممکن اسلام اور پیغمبر اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ جنگ اُحد میں اسی کی سازش اور منصوبہ بندی سے آپؐ کے دانت مبارک شہید ہوئے اور رخ انور زخمی ہوا۔ فتح مکہ کے بعد جب تقریباً سارا عرب آپؐ کے زیر نگین ہوگیا تو یہ بھاگ کر ملک شام چلا گیا اور قیصر روم کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایک لشکر جرار لے کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو۔

منافقین مدینہ سے اس کی خط و کتابت تھی۔ اُنھیں اس نے لکھا کہ تم فی الحال مسجد نام کی ایک عمارت بنالو۔ جہاں جمع ہوکر ہر قسم کے مشورے وغیرہ کیے جاسکیں اور اگر میں بذات خود آؤں تو ٹھہرنے کی ایک موزوں جگہ میسر ہو۔

چنانچہ منافقین مدینہ نے قباء ہی میں ایک مسجد تعمیر کی۔ اور بہانہ یہ بنایا کہ بعض اوقات موسمی اثرات کی وجہ سے مسجد قباء تک جانا مشکل ہوتا ہے اس لیے یہ مسجد تعمیر کی ہے۔ بالخصوص مریضوں اور ناتوانوں کے لیے اندھیرے اور سردی گرمی میں آسانی ہوجائے گی۔

پھر منافقین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے درخواست کی کہ آپ تشریف لاکر ہماری مسجد میں ایک نماز ادا فرما کر مسجد کا افتتاح فرمادیں۔

آپؐ اس وقت غزوہ تبوک کے لیے تیار تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

اب تو میں تبوک جارہا ہوں۔ ولو قدمنا ان شاء الله آتينا كم فصلينا لكم فيه کہ جب ہم واپس آئے تو اس مسجد میں ان شاءاللہ نماز پڑھیں گے۔

پھر جب آپؐ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ابھی راستہ میں ہی تھے کہ منافقین نے آپ کو یاددہانی کرائی کہ آپ اب پہلا کام یہ کریں کہ مسجد کا افتتاح فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس وقت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر اس مسجد کی حقیقت واضح فرمادی اور آپؐ کو منع فرمادیا کہ آپ اس مسجد میں ہرگز تشریف نہ لے جائیں۔

بلکہ مسجد قباء جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ آپ وہاں جائیں۔ وہاں کے لوگ بھی انتہائی پاکیزہ فطرت ہیں۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

والذين اتخذ وا مسجدا ضراراً وكفرا وتفريقاً بين المؤمنين وارصادا لمن حارب الله ورسوله من قبل و ليحلفن ان اردنا الا الحسنى والله يشهد انهم لكاذبون لا تقم فيه ابداً الخ (توبہ)

جنہوں نے ایک مسجد ضد اور کفر کی بنیاد پر بنائی ہے، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کے لیے مورچہ لگانے کے لیے۔ اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اے پیغمبر! آپ اس مسجد میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں۔

اس ساری حقیقت حال کے ظاہر ہونے پر آپؐ نے اس مسجد کے گرانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے گرادیا گیا بلکہ جلا کر خاکستر کردیا گیا۔

**نتائج:-**

(۱) ابو عامر راہب کی دسیسہ کاریاں۔

(۲) بدنیتی پر بنی ہوئی مسجد مسجد نہیں ہے۔

(۳) آپؐ بھی غیب دان اور حاضر ناظر نہیں تھے۔

(۴) مسجد قباء اور اس کے نمازیوں کی شان وعظمت۔

## ۸۸ :- اپنی عورتوں کو رھن رکھ دو۔

مدینہ منورہ میں کعب بن اشرف نامی ایک یہودی رہتا تھا۔ وہ بہت بڑا شاعر تھا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذاء دینا اس کا معمول تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا اور کفار مکہ کو آپؐ کے مقابلے کے لیے بھڑکاتا تھا۔ ایک مرتبہ اسی یہودی نے آپؐ کو دعوت کے بہانے بلا کر قتل کرنے کا پروگرام بنالیا۔ اور اس مقصد کے لیے پوری منصوبہ بندی کر کے آدمی متعین کر دیے۔

رسول اللہ ﷺ جب وہاں تشریف لے گئے تو جبریلؑ نے آکر فوراً ان کے ارادے سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ آپ فوراً وہاں سے روح الأمین کے پروں کے سایہ میں باہر تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے اس کی ایذاء رسانیوں پر بڑا ہی صبر وتحمل کیا۔ لیکن جب معاملہ حد سے گزر گیا اور وہ ذاتِ رسالت کے قتل کے درپے ہوا تو آپؐ نے اعلان فرمایا۔

من لكعب بن الأشرف فانه آذى الله ورسوله کہ کعب بن اشرف کے لیے کون تیار ہے؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت ایذاء پہنچائی ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول الله اتحب ان اقتله کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسے قتل کر دیا جائے؟ آپ نے فرمایا

نعم۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا کہ پھر مجھے اجازت دیں کہ میں کچھ ایسے کلمات کہہ سکوں جو حقیقت پر مبنی نہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا قل ما بدالک ٹھیک ہے جو مرضی آئے کہہ لے۔

اس کے بعد ایک دن حضرت محمد بن مسلمہؓ کعب سے ملنے کے لیے گئے اور باتیں کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص (نبی کریمؐ) ہم سے صدقہ اور زکوۃ وصول کرتا ہے اور ہم اس وقت بڑی عسرت اور تنگی میں ہیں کیا کریں؟ اس نے تو ہمیں بڑی مشقت میں ڈال دیا ہے۔ میں تو اس وقت آپ کے پاس قرضہ مانگنے آیا ہوں آپ میری مدد کریں۔

کعب بولا ابھی کیا ہے آگے چل کر دیکھنا خدا کی قسم تم اس سے اکتا جاؤ گے یہ سارا چکر ہی پیسے کا ہے۔

محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ اب تو ہم اس کے پیروکار بن چکے ہیں۔ اتنا جلدی چھوڑنا بھی مشکل ہے ہم تو انجام کے منتظر ہیں۔ بہرحال آپ اسی وقت ہماری مدد کریں اور ہمیں ایک وسق یا دو وسق کھجوریں بطور قرض دے دیں۔

کعب نے کہا ارھنونی کہ میرے پاس کچھ رہن رکھو۔ انہوں نے کہا کیا شئے رہن رکھیں کچھ ہے ہی نہیں۔ وہ کہنے لگا ارھنونی نساء کم کہ تم اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھو۔

یہ کہنے لگے کہ یہ تو ہماری غیرت اور حمیت گوارہ نہیں کرتی اور پھر آپ انتہائی حسین اور جمیل بھی ہیں۔ وہ بولا تو پھر ارھنونی ابنائکم اپنے بیٹوں کو رہن رکھ دو۔

یہ کہنے لگے کہ یہ تو ساری عمر کی بے عزتی ہے۔ لوگ ہماری اولاد کو طعنہ

دیں گے کہ تم وہی ہو جو معمولی غلے کے بدلے میں رہن رکھے گئے تھے۔ ہاں البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس رہن رکھ سکتے ہیں۔

اس نے اس بات کو قبول کرلیا۔ اور وقت طے ہوگیا کہ رات کے وقت آجائیں ہتھیار لے آئیں اور غلہ لے جائیں۔

حسب وعدہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ اپنے ساتھیوں سمیت رات کو پہنچے اور اسے آواز دی۔ وہ اپنے قلعہ سے اترنے لگا۔ اس کی بیوی نے اسے منع بھی کیا کہ یہ آواز ٹھیک معلوم نہیں ہوتی۔ وہ بولا خیر ہے کوئی غیر تو ہیں نہیں۔ محمد بن مسلمہؓ اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہی تو ہیں۔

اس اثناء میں حضرت محمد بن مسلمہؓ نے ساتھیوں کو سمجھا دیا کہ جب وہ آئے گا تو میں اس کے بال سونگھوں گا۔ جب میں اس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لوں گا تو تم اس کا سر کاٹ دینا۔

چنانچہ جب وہ نیچے آیا تو سر تا پا خوشبو سے معطر تھا۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ ایسی خوشبو تو میں نے آج تک سونگھی ہی نہیں۔ وہ فخریہ انداز میں بولا کہ میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ معطر عورت ہے۔ محمد بن مسلمہؓ بولے کہ کیا آپ مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے۔

کعب نے کہا ہاں اجازت ہے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا سر سونگھا اور اپنے رفقاء کو بھی سونگھایا۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے دوبارہ سونگھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے خوشی سے اجازت دے دی۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ اٹھے اور اس کا سر سونگھنے لگے۔ جب اس کے سر کے بال مضبوطی سے پکڑ لیے تو ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے فوراً اس کا سر قلم کر کے کام تمام کر دیا۔

رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا افلحت الوجوہ کہ یہ چہرے فلاح پانے والے ہیں۔ انہوں نے جواباً عرض کیا ووجھک یا رسول اللہ کہ سب سے پہلے آپ کا چہرہ مبارک ہے اور پھر انہوں نے کعب کا سر آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ نے الحمدللہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس واقعہ سے یہودی یکلخت مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے۔

**نتائج:-**

(۱) یہود کی خباثتیں۔
(۲) گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔
(۳) بوقت ضرورت تعریضی کلمات کہے جا سکتے ہیں۔
(۴) محمد بن مسلمہؓ کی بہادری اور عجیب منصوبہ۔

## ۸۹ :- ابو رافع! خیریت تو ہے؟

عبداللہ بن ابی الحقیق ایک بڑا مالدار یہودی تاجر تھا۔ ابو رافع کی کنیت سے مشہور تھا۔ خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہتا تھا۔

یہ بھی کعب بن اشرف کی طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شدید دشمن تھا۔ آپ کی شان اقدس میں گستاخی کرنا آپ کو ہر طرح سے ایذاء پہنچانا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

اسی نے غزوہ خندق کے موقعہ پر قریش مکہ کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لیے تیار کیا اور ان کی بہت زیادہ مالی مدد کی۔ گویا کہ یہ دوسرا کعب بن اشرف تھا۔

کعب بن اشرف کے قاتل محمد بن مسلمہؓ اور ان کے رفقاء قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ انصار کے دوسرے قبیلہ خزرج کو یہ خیال آیا کہ قبیلہ اوس نے تو

ایک گستاخ رسول کو ٹھکانے لگا کر سعادت حاصل کرلی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم دوسرے گستاخ رسول کو قتل کر کے دارین کی سعادت حاصل کریں۔

چنانچہ اس قبیلہ کے چند آدمی پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی اور عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر مقرر فرما دیا۔ اور فرمایا کہ کسی بچے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔

چنانچہ عبداللہ بن عتیک اپنے چند رفقاء کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ابو رافع کا قلعہ نزدیک آ گیا تو حضرت عبداللہ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرو میں آگے جا کر صورت حال کا جائزہ لیتا ہوں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب میں گیا تو ان لوگوں کا کوئی گدھا قلعہ سے باہر رہ گیا تھا۔ وہ اسے پکڑ کر اندر لے جا رہے تھے۔ اور میں قلعہ کے دروازہ کے پاس ہی اس طرح کپڑا اوڑھ کر بیٹھ گیا جیسے قضائے حاجت کر رہا ہوں۔ **فغطیت رأسی ورجلی کأنی اقضی حاجۃ.**

دربان نے یہ سمجھ کر کوئی آدمی ہے آواز دی **من اراد ان یدخل فلیدخل قبل ان اغلقه** کہ اگر اندر آنا ہے تو جلدی آ جا میں دروازہ بند کرنے لگا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میں خاموشی سے داخل ہو گیا **ثم اختبأت فی مربط حمار عند باب الحصن** اور گدھوں کے اصطبل میں چھپ کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

ابو رافع بالا خانہ پر رہتا تھا اور رات کو قصہ گوئی اور شاعری ہوتی تھی۔ جب یہ مجلس ختم ہوئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے تو دربان نے دروازہ بند کر کے کنجیاں اپنی جگہ پر لٹکا دیں۔

جب سب سو گئے اور رات کا کافی حصہ گزر گیا تو میں نے اٹھ کر کنجیاں

اٹھائیں۔ دروازے کھولتا ہوا بالا خانے کی طرف چل پڑا۔ میں جو دروازہ کھولتا تھا اندر سے بند کرتا جاتا تھا کہ اگر لوگوں کو خبر ہو بھی جائے تو میرے کام میں رکاوٹ نہ آئے۔

رات کے سخت اندھیرے میں میں سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اب اندھیرے کی وجہ سے مجھے معلوم نہیں کہ ابو رافع کہاں ہے؟ کس طرف ہے؟ تو میں نے یہ جاننے کے لیے کہ ابو رافع کدھر ہے۔ اُسے آواز دی یا ابا رافع؟ ایک طرف سے اس کی آواز آئی من هذا؟ کہ یہ کون ہے؟

میں نے اسی آواز والی جگہ پر تلوار کا وار کیا، جو خالی گیا۔ اور ابو رافع نے ایک چیخ ماری۔ پھر میں نے آواز بدل کر کہا مالک یا ابا رافع؟ ابو رافع خیریت تو ہے؟ وہ بولا کہ ابھی میرے اوپر کسی شخص نے تلوار کا وار کیا ہے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں نے اس آواز والی جگہ پر دوسرا وار کیا۔ اور وہ کسی حد تک زخمی ہو گیا اور اس نے پھر چیخ ماری۔ اتنے میں اس کی بیوی بھی جاگ گئی۔ میں نے اولاً اس کی بیوی کا کام تمام کرنا چاہا مگر مجھے رسول اللہ ﷺ کا حکم یاد آ گیا کہ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔

چنانچہ میں نے پے در پے وار کر کے اپنی سمجھ کے مطابق اس کا کام تمام کر دیا اور خاموشی کے ساتھ نیچے اُترنے لگا۔ اُترتے اُترتے سیڑھی سے میرا پاؤں پھسلا اور میں نیچے گر گیا اور میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

چاندنی رات تھی میں نے عمامہ کھول کر اس کو باندھ دیا اور دروازے کھولتا ہوا لنگڑاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ اور کہا کہ انطلقوا فبشروا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی لا ابرح حتی اسمع الناعیہ تم

چلو اور رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری دو میں نے تو اس کی موت کا اعلان سن کر آؤں گا۔

صُبح ہوتے ہی قلعہ کی فصیل سے اس کی موت کا اعلان ہوگیا اور میں وہاں سے روانہ ہوکر ساتھیوں سے آملا۔ چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں خوشخبری سنائی اور جو واقعہ گزرا تھا وہ سارا بیان کیا۔

آپؐ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ میں نے ٹانگ پھیلائی تو آپ نے دعاء کرتے ہوئے دست مبارک پھیرا اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا مجھے کبھی تکلیف آئی ہی نہ تھی۔

**نتائج:-**

(۱) گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔
(۲) عبداللہ بن عتیک کی بہادری اور خطرناک منصوبہ۔
(۳) عورتوں کو قتل کرنا بزدلی ہے۔
(۴) رسول اللہ ﷺ کا معجزۂ شفاء مرض۔

## ۹۰ :- ھَار اُونٹ کے نیچے پڑا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک غزوہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی۔ قافلہ واپس ہوکر مقام ذات الجیش میں پہنچا تو وہاں میرا ایک ہار گم ہوگیا۔

میں نے فوراً رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا۔ صُبح قریب تھی۔ آپ نے پڑاؤ ڈال دیا۔ فا قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی التماسہ واقام الناس معہ۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ اس ہار کی تلاش کے لیے رُک

گئے۔

آپؐ نے چند صحابہ کرامؓ کو اس ہار کی تلاش کے لیے بھیجا بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم اسید بن حضیر وانا سا معه فی طلب قلادۃ۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ چند دوسرے صحابہ کرامؓ کو آپ نے ہار ڈھونڈھنے کے لیے روانہ کیا۔ اتفاقاً اس منزل پر پانی مطلق نہ تھا۔ نماز کا وقت قریب آیا تو لوگ گھبرا گئے۔ بعض لوگ شکایت لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے کہ آپ کی بیٹی عائشہؓ نے پوری فوج کو کس مصیبت میں ڈال رکھا ہے؟ یہاں پانی مطلق نہیں ہے، نماز کا وقت آ گیا ہے، وضو وغیرہ کیسے کریں گے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو کر سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور انھیں سخت ناراض ہوئے کہ تم ہر روز نئی مصیبت سب کے سر لاتی ہو۔ اور غصہ میں آ کر انکی کوکھ میں کئی ضربیں بھی لگائیں۔

جب نماز کا وقت بالکل تنگ ہو گیا تو اس وقت قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں تیمم کا حکم دیا گیا ہے۔

وان کنتم مرضی أو علی سفر او جاء احدمنکم من الغائط أولا مستم النساء فلم تجدوا ماءً ا فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوهکم وایدیکم ان الله کان عفوا غفوراً (نساء)

کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا قضائے حاجت سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہے اور تمہارے پاس پانی نہ ہو تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لو۔ اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

تیمّم کی یہ رعایت ملنے پر سب صحابہ کرامؓ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے مسئلہ حل فرما دیا۔ اور ابھی ابھی جو صحابہ کرامؓ جوش سے لبریز تھے۔ مسرت سے ان کے چہرے کِھل اُٹھے اور اپنی ماں کو دعائیں اور مبارکباد دینے لگے اور کہنے لگے۔

ماهی باول بر کتکم یا آل ابی بکر.

کہ اے ابوبکر کے گھر والو! اسلام میں یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے؟ یعنی اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے برکات کا نزول فرمایا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹی سے فرمانے لگے۔ جان پدر مجھے معلوم نہ تھا کہ تو اس قدر مبارک ہے۔ تیرے ذریعے خدا نے مسلمانوں کو کتنی آسانی بخشی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پانی کا مسئلہ تو حل ہو گیا مگر ہار کا مسئلہ حل نہ ہوا۔ تلاش بسیار کے باوجود ہار نہ ملا۔

آخر مایوس ہو کر اور تھک ہار کر قافلے نے جانے کا عزم کر لیا۔ اور سواریوں کو اٹھایا گیا تو فبعثنا البعير الذی كنت عليه فاصبنا العقد تحته۔ جب ہم نے وہ اونٹ اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو دیکھا کہ ہار اس کے نیچے پڑا ہوا تھا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام۔

(۲) ابوبکرؓ کے گھرانے کی وجہ سے تیمم اور دیگر برکات کا نزول۔

(۳) آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ غیب دان نہیں تھے۔

# ۹۱ :- یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا۔

۸ھ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین سو صحابہ کرام پر مشتمل ایک سریہ سمندر کے کنارے قبیلہ جہینہ پر حملے کے لیے بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ اس لشکر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے بطور توشہ ہمیں کھجوروں کا ایک تھیلہ دیا۔ امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ روزانہ فی کس ایک ایک کھجور تقسیم فرما دیتے تھے اور ہم چوبیس گھنٹے اسی کھجور پر گزارہ کرتے تھے۔

حضرت جابرؓ کے شاگرد نے عرض کیا! کہ حضرت! ایک کھجور پر آپ کا گزارہ کس طرح ہوتا ہے؟

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اس ایک کھجور کی قدر بھی اس وقت معلوم ہوئی جب سارا زادراہ ختم ہو گیا ففنی زادنا فاصابنا جوع شدید۔ ہمارا زادراہ ختم ہو گیا اور ہم سخت بھوک کا شکار ہوئے۔

اب صرف کھجور کی گٹھلیوں پر گزارہ تھا کانو ایمصونه ویشربون علیه الماء ہمارے ساتھی ان گٹھلیوں کو چوس لیتے اور اوپر سے پانی پی لیتے تھے۔ اور ہم درختوں کے خشک پتے جھاڑتے تھے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے۔

درختوں کے پتے اور گٹھلیاں وغیرہ کھانے سے ہونٹ اور منہ زخمی ہو گئے۔ جسم اتنے کمزور اور خشک ہو گئے کہ جلد پھٹنے لگی۔ آخر ایک دن ہم سمندر کے کنارے پہنچے، ہم بھوک سے بے چین اور نڈھال تھے کہ اللہ تعالیٰ نے غیبی عنایت کا کرشمہ ظاہر کیا۔

سمندر کی لہروں نے ایک بہت بڑی مچھلی کنارے پر پھینک دی جس کو

عنبر کہتے ہیں۔ یہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ ہم تین سو آدمی اٹھارہ دن تک اس سے گوشت لے کر کھاتے رہے۔ اس کا تیل وغیرہ جسم پر مَلا۔ اور کسی حد تک تنومند ہو گئے۔ اتنے دن اس کا گوشت کھانے کے باوجود وہ مچھلی ختم نہ ہوئی۔

امیر لشکر حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور لشکر میں سب سے لمبے آدمی کو سب سے بڑے اونٹ پر بٹھا کر اس کے نیچے سے گزارا تو وہ سوار بلا تکلف گزر گیا۔ اس مچھلی کی آنکھ اتنی بڑی تھی کہ ہم تیرہ آدمی اس کی آنکھ میں بیٹھ گئے۔ ہم نے اس کا گوشت خشک کر کے اپنے تھیلوں میں بھر لیا اور سفر میں کھاتے رہے حتیٰ کہ جب مدینہ منورہ واپس آئے تو وہ گوشت پھر بھی ہمارے پاس موجود تھا۔

ہم نے یہ سارا واقعہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا **ھو رزق اخرجہ اللہ لکم** کہ یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو تمہیں دیا گیا ہے۔ آپؐ نے بھی اس اللہ کے دیے ہوئے پاکیزہ رزق میں سے گوشت لے کر کھایا۔

اس سریہ کو سریۃ البحر بھی کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ساحل سمندر کا رخ کیا تھا۔ اور سریۃ الخبط بھی کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے درختوں کے پتے جھاڑ کر کھائے تھے۔ اور سریۃ العنبر بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو عنبر مچھلی اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی تھی۔

**نتائج:-**

(۱) صحابہ کرامؓ کا فقر و فاقہ اور مجاہدانہ زندگی۔
(۲) ہر تنگی کے بعد اللہ تعالیٰ سہولت پیدا فرما دیتے ہیں۔
(۳) عنبر مچھلی اللہ تعالیٰ کی عجیب مخلوق ہے۔

(۴) بابرکت رزق سے کھانا سُنّتِ رسول ہے۔

## ۹۲ :- تُجھے یہ کستوری تولنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ بحرین سے کستوری آئی۔ آپؓ نے ارادہ فرمایا کہ اُسے تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

آپ کی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے رضا کارانہ طور پر تولنے کا عندیہ ظاہر کیا۔ آپؓ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ جب بیوی نے بار بار عرض کیا تو آپ نے سختی کے ساتھ منع فرما دیا اور فرمایا کہ تجھے یہ کستوری تولنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

یہ مال سب مسلمانوں کا ہے اور تولتے ہوئے کچھ ذرات تیرے ہاتھ کے ساتھ لگ جائیں گے اور تو اس سے منتفع ہو جائے گی۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ اتنی مقدار کی بھی زیادتی مجھے یا میرے گھر والوں کو حاصل ہو۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت عمرؓ کا تقویٰ اور احتیاط۔

(۲) حقوق العباد کی اہمیت۔

## ۹۳ :- میں نے سُورہ کھف شروع کر رکھی تھی۔

ایک موقعہ پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو صحابہ کرامؓ کو رات کے وقت

دشمن کی نقل وحرکت معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ ایک مُہاجر تھے اور ایک انصاری۔

دونوں حضرات طے شُدہ جگہ پر تشریف لے گئے اور پہرہ دینا شروع کردیا۔ انصاری نے مہاجر سے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ رات کے کسی وقت دونوں پر نیند کا غلبہ ہوجائے اور تعمیل حکم نبوی کا حق ادا نہ ہوسکے۔

اس لیے بہتر ہے کہ رات کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ میں آپ آرام کرلیں اور میں جاگتا رہوں گا اور دوسرے حصے میں آپ جاگ لیں میں نیند پوری کرلوں گا۔ اور اگر کوئی خطرہ وغیرہ درپیش ہوا تو دوسرے ساتھی کو جگالیں گے۔

چنانچہ رات کا پہلا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجر سو گئے۔

انصاری نے سوچا کہ جاگنا تو بہر حال ہے ہی، بہتر ہے کہ نوافل پڑھنا شروع کردوں۔ وضو کر کے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن نے دور سے دیکھا کہ معلوم ہوتا ہے کوئی آدمی کھڑا ہے۔ شاید آدمی ہے یا درخت وغیرہ کا تنا ہے؟

دشمن نے تیر مارا اور وہ تیر سیدھا اس نمازی کے بدن میں آکر گُھس گیا۔ جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دشمن نے دوسرا تیر پھینکا۔ وہ بھی ٹھک سے آکر ان کے بدن میں گُھس گیا۔ پھر تیسرا تیر آیا وہ بھی جسم میں پیوست ہوگیا۔ اور یہ برابر کھڑے نماز پڑھتے رہے۔

بڑے اطمینان سے نماز مکمل کی اور اپنے ساتھی کو جگایا۔ اس نے جب دیکھا کہ یہ تو خون میں لت پت ہیں تو حیران ہوکر بولا کہ آخر اتنے نازک مرحلے پر تم نے مجھے کیوں نہ جگایا؟ اور نماز کو مختصر کیوں نہ کردیا؟

انصاری نے جواب دیا کہ دراصل میں نے نماز میں سورۃ کہف شروع کر رکھی تھی۔ میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کرلوں۔ اس لیے دیر ہوگئی۔ اور اب بھی اس بات کے اندیشہ کی وجہ سے تجھے جگایا کہ مبادا کہ اس

حالت میں مر جاؤں اور حضور ﷺ نے جو چوکیداری کی خدمت سپرد فرمائی ہے اس میں کمی آ جائے۔

چنانچہ دشمن نے جب دیکھا کہ یہاں تو کچھ آدمی ہیں اور نہ معلوم کتنے ہیں؟ اس لیے وہ ڈر کے مارے بھاگ گیا۔

**نتائج:-**

(۱) اِمتثال امر نبوی ﷺ۔

(۲) صَحابہ کرامؓ کا نماز سے شغف۔

(۳) قرآن مجید کی تلاوت سے محبت۔

(۴) چوکیداری کرنا بھی جہاد کا حِصہ ہے۔

## ۹۴ :- کثرت سجُود سے میری مدد کر۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اکثر آپ کی خدمت میں رات گزارتے تھے اور تہجد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ نے میری ان خدمات سے خوش ہوکر فرمایا سَلْ کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا اَسْأَلُکَ مرافقتک فی الجنۃ کہ میں جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اَوَغیر ذالک کہ اس کے علاوہ بھی کچھ مطلوب ہے؟ میں نے عرض کیا ھو ذاک یہی میری آخری اور سب سے بڑی تمنا ہے تو آپؐ نے فرمایا فأعنی علیٰ نفسک بکثرۃ السجود تو پھر سجدوں کی کثرت سے میری مدد کیجیے۔ یعنی کثرت سے نماز (فرائض کے علاوہ نوافل) پڑھیے۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت ربیعہؓ کا بہترین سوال۔

(۲) نماز اور کثرت سجود کی فضیلت۔

(۳) سب کچھ دینے والا اللہ تعالےٰ ہے۔

## ۹۵:- یہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک دفعہ ایک سائل آیا اور اس نے بھوک اور پریشانی کی شکایت کی۔ آپؐ نے اپنی ازواج کے ہاں ایک آدمی بھیجا کہ گھر میں اگر کچھ ہو تو لے آئے۔ مگر اس وقت حالت ایسی تھی کہ آپ کے گھروں میں سے کچھ بھی نہ ملا۔ پھر آپ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ کون ہے جو اس شخص کی مہمانی کرے۔

ایک انصاری صحابیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! میں مہمانی کروں گا۔ چنانچہ وہ انصاریؓ اس مہمان کو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں۔ ان کی جتنی خدمت ہو سکے کیجیے۔

بیوی نے عرض کیا خدا کی قسم اس وقت گھر میں نہ تیرے لیے کچھ ہے اور نہ میرے لیے' البتہ چھوٹے بچوں کے لیے معمولی سا کھانا موجود ہے۔ اگر مہمان کو کھلایا جائے تو پھر بچے بھوکے رہ جائیں گے۔

صحابی نے فرمایا کہ تم بچوں کو بہلا کر سُلا دو۔ جب یہ سو جائیں گے تو وہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ پھر سوچ آئی کہ مہمان اکیلا تو کھائے گا نہیں جب تک ہم اس کے ساتھ مل کر نہ کھائیں۔ اور اگر مل کر کھائیں تو کھانا اتنا کم ہے کہ مہمان بھوکا رہ جائے گا۔

اس کی ترکیب یہ نکالی کہ بیوی کو حکم دیا کہ جب کھانا مہمان کے آگے رکھ دیا جائے۔ ہم بھی ساتھ ہی کھانے کے لیے بیٹھ جائیں گے اور تو اٹھ کر چراغ کو ٹھیک کرنے کے بہانے بجھا دینا۔

چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا چراغ بجھا دیا گیا اور اندھیرے میں یہ دونوں میاں بیوی خالی مُنہ ہلاتے رہے اور کھانے کی آواز پیدا کرتے رہے۔ اس طرح ان دونوں میاں بیوی نے کچھ نہ کھایا اور مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھالیا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ. کہ وہ لوگ دوسروں کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود فاقہ ہی سے کیوں نہ ہوں۔

اور آپؐ نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فلاں مرد اور عورت کے فعل پر انتہائی خوش ہوئے ہیں۔

**نتائج:۔**

(۱) پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے گھروں میں فاقے۔
(۲) مہمان کا اکرام سنت رسولؐ ہے۔
(۳) صحابی نے مہمان رسول کی کتنی قدر کی۔
(۴) اپنے اور بچوں پر مہمان کو ترجیح دی۔
(۵) عجیب وغریب ترکیب سے مہمان کو سیر کر کے کھانا کھلایا۔
(۶) ان کی شان میں قرآن کا نزول۔

# ۹۶ :- اے اللہ! میں نے تیرے خوف سے ایسا کیا۔

حدیث شریف میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے زمانے میں ایک شخص نے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی' اور غفلت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا رہا۔ ساتھ ہی یہ جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات اور شان سے بھی اچھی طرح واقف نہ تھا۔

جب اس کی موت کا وقت آیا تو پچھلی زندگی یاد کر کے اس پر خوف خدا کا شدید غلبہ ہوا۔ اور اپنے برے انجام سے اتنا ڈرا کہ اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں فحرقوه ثم اذروا نصفه فى البرّ و نصفه فى البحر تو مجھے جلا دینا اور جلا کر راکھ کر دینا۔ پھر میری اس راکھ سے آدھی تو خشکی میں جگہ جگہ بکھیر دینا اور آدھی کو سمندر میں لے جا کر بہا دینا۔ تاکہ میرا کہیں پتہ اور نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔ اور میں جزاوسزا کے لیے دوبارہ زندہ نہ کیا جاؤں۔ میرے بیٹو! میں تو اتنا گنہگار ہوں کہ اللہ کی قسم لئن قدر الله عليه ليعذبنه عذابا لا يعذبه احدا من العالمين اگر خدا نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا سخت عذاب دے گا جو دنیا جہان میں کسی کو بھی نہ دے گا۔

چنانچہ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے حسب وصیت اسے جلایا اور اس کی راکھ لے کر مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ خشکی کے علاقے میں دور دور تک گئے۔ پہاڑوں، میدانوں، جنگلوں اور ریگستانوں میں اس کی راکھ کا ذرہ ذرہ بکھیر دیا اور اسی طرح مختلف سمندروں کے سفر کر کے جگہ جگہ اس کی راکھ کو بہایا۔

فامر الله البحر فجمع ما فيه وامر البرّ فجمع ما فيه.

پھر اللہ تعالےٰ نے سمندر کو حکم دیا تو آناً فاناً اس کے سارے ذرات اس نے حاضر کر دیے۔

اور خشکی کو حکم دیا تو اس نے بھی سب ذرات بارگاہ الٰہی میں حاضر کر دیے۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اب اللہ تعالےٰ نے پوچھا **لم فعلت هذا** کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟

اس نے ڈرتے ہوئے جواب دیا کہ یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے زندگی کس طرح گزاری۔ **من خشيتك يا رب وانت اعلم**۔ یہ سب کچھ میں نے تیرے خوف سے ہی کیا ہے۔ **فغفر له** تو اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے اسے معاف کر دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) اللہ تعالےٰ قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے۔
(۲) ایک جاہل آدمی کی جاہلانہ تدبیر۔
(۳) خوف خدا کی وجہ سے اس کا کام بن گیا۔
(۴) اللہ تعالےٰ کی رحمت اور کرم کا ایک نمونہ۔

## ۹۷ :۔ اپنے ساتھی کو بیٹے کی خوشخبری دے دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات شہر کی حفاظت کے لیے چکر لگانے کے لیے نکلے۔ ایک میدان میں گزر ہوا تو وہاں بالوں کا بنا ہوا ایک خیمہ دیکھا۔ جب اس خیمہ کے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک مسافر آدمی خیمہ کے دروازے پر بیٹھا ہے

اور اندر سے کچھ کراہنے کی آواز آ رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ آواز کیسی آ رہی ہے؟

اس نے بتایا کہ میں ایک مسافر آدمی ہوں، پردیسی ہوں۔ یہاں سے گزر ہوا تو رات گزارنے کے لیے پڑاؤ کیا۔ آپ نے اندر سے کراہنے کی آواز آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے بڑے اصرار کے بعد بتایا کہ امرأہ مخضت تلد ...... میری عورت کے ہاں ولادت کا وقت قریب ہے اور دردزہ ہو رہا ہے۔

آپ نے پوچھا فھل عندھا احد؟ کیا اس کے پاس کوئی دوسری عورت وغیرہ ہے؟ اس نے کہا ''نہیں'' آپؓ وہاں سے جلدی میں اُٹھے اور گھر آ کر اپنی بیوی حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کو جگایا اور اس سے پوچھا ھل لک فی اجرِ ساقه الله الیکِ؟ کہ ایک بڑے ثواب کی چیز تیرے مقدر میں آ گئی ہے۔ تیرا کیا خیال ہے؟

بیوی نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ آپؓ نے بتایا کہ اس طرح ایک مسافرہ عورت کو دردزہ ہو رہا ہے اور وہ بیچاری تنہا ہے۔ شہر کے باہر ایک خیمہ میں پڑی ہے۔

حضرت ام کلثومؓ بھی آخر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں فوراً اس کے لیے تیار ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولادت کے وقت جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ساتھ لے لو۔

چنانچہ انہوں نے گھی، شکر، دانے، ہانڈی وغیرہ لے لی اور حضرت عمرؓ کے ساتھ چل پڑیں۔ وہاں پہنچ کر حضرت ام کلثومؓ تو خیمہ کے اندر چلی گئیں اور آپؓ نے باہر چولہا بنا کر آگ جلائی اور ہانڈی میں دانے اُبالے گھی، شکر ڈالی۔

حالت یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگ کو جلانے کے لیے بار بار پھونک مار رہے تھے۔ والدخان یخرج من خلال لحیتہ اور دھواں آپ کی ڈاڑھی مبارک سے نکل رہا تھا۔ اور وہ مسافر بیٹھا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ رات کے اندھیرے میں یہ کون شخص فرشتہ رحمت بن کر آ گیا ہے۔ وہ کسی کام کو ہاتھ لگاتا تو حضرت عمرؓ فرماتے آپ مسافر ہیں آرام کریں یہ میرا کام ہے۔ اس نے نام پوچھا تو فرمایا کہ تجھے کام سے غرض ہے نہ کہ نام سے۔ اور جس کی رضاء کے لیے یہ سب کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارا نام جانتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ولادت سے فراغت ہوگئی اور اندر سے حضرت ام کلثومؓ نے آواز دے کر عرض کیا **بشر صاحبک بغلام یا امیرالمؤمنین!** کہ اے امیر المؤمنین اپنے ساتھی کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دے دیجیے۔

امیر المؤمنین کا لفظ جب اس مسافر کے کان میں پڑا تو وہ گھبرا گیا کہ **ارتاع و خجل** گھبرا بھی گیا اور شرمندہ بھی ہو رہا ہے۔

آپؓ نے فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں یہ میرا فریضہ تھا جو میں نے ادا کیا۔ **یا اخا العرب من ولی شیئا من امور المسلمین ینبغی له ان یطلع علی صغیر امور هم و کبیرها . فانه عنها مسئول و متی غفل خسر الدنیا والآخرة.**

کہ اے عرب بھائی جس آدمی کو مسلمانوں کے امور سونپے جائیں اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کے چھوٹے بڑے معاملات کو سمجھے اور باخبر رہے۔ کیونکہ وہ سب امور کا ذمہ دار ہے۔ اور جب وہ لوگوں کے حالات سے غافل ہو گیا تو دنیا و آخرت میں اس کے لیے نقصان ہی نقصان ہے۔

آپؓ نے وہ ہانڈی خیمہ کے دروازہ کے پاس رکھ دی اور فرمایا کہ یہ اپنی

بیوی کو بھی کھلاؤ اور خود بھی کھاؤ۔ کیونکہ تمہاری رات بھی جاگنے میں گزر گئی۔ اگر مزید کوئی معاملہ ہو تو کل میرے ہاں آنا۔ میں خدمت کے لیے تیار ہوں۔ اس کے بعد اپنی بیوی کو ساتھ لے کر واپس تشریف لے آئے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عمرؓ کا عظیم کردار۔

(۲) حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کی عظمت۔

(۳) مسلمانوں کا بادشاہ ان کے حالات کا ذمہ دار ہے۔

(۴) مُسافر کی خدمت کرنا عظیم نیکی ہے۔

## ۹۸ :۔ یہ پہلے یاد کرایا ہوتا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آپؓ کی خدمت میں دراہم کی دو بوریاں بھر کر بھیجیں۔ جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے۔ انہوں نے ایک طبق میں یہ رقم رکھ لی اور اس کو بانٹنا شروع کر دیا۔

بانٹتے بانٹتے شام تک سب ختم کر دیے۔ ایک حبہ بھی باقی نہ چھوڑا۔

اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روزہ سے تھیں۔ جب شام کا وقت قریب آیا تو باندی سے کہا کہ افطار کے لیے کچھ لے آؤ۔ وہ ایک خشک روٹی پر زیتون کا تیل مل کر لے آئی۔ اور عرض کرنے لگی کہ اے ام المؤمنین! آج آپ کے پاس کتنی دولت آئی اور آپ نے سب تقسیم کر دی کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ایک درہم کا گوشت منگا لیتیں اور سالن تیار ہو جاتا۔ اور آج ہم سالن روٹی سے افطار کر لیتے۔

فرمانے لگیں کہ اب ملامت نہ کرو پہلے یاد کیوں نہ دلایا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عائشہؓ کا مقام ومرتبہ اور فیاضی۔

(۲) دولت دنیا سے بے رغبتی کا عجیب عالم۔

(۳) فقروفاقہ کی اختیاری زندگی۔

## ۹۹ :۔ ربّ کعبه کی قسم میں کامیاب هوگیا۔

۴ھ میں نجد کا ایک شخص عامر بن مالک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور اپنے علاقہ میں دعوت اسلام کے لیے مبلغین مانگے۔

آپؐ نے ستر صحابہ کرام جو قراء کہلاتے تھے اس کے ساتھ روانہ کر دیے۔

یہ سب صحابہ کرامؓ قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے۔ کانوا یحتطبون بالنّہار و یصلون باللّیل ۔یہ اتنے پاکباز اور مقدس لوگ تھے کہ دن کو لکڑیاں چنتے تھے اور شام کو فروخت کر کے اصحاب صفہ کے لیے کھانا لاتے تھے اور رات قیام لیل اور تہجد وغیرہ میں گزار دیتے تھے۔

جب یہ صحابہ کرامؓ بیر معونہ کے مقام پر پہنچے تو ان کو دھوکے سے قبیلہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان نے گھیرے میں لے لیا۔اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے جب حضرت حرام بن ملحانؓ کو نیزہ مارا گیا تو ان کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے الله اکبر فزت و رب الکعبۃ اللہ اکبر قسم ہے رب کعبہ کی

میں کامیاب ہو گیا۔

اس طرح ان تمام صحابہ کرامؓ کو بڑی بے بسی اور بے کسی کے عالم میں بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ صرف کعب بن زید انصاریؓ معجزاتی طور پر بچ گئے۔ ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی کہ وہ لوگ ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ اور یہ لاشوں کے نیچے دبے پڑے تھے۔

اسی حادثہ فاجعہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہؓ بھی شہید ہوئے۔ ان کا قاتل جبار بن سلمیٰ خود بتایا کرتا تھا کہ میں نے جب ان کو نیزہ مارا تو انہوں نے کہا فزت و رب الکعبۃ کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ اور مزید بتایا کہ لقدر رأیتہ' بعد ما قتل رفع الی السماء حتی انی لأنظر الی السماء بینہ و بین الارض ثم وُضع کہ میں نے اس شخص کو قتل ہونے کے بعد خود دیکھا کہ اس کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ حتیٰ کہ کچھ دیر آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہی پھر رکھ دی گئی۔ اور یہی واقعہ اس قاتل کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

رسول اللہ ﷺ کو جب اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپؐ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر اتنا صدمہ کبھی نہ ہوا ہوگا۔ اور آپ ایک مہینہ تک صبح کی قنوت میں ان کے حق میں بددعاء فرماتے رہے۔

آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی کہ ان اصحابکم قد اُصیبوا وانھم قد سألوا ربھم فقالوا ربنا اخبر عنا اخواننا بما رضینا عنک و رضیت عنا۔ کہ تمہارے وہ ساتھی سب شہید کر دیئے گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ اے ہمارے رب ہمارے بھائیوں کو یہ اطلاع دے دے کہ ہم اپنے رب سے جا ملے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے

راضی ہے۔

**نتائج:-**

(۱) صحابہ کرام پر گزرنے والے عجیب حالات۔

(۲) اتنا یقینِ کامل کہ مرتے وقت کہا "رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا"۔

(۳) حضرت عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ عجیب واقعہ۔

(۴) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ غیب دان نہ تھے۔

(۵) آپؐ نے نہایت دُکھی ہوکر ان کے لیے بددعاء مانگی۔

## ۱۰۰ :- بکرے کی سری کا چکرّ۔

غالباً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی رسولؐ کو کسی شخص نے ایک بکرے کی سری بطور ہدیہ بھیجی۔

فقرو فاقہ کا دور تھا۔ بکرے کی سری کا مل جانا بھی بہت بڑی بات تھی۔ یہ صحابی اگرچہ کئی دن سے فاقہ سے تھے۔ گھر میں کھانے پکانے کو کچھ نہیں تھا۔ مگر دل میں سوچا کہ ہوسکتا ہے فلاں آدمی مجھ سے بھی زیادہ تنگی وعسرت کا شکار ہو۔ اس کا کنبہ بھی بڑا ہے۔ چنانچہ وہ سری انہوں نے اس کے ہاں بطور ہدیہ بھیج دی۔

ان کو ایک تیسرے شخص کے متعلق یہی خیال ہوا کہ وہ زیادہ حقدار ہے میری خیر ہے۔ انہوں نے اس کے پاس بھیج دی۔ اسی طرح وہ سری مختلف گھروں کا چکر کاٹتی رہی اور تقریباً سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آئی۔

**نتائج:-**

(۱) صحابہ کرام کا فقر و فاقہ اور عسرت بھری زندگی۔

(۲) فقر و فاقہ کے باوجود بے مثال ایثار و قربانی۔

## ۱۰۱:- محبت نبوی میں اپنا مکان گرادیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ مدینہ منورہ کے قریب و جوار میں تشریف لے جارہے تھے کہ آپ نے ایک بنگلہ تعمیر شدہ دیکھا۔ آپؐ نے ساتھیوں سے سوال کیا کہ یہ بنگلہ کس کا ہے۔ بتایا گیا کہ یہ فلاں انصاری صحابی کا ہے۔ یہ سن کر آپ خاموش ہوگئے۔

کئی دن گزر گئے تو ایک دن وہی بنگلہ والے انصاری صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آ کر سلام عرض کیا۔ آپؐ نے اعراض فرمایا اور سلام کا جواب نہ دیا۔

انصاری صحابی سخت پریشان ہوئے کہ رحمت عالم ﷺ شاید میرے ساتھ ناراض ہیں اور پتہ نہیں کیوں ناراض ہیں۔

آخر تمام صحابہؓ سے سوال کیا کہ تمہیں اگر آپؐ کی ناراضگی کی وجہ معلوم ہو تو خدارا مجھے بتاؤ۔

کسی نے بتایا کہ اور تو کوئی بات معلوم نہیں۔ اگلے دن تمہارے مکان کے قریب سے گزرے تھے اور تمہارا بنگلہ دیکھ کر پوچھا تھا کہ یہ کس کا ہے۔ ہم نے تمہارا نام لے دیا۔ وہ پوچھنے لگے کہ پھر کیا ہوا؟ کیا آپ نے خوشی کا اظہار کیا تھا یا ناراضگی کا۔ صحابی نے بتایا کہ خوشی اور ناراضگی کا تو مجھے معلوم نہیں ہے البتہ خاموشی اختیار فرمائی تھی۔ انصاری صحابی بات کی تہہ تک پہنچ گئے۔ فوراً اُٹھے اور کدال وغیرہ

لے کر اپنے خوبصورت بنگلہ کو گرا کر زمین بوس کر دیا کہ جو بنگلہ اور مکان میرے اور میرے محبوب کے درمیان دوری کا سبب بنے میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔

فهد مها حتى سوا ها بالأرض .

بنگلہ تو گرا دیا مگر آپ کو آ کر بتایا بھی نہیں کہ کہیں یہ احسان چڑھانے والی بات نہ بن جائے۔

کئی دنوں کے بعد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادھر سے دوبارہ گزر ہوا۔ آپؐ نے دیکھا کہ وہ بنگلہ وہاں موجود نہیں ہے۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا کہ وہ خوبصورت بنگلہ کدھر گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ کے اعراض اور بے التفاتی کی وجہ سے اس انصاری نے وہ توڑ پھوڑ کر گرا دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے۔ سوائے اس تعمیر کے جو ضرورت اور مجبوری کی ہو۔

ان كل بناء وبال على صاحبه الا مالا الا مالا يعني مالا بدّ منه

**نتائج:۔**

(۱) بلا مجبوری عمارت بنانا وبال ہے۔

(۲) انصاری صحابی کی محبت رسولؐ کا عجیب نمونہ۔

(۳) ایک مؤمن کا جائیداد و مکانات وغیرہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت ہونی چاہیے۔

## ۱۰۲ :- یہ سونا میرے لیے مٹی کے برابر ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک صحابی حاضر تھے۔ شاید ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی یا اور کوئی وجہ تھی کہ ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تو ان کی انگوٹھی اتار کر نیچے پھینک دی اور فرمایا کہ میری امت کے مردوں کے لیے سونا استعمال کرنا حرام ہے۔

وہ صحابی مجلس نبوی میں بیٹھے رہے اور اس بات کا ذرہ برابر بھی برا نہ منایا۔ جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھ کر تشریف لے گئے اور صحابہ کرامؓ بھی جانے لگے۔ تو لوگوں نے اس صحابی کو کہا کہ یہ اپنی انگوٹھی اٹھا لو۔ بیوی وغیرہ کے کام آجائے گی۔

مگر اس سچے محبِّ رسول نے جواب دیا کہ جس چیز کو میرے محبوب نے نفرت سے پھینک دیا میں اس کو اٹھا نہیں سکتا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کا مطلب تو یہ تھا کہ مرد نہ پہنے۔ آخر آپ کا مال ہے۔ معمولی چیز نہیں سونا ہے بیچ کر بھی رقم کام میں لائی جاسکتی ہے۔

اس صحابی نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے سونا واقعی قیمتی ہوتا ہے۔ لیکن جس سونے کو میرے محبوب نے نفرت کی نگاہ سے دیکھا میرے لیے وہ مٹی سے بھی کم قیمت ہوگیا۔ چنانچہ وہ انگوٹھی وہاں ہی پڑی رہی اور اس صحابی نے اس کو اٹھانا بھی گوارہ نہ کیا۔

**نتائج:-**

(۱) سونا استعمال کرنا مرد کے لیے حرام ہے۔

(۲) صحابی کی محبت واطاعت رسول کا عجیب نمونہ۔

(۳) سونے چاندی سے زیادہ محبت اللہ کے رسولؐ سے ہونی چاہیے۔

## ۱۰۳ :- یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے۔

غالباً غزوہ بدر کے موقعہ پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ سارعُوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السماوات والأرض اعدت للمتقین. کہ اللہ تعالےٰ کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف اٹھو اور بڑھو۔ جس کی چوڑائی آسمان و زمین سے کہیں زیادہ ہے اور متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

حضرت عمیر بن حمام نے جب یہ اعلان سنا تو کہنے لگے ''بخ بخ'' واہ واہ۔

آپؐ نے پوچھا یہ واہ واہ کس بات پر؟ عرض کیا میری تمنا ہے کہ میں بھی ان میں سے ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم بھی ان میں سے ہوسکتے ہو۔

اس وقت حضرت عُمیرؓ کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں جن کو کھا رہے تھے۔ دو تین دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ آج یہ چند کھجوریں ملیں تو ان کو کھا کر تقویت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

دل میں خیال آیا کہ اگر میں یہ کھجوریں کھاتا رہا تو جنت میں پہنچنے میں دیر ہوجائے گی۔ یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے کہاں تک انتظار کروں گا۔ حالانکہ یہ کھجوریں ایک منٹ میں ختم کی جاسکتی تھیں۔ فألقیٰ تمراتٍ کُنّ فی یدہ آپؓ نے اپنی مٹھی میں موجود ان کھجوروں کو زمین پر پھینک دیا اور تلوار لے کر مجمع

میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمایا اور جنت میں پہنچ گئے۔

**نتائج:-**

(۱) صحابہ کرامؓ کو جنت کا اشتیاق۔

(۲) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر یقینِ کامل۔

(۳) فضیلت قتال فی سبیل اللہ۔

## ۱۰۴ :- عمل تھوڑا کیا اور اَجر زیادہ پایا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ایماء پر ان کا سارا قبیلہ ایک ہی دن مشرف باسلام ہوگیا تھا۔ مگر ایک شخص ''اُصیرم'' نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اور اپنے آبائی مذہب پر سختی سے قائم رہا۔ خاندان کے سب افراد نے بہتیرا سمجھایا مگر اس پر ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔

غزوہ اُحد کے موقعہ پر جب رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کی معیت میں مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تو اس وقت اُصیرم کہیں پردیس گئے ہوئے تھے۔

جب گھر واپس آئے تو پورا محلہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ عورتوں سے پوچھا کہ سب لوگ کہاں گئے؟ جواب ملا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اُحد کے مقام پر گئے ہیں۔

یہ سن کر طبعیت میں ایک جوش سا پیدا ہوا۔ فوراً زرہ پہنی ۔ خود سر پر رکھا۔ ہتھیار جسم پر سجائے اور گھوڑے پر سوار ہوکر فوراً احد کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا کہ معرکہ کارزار گرم ہوا چاہتا ہے فرمایئے پہلے اسلام قبول کروں یا آپ کی حمایت میں لڑوں۔ آپؐ نے فرمایا دونوں کام کرو۔ پہلے اسلام قبول کرو اور پھر جہاد کرو۔

اُصیرم کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ جانتے ہیں میں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی۔ اور کوئی بھی نیکی نہیں کی۔ برابر کفر و شرک پر قائم رہا۔

اب اگر میں لڑائی میں کام آ جاؤں تو کیا میری مغفرت ہو جائے گی۔ اور جنت میں مل جائے گی؟ أرأیتَ ان قتلتُ فأین انا۔

آپؐ نے فرمایا ہاں بے شک تیری مغفرت ہو جائے گی کیونکہ اسلام کی خاصیت ہے۔ ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ کہ اسلام لانے کے بعد پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اُصیرم یہ خوشخبری سن کر اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور معرکہ کارزار میں گھس گئے اور مسلمانوں کی طرف سے لڑنے لگے۔

ان کے قبیلہ کے لوگ بنو عبدالاشھل ان کو دیکھ کر سخت برافروختہ ہوئے۔ کہ اس نے اسلام تو قبول کیا نہیں اور محض اپنے قبیلہ کے تعاون کے لیے لڑنے آ گیا۔ اور اس سے کہنے لگے کہ ہمیں اس موقعہ پر کسی کافر کی اعانت کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مہربانی کر کے واپس چلے جائیں۔

اُصیرم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بولے میں تو ابھی ابھی اسلام قبول کر چکا ہوں۔ میدان کارزار میں اُصیرم اس دلیری اور جرأت سے لڑے کہ مشرکوں کا منہ پھیر دیا۔ آخر بہت سے مشرکین نے ان کو بڑی مشکل سے اپنے نرغہ میں لے کر شدید زخمی کر دیا اور یہ گر پڑے۔ لوگ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ کیا آپ نے قومی جمعیت میں لڑائی لڑی؟ انہوں نے جواب دیا میں تو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں لڑا ہوں۔

اور اسی اثناء میں حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور شہادت سے مشرف ہو کر جنت کی راہ لی۔

آپؐ کو جب ان کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا عمل قلیلاً و أجر کثیراً کہ اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر بہت پایا۔

صحابہ کرام بعد میں ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ بھلا وہ کون تھا۔ جس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی اور سیدھا جنت میں گیا تو جواب ملتا "عمرو بن ثابت الأشهلي الملقب به أصيرم رضی الله عنه"۔

**نتائج:-**

(۱) نجات کا دارومدار کلمہ اسلام پر ہے۔

(۲) اسلام لانے سے سابقہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(۳) فضیلت قتال فی سبیل اللہ اور فضیلتِ شہادت فی سبیل اللہ۔

(۴) اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

## ۱۰۵:- سگے بیٹے سے بول چال ختم۔

صحابی رسولؐ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانے کی اجازت دے دیا کرو۔ اس لیے آج ہم ان کو مسجد میں جانے سے روک نہیں سکتے۔

سیدنا ابن عمرؓ کے ایک صاحبزادے نے عرض کیا کہ ہم اجازت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے دور اور آج کے دور میں بڑا فرق ہے۔ اگر آج ہم اجازت دے دیں تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ چل کر وہ اسے آزادی اور سیرو تفریح کا بہانہ بنالیں۔

ناظرین گرامی! غور فرمائیں تو بیٹے کی بات وزنی ہے۔ اسی طرح کی

بات حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں اگر حضورﷺ اس زمانہ کی عورتوں کا چلن دیکھ لیتے تو ضرور ان کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ کا زمانہ آپؐ کے زمانہ سے کچھ دور نہیں ہے۔ مگر پھر بھی وہ انہیں مسجد میں آنے سے روکنا چاہتی ہیں۔

مگر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بیٹے کی یہ بات سنی کہ ہم تو اجازت نہیں دیں گے تو غصے سے چہرہ سُرخ ہوگیا اور فرمایا کہ میں تو حضورﷺ کا ارشاد سناؤں اور تو جواباً فوراً اس کی نفی کرے۔ تم نبی کریمؐ کے مقابلہ میں بات کرنے والے کون ہوتے ہو؟ اس کے بعد محض اسی وجہ سے اپنے بیٹے سے بولنا چھوڑ دیا اور عمر بھر کلام نہ کیا۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت ابن عمرؓ کی رسول اللہ سے محبت کا عجیب واقعہ۔

(۲) اطاعت رسول کا نادر نمونہ۔

(۳) سگے بیٹے کے مقابلہ میں رسول اللہﷺ کو ترجیح دی۔

## ۱۰۶ :- مُجھے اس کی قبر دکھاؤ۔

حدیث شریف کا واقعہ ہے کہ ایک کالے رنگ کی حبشی عورت مسجد نبوی کی صفائی وغیرہ کیا کرتی تھی۔

ایک رات اچانک وہ فوت ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ نے رات کے وقت آپ کو اس معمولی عورت کے جنازے کے لیے جگانا اور تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا اور رات ہی رات اس کا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ ولم یعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بموتہ آپؐ کو اس کی موت کا علم نہ ہو سکا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپؐ نے

صحابہ کرامؓ سے سوال کیا **ما فعل ذٰلک الانسان ؟** کہ وہ خادم مسجد کہاں ہے؟ صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ حضرت وہ تو فوت ہوگئی۔ اور ہم اس کو دفن کر آئے ہیں۔

آپؐ کو اس کے جنازے پر شریک نہ ہونے کا بڑا دکھ ہوا اور فرمایا **افلا آذنتمونی؟** کہ تم نے مجھے کیوں نہ اطلاع دی۔؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ آرام فرما رہے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ ہم نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ آپؐ نے فرمایا **دلونی علی قبرھا** کہ اب مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے آپ کو اس کی قبر دکھائی اور آپ نے اس کے لیے دعاء کی۔

**نتائج:-**

(۱) مسجد کی خادمہ کا اعزاز۔
(۲) مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا بہت بڑا عمل ہے۔
(۳) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی غیب کا علم نہیں رکھتے۔
(۴) میت کے پاس قبر میں سوال و جواب کے وقت آپؐ تشریف نہیں لے جاتے۔
(۵) بعد از دفن قبر پر کھڑے ہو کر دعاء کرنا جائز ہے۔

## ۱۰۷ :- ابو ھریرہؓ ! چادر بچھاؤ۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ ۷ھ میں اسلام قبول کیا اور چار سال بعد ۱۱ھ

میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوگئی۔ چار سال کی اس قلیل مدت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اتنی کثیر تعداد میں احادیث یاد کیں کہ ان کے مقابلے میں شاید ہی کوئی ہو۔ آپؓ نے تقریباً پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث روایت فرمائی ہیں۔

آج بھی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے اتنی احادیث کیسے حاصل کرلیں۔ جبکہ صدیق وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم جو ہمیشہ آپؐ کے ساتھ رہے انہوں نے اتنی احادیث روایت نہیں کیں۔

اس کی وجہ خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ تھے۔ وہ اکثر بازار میں تجارت وغیرہ میں مشغول رہتے تھے۔ اور میرے انصاری بھائی کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ وہ اکثر اپنے باغات اور کھیتوں میں کام کرتے رہتے تھے۔ جب ان کو اپنے کام سے فرصت ہوتی تو خدمت نبوی میں حاضر ہوتے۔

مگر میں تو اصحاب صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا۔ جو کچھ مل جاتا اس پر قناعت کرلیتا۔ بلکہ بعض دفعہ تو کئی کئی دن تک فاقہ کرنا پڑتا اور حالت یہ ہوتی کہ میں نماز میں کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے کھڑا نہ ہوسکتا تھا۔ بے ہوش ہوکر گر جاتا تھا۔لوگ سمجھتے کہ ابوھریرہ کو کوئی جنون وغیرہ کا دورہ پڑتا ہے۔ واللہ مابی من جنون واللہ مابی الاالجوع اللہ کی قسم یہ کوئی جنون اور مرگی کا دورہ نہ تھا بلکہ بھوک کی وجہ سے کمزور ہوکر میں گر جاتا تھا۔

مجھے کھانے اور کمانے کی کوئی فکر نہ تھی۔ میں صُفہ کے چبوترہ پر در اقدس کے سامنے بیٹھا رہتا کہ لسان نبوت سے کوئی موتی نکلے تو اس کو جمع کرلوں۔اس طرح میں اپنے دوسرے بھائیوں کی نسبت زیادہ حدیثیں محفوظ کرلیا کرتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں آپ سے احادیث سنتا ہوں اور یاد بھی کرتا ہوں۔ مجھے خطرہ رہتا ہے کہ کہیں مجھے کوئی حدیث بھول نہ جائے۔ آپ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرا حافظہ تیز فرمادے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا ابوھریرۃؓ! چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی آپ نے میری چادر پر کچھ پڑھا اور دونوں ہاتھوں سے کچھ ڈالنے کا اشارہ کیا، اس کے بعد فرمایا کہ یہ چادر سمیٹ کر سینے سے لگالو۔ میں نے اس چادر کو سینے سے لگا لیا۔ واللہ ما نسیتُ شیئاً بعد اللہ کی قسم اس کے بعد میں نے آپؐ سے جو کچھ سُنا وہ دل پر نقش ہو گیا اور میں کبھی حدیث کا ایک لفظ بھی نہیں بھُولا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت ابوھریرہ کا شوقِ طلب علم۔

(۲) حضرت ابوھریرہ کی کثرت روایات کی وجہ۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا معجزہ دُعاء حافظہ۔

## ۱۰۸ :۔ ھمارا بچہ اَب تو آرام میں ھے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک چھوٹا بچہ ایک دفعہ سخت بیمار ہوا۔ گھر میں تو فاقے ہی تھے۔ علاج معالجے کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔ گھر میں کچھ نہ ہونے کی وجہ سے میاں بیوی نے تو روزہ رکھ لیا مگر بیمار بچے کا کیا کیا جائے؟

حضرت ابوطلحہؓ سے بچے کی بیماری دیکھی نہ گئی۔ کسی محنت مزدوری کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بچہ اس کرب و اذیت میں اللہ کو

پیارا ہو گیا۔

اس کی ماں ام سُلیم نے بچے کو چارپائی پر لٹا دیا اور اوپر کپڑا ڈال دیا اور خود صبر و تحمل کے ساتھ بیٹھ گئی۔ کسی قسم کا واویلا، رونا دھونا اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا۔

رات کو جب ان کے خاوند تشریف لائے تو آتے ہی بچے کا حال پوچھا۔ انہوں نے سوچا کہ ابو طلحہ تھکے ہوئے آئے ہیں۔ سارا دن روزہ رکھ کر محنت مزدوری کی ہے۔ اب اچانک ان کو یہ جانکاہ خبر سنائی جائے تو ان پر کیا بیتے گی؟ غم واندوہ کی وجہ سے کھانا بھی نہ کھا سکیں گے۔ چنانچہ بیوی نے جواباً کہا کہ بچہ اب تو بالکل آرام میں ہے۔ وہ سمجھے کہ شاید سو رہا ہے اور بے فکر ہو گئے۔

ام سُلیم نے خاوند کو کھانا وغیرہ کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد ابو طلحہؓ نے مقاربت کی خواہش کی تو ام سُلیمؓ ان کی رضاء کے لیے آراستہ ہو گئی۔

جب صُبح ہوئی تو ام سلیمؓ نے عرض کیا کہ ایک بات پوچھنی تھی کہ اگر کسی سے کوئی چیز مانگ کر لی جائے اور کچھ عرصہ اپنے پاس رکھی جائے پھر اگر وہ مالک اپنی چیز واپس مانگ لے تو کیا اسے دے دینی چاہیے یا روک لینی چاہیے؟ ابو طلحہ بولے یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ جب چیز اپنی ہے ہی نہیں پھر نہ دینے کا کیا مقصد! وہ تو مالک ہے زبردستی بھی لے سکتا ہے۔ پس اگر مالک اپنی چیز مانگے تو خوشی سے دے دینی چاہیے۔

یہ سن کر ام سلیمؓ نے کہا کہ ہمارا وہ لڑکا ابو عُمیر اللہ کی امانت تھا۔ پس اللہ تعالےٰ نے اپنی امانت واپس لے لی۔ ابو طلحہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ تو نے کیا کیا مجھے بتایا کیوں نہیں۔ لڑکا گھر میں فوت ہوا پڑا ہے اور میں کس خیال میں لگا رہا۔

بچے کی وفات کا دکھ تو بڑا ہوا مگر یہی سمجھ کر کہ اللہ کی امانت تھی اس نے

واپس لے لی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ لیا۔

صبح جا کر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں یہ سارا قصہ عرض کیا۔ تو آپؐ اس عورت کی ہمت پر بڑے حیران ہوئے اور فرمایا کہ دیکھو کس طرح ایک عورت نے اپنے خاوند کو تسلی اور صبر دلایا۔

پھر آپؐ نے ان کے لیے اس رات میں برکت کی دعاء فرمائی۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی دعاء کی برکت دیکھی کہ اس رات کی بدولت ان کے ہاں عبداللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے۔ جن کے نو بیٹے پیدا ہوئے اور وہ سب کے سب قرآن کے قاری اور حافظ بنے۔

**نتائج:۔**

(۱) ایک عورت نے صبر کا کس قدر مظاہرہ کیا۔

(۲) خاوند کو کس طرح صبر کی تلقین کی۔

(۳) تھکے ہوئے خاوند کو رنج پہنچانا مناسب نہ سمجھا۔

(۴) رسول اللہ ﷺ کی مبارک دعاء کا ثمرہ۔

## ۱۰۹ :۔ تُمھیں بھی مَردوں کے برابر أجر ملے گا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور مقدس میں چند صحابیات جمع ہوئیں تو سوچنے لگیں کہ ہمارے مرد تو نیکیوں میں ہم سے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے لیے تو نیکیاں کرنے کے بڑے مواقع ہیں اور ہم گھروں میں محبوس ہونے کی وجہ سے محروم رہتی ہیں۔ چنانچہ ان عورتوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس موضوع پر بات

کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت اسماء بنت یزید انصاریہؓ کو اپنا نمائندہ بنایا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوگئیں۔

حضرت اسماءؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرد و زن سب کی ہدایت کے لے مبعوث کیا ہے۔ میں مسلمان عورتوں کی طرف سے بطور قاصد حاضر ہوئی ہوں۔

ہم آپ پر ایمان لائے لیکن عورتوں اور مردوں کی حالت میں بڑا فرق ہے۔ ہم عورتیں ہمہ وقت گھروں میں اور پردوں میں بند رہتی ہیں۔ ہم ان کی اولاد کو پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہیں۔ ان کی اولاد کی پرورش کرتی ہیں۔ ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ گھر کا سارا نظام سنبھالتی ہیں۔ چرخہ کاتتی ہیں اور کپڑا بنتی ہیں۔ لیکن ہمارے مرد ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھے رہتے ہیں۔ نماز جمعہ اور پانچ وقت کی نمازوں میں مسجد میں جا کر شریک ہوتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت کرتے ہیں۔ جنازوں میں شرکت کرتے ہیں۔ حج پر جاتے ہیں اور جہاد کے لیے سفر کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم ثواب میں ان کی شریک نہیں ہیں؟

یہ سُن کر حضور اقدس ﷺ نہایت خوش ہوئے اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کیا تم نے دین کے بارہ میں کسی عورت سے ایسی گفتگو سُنی ہے؟

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی عورت ایسی گفتگو کر سکتی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میری بات غور سے سنو اور جن عورتوں نے تجھے بھیجا ہے ان کو بھی سمجھا دو۔ کہ عورت کے لیے شوہر کی رضا جوئی بہت ضروری ہے۔ عورت کو چاہیے کہ شوہر کی موافقت اور فرماں برداری کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عورت کو بھی مرد کے برابر ثواب عطاء فرمائے گا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے یہ جواب سن کر حضرت اسماءؓ اور دیگر عورتیں اتنی خوش ہوئیں کہ ان کے قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

**نتائج:۔**

(۱) عورتوں کو دین کی کتنی فکر تھی۔

(۲) عورت کے لیے خاوند کی تابعداری بہت بڑا عمل ہے۔

(۳) اسلام میں عورت کا مقام اور عظمتِ شان۔

(۴) عورت بھی مرد کے برابر ثواب کما سکتی ہے۔

## ۱۱۰:۔ یہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی۔

غزوہ بدر کے قیدیوں میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد ابوالعاص بھی تھے۔ جو آپ کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

آپؐ نے ان کو بلا فدیہ اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ واپس جا کر آپ کی بیٹی حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے دو آدمی بھی حضرت زینبؓ کو لینے کے لیے بھیجے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئیں تو کفار آگ بگولہ ہو گئے اور آپؓ کا تعاقب کیا۔ اور مقام ''ذی طوی'' میں انہیں جا گھیرا۔

حضرت زینبؓ اونٹ پر سوار تھیں۔ کفار میں سے ہبار بن اسود نے آپؓ کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گر پڑیں۔ چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے بچہ بھی ضائع ہو گیا۔ کفار کا کہنا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان

ہجرت کر کے چلی جائے یہ نہیں ہوسکتا۔

ابوسفیان نے آکر آہستگی سے مشورہ دیا کہ اس طرح آپ کے علی الاعلان جانے سے ہماری سبکی ہورہی ہے۔ فی الحال مکہ واپس چلی جاؤ۔ پھر کسی وقت خفیہ انداز میں چلی جانا۔ چنانچہ حضرت زینبؓ اس وقت واپس مکہ تشریف لائیں اور چند دن کے بعد رات کے اندھیرے میں چپکے سے ہجرت فرمائی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور آپ کتنا عرصہ اسی تکلیف میں مبتلا رہیں حتیٰ کہ ۸ھ میں اسی تکلیف اور بیماری کی وجہ سے انتقال فرمایا ان کی وفات سے رسول اللہ ﷺ نہایت رنجیدہ ہوئے' آپ نے ان کے غسل کے لیے نہلانے والیوں کو خصوصی ہدایات دیں۔ بعد ازاں آپؐ نے اپنا تہہ بند عطاء فرمایا کہ یہ زینب کو کفن کے اندر پہنا دو۔ اور فرمایا کہ میری بیٹی کو اچھی طرح کفن دینا اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا اور اسے بہترین خوشبوؤں سے معطر کرنا اور نہایت بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا کہ زینبؓ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

دفن کے وقت رسول اللہ ﷺ خود قبر میں اُترے اور دفن فرمایا۔ قبر میں اترتے وقت آپ نہایت رنجیدہ تھے کہ آپ کی یہ حالت صحابہ کرامؓ سے دیکھی نہ جاتی تھی۔

جب آپ قبر سے باہر تشریف لائے تو انتہائی خوش وخرم نظر آئے۔ صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ مجھے اس کے ضعف کا خیال تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ اس کی قبر کی تنگی اور سختی ہٹا دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے میری دعاء کو قبول فرمالیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے پیچھے ایک لڑکا علی بن ابی العاصؓ اور ایک لڑکی امامہؓ بنت ابی العاص چھوڑی۔ فتح مکہ کے موقعہ پر

آنحضرت ﷺ کے ساتھ اونٹ پر یہی علیؓ سوار تھے۔

اور یہی اُمامہؓ حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں۔

**نتائج:-**

(۱) عورت کی عظمت وشان۔

(۲) حضرت زینبؓ کی جانگداز تکالیف۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا غم والم اور پریشانی۔

## ۱۱۱ :- اِس سے میری کُشتی کرالو۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غزوہ اُحد کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ سے باہر جا کر لشکر کا معائنہ فرمایا۔ اور بعض نوعمر لڑکوں کو عمر کم ہونے کی وجہ سے واپس فرما دیا۔ لڑکوں کا جہاد میں اشتیاق دیکھ کر بعض صحابہ کرامؓ نے ان کی سفارش فرمائی اور بعض کو اجازت مل بھی گئی۔

انہی لڑکوں میں حضرت رافع بن خدیجؓ اور حضرت سمرہ بن جندبؓ بھی تھے۔ ان کی عمریں تقریباً تیرہ چودہ برس تک تھیں۔

حضرت خدیج رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے رافعؓ کی سفارش کی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا یہ لڑکا نہایت قوی اور مضبوط ہے۔ تیر اندازی میں بھی ماہر ہے۔ ازراہ کرم اسے اجازت دے دیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب رافعؓ کی طرف دیکھا تو وہ شوق جہاد میں اپنا قد لمبا دکھانے کے لیے ایڑیوں کے بل کھڑے ہوگئے۔

آپ ﷺ نے ان کو شمولیت کی اجازت مرحمت فرمادی۔

سمرہ بن جندبؓ کو جب کسی طرح اجازت نہ ملی تو وہ بہت رنجیدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ میں رافعؓ سے زیادہ طاقتور ہوں۔ بے شک آپ اس سے میری کشتی کرالیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کی کشتی کرائی تو واقعی سمرہؓ نے رافعؓ کو پچھاڑ لیا۔ آپؐ نے اس بناء پر سمرہؓ کو بھی اجازت مرحمت فرمادی۔

**نتائج:-**

(۱) میدان جہاد میں نوعمر لڑکوں کی شرکت کا مسئلہ۔

(۲) نوعمر لڑکوں کا شوق جہاد اور جذبہ قتال۔

## ۱۱۲ :- اگر آپ زندہ ہیں تو پھر کوئی پرواہ نہیں۔

غزوہ اُحد میں مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ بھی شدید زخمی ہوگئے۔ اور آپ کی شہادت کی خبر بھی مشہور ہوگئی۔

مدینہ منورہ میں جب یہ وحشت ناک خبریں پہنچیں تو مدینہ کے مرد، عورتیں اور بچے حالات معلوم کرنے کے لیے نکلے۔

ان میں ایک انصاریہ عورت حضرت ہند بنت عمرو بن حرام زوجہ حضرت عمرو بن الجموح بھی تھیں۔ انہیں اپنے عزیزوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی فکر تھی۔ ہر آنے جانے والے سے آپ کی خیریت پوچھتی تھیں۔ ما فعل برسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا بنا؟

میدانِ اُحد کی طرف یہ عفیفہ دیوانہ وار جارہی تھی کہ کسی نے بتایا کہ اس جنگ میں تیرا والد شہید ہوگیا ہے۔ مگر اتنی جانگداز خبر سن کر بھی اس کے منہ سے نکلا

ما فُعل برسولِ الله صلی الله علیه وسلم کہ میں والد کی خیریت معلوم کرنے کے لیے نہیں نکلی مجھے دو جہاں کے سردار کے بارے میں بتاؤ۔

آگے جا کر کسی نے اطلاع دی کہ بی بی اس جنگ میں تیرا بیٹا بھی کام آ گیا ہے۔ مگر ان کا ایک ہی سوال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا بنا۔ لوگوں نے کہا ان کے بارے میں تو پختہ خبر ہمارے پاس نہیں ہے۔

پھر کسی نے یہ اطلاع دی کہ اس جنگ میں تو تیرا بھائی بھی شہید ہو چکا ہے۔ مگر ان کو پھر بھی رسول اللہ ﷺ کی فکر ہے۔ اور انہی کے بارے میں سوال کرتی ہیں۔

یہ عورت اسی والہانہ انداز میں جذبہ حب نبوی سے سرشار ہو کر اُحد کی طرف بڑھ رہی ہے کہ آگے سے کسی نے اطلاع دی کہ بی بی میدان کارزار میں تیرا خاوند اور سرتاج بھی شہید ہو چکا ہے۔

یہ فرماتی ہیں کہ میں اپنے سرتاج کی بات نہیں کر رہی مجھے تو کائنات کے سرتاج کی فکر ہے۔ ما فُعل برسولِ الله صلی الله علیه وسلم مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟

توجہ فرمائیں کہ عورت ذات ہے، صنف نازک ہے، باپ بیٹا، بھائی اور خاوند چاروں دنیوی سہارے ختم ہو چکے ہیں مگر پھر بھی رسول اللہ ﷺ کی فکر ہے۔

بتانے والے نے بتایا کہ الحمدللہ رسول اللہ ﷺ بخیریت ہیں۔ بحمد الله هو کما تحبین ۔ ان کی آنکھوں کو قرار نہ آیا اور کہتی ہیں کہ ارونیه حتی انظر الیه کہ مجھے دکھاؤ تو سہی میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ کر دل ٹھنڈا کرنا چاہتی ہوں۔

لوگوں نے اس کے جذبہ صادقہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا۔

آنحضرت ﷺ نے جب اس عفیفہ کو دیکھا اور خیال فرمایا کہ اس کے سب رشتہ دار تو میدان جنگ میں شہید ہو چکے ہیں۔ چنانچہ آپ نے کچھ تعزیتی کلمات اس کی تسلی کے لیے کہے۔ تو وہ عورت معاً جواب دیتی ہے کل مصیبة بعدک جَلل یا رسول الله. یا رسول اللہ ﷺ جب آپ صحیح وسلامت زندہ ہیں تو یہ سب مصائب ہیچ ہیں۔

**نتائج:-**

(۱) عورت کا مقام ومرتبہ۔

(۲) رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اعلیٰ ترین نمونہ۔

(۳) صبر وتحمل کا عظیم مظاہرہ۔

## ۱۱۳ :- کل میں جھنڈا اُسکو دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے۔

۷ھ میں جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام خیبر کے غدار یہودیوں کو ان کی غداری اور عہد شکنی کا بدلہ دینے کے لیے لشکر اسلام کے ہمراہ خیبر تشریف لے گئے تو یہود آپ کو دیکھتے ہی مع اہل وعیال اپنے قلعوں میں محفوظ ہو گئے۔

خیبر میں یہودیوں کے تقریباً آٹھ نو قلعے تھے۔ دیگر قلعے تو بآسانی صحابہ کرامؓ نے فتح فرما لیے۔ مگر قلعہ قموص نہایت مستحکم قلعہ تھا۔ جو مختلف حملوں کے باوجود فتح نہ ہو سکا۔ جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو آنحضرت ﷺ دردِ شقیقہ میں مبتلا تھے۔ آپؐ نے نشان دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا مگر پوری جدو جہد کے باوجود قلعہ فتح نہ ہو سکا۔

دوسرے روز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ آپؓ نے بھی پوری کوشش فرمائی مگر بغیر فتح کے واپس آئے۔

اس رات آپؐ نے ارشاد فرمایا لأعطين الراية رجلا يحب الله و رسوله و يحبه الله ورسوله يفتح الله عزوجل على يده.

کہ میں کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا کہ جو اللہ و رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ (یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں) اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطاء فرمائیں گے۔

صحابہ کرامؓ ساری رات منتظر رہے کہ کل یہ سعادت کس کے حصے میں آتی ہے۔ صبح کی نماز کے بعد صحابہ کرامؓ آپ کے آگے آگے تشریف لاتے ہیں کہ شاید مجھے جھنڈا مل جائے۔ مگر آپؐ نے سوال فرمایا أين علي بن ابي طالب کہ علی بن ابی طالب کہاں ہے؟

بتایا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان کی تو آنکھیں دکھتی ہیں خیمہ میں ہی تشریف فرما ہیں۔ نماز میں بھی حاضر نہ ہو سکے۔

آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلوایا۔ حضرت علیؓ دو آدمیوں کا سہارا لے کر تشریف لائے۔ کیونکہ آنکھیں اتنی متورم تھیں کہ کھولنا مشکل تھا۔

آپؐ نے آج علم ان کے سپرد فرمایا حضرت علیؓ نے بیماری کی شکایت کی فبصق رسول الله صلى الله عليه وسلم في عينيه فدعا له ' تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور دعاء فرمائی۔ فبرأ حتى كان لم يكن به وجع آپ کے لعاب دہن اور دعاءِ شفاء سے اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر ان کو شفاء عطاء فرمائی گویا کہ کبھی درد ہوا ہی نہ تھا۔

اسی موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں یہود کا مشہور و

معروف پہلوان مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا سامنے آیا۔

قد علمت خیبر انی مرحب شاکی السلاح بطل مجرب

اذا الحروبُ اقبلت تلهب

اہلِ خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں۔ سلاح پوش بہادر اور تجربہ کار ہوں۔ میں اس وقت سامنے آجاتا ہوں جب جنگ و پیکار شعلہ زن ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ فرماتے ہوئے آگے بڑھے

انا الذی ستمنی امی حیدره کلیث غابات کریه المنظره

اوفیهم بالصاع کیل السندره

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک ہوں۔ میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کروں گا۔

اس کے بعد آپؓ نے مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اور یہ قلعہ آپؓ ہی کے ہاتھوں پر فتح ہوا۔

**نتائج:۔**

(۱) مقام و شان حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

(۲) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ شفاءِ مرض۔

(۳) مُشکل کشا اور حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

(۴) فتح خیبر میں دیگر اصحاب رسولؐ کی قُربانیاں ظاہر ہیں۔

## ۱۱۴ :۔ موت کے وقت ایثار۔

حضرت ابوجہم بن حذیفہ عدوی فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں

اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش کے لیے نکلا۔ میرے پاس تھوڑا سا پانی تھا اور میرا ارادہ یہ تھا کہ اگر وہ مجھے زندہ مل گیا تو اس کو پانی پلاؤں گا۔

فرماتے ہیں لاشوں میں تلاش کرتے کرتے ایک جگہ وہ مجھے زخمی حالت میں مل گیا۔ **فوجدته جريحاً بين الحياة والموت** میں نے اسے موت و حیات کی کشمکش میں پایا۔ تو میں نے اس سے پوچھا **اسقيك**؟ پانی پلاؤں؟ تو اس نے اشارے سے کہا کہ ہاں جب میں پانی اس کے منہ کے ساتھ لگانے لگا تو قریب پڑے ایک شدید زخمی نے ''آہ'' کی تو میرے چچا زاد بھائی نے مجھے اشارہ کیا کہ پہلے پانی ان صاحب کو پلائیں۔

میں دوڑ کر اس زخمی کے قریب گیا تو وہ ہشام بن العاص تھے۔ ان کی جان بھی لبوں پر تھی۔ جب میں ان کے منہ کے ساتھ پانی لگانے لگا تو ساتھ پڑے ایک اور زخمی نے آہ بھری تو ہشام نے اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلاؤ۔

جب میں اس تیسرے زخمی کے پاس گیا اور ان کو پانی منہ لگانے لگا تو وہ اس سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

میں جلدی میں ہشام کی طرف دوڑا کہ کم ازکم ان کو تو پانی پلا دوں۔ مگر جب ان کے قریب آیا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے۔ پھر میں دوڑ کر اپنے چچا زاد بھائی کے پاس آیا تو اتنے میں وہ بھی شہادت سے سرفراز ہو چکے تھے۔

پانی اسی طرح میرے ہاتھ میں تھا اور ان تینوں نے ایثار سے کام لیتے ہوئے پیاس کی حالت میں جان دے دی۔ قرآن مجید میں ایسے ہی لوگوں کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ **یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة.**

**نتائج:۔**

(۱) صحابہ کرامؓ کا بے مثل ایثار۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا عظیم انقلاب۔

## ۱۱۵ :- میں تیرے اُوپر حد جاری نہیں کروں گا۔

لشکر اسلام کے ایک سپاہی ابو محجن ثقفی نے ایک دفعہ شراب پی لی۔ تو امیر لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے اسے قید کر دیا۔

جب قادسیہ کی لڑائی ہو رہی تھی تو ابو محجن قید ہی میں تھے اور قید کے اندر ہی مسلمانوں کی لڑائی کی خبریں سن رہے تھے۔

جب آپ نے سنا کہ جیش مسلمین کہ میمنہ ضعف اور کمزوری دکھا رہا ہے ۔ تو حضرت سعد کی بیوی سے درخواست کی کہ میری بیڑیاں اتارے میں مسلمانوں کی نصرت و اعانت کے لیے میدان جنگ میں جانا چاہتا ہوں۔

اس درخواست پر اس عورت نے اُنھیں رہا کر دیا تو یہ سیدھے میدان جنگ میں پہنچے اور دیوانہ وار لڑنے لگے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے جب اس عظیم بہادر کو اتنی جرأت سے لڑتے دیکھا تو دل میں کہنے لگے کہ یا للہ الضرب ضرب ابی محجن کہ اللہ کی قسم یہ تلوار زنی تو ابو محجن کی معلوم ہوتی ہے۔

نگران کو خیال آیا کہ وہ تو قید میں پڑا ہے۔ کہاں قید خانہ اور کہاں بلقاء کا یہ مقام ولولا انہ فی سجنہ لظننت انہ ھو اگر وہ قید خانہ میں نہ ہوتا تو میں یقین کر لیتا کہ یہ وہی ہے۔

جب لڑائی تھم گئی اور مسلمانوں کو بفضل خدا فتح حاصل ہوگئی تو ابو محجن

سیدھے میدان جنگ سے واپس قید خانہ میں آ گئے۔ اور اسی طرح بیڑیاں پاؤں میں ڈلوالیں۔

حضرت سعد کو جب اس سارے واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا **واللہ لن اضربک الحد** کہ اللہ کی قسم میں تیرے اوپر حد جاری نہیں کروں گا۔ کیونکہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں آ کر ایسا کارنامہ سرانجام دیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ جواباً ابو محجن بولے **واللہ لن اشربھا ابداً** کہ اللہ کی قسم اب میں شراب کو منہ نہیں لگاؤں گا۔

میں نے تو محض اس لیے پی لی تھی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ عرب کا اتنا بڑا بہادر سعد بن ابی وقاصؓ کی سزا سے ڈر گیا۔ آپ کے ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف خدا کے ڈر کی وجہ سے یہ شراب آج میں اس لیے چھوڑنے کا اعلان کر رہا ہوں کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ میں نے خوف خدا کی وجہ سے چھوڑی ہے۔

**نتائج:-**

(۱) ابو محجن کی بہادری اور غیرت ایمانی۔

(۲) خدا تعالےٰ سے ڈر کر گناہ چھوڑنا اصل نیکی ہے۔

(۳) اسلام کا عادلانہ نظام۔

## ۱۱۶ :- میں اپنے لنگڑے پاؤں سے جنت کی زمین روندنا چاہتا ہوں۔

غزوہ اُحد کے موقعہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی میں حضرت سیدنا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کے چاروں بیٹے جنگ میں شرکت کے لیے تیار ہوئے۔

ان کے والد گرامی حضرت عمرو بن جموح پاؤں سے شدید لنگڑے تھے اور چل پھر بھی نہیں سکتے تھے۔ بیٹوں نے دیکھا کہ ہمارے والد گرامی بھی لڑائی کے لیے تیاری کر رہے ہیں تو بڑے حیران ہوئے۔ اور عرض کیا ابا جان! ان اللہ قد جعل لک رخصۃً فلو قعدت ونحن نکفیک وقد وضع اللہ عنک الجھاد. اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے رخصت رکھی ہے۔ آپ یہیں گھر میں رہیں۔ آپ معذور ہیں۔ آپ جنگ میں جا کر کیا کریں گے؟ آپ کی طرف سے ہم آپ کے چار بیٹے جو جا رہے ہیں۔ اس لیے آپ تکلیف نہ کریں۔

بیٹوں کے یہ کلمات سن کر حضرت عمرو شدید غصے میں آ گئے۔ شوق شہادت میں اتنے بیتاب ہوئے کہ یہ شکایت لے کر سیدھے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ان ابنائی ھولاء یمنعونی ان اخرج معک ویریدون ان یحبسونی عن ھذا الخیر کہ اے اللہ کے رسولؐ! میرے یہ بیٹے مجھے میدان جہاد میں جانے سے روکتے ہیں۔ اور اتنی بڑی نیکی سے مجھے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ مجھے مہربانی فرما کر جہاد میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی معذوری کو دیکھتے ہوئے ازراہ شفقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔ آپ پر جہاد فرض نہیں۔

عمرو بن جموح کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور عرض کرنے لگے۔ بھلا جنت میں جانے کو کس کا جی نہیں چاہتا واللہ انی لأرجوان اطأ بعرجتی ھذہ الجنۃ. اللہ کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ اسی لنگڑے پاؤں سے جنت کو روندوں گا۔

آپؐ نے ان کا یہ عظیم جذبہ دیکھ کر ان کے بیٹوں سے فرمایا دعوہ لعل

اللہ ان یرزقہُ الشھادۃ کہ انھیں کچھ نہ کہو ہوسکتا ہے اللہ تعالےٰ نے ان کے مقدر میں شہادت کا عظیم مرتبہ رکھا ہو۔

چنانچہ یہ اس جذبہ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ صحابہؓ نے دیکھا کہ جنگ میں اپنے ایک پاؤں پر اچھل کر چل رہے ہیں اور فرماتے ہیں انی لمشتاق الی الجنۃ انی لمشتاق الی الجنۃ میں تو جنت کا شوق رکھتا ہوں میں تو جنت کا طالب ہوں۔ چنانچہ اسی حالت میں لڑتے لڑتے شہادت پائی۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عمرو بن الجموحؓ کا جذبہ جہاد وشوق شہادت۔

(۲) معذورین کے لیے رخصت ہے۔

(۳) رخصت پر عمل نہ کرنا بہت بڑی عزیمت ہے۔

## ۱۱۷ :۔ اے اللہ مجھے گھر واپس نہ لانا۔

یہی حضرت عمرو بن الجموحؓ جب لڑائی کے لیے گھر سے نکلنے لگے تو ان کی بیوی نے ان کا سامان وغیرہ تیار کر کے انہیں رخصت کیا تو انہوں نے دعاء مانگی۔

اللھم ارزقنی شھادۃ ولا تردنی الی أھلی.

اے اللہ مجھے شہادت سے سرفراز فرما اور مجھے گھر میں واپس نہ لانا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی اور میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔

اسی غزوہ میں ان کے بیٹے خلاّد بن عمروؓ اور ان کی بیوی کے بھائی (سالے) عبداللہ بن عمروؓ نے بھی جام شہادت نوش کیا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد ان کی بیوی ہند بنت عمروؓ نے ارادہ کیا کہ ان تینوں شہداء کی لاشیں اونٹوں پر لاد کر مدینہ منورہ لائے اور جنت البقیع میں دفن کرے۔ جس اونٹ پر حضرت عمرو بن جموحؓ کی لاش تھی۔ اس کا رخ جب مدینہ طیبہ کی طرف کیا جاتا تھا تو بیٹھ جاتا تھا۔ اور جب اُحد کی طرف اس کا رخ موڑا جاتا تو تیز تیز چلنے لگتا تھا۔ یہ عجیب صورت حال دیکھ کر ہند بڑی پریشان ہوئی کہ کیا کیا جائے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ سارا ماجرا عرض کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا چلتے وقت عمرو بن جموحؓ نے کوئی دعاء وغیرہ تو نہیں کی تھی۔

ہندؓ نے عرض کیا کہ شہادت کی طلب کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے **اللھم لا تردنی إلی أھلی** کہ اللہ مجھے گھر واپس نہ لانا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ اسی دعاء کا اثر ہے۔ انھیں اُحد میں ہی دفن کرو۔

چنانچہ ان کو اور ان کے برادر نسبتی عبداللہ بن عمروؓ کو اُحد میں ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا **لقد رأیته یطأ بعرجته فی الجنة** . کہ میں نے عمرو بن جموحؓ کو اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتے ہوئے دیکھا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عمرو بن جموحؓ کا شوق شہادت۔

(۲) بعض لوگ اگر قسم اٹھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔

(۳) بوقت ضرورت ایک قبر میں ایک سے زائد میتوں کو دفن کرنا جائز ہے۔

(۴) حضرت عمرو بن جموحؓ کی کرامت۔

## ۱۱۸ :- میں آج تجھ سے بری اور بیزار ہوں۔

شیطان لعین پہلے تو ہر قسم کے حربے استعمال کر کے اور لالچ دلا کر انسان کو راہ حق سے دور کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور جب انسان اس کے قابو میں آ کر راہ حق سے بہک جاتا ہے تو یہ الگ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ آیت ھذا میں اسی حقیقت کی طرف نشان دہی کی گئی ہے۔ **کمثل الشیطان اذقال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین ( الحشر)** منافق کی مثال شیطان کی مانند ہے کہ اول تو انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس وقت صاف کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

غالباً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کے تحت برصیصا عابد کی حکایت نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک انتہائی عبادت گزار شب بیدار انسان تھا۔ شب وروز اپنے عبادت خانہ میں مصروف عبادت رہتا تھا۔ دنیا اور اہل دنیا سے اسے کچھ سروکار نہ تھا۔ مسلسل ساٹھ سال سے عبادت الٰہی میں مصروف تھا۔

بڑے بڑے شیاطین نے اسے گمراہ کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر ابلیس لعین نے خود ہی اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور منصوبہ بنایا کہ میں اس سے زنا بھی کرواؤں گا۔ قتل بھی کرواؤں گا حتیٰ کہ کفر بھی کرواؤں گا۔ دیگر شیاطین ابلیس کے اس عزم پر حیران تھے کہ جسے ہم ایک لحظہ کے لیے بھی

عبادت اور ذکر خدا سے غافل نہ کر سکے۔ بھلا اس سے ان کاموں کا صدور کیسے ہوسکتا ہے۔

چنانچہ ابلیس اس کے عبادت خانے کے پاس گیا اور وہاں ایک سادہ سی جھونپڑی بنا کر عبادت میں مصروف ہوگیا۔ اور سالہا سال تک اس انہماک کے ساتھ عبادت کی کہ برصیصا بھی حیران ہوگیا۔ اور اپنی عبادت کو اسکی عبادت کے مقابلے میں ہیچ سمجھنے لگا۔

برصیصا کے دل میں اس کی خوش اعتقادی پیدا ہوگئی۔ اور اس سے عرض کرنے لگا کہ آپ اگر محسوس نہ کریں تو یہاں میرے پاس ہی تشریف لائیں میں آپ کی ہر طرح سے خدمت کروں گا۔

چنانچہ شیطان لعین بصورت بزرگ اس کے صومعہ میں چلا گیا۔ اور بڑی مدت تک وہاں عبادت کرتا رہا۔ ایک دن برصیصا سے کہنے لگا کہ میں تو اب کسی اور مقام پر عبادت کے لیے جا رہا ہوں میں تجھے تحفہ کے طور پر جنات دور کرنے کا ایک منتر بتاتا ہوں۔ وہ منتر پڑھنے سے آپ خود بھی جنات کے شر سے محفوظ رہیں گے اور دوسروں کو بھی فائدہ ہوگا۔ چنانچہ اس کو دعاء سکھاتا ہوا وہاں سے چلا آیا۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ کی لڑکی پر اپنا اثر کر کے اسے بیمار کر دیا۔ بادشاہ نے اس لڑکی کا بڑا علاج کرایا مگر بے سود۔

آخر ابلیس نے ایک دن خواب میں آ کر بادشاہ کو بتایا کہ اس کا علاج فلاں بزرگ برصیصا کے پاس ہے۔ بادشاہ نے کوشش بسیار کے بعد برصیصا کو تلاش کر لیا اور بصد منت و اصرار کے بعد اس بلا کر گھر لے آیا کہ شہزادی پر سے جنات کا اثر دور کرے۔ برصیصا نے جب وہ منتر پڑھا تو معاً وہ لڑکی تندرست ہوگئی۔ بادشاہ نے اس کی خوب خدمت وغیرہ کر کے اسے رخصت کیا۔

چند دنوں کے بعد ابلیس نے پھر لڑکی پر اپنا اثر دکھایا بادشاہ نے پھر برصیصا سے رابطہ کیا تو وہ اپنی عبادت کے حرج کے خوف سے آنے کو تیار نہ ہوا۔ بالآخر بڑی زاری کے بعد بادشاہ اس کو گھر لایا برصیصا کے گھر میں قدم رکھتے ہی جنات بھاگ گئے اور شہزادی تندرست ہوگئی۔

جب بار بار یہ شکایت ہونے لگی تو آخر میں یہ بات ٹھہری کہ شہزادی کو روزانہ لے جاکر برصیصا سے دم کرالیا جائے۔ جب اس طرح بھی کام نہ بنا تو ابلیس نے بادشاہ کو خواب میں آکر ہدایت کی کہ برصیصا ایک انتہائی مقدس اور پاکیزہ انسان ہے۔ اس جیسا نیک اور متقی تو پورے عالم میں نہیں ہے۔ اگر لڑکی کو چند دن کے لیے اس کے پاس ہی چھوڑ دیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟

چنانچہ شہزادی کے بھائی شہزادی کو یہاں لے آئے اور اس کا سامان خورد ونوش دے کر اسے وہاں چھوڑ دیا۔

لڑکی انتہائی خوبصورت تھی۔ اس کے حُسن و جمال کی مثال نہیں ملتی تھی۔ شیطان نے برصیصا کو بہکانا شروع کر دیا اور لڑکی کے دل میں بھی برائی کا داعیہ پیدا کیا۔ یہاں تک کہ برصیصا سے ایک دن گناہ سرزد ہوگیا اور لڑکی حاملہ ہوگئی۔

برصیصا بڑا نادم ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ کس طرح اپنے عیب پر پردہ ڈالا جائے۔ شیطان نے اب اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس طرح تو پوری دنیا میں تیری رسوائی اور ذلت ہوگی۔ پتہ نہیں بادشاہ کیا کیا سزائیں دے گا۔

صرف ایک تیری بدنامی سے سب اہل عبادت بدنام ہو جائیں گے۔ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ لڑکی کو رات کے وقت قتل کر کے دفن کر دیا جائے۔ اور بادشاہ کو اطلاع دی جائے کہ لڑکی رات کو کہیں بھاگ گئی ہے یا اسے جنات وغیرہ اٹھا کر لے گئے ہیں۔ چنانچہ برصیصا نے اسے قتل کر دیا اور ان باتوں سے بادشاہ کو

کسی حد تک مطمئن کر دیا۔ بادشاہ لڑکی کی تلاش کے لیے دیگر عاملوں سے رجوع کرنے لگا۔

شیطان شہزادی کے بھائیوں کو خواب میں ملا اور بتایا کہ تمھاری بہن کے ساتھ برصیصا نے زناء کیا حتیٰ کہ اس کو حمل ہوا اور اس نے بدنامی سے بچنے کے لیے لڑکی کو قتل کر کے فلاں جگہ دفن کر دیا ہے۔ **قتلھا ثم دفنھا فی مکان کذا وکذا** چنانچہ اس کے بھائیوں نے جب مذکورہ جگہ کو کھودا تو لڑکی کی لاش برآمد ہوگئی۔ اب سب کو یقین ہوگیا کہ یہ ساری کاروائی اس عابد کی ہے۔

چنانچہ اسے گرفتار کرلیا گیا۔ انتہائی بے عزت اور ذلیل کیا گیا۔ برسوں کی نیک نامی منٹوں میں بدنامی میں تبدیل ہوگئی۔ ہر شخص کی زبان پر یہی بات تھی۔ ساری مملکت کا یہی مطالبہ تھا کہ اسے قرار واقعی سزا دی جائے بلکہ سرعام پھانسی پر لٹکایا جائے۔

چنانچہ برصیصا کو جب عین پھانسی پر لٹکانے کا وقت آیا تو شیطان وہاں حاضر ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ دیکھ برصیصا! میں ابلیس ہوں۔ **انی انا الذی اوقعتک فی ھذا ولن ینجیک منہ غیری** . میں نے ہی یہ سارا کچھ تیرے ساتھ کیا ہے اور اب میں ہی تجھے اس مصیبت سے نجات دلاسکتا ہوں۔

اگر تو مجھے سجدہ کرلے تو میں تجھے ابھی آزاد کرالوں گا۔ تو شکست تسلیم کرجا میں تیری مدد کروں گا۔ برصیصا نے کہا کہ میں اور غیر اللہ کو سجدہ؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

شیطان نے کہا اس میں ایسی کون سی بات ہے بعد میں توبہ کرلینا۔ چنانچہ شیطان کے کہنے پر برصیصا نے اس کو سجدہ کرلیا۔ جونہی اس نے سجدہ کیا شیطان چلتا بنا اور بولا۔ ''**انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین**'' کہ میں

تجھ سے بری اور بے زار ہوں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اس کے بعد برصیصا کو فوراً پھانسی دے دی گئی اور حالت کفر پر اس کی موت واقع ہوئی۔ اس طرح ابلیس لعین نے اس سے زناء، قتل اور کفر تک کرایا۔ اس کی دُنیا بھی تباہ کرائی اور آخرت بھی۔ اللہ تعالےٰ ہمیں شیطان کے شر سے بچائے (آمین)

**نتائج:۔**

(۱) شیطان کی عجیب وغریب چال۔

(۲) عورت شیطان کا جال ہے۔

(۳) بڑے بڑے عابد شیطان کے مکر وفریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

(۴) عموماً شیطان لوگوں کا ایمان ضائع کرنے کے لیے عورتوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

## ۱۱۹ :۔ عَالِم اَور عَابِد میں فرق۔

ایک بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ ایک عالم اور عابد آپس میں خدا واسطے کی محبت کرتے تھے۔ جنات نے ابلیس سے کہا کہ ہم نے بہت کوشش کی ہے مگر ان میں جدائی نہیں ڈال سکے۔ اور نہ ہی ان کو گمراہ کر سکے ہیں۔

ابلیس کہنے لگا کہ ان کے لیے میں کافی ہوں۔ عابد کو گمراہ کرنا تو انتہائی آسان ہے۔ البتہ عالم پر کچھ وقت لگے گا۔ کیونکہ اس کے لیے علیحدہ طریقہ استعمال کرنا پڑے گا۔

پھر ابلیس اس عابد کے راستے پر جا بیٹھا۔ جب عابد قریب آیا تو ابلیس اسے ایک سن رسیدہ اور کمر خمیدہ بوڑھے پارسا کی شکل میں ملا۔ جھک کر سلام کیا اور بولا کہ جناب میرے دل میں ایک سوال ابھر رہا ہے۔ میرے خیال میں آپ سے

بہتر اور کوئی جواب دینے والا نہیں ہے۔ اجازت ہو تو عرض کروں؟

عابد نے کہا پوچھو اگر مجھے علم ہوگا تو اس کا جواب دے دوں گا۔

شیطان نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کی طاقت رکھتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کو پہاڑوں، درختوں اور پانی سمیت ایک انڈے میں سما دے، اس طرح کہ انڈے کو بڑا بھی نہ کرے اور اس ساری مخلوق کو چھوٹا بھی نہ کرے۔

عابد حیران ہوگیا اور کہنے لگا بغیر ان کے کم کیے اور بغیر اُسکے بڑھائے؟

اس طرح عابد تو سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیسے ممکن ہے۔

ابلیس نے عابد کو کہا کہ ٹھیک ہے۔ آپ تشریف لے جائیں۔ میں یہ مسئلہ کسی اور سے دریافت کرلوں گا۔ پھر ابلیس اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں نے اس کو اللہ تعالیٰ کے متعلق شک میں ڈال کر ہلاک کر دیا ہے۔

پھر وہ اسی طرح عالم کے راستے میں جا بیٹھا۔ جب عالم قریب آیا تو شیطان احترام میں کھڑا ہوگیا اور بولا کہ حضرت اجازت ہو تو ایک مسئلہ چلتے چلتے دریافت کرلوں؟

کیونکہ اس علاقہ میں میرے علم کے مطابق آپ سے کوئی بڑا عالم نہیں ہے۔ عالم نے کہا پوچھو اگر مجھے علم ہوگا تو تمہیں بتا دوں گا۔

شیطان بولا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کی طاقت رکھتا ہے کہ تمام آسمانوں کو، زمین کو، پہاڑوں درختوں اور پانی کو ایک انڈے میں سما دے۔ اس انڈے کو بڑھائے بغیر اور ان مخلوقات کو گھٹائے بغیر؟ عالم نے جواب دیا ہاں بالکل اللہ تعالیٰ اس کی طاقت رکھتا ہے۔

شیطان نے انکار کے لہجے میں کہا انڈے کو بڑھائے بغیر؟ اور ان مخلوقات کو چھوٹا کیے بغیر؟

عالم نے جھڑک کر کہا ہاں ہاں وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کی تو شان ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون کہ جب وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے ''کن'' کہتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے۔

ابلیس اپنے چیلوں سے کہنے لگا کہ یہی جواب سنوانے کے لیے میں تمہیں یہاں لایا تھا۔ یہ ہے عالم اور عابد کا فرق۔ عابد کو پھنسانا آسان ہے اور عالم کو مشکل۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کے شر سے بچائے۔ آمین)

**نتائج:۔**

(۱) شیطان کے گمراہ کرنے کے عجیب ڈھنگ۔

(۲) عالم اور عابد کا فرق واضح ہے۔

(۳) خدا اور رسول کے فرمودات پر یقین کامل چاہیے۔

## ۱۲۰ :۔ پہلے تیرا غُصّہ اللہ کے لیے تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک انتہائی عبادت گزار انسان تھا۔ صبح وشام اپنے معبد میں عبادت الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔ دنیا اور اس کے کاموں سے اسے کچھ واسطہ نہ تھا۔

ایک دن اسے پتہ چلا کہ فلاں جگہ ایک درخت ہے اور لوگ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ اسے بڑا غصہ آیا کہ غیر اللہ کی عبادت کی جارہی ہے۔ چنانچہ اس نے کلہاڑا کاندھے پر رکھا اور اس درخت کو کاٹنے کے لیے چل پڑا۔

راستے میں اسے ایک بوڑھے کی شکل میں شیطان ملا۔ جس نے اس درخت کی عبادت پر لوگوں کو لگا رکھا تھا۔ اور نت نئے نئے کرشمے دکھا کر ان کے اعتقاد کو متزلزل کر رہا تھا۔

شیطان نے بڑے انکسار اور ادب و احترام کے ساتھ پوچھا کہ حضرت آج آپ اپنی عبادت وغیرہ چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ عابد نے بتایا کہ میں فلاں درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔

شیطان نے سمجھایا کہ آپ واپس جائیں اور جا کر اپنے عبادت خانہ میں خدا کی عبادت کریں۔ خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ عابد بولا نہیں میں ضرور جاؤں گا یہی میری عبادت ہے۔ اب ابلیس نے کہا کہ میں تجھے ہرگز نہ جانے دوں گا اور عابد کے مقابلے کے لیے سامنے آ گیا۔ اور اس سے لڑنے لگا۔ عابد نے اللہ کا نام لے کر ایک ہی جھٹکے میں ابلیس کو گرا دیا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو گیا۔

اب ابلیس نے بڑی منت اور زاری کی کہ مجھے چھوڑ دیں میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ عابد اس کی چھاتی سے نیچے اتر آیا اور شیطان کہنے لگا کہ اللہ کے بندے! خدا تعالیٰ کے ہزاروں پیغمبر ہوئے ہیں۔ یہ درخت کوئی آج کا تو ہے نہیں اگر خدا تعالیٰ کو یہ درخت اکھیڑنا منظور ہوتا تو ان پیغمبروں کو حکم نہ دے دیتا۔ اور تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔ اس کام کو رہنے دے۔ عابد نے اپنی بات پر پختگی کا اظہار کیا تو شیطان پھر رکاوٹ بنا اور باہم لڑائی شروع ہو گئی۔ دوسری بار بھی عابد نے شیطان کو پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اس کا گلا دبانے لگا۔

ابلیس نے پھر منت اور زاری کی اور کہنے لگا کہ اب کی بار مجھے چھوڑ دے میں تیرے ساتھ آرام سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

عابد جب اس کے سینے سے نیچے اترا تو شیطان بولا کہ تو درویش آدمی ہے۔ لوگوں کے ذریعے تیری معاش چلتی ہے۔ اس کام سے تو لوگ بھی ناراض ہو

جائیں گے۔ وہ تو بت پرست ہیں یہ درخت نہ سہی کوئی اور درخت مقرر کر لیں گے۔ وہ بھی کٹ گیا تو نیا درخت مقرر کر لیں گے اور کیا تو ساری دنیا کے درخت کاٹتا پھرے گا؟

اس سے تو یہ بہتر ہے کہ تیرے پاس پیسے ہوں اور تو ان کو اپنے کام میں خرچ کرے۔ اور دوسرے عابدوں کو بھی بطور نان نفقہ دے۔ اس طرح تو لوگوں سے مستغنی ہو جائے گا۔ اور پوری دلجمعی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے گا۔

اس کام کو رہنے دے اور میں ہر صُبح تیرے بچھونے کے نیچے دو دینار رکھا کروں گا۔ عابد نے خیال کیا کہ ابلیس سچ کہتا ہے کہ ان دیناروں میں سے ایک دینار اپنے کام میں خرچ کروں گا اور دوسرا فقراء میں تقسیم کروں گا۔ یہ کام درخت اکھیڑنے سے بہتر ہوگا کیونکہ مجھے حکم نہیں ہوا اور نہ ہی میں پیغمبر ہوں کہ یہ کام میرے لیے واجب ہوتا۔

اس نے درخت کاٹنے کا ارادہ ترک کیا اور اپنی عبادت گاہ میں واپس آ گیا۔ تین چار دن تک تو اس کے تکیے کے نیچے سے دینار نکلتے رہے۔ اور وہ بڑا خوش رہا۔ چوتھے پانچویں دن دینار ملنا بند ہو گئے۔

اسے بڑا غصہ آیا کہ ابلیس نے میرے ساتھ کتنا بڑا دھوکہ کیا اور جھوٹ بولا ہے۔ اب تو میں درخت کو ضرور کاٹوں گا۔ چنانچہ اس نے کلہاڑا کندھے پر رکھا اور چل پڑا۔ شیطان پھر سامنے آ گیا اور پوچھا کہ حضرت کہاں جا رہے ہیں؟

کہا میں درخت کاٹنے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے واللہ تو درخت کو نہیں کاٹ سکے گا۔ دونوں لڑنے لگے۔ اب ابلیس نے عابد کو پچھاڑ لیا اور خوب اس کی مرمت کی۔ عابد نے بڑی زاری کر کے اس سے جان بچائی۔

شیطان نے کہا سیدھا اپنے گھر چلا جا ورنہ ابھی گلا گھونٹ دوں گا۔

اب عابد نے سوال کیا کہ مجھے ایک بات تو بتا کہ پہلے دو دفعہ میں تجھ پر غالب ہوا تھا۔ اب تیسری بار تو مجھ پر کیسے غالب آ گیا؟ ابلیس بولا اوّل تو خدا کے واسطے غصہ میں آیا تھا۔ تیرے غُصّے میں اخلاص تھا۔ اس لیے تو مجھ پر غالب رہا۔

اب تیرا غصہ دیناروں کے لیے ہے۔ اور تیرے اندر وہ اخلاص نہیں ہے۔ اور جو ہوا وٴ ہوس کا تابع ہو وہ میرے اوپر غلبہ نہیں پا سکتا۔

**نتائج:۔**

(۱) شیطان ہر طرح سے لوگوں کو شرک پر لگاتا ہے۔

(۲) جب دل میں اخلاص ہو تو اللہ کی مدد آتی ہے۔

(۳) شیطان کی عجیب وغریب چالیں۔

## ۱۲۱: اپنا موقف تبدیل نہ کرنا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو جب مسئلہ خلق قرآن کے سلسلہ میں خلیفہ وقت نے پکڑا تو ان کو بڑی دردناک سزائیں دیں۔ ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ کوڑے لگائے گئے اور قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔

عین ان دنوں میں جیل کے اندر ان کے ہاں اس دور کا مشہور ڈاکو اور چور ابوالہیثم خالد حداد آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا نہیں پہچانتا۔ بولا کہ میں ہی بدنام زمانہ خالد حداد ہوں۔ دیکھیے میرا کام ہے چوری کرنا اور ڈاکے مارنا۔

مجھے کئی دفعہ پکڑا گیا سزائیں دی گئیں، اٹھارہ ہزار کوڑے میں نے کھائے ہیں۔ حتیٰ کہ میرے وجود کا گوشت اُدھڑ گیا ہے۔ لیکن پھر بھی میں باز نہیں آیا۔

میں جانتا ہوں اور مانتا ہوں کہ چوری کرنا ایک برا کام ہے' گناہ ہے۔ لیکن میری پختگی دیکھیے کہ شیطان کی اطاعت کرتے ہوئے میں نے یہ سب سزائیں برداشت کیں۔ مگر اپنا موقف اور مشن تبدیل نہیں کیا۔

اور آپ عالم دین ہیں۔ کسی برائی میں ملوث ہو کر جیل میں نہیں آئے۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دین کے پیچھے آپ قید و بند میں مبتلا ہیں۔ جس کا آپ کو اجر و ثواب ملے گا۔

میری بات یاد رکھیے! میں نے باطل پر ہوتے ہوئے کبھی شکست تسلیم نہیں کی۔ اور اپنا موقف نہیں بدلا۔ استقامت و عزیمت کا سبق مُجھ سے سیکھیے۔ ہر مشکل کو صبر سے برداشت کرنا۔ مصائب سے گھبرا کر اپنا موقف ہرگز تبدیل نہ کرنا۔

امام احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ استقامت کا سبق جس طرح اس چور اور ڈاکو نے مجھے دیا ہے۔ اس طرح کسی اور نے نہیں دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) دین کے پیچھے مار کھانا ذلت نہیں عزت ہے۔
(۲) سچے موقف پر قائم رہنا عزیمت ہے۔
(۳) بعض دفعہ بُرے لوگ بھی اچھی بات کا سبق دے دیتے ہیں۔

## ۱۲۲ ہم نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قارون بہت بڑا عبادت گزار تھا۔ اس نے چالیس سال تک پہاڑ کی غار میں رہ کر عبادت کی۔ اور بنی اسرائیل کی قوم میں عبادت کے اعتبار سے سبقت لے گیا۔ ابلیس نے اس کو گمراہ کرنے کے لیے مختلف

شیاطین روانہ کیے۔ مگر کوئی بھی اس کو گمراہ نہ کر سکا۔

حتیٰ کہ خود ابلیس اس کے مقابلہ کے لیے آیا۔ اور اس کی عبادت گاہ کے قریب آ کر پہاڑ کے ایک جانب عبادت کرنے لگ گیا۔

اور اتنی عبادت کی کہ قارون پر سبقت لے گیا۔ قارون تھک جاتا تھا مگر ابلیس نہیں تھکتا تھا۔ قارون روزے کا ناغہ کر لیتا تھا۔ مگر ابلیس روزانہ بلا ناغہ روزہ رکھتا تھا۔

اس طرح قارون کے دل میں اس کی عقیدت پیدا ہوگئی۔ اور اس نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ شیطان نے ایک دن قارون سے کہا کہ ہم اس عبادت پر قناعت کر کے بیٹھ گئے ہیں۔ ہمیں لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا چاہیے۔ مخلوق خدا سے تعلق توڑنا نہیں چاہیے۔ ہم نہ تو ان کے جنازوں میں شریک ہوتے ہیں اور نہ ہی جماعت میں۔ اور ہمیں یہ عبادت بنی اسرائیل کے اندر رہ کر کرنی چاہیے۔ اس طرح ہم ان کے دکھ سکھ میں بھی شریک ہوں گے اور ہماری عبادت دیکھ کر ان کے دل میں بھی عبادت کا جذبہ پیدا ہوگا۔

چنانچہ یہ دونوں پہاڑ سے اُتر کر بنی اسرائیل کے معبد میں آ گئے اور وہاں عبادت میں مشغول ہو گئے۔ بنی اسرائیل ہر طرح سے ان کی خدمت کرتے۔ کھانا لا کر کھلاتے اور سب ضروریات کا خیال رکھتے۔

ایک دن شیطان نے قارون سے کہا کہ ہم تو بنی اسرائیل پر بوجھ بن چکے ہیں۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہمیں چاہیے کہ خود کر کھائیں۔ اور لوگوں سے مستغنی ہو جائیں۔

قارون بولا پھر کیا رائے ہے؟ ابلیس کہنے لگا کہ اگر ہم ایک دن مزدوری کر لیں اور باقی ہفتہ عبادت میں گزار دیں۔ تو یہ ٹھیک رہے گا۔ قارون نے اس کی

بات مان لی اوراب دونوں نے اس طرح کرنا شروع کر دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد شیطان نے کہا کہ ہم تو محض اپنے لیے کماتے ہیں کیا ہی بہتر ہوتا کہ ہم دوسروں پر صدقہ بھی کرتے ۔ آخر بدنی عبادت کے ساتھ مالی عبادت کا بھی بڑا درجہ ہے۔ قارون بولا پھر کیارائے ہے ہم کیا کریں؟

ابلیس نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم ایک دن تجارت وغیرہ کریں اور ایک دن عبادت کریں۔ چنانچہ اب دونوں نے یہ کام کرنا شروع کر دیا۔

اب ابلیس نے قارون کو مال و دولت کا چسکا ڈال کر چھوڑ دیا۔ رفتہ رفتہ قارون کے سامنے دنیا کے خزانے جمع ہونے لگے۔ تجارت کے اسرار و رموز کھلنے لگے ۔ اوراس کے پاس اتنا خزانہ جمع ہوگیا کہ جس کی چابیاں سنبھالنا بھی کارے دارد تھا۔

مال و دولت کی محبت میں آکروہ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے پر اُتر آیا اور اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اس کے تمام خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ اور اسے کوئی بھی کام نہ آیا۔ اسی واقعہ کی طرف اللہ تعالےٰ نے اشارہ کیا ہے۔ فخسفنا به و بداره الأرض فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله. کہ ہم نے اسے اوراس کے گھر بار کو زمین میں دھنسا دیا اور کوئی بھی اس کا ساتھی اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کے لیے نہ آیا۔

**نتائج:۔**

(۱) شیطان کا عجیب منصوبہ۔

(۲) مال کی محبت کا کرشمہ۔

(۳) زکوٰۃ نہ دینے سے عذاب الٰہی کا نزول۔

## ۱۲۳ :- میں نے انسانوں کے علاوہ جنات سے بھی جنگ کی ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابی حضرت عمار بن یاسرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے مل کر جنات اور انسانوں سے جنگ کی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ جنات سے کس طرح جنگ کی؟

فرمایا کہ ایک سفر میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا تو میں نے پانی حاصل کرنے کے لیے مشکیزہ اٹھایا اور کنویں کی طرف جانے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ خیال رکھنا پانی سے روکنے کے لیے تیرے سامنے ایک شخص آئے گا۔

چنانچہ جب میں کنویں کے قریب گیا تو ایک کالا سیاہ شخص نظر آیا اور میرے اور پانی کے درمیان رکاوٹ بن گیا۔ اور اس نے کہا کہ تو اس کنویں سے ایک ڈول بھی پانی نہیں لے سکتا۔ اس طرح ہماری آپس میں مڈبھیڑ ہوگئی اور میں نے اس کو گرادیا۔ اس کو خوب رگڑادیا۔ آخر اس نے بڑی منت سماجت کر کے جان چھڑائی۔

ادھر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اطلاع دی کہ شیطان عمارؓ کے ساتھ کنویں کے قریب لڑ رہا ہے۔ صحابہؓ بڑے حیران ہوئے۔

حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بالآخر اپنا مشکیزہ بھرا اور واپس آ گیا۔

آپ نے پوچھا کہ جانتے ہو وہ کون تھا۔ میں نے نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

حضرت عمارؓ کو صحابہؓ نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تم تو شیطان پر غالب آگئے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ شیطان ہے تو میں اس کو قتل کر دیتا اور اگر اس سے سخت بدبو نہ آ رہی ہوتی تو میں اس کی ناک ضرور کاٹ دیتا۔

**نتائج:۔**

(۱) شیطان نے صحابہ کرامؓ پر بھی حملہ کیا۔

(۲) قوت ایمانی سے ہی آدمی شیطان پر قابو پا سکتا ہے۔

(۳) آپ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

(۴) حضرت عمارؓ کا مقام کہ جن وانس کے ساتھ جنگ کی۔

## ۱۲۴:۔ شیطان دوستی کے عجائبات۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کوفہ میں ایک بہت بڑا شیطان دوست جادوگر رہتا تھا۔ جس کا نام عبداللہ بن ہلال تھا۔

ایک دن یہ کوفہ کی کسی گلی سے گزر رہا تھا کہ دیکھا کہ کسی آدمی کا شہد بہہ گیا ہے اور لڑکے جمع ہو کر اس کو چاٹ رہے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ **تعس ابلیس تعس ابلیس** کہ ابلیس کو اللہ ہلاک ورسوا کرے۔

عبداللہ بن حلال کو ابلیس کی اس رسوائی اور ذلت پر دکھ ہوا اور اس نے لڑکوں سے کہا کہ تم اس طرح کہنے کی بجائے یہ کہو کہ اللہ ہماری طرف سے ابلیس کو جزائے خیر دے کہ جس نے یہ شہد گرایا اور ہمیں اس کا چاٹنا نصیب ہوا۔

چنانچہ ابلیس عبداللہ بن ہلال کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تمہارا میرے اوپر احسان ہے کہ تم نے لڑکوں کو مجھے گالیاں دینے سے روکا ہے۔ میں

تمہیں اس کا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔ یہ کہا اور اسے کچھ شرکیہ کلمات سکھائے کہ جب ضرورت ہو یہ کہا کر اور میں تیری حاجت پوری کر دوں گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیطان کی خاطر اس جادوگر نے عصر کی نماز بھی چھوڑ رکھی تھی۔

مشہور زمانہ گورنر حجاج بن یوسف کے ہاں ایک بہت خوبصورت لونڈی تھی جس سے وہ بے حد محبت کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اس کے محل میں مزدوری کی اور اس کی نظر اس لونڈی پر پڑ گئی۔ اور اس کو بھا گئی۔ وہ ہر وقت اسی کی محبت میں بے قرار رہنے لگا۔

کسی نے اسے عبداللہ بن ہلال کے بارے میں بتایا تو وہ اس کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس کی خوب خدمت وغیرہ کرنے لگا۔ ایک دن موقعہ پا کر اس نے اپنا سارا حال اس کے سامنے بیان کیا اور اس سے اس معاملہ میں مدد چاہی۔

عبداللہ بن ہلال کہنے لگا کہ میں آج ہی اس کو تیرے پاس حاضر کر دوں گا۔

چنانچہ رات ہونے پر وہ اس لونڈی کو لے کر اس کے گھر پہنچ گیا۔ لونڈی رات بھر اس شخص کے پاس رہی اور صبح کے وقت اپنے آپ کو محل میں موجود پایا۔

لونڈی کے ساتھ یہ واقعہ روزانہ ہونے لگا۔ اور اس خوف اور دہشت کی وجہ سے نیز رات بھر جاگنے کی وجہ سے اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اور وہ انتہائی کمزور ہوگئی۔ شرم کے مارے نہ کسی سے کہہ سکتی ہے اور نہ ہی یہ ظلم سہہ سکتی ہے۔

ایک دن حجاج بن یوسف نے اس لونڈی کی حالت دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ ضرور اس کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے۔ یہ سہمی سہمی رہتی ہے۔ اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس اس طرح ایک شخص مجھے رات کو اٹھوا لیتا ہے اور ایک گھر میں ایک نوجوان کے ہاں پہنچا دیتا ہے۔ حجاج نے ایک خاص قسم کی خوشبو منگوائی اور لونڈی

کو دی کہ خود بھی لگالے اور اس شخص کے دروازے پر بھی لگا دینا۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ حجاج نے صبح آدمی بھیج کر اس گھر کا خوشبو کے ذریعہ پتہ لگا لیا۔ اور اس نوجوان کو گرفتار کرلیا۔ اور اس سے امان دے کر پوچھا کہ مجھے اپنا سارا واقعہ سناؤ یہ کیا چکر ہے؟

اس نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ تو حجاج نے عبداللہ بن ہلال کو طلب کیا۔ اور اس کی تفتیش وغیرہ کر کے اسے قتل کرنے کا پروگرام بنالیا۔ اور جلاّد کو بلوالیا۔ عبداللہ نے بھی جیب سے ایک دھاگے کا گولہ نکالا اور حجاج کے ہاتھ میں ایک سرا پکڑا کر کہا کہ تم اسے مضبوطی سے پکڑو۔ میں تمہیں اپنے قتل سے پہلے ایک تماشہ دکھاتا ہوں۔ اور اس گولہ کو فضاء میں پھینک دیا۔ وہ اوپر ہی چلا گیا۔ عبداللہ نے دھاگے کو پکڑا اور اس سے لپٹ کر اوپر چڑھنے لگا۔

جب محل کی اوپر والی منزل تک پہنچ گیا تو کہنے لگا کہ حجاج! تو میرا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ اور اس طرح وہاں سے فرار ہو گیا۔

**نتائج:-**

(۱) جادو جنات کے کرشمے۔

(۲) شیطان شرک کی تعلیم دیتا ہے۔

(۳) گناہ کے معاملہ میں شیطان ساتھ دیتا ہے۔

(۴) کرشمے دکھانے والے عموماً جادوگر اور شیطان دوست ہوتے ہیں۔

# ۱۲۵ :- میں تو اپنے رب کے فضل سے بچا ہوں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمہ اللہ تعالےٰ ایک دفعہ رات کے وقت اکیلے سفر کر رہے تھے۔

گھپ اندھیرے میں یہ اکیلے جا رہے تھے کہ شیطان نے ان کو گمراہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور یکلخت وہاں جنگل میں شدید روشنی ہوگئی اور ہر طرف نور ہی نور پھیل گیا۔ شیخ صاحب حیران ہوکر کھڑے ہوگئے کہ آواز آئی یا عبدالقادر انی انا ربُک کہ عبدالقادر میں تیرا رب بول رہا ہوں۔ آج میں نے تجھے اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا ہے۔ جس طرح میں نے موسیٰ علیہ السلام کو بخشا تھا۔

تیری اتنی عبادت اور تقویٰ دیکھ کر میں نے تجھے چُن لیا ہے۔ آج کے بعد میں نے تجھ سے عبادت وریاضت کی تکلیف اُٹھا لی اور تجھے یہ رخصت دے دی کہ نماز روزے کی تیرے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔

حضرت پیر پیران صرف عابد نہ تھے بلکہ عالم بھی تھے۔ سوچ میں پڑ گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے یہ حکم اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو تو نہیں دیا اور مجھے دے دیا۔ آپؐ کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا واعبد ربک حتی یا تیک الیقین کہ میرے پیغمبر وفات تک میری عبادت کرتا رہ۔

ہو نہ ہو یہ ۔ ۔ ۔ ان کی کاروائی ہے اور آپ نے انتہائی اخلاص کے ساتھ اللہ کی پناہ طلب کی اور پڑھا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. کہ اے اللہ میں اس مردود شیطان سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ آپ کا یہ پڑھنا تھا کہ شیطان کا وہ سارا کرشمہ یکسر ختم ہوگیا۔ روشنی اندھیرے میں بدل گئی اور شیطان وہاں سے

بھاگ گیا۔

حضرت شیخ کچھ آگے چلے تھے کہ شیطان نے دوبارہ حملہ کا پروگرام بنایا۔ اور آواز آئی کہ میں واقعی شیطان تھا میں نے آپ پر شدید حملہ کیا۔ اسی جنگل میں اسی طرح میں نے سینکڑوں اولیاء کو گمراہ کر کے قعر مذلت میں گرایا۔ آپ چونکہ عالم بھی تھے اس لیے اپنے علم کے زور سے مجھ سے بچ گئے۔

حضرت شیخ کو فوراً تنبہ ہوا کہ یہ دوسرا حملہ ہے۔ اس سے شیطان میرے دل ودماغ میں تکبر اور خودنمائی ڈالنا چاہتا ہے۔

آپ نے فوراً کہا کہ میں اپنے علم کے زور سے نہیں بچا بلکہ اللہ کے فضل اور رحمت سے بچا ہوں۔ شیطان کا یہ حملہ بھی ناکام ہوگیا اور اسے منہ کی کھانی پڑی۔

**نتائج:۔**

(۱) بڑے بڑے اولیاء کو بھی شیطان گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۲) علم بڑی دولت ہے مگر اللہ کا فضل اس سے بھی عظیم ہے۔

## ۱۲۶ :۔ اے جہنمی مجھ سے دُور ہوجا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بغداد میں ایک بڑا فاضل، عابد اور زاہد رہتا تھا۔ بہت سے لوگ اسی کے وعظ ونصیحت سے متاثر ہوکر دین اسلام پر عمل پیرا ہوچکے تھے۔ اور اس سے فیض یافتہ شاگردوں اور مریدوں کی بڑی تعداد تھی۔

ایک دفعہ اس نے اپنے مُریدین اور شاگردوں کو حج بیت اللہ شریف کی ترغیب دی تو ایک بہت بڑی تعداد اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ اس

نے سب سے وعدہ لیا کہ محض اللہ کے توکل پر پیدل حج کریں گے۔

وہ لوگ شدید گرمی میں محض اللہ کی رضاء کے لیے چل رہے تھے۔ ایک دن شدت کی گرمی تھی ۔ وہ سب لوگ گرمی سے نڈھال ہوگئے۔ راستہ میں ایک عیسائی گرجا گھر تھا۔ شاگردوں نے کہا کہ استاد محترم اگر اجازت دیں تو اس گرجا گھر کے سائے میں ذرہ رک جائیں اور آرام کرلیں۔ جب سورج کی تپش میں کمی آ جائے گی تو چل پڑیں گے۔ شیخ نے فرمایا ٹھیک ہے جیسے چاہو کرلو۔

گرجا گھر کے پاس جاتے ہی طلباء تو سب سو گئے مگر شیخ نہ سوئے اور برابر ذکر میں مشغول رہے۔ شیخ کو وضو کے لیے پانی کی طلب ہوئی تو وہ وہاں پانی کی تلاش میں نکلا۔ تو اس نے دیکھا کہ وہاں ایک انتہائی خوبصورت لڑکی موجود ہے۔ لڑکی کے حسن و جمال کی ایک جھلک دیکھتے ہی شیخ صاحب فریفتہ ہوگئے۔ شیطان نے اسے گمراہ کرنے کے لیے پورا زور لگایا اور وہ لڑکی اس کے دل میں بٹھا دی۔

شیخ صاحب وضو کو بھی بھول گئے اور پانی کو بھی اور جس گھر میں وہ لڑکی داخل ہوئی تھی اس کے دروازے کے سامنے جا کر کھڑے ہوگئے کہ شاید دوبارہ نظر آجائے۔

کافی دیر کھڑا رہنے کے بعد آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے ایک راہب باہر نکلا اور پوچھا کہ تم کون ہو! اس نے اپنا پورا تعارف کرایا کہ میں فلاں عالم ہوں اور اپنے متوسلین کے ہمراہ حج پر جا رہا ہوں۔

راہب نے پوچھا کہ اے فقیہ المسلمین پھر آپ یہاں دھوپ میں کیوں کھڑے ہیں۔ میرے لائق کوئی کام ہے تو بتادیں۔

اب شیخ نے پوچھا کہ یہ لڑکی جو ابھی نمودار ہوئی تھی تمہاری کیا لگتی ہے؟

راھب بولا یہ میری بیٹی ہے۔ لیکن آپ کیوں پوچھتے ہیں۔ شیخ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کا نکاح میرے ساتھ کردیں۔

راہب بولا آپ کا دین الگ ہے اور ہمارا دین الگ ہے۔ اس لیے میں اس کا رشتہ تمہیں کیسے دے دوں؟ پھر دوسری بات یہ ہے کہ وہ لڑکی پتہ نہیں آپ کے ساتھ شادی کے لیے تیار ہو نہ ہو۔ نکاح کے لیے تو طرفین کی رضاء مندی ضروری ہے۔

بہر حال میں اس لڑکی سے جا کر پوچھتا ہوں۔ اگر وہ آپ کو اپنے لیے پسند کر لے تو میں اُسے آپ سے بیاہ دوں گا۔

شیخ نے کہا ٹھیک ہے آپ اس کی منشاء پوچھ لیں۔

وہ راہب اپنی بیٹی کے پاس گیا اور اسے سارا قصہ سنایا کہ مسلمانوں کا ایک اتنا بڑا عالم اور مقتداء تیرے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔

لڑکی بولی ابا جان! آپ کیسی بات کرتے ہیں میں عیسائیت پر ہوں اور وہ دین اسلام پر ہے۔ اس کی خواہش تو تب ہی پوری ہوسکتی ہے جب دونوں کا دین ایک ہو جائے۔

راہب نے کہا بیٹی تیرا کیا خیال ہے اگر وہ تیرے دین میں داخل ہو جائے تو کیا پھر اس سے شادی کرے گی۔ اس نے کہا ہاں کرلوں گی۔

شیخ باہر کھڑا یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔ شیطان بھی اپنا کام کر رہا تھا اور اس کے دل کے اندر شدید خواہش پیدا کر رہا تھا۔ وہ دونوں باپ بیٹی سامنے ہوئے تو شیخ اسی وقت لڑکی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ میں اپنا دین اسلام چھوڑتا ہوں اور تیرے دین کو قبول کرتا ہوں۔ ادھر یہ سارا معاملہ ہو رہا تھا اور اُدھر شاگرد سو رہے تھے۔ انہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

اب لڑکی نے شیخ کو کہا کہ یہ شادی عزت ووقار کی ہے لیکن حق مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ اور یہ حق آپ کیسے ادا کریں گے؟ آپ تو ایک فقیر آدمی ہیں۔ بہر حال میں اپنے حق میں تم سے مطالبہ کرتی ہوں کہ ہمارے خنزیروں کے ریوڑ کو ایک سال تک چراؤ گے۔ اور یہی میرا حق مہر ہوگا۔

شیخ نے کہا درست ہے یہ تیرا حق ہے۔ لیکن میری ایک شرط یہ ہے کہ تو کم از کم مجھ سے اپنا چہرہ نہ چھپائے گی تا کہ میں صبح وشام دیدار کرسکوں۔ لڑکی نے کہا ٹھیک ہے۔

چنانچہ شیخ نے وہ عصا اٹھایا جس سے خطبہ دیا کرتا تھا اور خنزیروں کے ریوڑ کی طرف چل نکلا۔ شاگرد جب نیند سے بیدار ہوئے تو شیخ موجود نہ تھے۔ اِدھر اُدھر بہت تلاش کیا مگر شیخ نظر نہ آئے۔ شاگرد بڑے پریشان ہوئے کہ جب قبلہ نما ہی ساتھ نہ ہو تو قبلہ کیسے جائیں گے۔

بالآخر تلاش کرتے کرتے انھوں نے اس راہب کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ شاید اسے کچھ پتہ ہو۔ راہب باہر نکلا اور اس نے ان کو سارا حال بتا دیا۔ یہ بات سنتے ہی شاگرد رونے لگے اور بے ہوش ہونے لگے۔

پھر راہب سے پوچھا کہ اب وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا وہ اس طرف خنزیروں کو چرانے کے لیے گیا ہے۔ شاگرد اس طرف چل نکلے۔ دیکھا کہ جس عصاء پر ٹیک لگا کر وہ خطبہ جمعہ دیا کرتا تھا۔ آج اسی عصاء سے وہ خنزیروں کو ہانک رہا ہے۔

شاگردوں نے بڑی منت سماجت کی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ بڑا سمجھایا۔ قرآن اور اسلام کی فضیلت یاد دلائی۔ حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کے دلائل بیان کیے۔ مگر بے سود۔ کئی دن سمجھانے کے بعد جب شاگرد ناکام ہوئے تو

مکہ مکرمہ کی طرف حج کے لیے چل پڑے۔ راستہ میں بھی یہی حسرت وافسوس رہا اور مکہ مکرمہ جا کر بھی شیخ کی بدنصیبی کا رونا روتے رہے۔ چنانچہ جب انہوں نے حج کرلیا اور مدینہ منورہ کی زیارت کرلی تو واپس ہوئے۔

واپسی پر پھر خیال آیا کہ شیخ کو ملتے جائیں شاید وہ اپنے کیے پر نادم ہو اور اسے راہ حق سمجھ آ جائے۔ شاگرد کہتے ہیں کہ ہم جب اس کے پاس گئے تو اُسے سابقہ حالت پر پایا اور وہ اسی طرح خنزیر چرا رہا تھا۔ ہم نے اسے سلام کیا مگر اس نے ہمارے سلام کا جواب بھی نہ دیا۔

ہم نے اس کے سامنے قرآن پڑھا۔ اس نے اسے سننا بھی گوارہ نہ کیا۔ حتیٰ کہ ہم مایوس ہوکر چلے گئے۔

جب ہم اس جگہ سے کئی میل آگے نکل آئے تو ہم نے محسوس کیا کہ رات کے اندھیرے میں کوئی سایہ سا ہماری طرف آ رہا ہے۔ ہم نے غور کیا تو پتہ چلا کہ یہی ہمارے شیخ ہیں۔ شیخ نے آتے ہی کلمہ پڑھا **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ.** اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں تم گواہ رہنا۔ میں جس حالت میں تھا اس سے واپس آ گیا ہوں۔ اور میرے اوپر یہ مصیبت ایک گناہ کی وجہ سے آئی تھی جو مجھے معلوم ہے یا میرے رب کو۔ شاگرد کہتے ہیں کہ ہم شیخ صاحب کی واپسی سے بڑے خوش ہوئے۔

شیخ صاحب چونکہ اب نئے سرے سے شروع ہوئے تھے اس لیے سابقہ مقام پر پہنچنے کے لیے انہیں وقت اور محنت کی ضرورت تھی۔ وہ پہلے سے بڑھ چڑھ کر عبادت کرنے لگے۔

ایک دن ہم اپنے شیخ کے گھر میں موجود تھے کہ ایک عورت نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اور آپ کون ہیں۔ وہ

کہنے لگی کہ تمہارے شیخ کے پاس آئی ہوں۔ انہیں بتاؤ کہ فلاں راہب کی بیٹی آئی ہے۔ اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ شیخ کی اجازت سے وہ اندر آئی اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

شیخ نے اس لڑکی سے اس طرح اسلام قبول کرنے کی وجہ پوچھی تو وہ بولی کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے دین کے علاوہ کوئی سچا دین نہیں ہے۔ اور پھر مجھے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے ذریعے اپنے اولیاء میں سے ایک کا امتحان لیا ہے۔

میں اسی خواب کی وجہ سے آپ کے ہاں آئی ہوں اور اسلام قبول کیا ہے۔ اور اسلامی طریقہ سے آپ کی بیوی بننا چاہتی ہوں۔ شیخ بڑے خوش ہوئے اور اس سے نکاح کرلیا۔

بعد ازاں ایک دن ہم نے شیخ صاحب سے اس گناہ کے متعلق پوچھا جو ان سے سرزد ہوا تھا۔ تو انہوں نے بتایا کہ میں ایک دن کسی گلی سے گزر رہا تھا تو ایک عیسائی آکر مجھے ملنے لگا۔ میں نے اسے گھٹیا سمجھا اور کہہ دیا اے جہنمی مجھ سے دور رہ۔

اس نے عاجزانہ انداز میں جواب دیا کہ تمہیں کیا معلوم کون جہنمی ہے اور کون جنتی ہے؟ بس اسی تکبرانہ جملے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے مجھے تنبیہ فرمائی اور میرے درجات ختم کر کے مجھے آسمان سے زمین پر گرادیا۔

شیخ نے فرمایا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہی عیسائی جس سے میں نے نفرت کی تھی اس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی خوب عبادت کر کے مرتبہ ولایت تک جا پہنچا۔ اور اسی حالت میں وفات پاکر جنت میں پہنچ گیا۔ اور مجھے اللہ تعالےٰ نے آزمائش میں ڈال دیا۔

**نتائج:-**

(۱) عورت ایک فتنہ ہے جس سے بچنا چاہیے۔

(۲) شیطان کی چال اور مکروفریب۔

(۳) کسی کو گھٹیا نہ سمجھیں کیا پتہ وہ ہم سے آگے نکل جائے۔

(۴) اچھا وہ جس کا انجام اچھا ہے۔ اس لیے حسن خاتمہ کی فکر کرنی چاہیے۔

## ۱۲۷ :- یہ تو کم ظرف نکلا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نوجوان انتہائی گنہ گار تھا۔ کوئی ایسا برا کام نہ تھا جو اس نے چھوڑ رکھا ہو۔ ہر ایک کی زبان پر اس کی برائی اور بے حیائی کا تذکرہ تھا۔

لوگ اس سے اتنے تنگ ہوئے کہ اسے شہر سے نکال دیا۔ وہ ویرانے میں جا کر رہنے لگا اور درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنے لگا۔

ایک دن وہاں ویرانے میں شدید بیمار ہوا اور پریشان ہوا۔ نہ وہاں علاج نہ غذا۔ نہ کوئی حکیم نہ کوئی تیماردار۔ نہ کوئی دوست نہ کوئی غمخوار اکیلا پڑا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی موت کا وقت قریب آ گیا اور اس نے اللہ تعالےٰ کو پکارنا شروع کر دیا۔ اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے عذاب دے کر تیرا ملک زیادہ نہیں ہوگا اور مجھے معاف کر کے تیرا ملک کم نہیں ہوگا۔ تو دیکھ رہا ہے نہ یہاں کوئی میرا رشتہ دار ہے نہ کوئی مونس و غمخوار ہے۔ سب نے مجھے ٹھکرا دیا ہے۔ کیونکہ میں گنہ گار ہوں اور سیہ کار ہوں۔

لیکن اے اللہ تو تو گناہ گاروں کی دعاء بھی سنتا ہے۔ تیرا تو اعلان ہے۔

اے گناہ گارو! میری رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ میں غفور رحیم ہوں۔ میں سب گناہ معاف کر دوں گا۔ اے اللہ اپنی رحمت سے مجھے معاف فرما دے۔ میرے گناہوں کی پردہ پوشی فرما۔ میرے سب سہارے ختم ہیں تو واحد میرا سہارا ہے۔ اپنے گنہ گار بندے کو مایوس نہ کر۔ اس نے اس انداز میں توبہ کی کہ اس کی جان نکل گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میرا ایک دوست فلاں ویرانے میں فوت ہو گیا ہے جا کر اسے غسل دو، کفن پہناؤ، جنازہ پڑھو اور دفنانے کا انتظام کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم الٰہی اس کی تلاش کے لیے نکلے۔ آپ کے ساتھ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی بھی نکلی کہ ہم ایک اللہ کے دوست کے جنازہ میں شریک ہو سکیں۔ جب جنگل میں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی چور، زانی اور شرابی مرا پڑا ہے۔

لوگوں نے پہچان لیا یہ تو وہی ہے۔ یہ کیسے اللہ کا ولی ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ لوگ تو اس کے بارے میں یہ گواہی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ وہ بھی سچے ہیں میں بھی سچا ہوں۔

یہ ایسا ہی تھا جیسے لوگ کہہ رہے ہیں۔ لیکن اس نے مرتے وقت ایسی بے مثال توبہ کی ہے۔ اور اس طرح سچے دل سے میری رحمت کے دروازے پر دستک دی ہے کہ میری رحمت جوش میں آ گئی۔ اور میں نے اسے معاف کر دیا۔

اے میرے موسیٰ پیغمبر! یہ تو کم ظرف نکلا اگر اس وقت یہ سب لوگوں کی بھی مغفرت کی درخواست کرتا تو میں یقیناً قبول کر لیتا۔

**نتائج:-**

(۱) نیک اور بد کا حقیقی علم اللہ تعالےٰ کو ہی ہے۔

(۲) سچی توبہ سے اللہ تعالےٰ گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ غفور رحیم ہے۔

(۳) کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ انجام کا علم اللہ تعالےٰ کو ہی ہے۔

## ۱۲۸ :- عمرؓ ! میرے بندے کی فریاد کو پہنچو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں ایک گویا (ہیجڑا) رہتا تھا۔ چھپ چھپا کر وہ گایا کرتا تھا اور اپنا شوق پورا کر لیتا تھا۔ لوگ اس کو پیسے دے دیتے تھے۔ اندرون خانہ اس کا یہ کاروبار کچھ نہ کچھ چلتا رہا اور گزارہ ہوتا رہا۔

حتیٰ کہ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو کمزوری آ گئی، آواز ختم ہو گئی اور کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ اب مفلسی نے گھر میں ڈیرے ڈال دیے۔ فاقے پہ فاقے ہونے لگے۔

ایک دن مدینہ منورہ کے قبرستان میں ایک جھاڑی کے پیچھے بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کو پکارنے لگا۔ کہ اے اللہ! جب میری آواز تھی تو لوگ سنتے تھے۔ اب آواز نہ رہی تو لوگ سننا چھوڑ گئے۔ اے اللہ تو تو سب کی پکار سنتا ہے۔ تجھے پتہ ہے کہ میں ضعیف اور کمزور ہوں۔ بھوک سے نڈھال اور مفلسی سے لاچار ہوں۔ اے اللہ اگرچہ میں تیرا نافرمان بندہ ہوں مگر بندہ تو تیرا ہی ہوں۔ تو اپنے بندے کے ساتھ سگی ماں سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے۔ اگرچہ میں گناہوں کی نجاست سے

آلودہ ہوں پر تیری رحمت سے نا امید نہیں ہوں۔ میرے حال پر ترس فرما اور میری مدد فرما۔

حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں لیٹے ہوئے تھے۔ آواز آئی کہ اے عمرؓ! میرا بندہ بقیع میں مجھے پکار رہا ہے۔ اس کی مدد کو پہنچو۔ اس کی فریاد سنو۔ اس کی حاجت پوری کرو۔

حضرت عمرؓ نیند سے بیدار ہو کر ننگے پاؤں بقیع کی طرف دوڑے دیکھا تو وہی گویا جھاڑی کے پیچھے موجود ہے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر ڈر گیا اور اٹھ کر دوڑنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ٹھہرو مجھ سے ڈرو نہیں میں آیا نہیں بلکہ بھیجا گیا ہوں۔ وہ بولا کس نے بھیجا ہے فرمایا جسے تم بلا رہے ہو اسی نے بھیجا ہے۔

اب اس نے آسمان کی طرف نگاہ ڈالی اور کہنے لگا کہ اے اللہ ستر سال تیری نافرمانی میں گزارے۔ تجھے کبھی یاد نہ کیا اور آج اگر یاد کیا بھی ہے تو اپنے پیٹ کی خاطر یاد کیا ہے۔ تو نے میری اس فریاد کو بھی قبول کر لیا۔ اے اللہ میں شرمندہ ہوں مجھے معاف فرما دے۔ وہ گویا اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس حد تک رویا کہ جان نکل گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مغفرت کر دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اس کا جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن ہوا۔

**نتائج:-**

(۱) سچے دل سے توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ یقیناً معاف کر دیتا ہے۔

(۲) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

## ۱۲۹ :- تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے یہ بات یاد دلاؤں گا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک دفعہ ایک بدو آیا اور آ کر کہنے لگا کہ آپ بھی عجیب انہونی باتیں کرتے ہیں۔

آپؑ ہمیں باپ دادا کے دین کو چھوڑنے کی دعوت دیتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جس دین پر ہمارے باپ دادا صدیوں سے چلتے آ رہے ہیں۔ ہم اسے چھوڑ دیں؟ یہ ناممکن بات ہے یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپؐ کہتے ہیں کہ کلمہ پڑھ لو **تطیعکم العرب والعجم** عرب وعجم تمہارے زیرِ نگیں آ جائے گا۔

ہماری آج یہ حالت ہے کہ ایک وقت کی روٹی بھی نصیب نہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ایک دن دنیا کی عظیم طاقتیں اور حکومتیں ہمارے زیرِ تسلّط ہو جائیں گی۔ قیصر وکسریٰ ہمارے غلام بن جائیں گے یہ کیسے ممکن ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ہمیں نیک و بد کا صلہ ملے گا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہمارے وجود کا ذرہ ذرہ بکھر جائے گا تو دوبارہ اکٹھا کر کے زندہ کیا جائے گا؟

**من یحیی العظام وھی رمیم ؟**

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تجھے زندگی دے گا تو یقیناً تو دیکھ لے گا کہ سارا عرب باپ دادے کے دین کو چھوڑ کر میرا کلمہ پڑھے گا۔

اور تو دیکھ لے گا کہ قیصر وکسریٰ کی حکومتیں، طاقتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور وہاں اسلام کا غلبہ ہو جائے گا۔

اور تیسری بات یہ کہ قیامت کے دن میں تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے یاد دلاؤں گا کہ دیکھ مردے زندہ ہوئے کہ نہیں؟

لآخذ نک بیدک هذه ولأ ذکرنک بمقالتک هذه .

وہ بدو ان تمام باتوں کو ناممکن اور فضول سمجھتا ہوا واپس چلا گیا۔ اس کی زندگی میں مکہ فتح ہوا۔ لیکن اس نے اسلام قبول نہ کیا۔ سارا عرب اسلام کے زیر نگیں آ گیا لیکن اس نے اسلام قبول نہ کیا۔

پھر اس کی زندگی میں ہی ایران اور روم فتح ہوا۔ قیصر و کسریٰ کی طاقتیں ختم ہو گئیں۔ اب وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ دو کام تو میری زندگی میں ہو گئے۔ تیسرا بھی یقیناً ہو کر رہے گا۔

چنانچہ وہ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آ گیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ آپؓ نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور پھر صحابہ کرامؓ سے فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے یاد دلاؤں گا۔ اور قیامت کے دن جس کا ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پکڑ لیں تو جنت میں پہنچانے سے پہلے نہ چھوڑیں گے۔ یہ تو پکا جنتی ہے۔

**نتائج:-**

(۱) آپؐ نے جو کچھ فرمایا حق ہے۔

(۲) آپ کی تمام پیش گوئیاں درست ہیں۔

(۳) قیامت کے دن آپؐ شفاعت فرما کر دستگیری فرمائیں گے۔

## ۱۳۰ :- میری ماں نے جھوٹ بولنے سے منع کیا تھا۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو بچپن میں ان کی والدہ نے تحصیل علم کے لیے بھیجا۔ اس وقت آپؒ کی عمر تقریباً بارہ تیرہ سال تھی۔ ماں نے بچے کو سال بھر کا خرچہ تقریباً چالیس دینار دیے اور حفاظت کی خاطر ان کے کپڑوں کے اندر سی دیے۔

شیخ صاحب جس قافلہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ خدا کی قدرت کہ اس کو راستہ میں ڈاکہ پڑ گیا۔ ڈاکوؤں نے سارے قافلہ کو لوٹ لیا اور ایک ایک آدمی کی تلاشی لے کر رقم اپنے قبضہ میں کر لی۔ ڈاکوؤں کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ اس بچے کے پاس بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ ایک ڈاکو نے ویسے ہی پوچھ لیا کہ بچے تیرے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں چالیس دینار ہیں۔

وہ حیران ہوا تلاشی لی اور نہ ملے تو اس لڑکے کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گیا کہ یہ لڑکا کہتا ہے کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اس نے پوچھا کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ کپڑوں کے اندر سلے ہوئے ہیں۔

اس نے نکالے اور گنے تو پورے چالیس دینار تھے۔ وہ بڑا حیران ہوا اور پوچھنے لگا کہ اے بچے اگر تو نہ بتاتا تو ہمیں یقیناً پتہ نہ چلتا اور اس طرح تیرے چالیس دینار بچ جاتے۔ تو نے ہمارے پوچھنے پر کیوں بتا دیا؟

آپؒ نے فرمایا کہ میری ماں نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا جھوٹ ہرگز نہیں بولنا۔ آپؒ کی یہ بات سن کر وہ سردار بڑا متاثر ہوا اور رونے لگا کہ اے اللہ یہ معصوم بچہ اپنی ماں کا اتنا فرماں بردار ہے اور میں اتنا بڑا سمجھ دار ہو کر تیرا کتنا نافرمان

ہوں۔ روتے روتے اس کی اور اس کے تمام ساتھیوں کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور انہوں نے اس ایک واقعے سے متاثر ہو کر توبہ کر لی۔ اور سب قافلہ والوں کو اُنکا لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) سچائی کی برکات۔

(۲) ماں کی فرماں برداری کی برکات۔

(۳) حضرت الشیخ کا مقام رفیع۔

## ۱۳۱ :۔ مُتّقی کو اللہ تعالیٰ غیب سے رزق دیتا ہے۔

ایک متقی اور پارسا نوجوان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ حالت روزہ میں ایک نہر کے کنارے سفر کر رہا تھا۔

اس کے پاس کھانے پینے کا کچھ سامان نہ تھا اور لوگوں سے سوال کرنا اس کی غیرت کے منافی تھا۔ محض اللہ کے توکل پر جا رہا تھا۔

جب شام کو افطاری کا وقت قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ نہر میں ایک سیب بہتا ہوا آ رہا ہے۔ اس نے اس خیال سے اٹھا لیا کہ میں اس سے روزہ افطار کروں گا۔ چنانچہ اس نے اس سے روزہ افطار کر لیا اور اوپر سے پانی پی لیا۔

روزہ کھولنے کے بعد انتہائی ندامت ہوئی کہ میں نے ایک ایسی شئے سے روزہ افطار کیا ہے جو میری ملکیت میں نہ تھی۔ میں نے تو پرایا مال کھایا ہے میرا کیا بنے گا؟

یہ احساس اسے اتنی شدت سے ہوا کہ اس نے دوسرے دن نہر کے ساتھ ساتھ الٹے رُخ واپس چلنا شروع کر دیا۔ تاکہ میں سیب کا مالک تلاش کر کے اس سے معافی مانگ لوں۔

کئی میل چلنے کے بعد اس نے دیکھا کہ نہر کے کنارے ایک سیبوں کا باغ ہے جس کی شاخیں نہر پر جُھکی ہوئی ہیں۔ اور ان درختوں پر اسی نوعیت کے سیب لگے ہوئے ہیں۔ اسے یقین آ گیا کہ وہ سیب انہی درختوں سے نہر میں گرا ہوگا۔

وہ نوجوان باغ میں چلا گیا اور اس کے مالک کو تلاش کرنے لگا۔ وہاں ایک جھونپڑی دیکھی۔ اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے ایک بوڑھا شخص نکلا۔

نوجوان نے اس سے کہا کہ بابا جی میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے آپ کے باغ سے ایک سیب بلا اجازت کھالیا ہے۔ آپ خدا کے واسطے مجھے معاف کردیں۔

اس بوڑھے نے بتایا کہ میں اس باغ کا مالک نہیں ہوں میں تو مالی ہوں۔ میں تو اس باغ میں چالیس سال سے ملازمت کر رہا ہوں۔ میں نے آج تک اس سے ایک دانہ بھی بلا اجازت نہیں کھایا۔

نوجوان نے پوچھا پھر اس کا مالک کون ہے؟ اس نے بتایا کہ اس کے مالک دو بھائی ہیں جو فلاں فلاں علاقے میں رہتے ہیں۔ یہ نوجوان اس بوڑھے کے بتانے کے مطابق باغ کے مالک تک کئی دن کا سفر کر کے پہنچ گیا اور اس سے معافی مانگی۔ وہ بولا کہ اس باغ کے ہم دو بھائی حصہ دار ہیں۔ میں یہاں رہتا ہوں اور میرا دوسرا بھائی فلاں جگہ پر رہتا ہے۔

جو سیب آپ نے کھایا ہے میں اس کا آدھا حصہ معاف کرسکتا ہوں جبکہ

بقیہ آدھا میرا دوسرا بھائی معاف کرنے کا حق رکھتا ہے۔نوجوان نے اس سے آدھا سیب معاف کرایا اور اس کے دوسرے بھائی کا پتہ پوچھ کر اس کی تلاش میں چل پڑا۔کئی دن کا سفر کر کے اس کے ہاں پہنچا اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا۔

وہ یہ واقعہ سن کر بڑا متاثر ہوا کہ عجیب قسم کا متقی اور پرہیزگار نوجوان ہے ۔اس نے اس کے اخلاق و عادات جانچنے کے لیے کہا کہ میں یہ معافی دو شرطوں پر دوں گا۔پہلی شرط یہ ہے کہ میرے ہاں رہ کر ایک سال تک میری بکریاں چراؤ گے اور محنت مزدوری جو میں کہوں گا وہ کرو گے۔اس شرط کے پورا کرنے کے بعد دوسری شرط بتاؤں گا۔ وہ بھی تمہیں پوری کرنی ہوگی اور تب تجھے یہ آدھا سیب معاف کروں گا۔

نوجوان چارو ناچار اس بات پر راضی ہوگیا اور ایک سال تک اس کے ہاں نوکری کرتا رہا۔ایک سال کے بعد اس نے دوسری شرط بتائی کہ تجھے اب ایک اندھی، بہری، گونگی اور لنگڑی لڑکی سے شادی کرنا ہوگی۔نوجوان بڑا گھبرایا کہ یہ عجیب شادی ہے کہ دُلہن اندھی بھی ہے، بہری بھی ہے، گونگی بھی ہے اور لنگڑی بھی ہے۔بہرحال وہ مجبوراً اس شادی پر راضی ہوگیا۔

شادی کے بعد جب اس نے اپنی بیوی کو دیکھا تو وہ انتہائی خوبصورت تھی۔ نہ اندھی تھی نہ بہری نہ گونگی نہ لنگڑی۔وہ اس کے قریب نہ گیا کہ یہ طے شدہ شرائط کے مطابق وہ لڑکی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی اور مسئلہ ہو۔

صُبح اس نوجوان سے مالک نے پوچھا کہ آپ کی بیوی کیسی ہے؟ وہ بولا وہ تو کوئی اور لڑکی تھی ۔ میں تو ڈر گیا۔اب مالک نے بتایا کہ دراصل تو میری بات نہیں سمجھا۔یہ لڑکی اتنی شریف اور پاکباز ہے کہ آج تک اس نے کسی غیر مرد کو دیکھا نہیں گویا کہ یہ اندھی ہے۔اور آج تک اس نے غیر مرد کی بات نہیں سنی گویا

کہ یہ بہری ہے۔اور آج تک اس نے غیر محرم کے ساتھ کلام نہیں کی گویا کہ یہ گونگی ہے۔ابر آج تک اس نے گھر کے باہر قدم نہیں رکھا گویا کہ یہ لنگڑی ہے۔یہی تیری بیوی ہے۔میں نے تجھے رشتہ بھی دیا اور تیرے تقوی اور پرہیز گاری کو دیکھ کر فلاں باغ بھی تیری ملکیت میں دیا۔اور مکان وغیرہ کے لیے سو دینار بھی دیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بالکل سچ فرمایا ہے۔

**ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب.**

کہ جو آدمی تقوی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی نہ کوئی سبیل بنا دیتا ہے۔اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

**نتائج:-**

(۱) تقوی کی بدولت سب کچھ مل گیا۔

(۲) نوجوان کا عجیب تقویٰ۔

(۳) لڑکیوں کے اندر یہ اوصاف ہونے چاہیے۔

## ۱۳۲ :- کیا اَبھی وہ وقت نہیں آیا؟

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔آپ کی توبہ کا واقعہ تاریخی کتابوں میں درج ہے۔

آپ پولیس کے محکمہ میں کسی اعلی عہدے پر فائز تھے اور گناہوں سے بھرپور زندگی گزار رہے تھے۔شراب نوشی، زناء کاری، رشوت ستانی، ظلم و جور غرض ہر قسم کی برائی ان کا معمول تھی۔گناہ کی اس زندگی کے دوران ان کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی۔بچی ذرا بڑی ہوئی اور بھاگنے دوڑنے لگی تو خدا کی قدرت وہ فوت

ہوگئی۔

چونکہ وہ بچی ان کو بڑی پیاری تھی۔ اس کی معصوم ادائیں دل لبھاتی تھیں۔ انھیں اس کی موت کا بڑا دکھ ہوا۔

حضرت مالک بن دینارؒ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں بدستور شراب نوشی میں مشغول رہا اور دیگر برائی کے کاموں کو بھی کرتا رہا۔ ایک رات غالباً پندرہویں شعبان کی رات تھی کہ میں حسب معمول شراب پی کر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت برپا ہوگئی اور میں میدان حشر میں کھڑا ہوں۔ ایک بڑا اژدھا منہ کھولے میری طرف بھاگتا چلا آ رہا ہے۔ میں اس سے جان بچانے کی خاطر بھاگ پڑتا ہوں۔ مگر ادھر اُدھر بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ وہ سانپ بدستور میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا ضعیف آدمی سفید خوشبودار لباس میں ملبوس کھڑا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ بابا جی خدا کے لیے مجھے اس سانپ سے بچاؤ یہ میرے پیچھے لگا ہوا ہے مجھے کھا جائے گا۔

وہ بزرگ آدمی رو پڑا اور کہنے لگا کہ یہ سانپ بڑا طاقتور ہے اور میں انتہائی کمزور ہوں۔ میں اس کو کیسے روک سکتا ہوں۔ میں اس سے مایوس ہوا اور برابر بھاگتا رہا۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ آگے جا کر مجھے ایک بہت بڑی خندق نظر آئی جو آگ سے بھری ہوئی تھی اور اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ اور اس کی تپش دور تک جا رہی تھی۔ میں مزید ڈر گیا۔ اب تو آگے بڑھنے کا راستہ بھی مسدود ہوگیا۔ آگے خندق ہے پیچھے سانپ ہے۔ حتیٰ کہ جب میں خندق کے بالکل کنارے پر پہنچ گیا تو آواز آئی کہ اے شخص تو اس خندق میں گرنے کے قابل نہیں ہے پیچھے ہٹ جا۔

یہ آواز سن کر مجھے کسی قدر اطمینان ہوا۔ اتنے میں سانپ میرے قریب پہنچ چکا تھا۔ جس کی وجہ سے میں سخت پریشان تھا۔ اس دوران وہاں میری وہ فوت شدہ بچی نمودار ہوئی اور کہنے لگی اللہ کی قسم آپ تو میرے باپ معلوم ہوتے ہیں۔ آپ یہاں کیسے؟

پھر اس بچی نے اپنا دایاں ہاتھ میری طرف اور بایاں ہاتھ سانپ کی طرف بڑھایا تو سانپ بھاگ گیا۔ بچی نے مجھے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر بٹھالیا۔ اور جیسے فوت ہونے سے پہلے محبت کے انداز میں میری گود میں بیٹھتی تھی۔ اسی طرح میری گود میں بیٹھ گئی اور پھر کہنے لگی یا ابت الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ اے ابا جان کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اہلِ ایمان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جائیں؟

فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم لوگ قرآن پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگی ہم یہاں عالم برزخ میں تم سے زیادہ قرآن جانتے ہیں۔

میں نے اس سے پوچھا کہ یہ تو بتلاؤ کہ یہ سانپ کیسا تھا اور وہ بوڑھا شخص کون تھا۔ اس نے کہا یہ سانپ آپ کا برا عمل تھا جو اتنا طاقتور ہو چکا ہے اور وہ بوڑھا جس کو آپ نے سانپ سے بچانے کے لیے کہا ہے۔ آپ کا نیک عمل تھا جو اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ برے عمل کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر ساری بات مجھے سمجھ آ گئی۔ پھر میں نے بچی سے کہا کہ تم لوگ یہاں کیا کرتے ہو؟ اس نے بتایا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ نے اس پہاڑ پر روک رکھا ہے۔ ہم یہاں پر تمہارا انتظار کرتے ہیں۔ تاکہ جب تم میں سے کوئی شخص یہاں آئے تو ہم اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حتی الامکان اس کی سفارش کریں۔

مالک بن دینارؒ جب نیند سے بیدار ہوئے تو ان کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔ اب وہ شراب نوشی اور دیگر معاصی کو چھوڑ کر خدا کی عبادت و اطاعت میں لگ گئے۔ اور اس طرح توبہ کی کہ اولیاء اللہ کے درجہ اوّل میں پہنچ گئے۔ اور انہیں خدا تعالیٰ کی اتنی معرفت نصیب ہوئی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اکثر و بیشتر انسان دنیا سے چلے گئے مگر انہوں نے لذیذ ترین چیز کو نہیں چکھا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی لذیذ ترین چیز ہے جس کے چکھے بغیر لوگ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو فرمایا کہ وہ معرفت الٰہی ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) مالک بن دینارؒ کی توبہ کا واقعہ۔

(۲) برے اور نیک عمل کی مثال۔

(۳) بچے بھی سفارش کرتے ہیں۔

(۴) لذیذ ترین چیز معرفت الٰہی ہے۔

## ۱۳۳ :- تیری لونڈی کے اندر عیب بہت ہیں۔

انہی حضرت مالک بن دینارؒ کا ایک عجیب واقعہ بعض کتب میں مذکور ہے کہ آپ بصرہ کی گلی میں چل رہے تھے کہ وہاں سے ایک رئیس کی خوبصورت لونڈی گزری۔ اس کے ساتھ دیگر خدمت گار اور غلام بھی تھے۔

لونڈی اتنی خوبصورت تھی کہ جو دیکھتا دنگ رہ جاتا اور وہ بڑی شان سے سواری پر سوار ناز و انداز میں جا رہی ہے۔ سبھی لوگ کھڑے اس کے حُسن سے لطف

اندوز ہو رہے ہیں اور اس کی خوبصورتی اور چمک دمک کے تذکرے کر رہے ہیں۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے جب دیکھا کہ اتنی حسین عورت ہے اور لوگ اسی کے حُسن میں محو ہیں۔ سوچا کہ کیوں نہ ان کی توجہ آخرت کی طرف مبذول کراؤں؟

چنانچہ آپ نے بلند آواز سے فرمایا اے لونڈی کیا تیرا آقا تجھے فروخت کرے گا؟ سبھی لوگ حیران ہو گئے کہ حضرت صاحب بھی متاثر ہو گئے۔

لونڈی نے آپؒ کی طرف دیکھا تو ان پر پھٹا پرانا چوغہ تھا اور انتہائی سادگی کے ساتھ درویشانہ انداز میں کھڑے تھے۔ اس نے سواری روک لی اور کہنے لگی اے شیخ اب بات دہراؤ انھوں نے فرمایا کیا تیرا آقا تجھے فروخت کرے گا؟

وہ کہنے لگی اگر وہ فروخت کرے بھی سہی تو کیا تیرے جیسا فقیر اور درویش مجھے خریدنے کی طاقت رکھتا ہے؟ کہاں تیری حیثیت اور کہاں میری شخصیت۔

لونڈی نے غلاموں سے کہا کہ بابا جی کو ساتھ لے لو کچھ شُغل ہی سہی۔ آپ اس رئیس کے محل تک پہنچے جس کی وہ لونڈی تھی۔ محل بڑا شاندار تھا۔ باہر غلام کھڑے تھے۔ جنہوں نے لونڈی کا استقبال کیا اور اسے اندر لے گئے۔ آپ دروازہ پر کھڑے رہے۔ لونڈی نے اندر جا کر اپنے آقا کو کہا کہ آج میں تجھے عجیب بات بتاؤں! مجھے بازار میں ایک بوڑھا فقیر ملا ہے جس نے پھٹا پرانہ چوغہ پہن رکھا ہے۔ وہ میرے حسن و جمال پر اتنا فریفتہ ہوا کہ بے ساختہ بول اٹھا کہ کیا تجھے تیرا آقا فروخت کرے گا؟

آقا یہ بات سن کر ہنس پڑا اور اس سے کہا کہ وہ شخص اب کہاں ہے۔ کہنے لگی میں اس کو ساتھ لائی ہوں باہر کھڑا ہے۔

آقا نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے لایا جائے ۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو بڑا عالی شان محل تھا۔ ہر طرف قالین بچھے ہیں ۔ حشم خدم کھڑے ہیں۔ اور آقا ایک زریں تخت پر بیٹھا ہے۔ آپ ان تمام چیزوں سے قطعاً متاثر نہ ہوئے ۔ اور سیدھے اس کے پاس چلے گئے ۔ اس نے کہا اے شیخ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

آپ نے وہی بات دُہرائی تو وہ ہنس ہنس کر دوہرا ہو گیا اور کہنے لگا آپ کے نزدیک اس کی کتنی قیمت ہوگی؟

آپ نے فرمایا میرے نزدیک تو اس کی قیمت کھجور کی دو پرانی گٹھلیوں سے بھی کم ہے۔ یہ سن کر وہ لونڈی، اس کا آقا اور دیگر غلام بھی ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ اتنی تھوڑی قیمت کی وجہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا کیونکہ اس لونڈی میں عیب بہت سے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کون کون سے عیب ہیں کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔

آپؒ نے فرمایا اگر یہ عطر نہ لگائے تو بدن میں سے بدبو آنے لگے۔ اگر مسواک نہ کرے تو دانتوں میں سے بدبو آنے لگے۔ اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو جوئیں پڑ جائیں۔ ذرا عمر زیادہ ہو جائے تو بوڑھی بن جائے گی۔ ماہواری کا گندا خون اس کو آتا ہے۔ پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگی اس میں موجود ہے۔ خود غرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت کرتی ہے۔ آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے تو اس کی ساری محبت ختم ہو جائے گی۔ انتہائی بے وفا ہے آج تیرے پاس ہے کل کسی اور کو تیرا مقام دے گی۔ اور اس سے محبت کرنے لگے گی۔ اس کو بخار آتا ہے اور دیگر ہر قسم کی تکالیف آتی ہیں۔ اس کی زندگی کا اعتبار نہیں ہے کہ کب موت کی آغوش میں چلی جائے۔

میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے۔ وہ کافور کے جوہر سے بنی ہے۔ مشک اور زعفران اس کے خمیر میں شامل ہیں۔ اگر اس کا لعاب کڑوے پانی میں ڈالا جائے تو وہ میٹھا ہو جائے۔ اگر وہ مردہ سے بات کرے تو وہ زندہ ہو جائے۔ اگر سورج کے سامنے اپنی کلائی ظاہر کرے تو سورج بے نور ہو جائے۔ اگر اندھیرے میں آ جائے تو سارا گھر روشن ہو جائے۔ اگر اپنے زیب و زینت سے دنیا کا رخ کرے تو سارا جہان چمک اُٹھے۔ اس نے مشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے۔ یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے۔ جنت کی نہر تسنیم کا پانی پیتی ہے۔ کبھی وعدہ خلافی کر کے اپنی محبت کو نہیں بدلتی۔ وہ ہر قسم کی نجاستوں سے پاک ہے۔ بیماری اور موت اس کے قریب بھی نہ پھٹکے گی۔ بڑھاپا اور کمزوری اس پر نہیں آئے گی۔

اے دھوکہ خوردو اب تم ہی بتاؤ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کون سی باندی زیادہ موزوں ہے؟ تمہاری یا میری؟

سب بولے باندی تو وہی اچھی ہے جو آپ کی ہے۔ مگر اس کی قیمت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا اس کی قیمت اتنی زیادہ نہیں ہے۔ رات کو تھوڑا سا وقت فارغ کر کے دو رکعت نماز تہجد پڑھ لی جائے۔ کھانا کھاتے وقت کسی غریب کو بھی یاد کر لیا جائے۔ اپنی خواہشات کے مقابلہ میں اللہ کی رضاء کو ترجیح دو۔ راستہ چلتے ہوئے پتھر کانٹا ہٹا دو۔ اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تازہ رکھو۔

ان چیزوں کا اہتمام کر کے تم دنیا میں بھی عزت کی زندگی گزارو گے اور آخرت میں بے فکری اور اعزاز و اکرم کے ساتھ اللہ کے حضور پیش کیے جاؤ گے۔ اور ہمیشہ کے لیے جنت میں اللہ کے مہمان بن جاؤ گے۔

یہ تمام باتیں سن کر آقا نے لونڈی سے کہا تو نے شیخ کی باتیں سنی ہیں۔ یہ درست ہیں یا غلط؟

لونڈی اور تمام حاضرین نے کہا بالکل درست باتیں ہیں۔

آقا فوراً بول اُٹھا اور کہنے لگا کہ جا تو اب میری طرف سے آزاد ہے۔اور اپنے سب غلاموں کو بھی آزاد کر دیا۔ اور اپنا گھر اور اس کی جملہ اشیاء اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیں اور سب لباس فاخرہ اُتار کر ایک ٹاٹ اپنے جسم پر لپیٹ لیا۔

لونڈی نے کہا کہ اے میرے آقا تمہارے بعد میرے لیے بھی یہ زندگی اب خوش گوار نہیں ہے۔اس نے بھی سب زیورات اور لباس فاخرہ اتار دیا۔ اور اپنا سارا مال و متاع اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔ اور معمولی لباس پہن کر آقا کے ساتھ ہو لی۔

اور اس طرح ان دونوں نے بقیہ ساری زندگی اللہ کی عبادت میں گزار دی اور اسی حالت میں انتقال فرمایا۔

**نتائج**:۔

(۱) دنیا و آخرت کی نعمتوں کا موازنہ۔

(۲) مالک بن دینارؒ کی ذہانت اور فطانت۔

(۳) آقا اور لونڈی کی توبہ کا عجیب واقعہ۔

## ۱۳۴ :- میں جنت کے مکان کا ذمّہ لیتا ہوں۔

انہی حضرت مالک بن دینارؒ کا ایک اور واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایک دفعہ ایک سڑک پر سے گزر رہے تھے۔ سامنے دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل کی تعمیر جاری ہے۔ اور ایک نوجوان معماروں کو ہدایات وغیرہ دے رہا ہے۔

آپ نے خیال فرمایا کہ یہ کیسا حسین اور خوبرو نوجوان ہے۔ اور کس طرح دنیا میں پھنس چکا ہے۔ ساری توجہ دنیا ہی کی طرف ہے۔ میں کیوں نہ اسے جنت کی دعوت دوں۔

فوراً اپنے ساتھی کو لے کر اس کے پاس چلے گئے۔ اسے سلام کیا اس نے پہچان لیا اور کھڑا ہو کر ملا۔ اور تشریف آوری کی وجہ پوچھی۔

آپؒ نے فرمایا تم نے اس مکان میں کس قدر روپیہ لگانے کا عزم کر رکھا ہے۔ وہ بولا تقریباً ایک لاکھ درہم لگاؤں گا۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تم یہ ایک لاکھ درہم مجھے دے دو تو میں تمہارے لیے جنت میں ایک مکان کا ذمہ لیتا ہوں۔ جو اس مکان سے لاکھوں درجہ بہتر ہوگا۔ اس میں نوکر، خادم، لونڈیاں سب موجود ہوں گے۔ اس کی مٹی زعفران، گارا مشک سے بنا ہوگا۔ اینٹیں یاقوت وزمرد کی ہوں گی۔ نہ وہ مکان کبھی گرے گا نہ کبھی پرانا ہوگا۔ کیونکہ اسے معماروں اور مستریوں نے نہیں بنایا ہوگا بلکہ اللہ تعالے کے امر کن سے بنا ہوگا۔

نوجوان یہ ساری بات سن کر سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کروں؟

پھر بولا کہ آپ مجھے آج کی رات سوچنے کا موقع دیں۔ کل اگر آپ

تشریف لائیں تو میں اس کا جواب عرض کر سکوں گا۔

دوسرے دن آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو وہ آپ کی انتظار میں بیٹھا تھا۔ آپ کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کل والی بات چیت کے بارہ میں کیا رائے ہے؟ اس نے پوچھا کہ کیا آپ اس چیز کو پورا کریں گے جس کا وعدہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا انشاء اللہ میں ضرور پورا کروں گا۔ میں اپنے اللہ سے ناامید نہیں ہوں۔ وہ نوجوان اٹھا اور دراہم کی بوریاں آپ کے سامنے لا کر رکھ دیں اور قلم دوات اور کاغذ بھی رکھ دیا۔ آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا کہ یہ اقرار نامہ ہے کہ مالک بن دینار نے فلاں بن فلاں سے اس کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے اس محل کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اس سے بہتر محل عطاء فرمائیں گے۔ پرچے پر دستخط کیے اور دراہم لے کر چلے آئے۔

وہ دراہم آپ نے سارے کے سارے اللہ کے راستہ میں شام تک صدقہ کر دیے۔

اس واقعہ کو ابھی چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دن حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کے محراب میں ایک کاغذ پڑا ہوا دیکھا۔ اٹھایا تو یہ وہی کاغذ تھا۔ جو آپ نے اس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا۔

اس کی پشت پر بغیر سیاہی کے نورانی حروف میں لکھا تھا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مالک بن دینار کے ذمہ کی براءت ہے۔ جس مکان کا تم نے اس نوجوان سے ذمہ لیا تھا۔ وہ ہم نے اس کو پورا پورا بلکہ ستر گناہ زیادہ دے دیا۔

حضرت شیخ اس پرچہ کو پڑھ کر متحیر ہوئے اور اس شخص کے مکان پر گئے۔

دیکھا کہ وہاں عورتیں رو رہی ہیں۔ پتہ چلا کہ کل اس نوجوان کا انتقال ہوگیا ہے۔ آپؒ نے پوچھا کہ اس کو غسل کس نے دیا؟ اور کس نے دفن کیا؟ وہ آدمی آیا تو اس نے بتایا کہ اس نوجوان نے مرنے سے پہلے مجھے ایک کاغذ دیا تھا اور کہا تھا کہ مجھے نہلا کر کفن پہناتے وقت یہ پرچہ میرے سینے پر رکھ دینا۔ میں نے اسی طرح رکھ دیا۔

آپؒ نے جیب سے وہ کاغذ نکال کر اسے دکھایا کہ کیا یہی کاغذ تو نہیں تھا۔ وہ کاغذ دیکھ کر ششدر رہ گیا اور کہنے لگا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ وہی پرچہ ہے جو میں نے اس کے کفن کے اندر رکھا تھا۔

سارے لوگ یہ واقعہ سن کر انتہائی متاثر ہوئے اور اس نوجوان کی خوش قسمتی پر رشک کرنے لگے۔ ایک نوجوان فوراً کہنے لگا کہ حضرت مجھ سے دو لاکھ لے لیجیے۔ ایک پرچہ مجھے بھی لکھ کر دے دیں۔ فرمایا اب وقت گزر گیا۔ اُس کے مقدر میں تھا اللہ نے اسے یہ سعادت دے دی۔

**نتائج:۔**

(۱) دنیا و آخرت کا موازنہ۔

(۲) بعض دفعہ اللہ تعالےٰ اپنی کسی خاص بندہ کی بات کو اپنے فضل و رحمت سے پورا فرما دیتا ہے۔

(۳) اس نوجوان کا آخرت پر کتنا یقین تھا!

## ۱۳۵ :- ابّا جان تو بے وقوف تھے۔

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالےٰ نے بخیل لوگوں کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص بہت ہی مالدار

اور اونچے درجے کا زمیندار تھا۔

اس نے اپنی زمین میں ایک نہایت عمدہ باغ لگا رکھا تھا۔ جس کی پیداوار میں سے وہ تقریباً تیسرا حصہ فقراء و مساکین پر خرچ کرتا تھا۔ ایک حصہ باغ پر اور ایک اپنے اہلِ خانہ کے لیے رکھتا تھا۔

فقراء و مساکین کو اس حد تک اس کی سخاوت نے جری کر دیا تھا کہ وہ اس کے باغ سے پھل توڑنے کے دن خود ہی وہاں اپنا حق لینے کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ اس کی اولاد باپ کو اس طرز عمل سے روکتی تھی۔ مگر وہ نہ مانتا تھا۔

بالآخر جب اس کا انتقال ہوا تو اب اس کے بیٹے باغات کے وارث ہوئے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارا باپ تو بڑا بے وقوف تھا۔ باغ پر اتنی محنت اور خرچہ کر کے اس کی پیداوار لوگوں کو کھلا دیتا تھا۔ لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے۔

ہم پھل توڑنے کے دن فقراء اور غرباء کو خبر ہی نہ ہونے دیں گے۔ اور صُبح صُبح جا کر سب پیداوار منہ اندھیرے سمیٹ لیں گے۔

اذ اقسموا لیصر مُنّھا مُصبحین ولا یستثنون.

انہوں نے قسم اُٹھا لی کہ باغ کا پھل صبح صبح ضرور جا کر توڑیں گے اور انشاء اللہ بھی نہ کہا۔

چنانچہ انہوں نے باغ توڑنے اور سمیٹنے کے سب انتظامات مکمل کر لیے۔ وقت اور دن طے کر لیا۔ کامے اور مزدور اُجرت پر لے لیے۔ اور مقررہ دن صُبح صُبح سب کو اکٹھا کر لیا۔ انِ اغدوا علی حرثکم ان کنتم صارمین. کہ اگر کھیتی کاٹنا چاہتے ہو تو صُبح صُبح چلو۔

ان کی حالت یہ تھی کہ کسی کو کانوں کان انہوں نے خبر نہ ہونے دی۔ اور

مساکین اور فقراء کے آجانے کے ڈر سے باتیں بھی آہستہ آہستہ کرتے تھے۔

ادھر انہوں نے یہ مشورہ کیا اور اس طرح پروگرام بنایا اور اُدھر اللہ تعالےٰ نے راتوں رات ان کے باغ پر عذاب بھیج کر سارا باغ جلا کر خاکستر کر دیا۔ (جہنم کی گھاٹی سے ایک آگ نکلی جو اس پر پھر گئی)۔

اب یہ پروگرام کے مطابق منہ اندھیرے وہاں پہنچے تو معاملہ دگرگوں پایا۔ وہاں تو سرے سے کوئی باغ موجود ہی نہ تھا۔ حیران ہو کر کھڑے ہو گئے کہ شاید ہم اندھیرے کی وجہ سے راستہ بھول گئے۔

مگر غور کیا اور قرائن سے اندازہ لگایا تو یقین آ گیا کہ یہ وہی جگہ ہے۔ اب کہنے لگے بل نحن محرومون ہم محروم کر دیے گئے ہماری قسمت پھوٹ گئی اور اپنے بخل اور ناپاک عزائم کا نتیجہ دیکھ کر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کوسنے لگے۔

ایک کہنے لگا میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ ایسی بدنیتی نہ کرو۔ اب اللہ کی پاکی کیوں نہیں بیان کرتے۔ یعنی توبہ و استغفار کرو۔

اب کہنے لگے کہ بے شک ہم اپنے پروردگار کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں۔ ہم نے خود ہی اپنے نفس پر ظلم کیا۔

یا ویلنا انا کنا طاغین ہائے ہماری بدبختی بلاشبہ ہم نے سرکشی کی۔ امید ہے کہ ہمار پروردگار اس کا نعم البدل عطاء فرمائے۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کذالک العذاب کہ اے لوگو خدا کا عذاب اسی طرح آجاتا ہے اور آخرت کا عذاب تو نہایت ہی ہولناک ہے۔

**نتائج:-**

(۱) بخل؛ کنجوسی اور راہ خدا میں خرچ نہ کرنے کا نتیجہ۔

(۲) والد کے طرزِ عمل کو تبدیل کرنے کا نتیجہ۔

(۳) ناشکری اور کفرانِ نعمت کا نتیجہ۔

## ۱۳۶ :- فاطمہ ! تیرے لیے یہ خادم سے بہتر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میری زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی صاحبزادی، آپ کو سب اہل خانہ سے محبوب اور جنتی عورتوں کی . دار ہونے کے باوجود اپنے گھر کا کام کاج خود کیا کرتی تھیں۔

وہ خود اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں پر گٹے پڑ گئے تھے۔ اور پانی کے لیے خود ہی مشک بھر بھر کر لاتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے سینہ مبارک پر رسی کے نشانات پڑ گئے تھے۔ اور خود ہی گھر میں جھاڑو وغیرہ دیا کرتی تھیں۔ جس کی وجہ سے ان کے کپڑے میلے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ باندیاں اور غلام آئے۔

آپؐ نے ان غلاموں کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمانا شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا لَوْ اَتَیْتِ اَبَاکِ فَسَأَلْتِهٖ خَادِمًا کہ اگر آپ اپنے والد حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں چلی جائیں اور ان سے ایک خادم مانگ کر لائیں تو کتنا اچھا ہوگا۔ حضرت فاطمہؓ کو بھی یہ تجویز پسند آئی اور وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ وہاں کچھ صحابہ کرامؓ آپؐ سے باتیں کر رہے تھے تو حضرت فاطمہؓ شرم کی وجہ سے واپس آ گئیں۔

نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ میری بیٹی فاطمہ آئی تھی شاید کوئی کام ہوگا اور بغیر بات کیے واپس چلی گئی۔ تو دوسرے دن خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے

مکان پر تشریف لائے۔ اور آپؐ نے حضرت فاطمہؓ سے سوال کیا کہ بیٹی تو کل میرے ہاں گئی تھی ما کان حاجتک کوئی کام تھا تو بتائیں۔ فسکتت تو حضرت فاطمہؓ شرم وحیاء کی وجہ سے خاموش رہیں اور بول بھی نہ سکیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو ان کے جانے کی وجہ بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ گھر کے کام کاج کرتے کرتے یہ اب تھک جاتی ہیں۔ چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے۔ پانی بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشانات پڑ گئے اور جھاڑو وغیرہ دینے کی وجہ سے ان کے کپڑے میلے رہنے لگے ہیں۔ کل چونکہ آپ کے ہاں کچھ غلام اور باندیاں وغیزہ آئی تھیں۔ اس لیے میں نے ان کو بھیجا تھا کہ جا کر کم ازکم ایک خادم آپؐ سے مانگ لائیں تو اس طرح سہولت رہے گی۔

آپؐ نے یہ ساری بات سن کر ارشاد فرمایا اتقی الله یا فاطمه وادی فریضة ربکِ و اعملی عمل اهلکِ کہ اے فاطمہؓ! اللہ سے ڈرتی رہو یعنی تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد شدہ فرائض ادا کرتی رہو اور گھر کے کام کاج خود کرتی رہو۔

باقی رہی خادم کی بات تو سبقکن یتامیٰ بدر تو اس سلسلہ میں بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں۔ یعنی پہلے ان کا حق ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ رات کو سونے سے پہلے (بعض روایات میں ہے کہ ہر نماز کے بعد) ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ تو اس طرح یہ سو پورا ہو جائے گا۔ یا فاطمة هیَ خیر لکِ من خادم اے فاطمہؓ یہ تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے جواباً عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور

اس کے رسول کی تجویز پر راضی ہوں۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت فاطمہؓ کا مقام عالی۔

(۲) گھر کا کام کاج خود کرنے کی عظمت۔

(۳) تسبیحاتِ فاطمہؓ کی فضیلت۔

(۴) نبی اکرمؐ بھی غیب دان نہ تھے۔

## ۱۳۷:۔ اب تجھے کون بچائے گا؟

غزوہ ذات الرقاع سے واپسی پر ایک جگہ آپؐ نے بمعہ لشکر قیلولہ فرمایا۔ چونکہ وہاں کوئی سایہ وغیرہ نہ تھا۔ اس لیے صحابہ کرامؓ متفرق طور پر کسی نہ کسی سائے میں آرام کر رہے تھے۔ آپؐ نے بھی ایک سایہ دار جھاڑی کے نیچے آرام فرمایا اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا دی۔

ایک مشرک جس کا نام غالباً غورث بن حارث تھا۔ موقعہ پا کر چپکے سے وہاں آ گیا۔ اور آپؐ کی ہی تلوار درخت سے اتار کر آپ پر سونت لی۔

قریب تھا کہ وہ آپؐ پر وار کر دے کہ اچانک آپ کی آنکھ کھُل گئی۔ اب تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور آپ خالی ہاتھ ہیں۔ مشرکین کو یقین تھا کہ اب میں ایک ہی سیکنڈ میں آپ کا کام تمام کر سکتا ہوں۔ وہ متکبرانہ لہجے میں بولا یا محمد! **من یمنعک عنی؟** بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے اب کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "اللہ" کہ ایسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ بچا سکتا ہے۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ جبریل امین نے فوراً اس کے سینہ پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اب آپؐ نے فوراً وہ تلوار اٹھالی اور

فرمایا من یمنعک عنی؟ اب تو بتا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ تب وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ اور آپؐ سے معافی مانگنے لگا۔ تو آپؐ نے اس کو معاف فرما دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) آپ ﷺ کی شجاعت اور توکل علی اللہ۔
(۲) آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ۔
(۳) آپ ﷺ کا معجزہ کہ غیبی مدد آ گئی۔
(۴) مشرک اور مومن کے عقیدہ کا فرق واضح ہے۔

## ۱۳۸ :۔ دیکھو! ابوبکرؓ کو کیا ہو گیا؟

حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپؐ نے ظہر و عصر کی نمازیں بیک وقت ادا فرمائیں۔ اور پھر آپؐ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء اور دعاء و استغفار میں مشغول ہو گئے۔ تو اسی وقت اللہ تعالےٰ نے آپ پر تکمیل دین کی آیت نازل فرمائی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور ہمیشہ کے لیے دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کر لیا۔

صحابہ کرامؓ نے جونہی یہ آیت سُنی تو انتہائی خوش ہوئے کہ آج یہ مبارک دن اور مبارک موقعہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں عنایت فرمایا۔ وہ دین جو حضرت آدم علیہ السلام سے چلا تھا۔ آج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مکمل ہو گیا۔ اللہ نے اتمام نعمت فرما دیا۔

صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو یہ آیت سنا رہے ہیں اور خوشخبری دے رہے۔

ہیں۔ اچانک دیکھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس آیت کو سن کر رو پڑے۔ آنسوؤں سے ڈاڑھی تر ہوگئی۔ لوگ حیران ہیں کہ اتنی بڑی خوشی کے وقت صدیق اکبرؓ کا رونا کس وجہ سے ہے۔

لوگوں نے سوال کیا کہ بابا جی آپ کیوں رو رہے ہیں۔ یہ بھی کوئی غم والی بات ہے؟ آپؓ نے فرمایا جہاں میری نظر پہنچی ہے وہاں تم نہیں پہنچے۔

اگر ایک لحاظ سے یہ آیت خوشخبری بن کر آئی ہے تو دوسرے لحاظ سے یہی آیت میرے لیے کوہِ گراں بن کر آئی ہے کہ اس میں فراق نبویؐ کا اشارہ موجود ہے۔

مطلب یہ کہ جب دین مکمل ہوگیا۔ نعمت پوری ہوگئی۔ مقصد بعثت اتمام کو پہنچا تو اب یقیناً اللہ تعالےٰ اپنے نبی کو اپنے پاس بلا لے گا اور ہم آپ کی زیارت وملاقات سے محروم ہو جائیں گے۔

اور پھر یہی ہوا کہ آپؐ نے اس کے اسّی یا اکیاسی دن بعد وفات پائی اور اپنے رب سے جا ملے۔

**نتائج:۔**

(۱) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت رسولؐ۔

(۲) فہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

(۳) دین میں اب کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔

# ۱۳۹ :- اگر نافرمانی کرے تو لکڑی سے خبر لینا۔

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے مشہور تابعی گزرے ہیں۔ آپ بڑے پائے کے محدث تھے۔

ایک دفعہ خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید بن عبدالملک جو اس وقت ولی عہد بھی تھا کے لیے آپ سے لڑکی کا رشتہ مانگا۔

آپ نے محض دین کی وجہ سے عذر کر دیا کہ میں کسی دنیادار کی بجائے کسی دیندار کو رشتہ دوں گا۔ عبدالملک سخت ناراض ہوا اور سخت سردی کے موسم میں آپ کو سو کوڑے لگوائے۔

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک انتہائی غریب اور مفلس شخص مگر دیندار عبداللہ بن ابی وداعہؒ کثرت سے حاضر ہوتے تھے۔

ایک دفعہ یہ کئی دن تک حاضر نہ ہوئے تو حضرت کو سخت قلق ہوا۔ آخر چند دنوں کے بعد جب وہ حاضر ہوئے تو آپؒ نے اتنے دنوں تک نہ آنے کی وجہ پوچھی؟

انہوں نے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی وجہ سے مختلف امور میں مشغول رہا۔ آپؒ نے فرمایا کم از کم مجھے خبر تو کرنا تھی۔ ہم بھی جنازہ میں شریک ہو جاتے۔

عبداللہ بن ابی ودعہ فرماتے ہیں کہ مجلس کے آخر میں جب میں اُٹھ کر آنے لگا تو آپ نے پوچھا کیا دوسرا نکاح کر لیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اب مجھے کون رشتہ دے گا؟ دو تین آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپؒ نے فرمایا ہم رشتہ

دیتے ہیں اور اسی مجلس میں خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے نہایت معمولی مہر پر کر دیا۔

نکاح کے بعد میں اٹھا مجھے انتہائی مسرت تھی کہ کتنے بڑے محدث اور بزرگ کے گھر سے مجھے رشتہ مل گیا۔ جو رشتہ بادشاہ وقت نے شہزادنے کے لیے مانگا مگر انکار رہوا۔ آج ایک فقیر درویش کو بن مانگے مل گیا۔

فرماتے ہیں کہ مجھے اب یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ بیوی کو گھر بھی لانا ہے۔ آخر خصتی کے انتظام کے لیے کچھ رقم چاہیے۔ کہاں سے لوں گا؟ کس سے قرضہ مانگوں؟ کیا کروں؟ میں انہی سوچوں میں گم تھا اور نماز مغرب کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلایا سوکھی روٹی پر زیتون کا تیل ملا۔ اور اس کو کھانے لگا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہوں۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ کون سعید ہے؟ اور حضرت سعید بن المسیب کی طرف تو میرا خیال بھی نہ گیا کیونکہ چالیس برس سے آپ کا گھر اور مسجد کے سوا کہیں آنا جانا نہ تھا۔

میں نے دروازہ کھولا تو حضرت کھڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اگر کوئی کام تھا تو مجھے حاضر ہونے کا حکم دے دیتے۔ فرمانے لگے کہ مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔ اس لیے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ کہہ کر لڑکی کو دروازے کے اندر کر دیا اور خود انہی پیروں پر واپس تشریف لے گئے۔ وہ لڑکی بے چاری شرم کی وجہ سے گر گئی۔

میں نے فوراً روٹی اور تیل چھپا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر اپنے پڑوسیوں اور آس پاس کے لوگوں کو اطلاع دی۔

لوگ بڑے متعجب ہوئے کہ اتنی خوبصورت اور خوب سیرت لڑکی اس کے

مقدر میں لکھی تھی۔ اس کے بعد میں ایک مہینہ تک آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔

آخر ایک ماہ کے بعد جب مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ اس آدمی کو کیسا پایا؟ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے۔ فرمایا اگر کسی حکم سے سرتابی کرے تو لکڑی سے خبر لینا یعنی سزا دینا۔

میں واپس گھر آیا تو آپ نے ایک آدمی کے ہاتھ میری مدد کے لیے بیس ہزار درہم بھیجے کہ انہیں اپنے کام میں لاؤ۔

**نتائج:-**

(١) سلف صالحین کے حالات عجیبہ۔

(٢) رشتہ دین دار کو دینا چاہیے۔

(٣) سادگی کے ساتھ شادی کرنے کا عجیب انداز۔

(٤) دین پر عمل کرنے کی برکات۔

## ١٤٠ :- اے اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور صحابی ہیں۔

قدرت خداوندی کہ یہ تو بڑے پکے مسلمان اور ان کی والدہ آبائی دین بڑی مضبوطی سے قائم ہے۔ صرف خود قائم نہیں بلکہ اس کی پوری کوشش ہے کہ میر بیٹا ابوہریرہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن چھوڑ دے۔

ایک دفعہ تو ان کی ماں نے اس بات پر اتنی ضد کی کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا اور کہہ دیا کہ بیٹا اس طرح میں خودکشی کر کے مر جاؤں گی۔ اور تیرا نام بدنام کر جاؤں گی۔

ابوہریرہؓ بڑی کوشش کرتے ہیں کہ کھانا کھالے مگر وہ بڑھیا منہ کھولنے کے لیے تیار بھی نہیں۔ اب تو اس نے سائے کی بجائے سخت دھوپ میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ابوھریرہؓ منت سماجت کرتے ہیں۔ زبردستی منہ میں نوالہ ڈالتے ہیں۔مگر بے سود۔ اٹھا کر سائے میں لے آتے ہیں۔مگر وہ دھوپ میں ہی جا بیٹھتی ہے۔

اب اس کی حالت یہ ہوگئی کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے قریب المرگ ہوچکی ہے اور اس کا مطالبہ صرف ایک ہی ہے کہ دین اسلام کو چھوڑ دے۔ آخر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ کسی طرح بھی یہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ تو صاف کہہ دیا کہ ماں میرا بھی اعلان سن لے اگر تو شرک پر پکی ہے تو میں توحید پر پکا ہوں۔ تو تو ایک ماں ہے اگر تیرے جیسی ہزاروں مائیں بھی مجھے محمد عربی ﷺ کی محبت پر قربان کرنی پڑ جائیں تو میں تیار ہوں۔

ابوہریرہؓ یہ کہہ کر بوجھل قدموں سے باہر نکل آئے دل مین یہی خیال ہے کہ اب یہ بوڑھی والدہ مر جائے گی۔ چلو میں اس کو مرتے ہوئے تو نہ دیکھوں۔

پھر خیال آیا کہ کیوں نہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر دعاء کی درخواست کروں۔ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ تفصیل سے رو رو کر عرض کیا۔ آپ نے فوراً دعاء کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اللھم اھد ام ابی ھریرہ کہ اے اللہ! ابوہریرہؓ کی والدہ کو ہدایت

دے۔

ابھی آپ دعاء مانگ ہی رہے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ پر مسرت انداز میں تیز تیز قدموں سے اپنے گھر کی طرف چل پڑے:

لوگوں نے پوچھا اے ابو ہریرہؓ اتنی جلدی کیوں جارہے ہو تو جواب دیا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میں پہلے گھر پہنچتا ہوں یا آپ کی دعاء پہنچتی ہے۔

جب گھر کے دروازے پر گئے تو واقعی دعاء پہلے پہنچ چکی تھی۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو کھنکھارنے کی اور پانی گرنے کی آواز آئی۔

آپؓ کو اندازہ ہوگیا کہ ماں غسل کررہی ہے۔ غسل کرنے کے بعد اس نے دروازہ کھولا اور کہنے لگی کہ میں نے سوچا کہ کلمہ پڑھنے سے پہلے جسم پاک کرلوں۔ **اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمداعبده ورسوله.**

حضرت ابوہریرہؓ اتنے خوش ہوئے کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ پھر ماں سے پوچھا کہ اماں جان کس طرح آپ کے دل میں اسلام قبول کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ وہ کہنے لگی کہ بیٹا جب تو باہر چلا گیا تو تھوڑی دیر کے بعد میرے دل میں ایک روشنی کی کرن پھوٹی کہ محمد ﷺ کا پیش کردہ دین واقعی سچا ہے۔ اسے قبول کرلینا چاہیے اور فوراً کرلینا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اٹھ کر اپنے وجود کو پاک کرنے کے لیے پانی کا انتظام کیا تا کہ غسل کرکے دین اسلام میں داخل ہوجاؤں۔

حدیث شریف کی کتب میں اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی ماں کا بھی مذکور ہے۔ اس نے بھی اسی طرح بھوک ہڑتال کی تھی۔ مگر حضرت سعدؓ کے دوٹوک جواب سے ہتھیار ڈال دیے اور کلمہ پڑھ لیا۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت ابوہریرہؓ کی دین پر استقامت اور محبت رسولؐ۔

(۲) بڑھیا کی عجیب ضد۔

(۳) آپ کا معجزہ استجابت دُعاء۔

## ۱۴۱ :- پانچ فرشتے اور انکا خطاب۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی انسان موت و حیات کی کش مکش مین ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس پر پانچ فرشتے مامور فرما دیتے ہیں۔

پہلا فرشتہ اس وقت آتا ہے جبکہ اس کی روح حلقوم میں ہوتی ہے۔ وہ اس کو آواز دیتا ہے۔ **یا ابن آدم این بدنک القویّ؟** کہ اے آدم کے بیٹے اب تیرا طاقتور بدن کہاں ہے؟ **ما اضعفه الیوم؟** آج اسے کس نے کمزور کردیا۔

**این لسانک الفصیح؟ ما اسکته الیوم** آج تیری خوش بیان زبان کہاں ہے آج اسے کس نے خاموش کردیا؟ **این اھلک و قرابتک ما اوحشک منھم الیوم؟** تیرے تمام گھر والے اور رشتہ دار کہاں ہیں۔ آج ان سے تجھے کس نے وحشت زدہ کردیا۔

دوسرا فرشتہ اس وقت آتا ہے جب اس کی روح قبض ہوچکی ہوتی ہے اور کفن ڈالا جاچکا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے۔

**یا ابن آدم این ما اعددت من الغنی للفقر!** کہ اے انسان جس دولت کو تو نے مشکل اوقات کے لیے جمع کیا تھا۔ آج وہ دولت کہاں ہے؟ کس کے پاس ہے۔ کون اس کا مالک ہے؟ **این ما اعددت من العمران للخراب؟** تو نے ویرانے اور وحشت سے بچنے کے لیے جو مکانات آباد کیے آج

وہ کہاں ہیں؟ کس کے پاس ہیں؟ کون ان کا مالک ہے؟ این ما اعددت من الأُنس للوحشة ؟ تو نے وحشت سے بچنے کے لیے مونس اور غم خوار تیار کیے۔ آج وہ کہاں ہیں؟ کوئی بھی تو تیرے کام نہیں آ رہا؟

تیسرا فرشتہ اس وقت آتا ہے۔ جب اس کا جنازہ لوگوں کے کندھوں پر اُٹھ چکا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے یا ابن آدم الیوم تسافر سفرا بعیداً لم تسافر سفرا ابعد منه اے ابن آدم آج تو نے بڑا دور کا سفر طے کرنا ہے۔ اتنا طویل سفر تو نے آج تک طے نہیں کیا۔ الیوم تزور قوماً لم تزرهم قبل هذا قط آج تیری ملاقات ایسی قوم سے ہوگی جس سے تو نے کبھی ملاقات نہیں کی۔ الیوم تدخل مدخلا ضیقاً لم تدخل اضیق منه آج تو ایسی تنگ جگہ میں داخل ہونے والا ہے کہ اس سے قبل اتنی تنگ جگہ میں کبھی داخل نہ ہوا ہوگا۔

چوتھا فرشتہ اس وقت آتا ہے جب اس کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ یا ابن آدم بالامس کنت علی ظهرها ما شیاً والیوم اصبحت فی بطنها مُضطجعاً. اے انسان کل تو اس زمین کی پشت پر چلتا تھا۔ آج اس کے پیٹ میں لیٹ چکا ہے۔

بالأمس کنتَ علی ظهرها ضاحکاً والیوم اصبحت فی بطنها باکیاً. کل تو اس زمین کی پشت پر ہنستا تھا۔ آج اس کے پیٹ میں روئے گا۔ بالأمس کنت علی ظهرها مذنباً والیوم امسیت فی بطنها نادماً. کل تو اس کی پشت پر گناہ کرتا تھا۔ آج اس کے پیٹ میں شرمندگی اٹھائے گا۔

پانچواں فرشتہ اس وقت آتا ہے۔ جب اس کی قبر مکمل ہو کر اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے۔ اور اس کے تمام گھر والے اور دوست احباب واپس جا چکے ہوتے ہیں۔ تو وہ فرشتہ کہتا ہے۔

یا ابن آدم دفنوک وترکوک ولو اقاموا عندک ما نفعوک۔

کہ اے انسان انہوں نے تیرے اوپر مٹی ڈال دی اور تجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔ اگر تیرے پاس قیام بھی کرتے تو تجھے کوئی فائدہ نہ دے سکتے۔ یا ابن آدم جمعت المال و ترکت لغیرک۔ اے ابن آدم تو نے مال جمع کیا اور جائیداد بنائی۔ آج تو وہ سب غیروں کے لیے چھوڑ کر آ گیا۔ یا ابن آدم الیوم تصیرا ما الی جنة عالیة أو الیٰ نار حامیة۔

اے ابن آدم یہاں ایمان وعمل کا سودا ہے۔ آج یا تو تجھے جنت کا اعلیٰ درجہ ملے گا یا پھر جہنم کی جلتی ہوئی آگ تیرے لیے منتظر ہے۔

**نتائج:-**

(۱) چاہیے کہ ہم موت کو ہر وقت یاد رکھیں۔

(۲) چاہیے کہ ہم آنے والے حالات کے لیے تیاری کریں۔

(۳) چاہیے کہ ہم اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

## ۱۴۲ :- ھائے کاش کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔

قرآن حکیم کی سورۃ کہف کے اندر اللہ تبارک وتعالےٰ نے دو شخصوں مومن اور مُشرک کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ کہ کسی جگہ دو آدمی رہتے تھے۔ ایک مفلس اور نادار تھا اور دوسرا غنی اور مالدار تھا۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ یہ دونوں بھائی تھے۔ ان کا باپ بڑا مال

دار تھا۔ وہ مر گیا تو یہ بیٹے اس کے وارث ہوئے۔ اور ان دونوں نے برابر مال بانٹ لیا۔

ایک نے زمین خرید کر باغات وغیرہ لگا لیے اور امیر سے امیر تر ہوتا چلا گیا۔ اور دوسرے نے اللہ کے راستے میں مال صدقہ کر کے قناعت اختیار کر لی۔

مال دار نے انگوروں کے دو باغ لگا لیے اور ان دونوں باغوں کے ارد گرد کھجوروں کے درخت لگا کر احاطہ بنا لیا۔ اور ان دونوں باغوں کے درمیان کھیتی وغیرہ بھی لگا لی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس نے ہمارے دینے سے کیا۔ اور ہم نے اس کے دونوں باغوں کے درمیان نہر بھی چلا رکھی تھی۔ اور اس کے پاس اس کے علاوہ بھی کافی ساز و سامان تھا۔ اس کے دونوں باغ پورا پورا پھل دیتے تھے اور کسی درخت کے پھل میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آتی تھی۔

لیکن ان ساری نعمتوں کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے والا۔ اس کے ساتھ شرک اور کفر کرنے والا تھا۔

اور دوسرا بھائی جو فقیر اور غریب تھا۔ اللہ کا شکر گزار تھا اور موحد تھا۔ ایک دن یہ مشرک مالدار اپنے غریب مومن ساتھی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا۔ انا اکثر منک مالاً واعز نفرا کہ میں مال میں بھی تجھ سے زیادہ ہوں اور میرے دوست احباب نوکر چاکر بھی بہت زیادہ ہیں۔

حتیٰ کہ ایک دن وہ اس غریب موحد کو ساتھ لے کر باغ میں جا نکلا اور باغ کی رونقیں دیکھ کر تکبر و سرکشی کے انداز میں گویا ہوا۔

ما اظن ان تبید هذه ابدا کہ میرا تو خیال ہے کہ یہ باغ میری زندگی میں کبھی بھی برباد نہ ہوگا۔ اسے تو ہر لحاظ سے استحکام حاصل ہے۔

وما اظن الساعة قائمة اور کہنے لگا کہ میرا یہ بھی خیال ہے کہ قیامت کبھی نہ آئے گی۔ یہ سب باتیں بنی ہوئی ہیں۔

اور اگر بالفرض والمحال قیامت آ بھی گئی تو وہاں بھی مجھے اس سے بہتر باغات ملیں گے۔تو میری مقبولیت کے آثار و علامات دنیا میں ہی دیکھ رہا ہے۔اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہ ہوتا تو مجھے اتنی نعمتیں کیوں ملتیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ پر راضی ہے۔

غریب موحد نے جواب دیا کہ تو اللہ کی توحید اور مسئلہ قیامت کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیوں کرتا ہے۔حالانکہ اس ذات کریم نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفہ سے پیدا کیا۔ اور تجھے صحیح وسالم آدمی بنا دیا۔ یہ سب اسی کی نوازش ہے۔ اس کی ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔ میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا حقیقی رب ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا۔

اس کی قدرت مطلقہ سے بعید نہیں کہ کسی وقت باغ کی ترقی اور حفاظت کے یہ سارے انتظامات بیکار اور معطل ہو جائیں۔اس لیے تجھے لازم ہے کہ اسباب پر نظر کرنے کی بجائے مسبب الاسباب پر نظر رکھے۔تو نے باغ میں آنے پر یوں کیوں نہ کہا ماشاء الله لاقوة الا بالله کہ اللہ کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور اس کی مدد کے بغیر کسی میں کوئی قوت نہیں۔

اگر تو مجھے مال اور اولاد میں کمتر دیکھ کر اپنی مقبولیت کے شبہ میں پڑ گیا ہے۔تو مجھے یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب مجھے تیرے باغ سے اچھا باغ دے دے۔ دنیا میں دے تو اس کی مرضی اور آخرت میں دے تو بھی اس کی مرضی۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی

آفت بھیج دے۔ فتصبح صعیدا زلقاً اور اس کو صاف چٹیل میدان میں تبدیل فرما دے۔ یا یوں بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نہر کا پانی زمین میں ہی اتار کر خشک کر دے۔

فلن تستطیعَ لہٗ طلباً اور پھر تو اس پانی کے دوبارہ لانے کی کوشش بھی نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے کچھ عرصہ بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ اس شخص کے ساز و سامان کو آفت نے آ گھیرا اور باغ اپنی ٹٹیوں پر گر کر ملیا میٹ ہو گیا۔ منافع تو در کنار باغ پر جتنا خرچ کیا تھا اس پر بھی ہاتھ ملتا رہ گیا۔

اب وہ مشرک کہنے لگا یا لیتنی لم اُشرک بربّی اَحداً ہائے کاش کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔ میرے لیے تو اب دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نتیجہ نکالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ ولم تکن لہ فئة ینصرونہ من دون اللہ وما کان منتصرا کہ نہ اس کے اس کی پارٹی اور جماعت کام آئی اور نہ وہ خود ہم سے بدلہ لے سکا۔

هنالک الولایة للّٰہ الحق هو خیر ثوابا و خیر عُقباً۔

سارا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور دنیا و آخرت میں اس کا ثواب اور نتیجہ اچھا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) دنیا کی نعمتیں ناپائدار ہیں۔

(۲) غرور و تکبر اور کفرانِ نعمت نہیں کرنا چاہیے۔

(۳) غریب موحد اور مالدار مشرک میں فرق۔

(۴) جب کوئی اعلیٰ چیز دیکھیں تو ماشاء اللہ کہنا چاہیے۔

## ۱۴۳ :- بنی اسرائیل کے دو موسیٰ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو آپ کے پیچھے ایک شخص سامری نے قوم کو گمراہ کر کے شرک پر لگا دیا۔

اور بچھڑا بنا کر قوم کو یہ باور کرایا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا الٰہ ہے۔ یہ شخص منافق تھا۔ اس کا اصل نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ اور بنی اسرائیل ہی کے ایک قبیلہ سامرہ کا رئیس تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بھی اسی زمانہ میں پیدا ہوا جس زمانہ میں فرعون نے تمام اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا حکم جاری کر رکھا تھا۔ اس کی والدہ اس کی پیدائش کے بعد سخت پریشان ہوئی کہ اب کیا بنے گا؟ فرعونی سپاہی تو میرے بچے کو قتل کر دیں گے۔

بچے کو اپنے سامنے قتل ہوتا دیکھنا اس کے بس سے باہر تھا۔ اس نے یہی بہتر سمجھا کہ اسے جنگل میں پہاڑ کے ایک غار میں کر رکھ کر اس کا منہ بند کر دے۔ اگر اس نے بچنا ہوا تو اللہ تعالیٰ بچالے گا اور اگر اس نے مرنا ہوا تو کم از کم میرے سامنے تو نہ مرے گا۔ گویا اس نے بچے کو زندہ درگور کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو بچانا تھا۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کو اس کی حفاظت اور غذا دینے پر مامور کیا۔ اس بچہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی نگرانی میں پرورش پائی۔ جبریل علیہ السلام جنت سے اس کی غذا لاتے ایک انگلی پر شہد دوسری پر مکھن تیسری پر دودھ لاتے اور اس کو چٹا دیتے۔

یہاں تک کہ یہ غار میں ہی پل کر بڑا ہو گیا اور بنی اسرائیل کی قوم میں

آ کر شامل ہو گیا۔ اور پھر اس نے مکر و فریب کر کے ساری قوم کو گمراہ کیا اور خود بھی گمراہ ہوا۔

ادھر موسیٰ علیہ السلام سے بھی اسی طرح کا واقعہ ہوا کہ ان کی والدہ نے فرعونی سپاہیوں کے خوف سے انہیں سمندر میں ڈال دیا۔ اور وہ پھر فرعون کے گھر میں پہنچ گئے اور وہاں پرورش پانے لگے۔ اور پھر جوان ہوئے حتیٰ کہ نبوت سے سرفراز ہوئے۔

علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ دونوں کا نام موسیٰ ہے۔ اور خدا کی قدرت کہ ایک کی پرورش فرعون نے کی اور وہ نبی بنے۔ دوسرے کی پرورش حضرت جبریلؑ نے کی اور وہ کافر بنا۔ ایک نے گوسالہ پرستی کی دعوت دی اور دوسرے نے اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دی۔

اذا المرء لم یخلق سعیدا تحیرت عقول مربیه وخاب المؤمل

فموسی الذی رباه جبریل کافر وموسی الذی رباه فرعون مرسل

جب کوئی شخص پیدائشی طور پر نیک بخت نہ ہو (ازلی بدبخت ہو) تو اس کو پرورش کرنے والوں کی عقلیں بھی اس کے بارہ میں حیران رہ جاتی ہیں۔ اور اس سے امید کرنے والا بھی محروم ہو جاتا ہے۔ دیکھو جس موسیٰ کو جبریل امین نے پالا تھا۔ وہ تو کافر ہو گیا اور جس موسیٰ کو فرعون لعین نے پالا تھا وہ خدا کا رسول بن گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) ازلی بدبخت کبھی نیک نہیں بن سکتا۔

(۲) پرورش کرنے پر دارومدار نہیں ہے۔

(۳) اللہ کی قدرت کے عجیب نمونے۔

(۴) گوسالہ پرستی سامری نے شروع کرائی۔

## ۱۴۴ :- جسکی شہادت سے اللّٰہ کا عرش بھی ہل گیا۔

سیدنا ابو عمرو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ ہجرت نبوی سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ پھر ان کی دعوت پر ان کے پورے قبیلہ اور خاندان نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

غزوہ بدر کے موقعہ پر آپؓ نے جس جانثاری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

۵ھ غزوہ خندق کے موقعہ پر آپؓ زرہ پہنے بڑی شجاعت اور پامردی کے ساتھ خندق کا پہرہ دے رہے تھے کہ ایک مشرک ابن عرقہ نے تاک کر آپ کے بازو پر تیر مارا اور کہا خذھا وانا ابن عرقہ کہ لو میں ابن عرقہ ہوں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس مشرک کے یہ کلمات سُنے تو خود جواب دیا عرق اللہ وجھک فی النار کہ اللہ تیرے چہرہ کو آگ میں جُھلسائے۔

یہ تیر حضرت سعدؓ کی ایک رگ پر لگا۔ جس کے کٹنے سے بے انتہاء خون جاری ہوگیا۔ جو بند ہونے میں نہیں آتا تھا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ لگوایا اور ان کو وہاں منتقل کر کے چند صحابہ کرامؓ کو علاج اور خدمت کے لیے مامور فرمایا۔

آپ خود بھی ہر روز ان کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اور ان کی

دلجوئی فرماتے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے اپنے دست مبارک سے ان کے زخم کو داغ دیا۔ جس سے کسی حد تک خون رک گیا مگر مکمل صحت یابی نہ ہوئی۔

اس غزوہ خندق کے موقعہ پر یہود بنو قریظہ نے غداری کی اور معاہدہ توڑ کر قریش مکہ کا ساتھ دیا۔ جس سے مسلمانوں کو شدید اذیت پہنچی۔

احزاب کفار جب شکست کھا کر بے نیل مرام واپس چلے گئے تو آپؐ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہود بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔

یہود نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھلم کھلا گالیاں دیں اور قلعہ بند ہو گئے۔

آپؐ نے پچیس روز تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ بالآخر یہود نکلنے پر مجبور ہوئے اور یہ پیش کش کی کہ ہمارا جو فیصلہ ہمارے حلیف حضرت سعد بن معاذؓ فرمائیں وہ ہمیں منظور ہے۔

چنانچہ جب ان کو فیصلہ کے لیے ایک حمار پر سوار کر کے لایا گیا۔ تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا ''قوموا الی سیدکم'' کہ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

بعد ازاں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے غدار یہودیوں کے بارے میں ان کی کتاب کے مطابق اپنا مشہور فیصلہ سنایا کہ ان کے لڑنے والے افراد کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور سب مال و اسباب قبضہ میں لے لیا جائے۔

آپ نے یہ فیصلہ سن کر ارشاد فرمایا **لقد حکمت فیھم بحکم اللہ** کہ بے شک تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

فیصلہ کے بعد آپؓ کو مسجد نبوی میں استادہ خیمہ میں پہنچا دیا گیا۔

بعدازاں حضرت سعدؓ نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء مانگی کہ اے اللہ اگر لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہے تو مجھے مہلت دے تاکہ میں تیری راہ میں جہاد کروں اور اگر لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے تو اسی زخم کو میری شہادت کا ذریعہ بنا۔

دعاء کا ختم ہونا تھا کہ آپؓ کے زخم سے خون جاری ہوگیا۔ اور بالآخر اسی زخم کی وجہ سے وفات ہوئی۔

جب ان کی وفات ہوئی تو ان کا سر مبارک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زانوئے اقدس پر رکھا تھا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چیخ نکل گئی اور فرمایا ''ہائے میری کمر ٹوٹ گئی'' آپؐ نے فرمایا ابوبکر ایسا نہ کہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر شدید گریہ طاری ہے اور بار بار انا للہ پڑھ رہے ہیں۔ اور دیگر تمام صحابہ کرامؓ شدت غم سے نڈھال ہیں۔ ان کا جنازہ اٹھا تو رحمت عالم ﷺ نے خود کاندھا دیا۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ما حملنا یا رسول اللہ میتا اخف علینا منہ کہ یہ نعش تو بے حد ہلکی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں ان کا جنازہ اللہ کے فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے قبر کھودی تو فرمایا واللہ مجھے اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہے۔

تدفین سے فارغ ہونے کے بعد بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو رواں رہے۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ اے اللہ کے رسول آپ کے صحابی سعد بن معاذؓ کی موت سے اللہ کا عرش بھی ہل گیا۔ اور آسمان کے تمام دروازے ان کی روح پرفتوح کے استقبال کے لیے کھول دیئے گئے۔ فتحت لہ

ابواب السماء واھتزلہ العرش.

آپؐ نے مزید فرمایا کہ ستر ہزار فرشتے سعد بن معاذؓ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ جو اس سے قبل کبھی آسمان سے نازل نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کے خاندان والے فخریہ طور پر کہا کرتے تھے۔

وما اھتز عرش اللہ من موت ھالک سمعنابہ الا لسعد ابی عمرو

کہ کسی مرنے والے کی موت پر اللہ کا عرش جنبش میں نہیں آیا۔ سوائے سعد ابی عمرو کی موت کے۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ کا مقام رفیع۔

(۲) آپؓ کا جرأت مندانہ اور عادلانہ فیصلہ۔

(۳) یہود کی غداری اور اس کا انجام۔

## ۱۴۵ :- مُحبّ اپنے محبوب کے فراق میں رو رہا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ آپؐ کی ان کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ صحابہ کرامؓ میں ان کا لقب پڑ گیا حِبُّ رسولِ اللہ یعنی رسول اللہ ﷺ کے محبوب۔

حتیٰ کے ان کے بیٹے حضرت اسامہؓ بھی آپؐ کو اتنے محبوب تھے کہ ان کا لقب بھی اسی طرح پڑ گیا۔ حِبُّ رسول اللہ وابن حبہ کہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے۔

۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے موتہ کے مقام پر ایک لشکر بھیجا۔ جس کی تعداد تین ہزار تھی۔ اور اس لشکر کا امیر آپؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مقرر فرمایا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفرؓ امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہوگئے تو علم عبداللہ بن رواحہؓ اٹھائیں گے۔ یہ مختصر لشکر موتہ کے مقام پر عیسائیوں کی ایک لاکھ فوج سے برسرپیکار ہوا۔

عین اس وقت جب موتہ کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا۔ آپ ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کرامؓ کے جلو میں رونق افروز تھے۔ یکایک آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمایا زیدؓ شہید ہوگئے اور اب علم جعفر بنؓ ابی طالب نے اٹھایا۔ اب وہ بھی شہید ہوگئے اب علم عبداللہ بن رواحہؓ نے اٹھایا۔ اب وہ بھی شہید ہوئے اور علم اس شخص نے لیا جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔

اس موقعہ پر آپؐ نے شدت غم میں یہ بھی فرمایا اخوانی و مونسائی ومحدثائی کہ یہ میرے کتنے اچھے بھائی کتنے بہترین مونس اور کیسے بے تکلف دوست تھے؟

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے بعد حضرت زید بن حارثہؓ کے گھر میں تشریف لے گئے تو ان کی چھوٹی بچی آپؐ سے چمٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اس بچی کے اس طرح رونے سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شدید گریہ طاری ہوگیا فبکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتحب آپؐ اتنا روئے کہ آواز بھرا گئی اور چیخیں نکل گئیں۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا۔ ما ھذا یا رسول اللہ

اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کیا ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا. هٰذا بكاء الحبيب على حبيبه.

یہ محبّ اپنے محبوب کے فراق میں رو رہا ہے۔ یعنی یہ وہ جذبہ محبت ہے جو ہر محبّ کے دل میں اپنے محبوب کے لیے ہوتا ہے۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت زید بن حارثہؓ کا مقام۔

(۲) آپؐ کا رونا اور آنسو بہانا۔

(۳) آپؐ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

## ۱۴۶:- مجھے دنیا سے کیا غرض؟

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہراتؓ نے جب آپؐ سے نان و نفقہ بڑھانے کا مطالبہ کیا تو آپؐ کو اس سے بہت رنج ہوا۔

آپؐ نے اس موقعہ پر ازواج مطہراتؓ سے ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار فرمائی۔ اور ایک بالا خانہ میں تشریف فرما رہے۔

منافقین نے مشہور کر دیا کہ آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ صحابہ کرامؓ پریشان ہو کر مسجد میں جمع ہو گئے ازواج مطہرات رونے لگیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تحقیق حال کے لیے اس بالا خانہ پر آپ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ایک کھردری چٹائی پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے جسم مبارک پر اس کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ ادھر ادھر نظر اٹھا کر دیکھا تو وہاں چند مٹی کے برتن تھے۔ ایک پیالہ پانی پینے کے لیے، ایک برتن وضو کرنے کے لیے، ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک تھیلی جس

میں جو کا آٹا تھا۔

یہ اسباب دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چیخ نکل گئی اور رونے لگے۔اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ کے دشمن قیصر و کسری تو مزے لوٹیں اور آپ اس تنگی و عسرت میں؟

آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف انتہائی حیران ہوکر دیکھا اور فرمایا **وانت ترید یا عمر زینة الحیاة الدنیا** اے عمر تو بھی دنیا کی زیب و زینت کی باتیں کرنے لگا۔ مجھے تو تجھ سے یہ توقع نہ تھی۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا **مالی وللدنیا** اے عمر مجھے دنیا سے کیا غرض **ما انا الا کراکب استظل تحت شجرہ ثم راح وترکھا.** میری مثال تو ایک مسافر کی سی ہے۔ جس نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر اسے چھوڑ کر چل پڑا۔

پھر آپؐ نے قیصر و کسری کی بابت ارشاد فرمایا۔ **یاعمر اماترضی ان تکون لھم الدنیا ولنا الآخرة ؟** اے عمر تو اس بات پر راضی نہیں کہ ان کو دنیا مل جائے اور ہمیں آخرت مل جائے۔اور فرمایا **اولئک قوم عجلت لھم طیباتھم فی حیاتھم الدنیا** اے عُمر یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو جو کچھ دینا تھا اسی دنیا میں دے دیا۔

ارشاد ربانی ہے **ولا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد متاع قلیل ثم ماْواھم جھنم وبئس المھاد** کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکہ نہ دے یہ دنیا کا تھوڑا سا فائدہ ہے اور بالآخر انکا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

**نتائج:-**

(۱) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فقر اور زہد۔

(۲) بیویوں کے دنیوی ساز و سامان کے مطالبہ پر ناراضگی کا اظہار۔

(۳) حضرت عمرؓ کی ذہانت اور فطانت کہ خود جا کر تحقیق فرمالی۔

(۴) اسلامی معاشرہ میں منافق ہمیشہ افواہیں اڑاتے ہیں۔

## ۱۴۷ :- اللہ کی قسم یہ سب بھوک کی وجہ سے تھا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ کثرت فتوحات اور غنائم کے زمانہ میں ناک صاف کرنے لگے تو ایک ریشمی رومال ہاتھ لگ گیا۔ اس سے آپ نے ناک صاف کیا۔ اور آپؓ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے اور فرمانے لگے **بخ بخ ابا ھریرۃ** کہ ابو ہریرہؓ آج تیرے کیا کہنے کہ تو ایک ریشمی رومال سے ناک صاف کر رہا ہے۔

حالانکہ مجھے اپنا وہ زمانہ بھی یاد ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھوک اور افلاس کی یہ حالت تھی کہ کئی دنوں تک کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ جب کہ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو کر نماز بھی نہ پڑھ سکتا تھا۔ بلکہ ضعف کی وجہ سے گر جاتا تھا۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں منبر اور محراب کے درمیان بے ہوش پڑا ہوتا۔ لوگ سمجھتے کہ شاید ابو ہریرہؓ کو کوئی دورہ پڑتا ہے مرگی ہے یا جنون ہے؟ اور لوگ مجھے مجنون سمجھ کر پاؤں سے میری گردن دباتے تھے۔ واللہ ما بی من جنون اللہ کی

قسم مجھے کوئی جنون وغیرہ نہ تھا واللہ مابی الا الجوع اللہ کی قسم یہ ساری بھوک کی کارستانی تھی۔

اور آج میری یہ حالت ہے کہ ہر طرح آسودگی ہے۔ پھر روتے روتے ڈاڑھی تر ہوگئی اور فرمایا کہ اے اللہ! کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے ہماری قربانیوں کا صلہ ہمیں دنیا میں ہی دے دیا ہو۔ اے اللہ ہمیں تو آخرت کا بدلہ چاہیے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت ابوہریرہؓ کا فقر اور زہد۔

(۲) کثرت غنائم سے آپؓ کا پریشان ہونا۔

(۳) اصل بدلہ آخرت کا ہے۔

## ۱۴۸ :- اَب میں اور تُو باقی رہ گئے۔

انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ اکثر مجھے اتنا کھانا بھی نہ ملتا تھا جس سے کمر سیدھی ہوسکے۔ بعض اوقات تو میں جگر کو بھوک کی وجہ سے زمین سے چپٹا دیتا۔ اور کبھی پیٹ کے بل پڑا رہتا۔ اور بعض اوقات تو بھوک کی شدت سے مجھے پیٹ پر پتھر باندھنے پڑتے۔

ایک دفعہ میں بھوک سے اتنا لاچار ہوا کہ راستہ میں آکر بیٹھ گیا کہ شاید میری حالت زار کو دیکھ کر کوئی مجھے کھانا کھلا دے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ میں نے ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے انہیں سلام کیا اور ان سے مسئلہ دریافت کرنے لگا۔

انہوں نے بتا دیا اور چلے گئے۔ میرا خیال یہ تھا کہ یہ شاید مجھے اس طرح چلتے چلتے گھر لیتے جائیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہاں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ میں نے ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا سلام کیا کوئی بات پوچھی مگر ان کی توجہ بھی اس طرف مبذول نہ ہوئی۔ جس طرف میں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بھی بات کر کے چلے گئے اور میں وہاں بیٹھا رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ فتبسم حین رآنی وعرف ما فی وجھی وما فی نفسی. آپؐ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرے چہرے کے آثار سے میری غرض سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا اَبا ھِرٍّ کہ ابو ہریرہؓ! میں نے عرض کیا لبیک و سعدیک یا رسول اللہ حاضر ہوں اللہ کے پیغمبر۔

فرمایا اِلحقْ میرے ساتھ چلو، تو میں آپؐ کے ساتھ ہولیا۔

آپؐ گھر تشریف لے گئے تو میں بھی آپؐ سے اجازت لے کر اندر داخل ہو گیا۔ فوجدلبنا فی قدح گھر میں ایک پیالہ دودھ پڑا تھا۔ آپؐ نے گھر والوں سے پوچھا کہ من أین ھذا اللبن؟ کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ بتایا گیا کہ فلاں نے بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اَبا ھِرّ میں نے کہا لبیک یارسول اللہ آپ نے فرمایا الحق الی اھل الصفة فادعھم لی جاؤ اور اہل صفہ کو میرے پاس بلا کر لے آؤ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ اہل صفہ اسلام کے مہمان شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا نہ کوئی گھر تھا نہ در، نہ مال و دولت نہ ٹھکانا اور نہ ہی کھانے کا کوئی مستقل انتظام تھا۔ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی لیکن اس قصہ کے

وقت ان کی تعداد تقریباً ستر تھی۔

آپؐ کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی ہدیہ وغیرہ آتا تو ان کو بھی اس میں سے عطاء فرما دیتے تھے۔ اور اگر کہیں سے صدقہ آجاتا تو سب کا سب ان کو بھیج دیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ نے ان کو بلانے کا حکم دیا تو مجھے بڑا گراں گزرا فساء نی ذالک ۔ میں دل میں سوچنے لگا کہ اس دودھ کی مقدار ہی کیا ہے کہ ان سب کو بلایا جائے کنتُ احقُ ان اُصیبَ من ھذا اللّبن شربة اتقوّی بھا. حق تو یہ بنتا ہے کہ یہ سارا دودھ مجھے ہی دے دیا جائے تاکہ کم از کم ایک آدمی کا تو صحیح طور پر گزارہ ہو سکے۔

لیکن آپ کی اطاعت کے بغیر چارہ ہی نہ تھا۔ میں گیا اور سب کو بلا لایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا خذفاً عطھم یہ لو اور ان کو پلاؤ۔ چنانچہ وہ پیالہ میں ایک ایک شخص کے حوالے کرتا' وہ خوب سیر ہو کر پیتا اور پھر پیالہ مجھے واپس کر دیتا۔ پھر میں دوسرے شخص کو پلاتا' وہ بھی خوب سیر ہو کر پیتا تو اسی طرح وہ دودھ میں نے ستر آدمیوں کو پلایا۔ آخر میں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ پیالہ دیا۔ فأخذ القدح فوضعه علی یده فنظر الیَّ فتبسم آپؐ نے وہ پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے فقال اباھِرّ فقلت لبیک یا رسول الله فرمایا اے ابوہریرہؓ! میں نے لبیک کہا تو فرمایا بقیتُ انَا وَانْت کہ اب میں اور تو دونوں باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کیا صدقتَ یا رسول الله کہ آپ نے سچ فرمایا۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا اقعد فاشرب کہ بیٹھ جا اور اسے پی۔ چنانچہ میں نے بیٹھ کر پی لیا۔ آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا اشربْ اور پی میں نے

اور پیا۔ آپؐ نے پھر فرمایا اشـرب اور پی آپؐ اسی طرح فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ میں نے عرض کیا والذی بعثک بالحق لا اجدله مسلکاً مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا۔ میرے اندر تو اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے وہ پیالہ میرے ہاتھ سے لیا فحمد الله تعالٰی وسمیٰ وشرب الفضلة اور اللہ کا نام لے کر وہ بچا ہوا دودھ خود پی لیا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت ابوہریرہؓ کی بھوک کی وجہ سے حالت۔

(۲) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ماہر نفسیات تھے۔

(۳) آپؐ کا معجزہ کہ دودھ میں برکت ہوگئی۔

(۴) آپؐ کے اخلاق عالیہ کہ سب کے آخر میں سب کا جھوٹا پیا۔

## ۱۴۹ :۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سب لوگوں سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ کے لوگوں نے مدینہ منورہ کے گردونواح میں ایک خوفناک آواز سُنی تو سب ڈر گئے کہ شاید کسی دشمن نے ان پر غارت گری کرتے ہوئے حملہ کردیا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی وہ آواز سُنی تو آپ اسی وقت گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوکر اکیلے اسی آواز کی جگہ پر تشریف لے گئے۔ آپ نے مدینہ کا چکر لگایا تو کچھ نہ پایا۔ جب آپ واپس تشریف لا رہے تھے تو اس وقت اہل مدینہ مل کر اس آواز والی جگہ کی طرف جا رہے تھے۔ آپؐ نے سب کو فرمایا کوئی بات نہیں ہے۔

لن تراعوا لن تخافوا کوئی گھبرانے اور ڈرنے والی بات نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سارے لوگ آپ کے ساتھ واپس آ گئے۔

**نتائج:-**

(۱) آپؐ سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(۲) آپؐ غیب دان نہ تھے ورنہ تحقیق کرنے نہ جاتے۔

(۳) آپ بہترین اخلاق کے مالک تھے۔

## ۱۵۰ :- اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو.....

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں قبیلہ ازد کی ایک فاطمہ نامی عورت نے چوری کی۔ چونکہ اسلام میں چوری کرنے والے کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اس لیے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی سزا مقرر فرمائی۔ اب اس عورت کے رشتہ دار شدید پریشان ہوئے کہ اس طرح تو ہماری بڑی بدنامی ہو جائے گی۔ ہماری عورت بے کار ہو جائے گی۔ اور بڑے مسائل کھڑے ہوں گے، اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی سفارشی ڈھونڈنے لگے جو ہاتھ نہ کاٹنے کی سفارش کر دے اور جرمانہ وغیرہ جو سزا چاہیں دے دیں۔

اس سلسلہ میں کوئی آدمی بھی تیار نہ ہوا۔ بالآخر انہوں نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جو نو عُمر اور پر جوش نوجوان تھے کو اس مقصد کے لیے تیار کر لیا۔ اور انہوں نے بھی جذبات میں آ کر اس معاملہ میں گہرائی سے نہ سوچا۔

چونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ایک لحاظ سے پوتے تھے اور آپ کو از حد

محبوب تھے بلکہ ان کا لقب پڑا ہوا تھا حِبُّ رسول الله (رسول اللہ کے پیارے) اس لیے ان کی سفارش کے رد کا بھی امکان بہت کم تھا۔ مگر جب حضرت اُسامہؓ نے خدمت نبوی میں اس سارقہ عورت کی سفارش فرمائی تو فتلوّن وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم آپ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور آپ نے شدید غصہ کا اظہار فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا یا اسامةؓ! اتشفع في حد من حدود الله؟ اے اسامہ تو اللہ کی قائم کردہ حد میں سفارش کرتا ہے؟ یہ سزا میں نے تو جاری نہیں فرمائی یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما.

حضرت اُسامہؓ ڈر گئے اور عرض کیا استغفرلي يا رسول الله کہ اللہ کے رسول میرے لیے بخشش کی دعاء کیجیے میں اس بات پر معذرت خواہ ہوں۔

پھر آپ نے صحابہ کرام کو جمع فرما کر ایک بلیغ خطبہ دیا اور فرمایا۔

اما بعد فانما اهلك الذين من قبلكم انهم اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد. اے لوگو! تم سے پہلی اقوام اس لیے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی با اثر آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور اور غریب پکڑا جاتا تو اس پر حد لگا دیتے تھے۔

اور آپؐ نے اس موقعہ پر ایک عجیب جملہ بولا جو حدیث کی کتب میں محفوظ ہے فرمایا والذي نفس محمد بيده لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها. کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ تو ازد قبیلہ کی فاطمہ نامی عورت ہے۔ آج اگر میری سگی بیٹی فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

**نتائج:-**

(۱) حدود کو تبدیل یا معاف نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) اسلام کا عادلانہ نظام۔

(۳) مساوات اسلامی کا ایک نادر نمونہ۔

## ۱۵۱ :- کیا تو راضی ہو گیا؟

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک دفعہ ایک اعرابی حاضر ہوا اور آپ سے کچھ طلب کیا۔ آپؐ کے پاس جو کچھ موجود تھا اس کو دے دیا اور پوچھا أأحسنتُ الیک؟ کیا میں نے تیرے ساتھ حسن سلوک کا حق ادا کر دیا۔

وہ دیہاتی صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں برملا بولا لا، لا احسنتَ ولا اجملت نہیں آپ نے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔

اس کے منہ سے یہ گستاخانہ کلمات سن کر صحابہ کرامؓ کو شدید غصہ آیا اور وہ اس کو مارنے کے لیے دوڑے۔ آپؐ نے اشارہ سے سب کو بٹھا دیا۔ کہ اسے کچھ نہ کہیں میں جانوں یا یہ جانے۔

مجلس برخواست ہونے کے بعد آپؐ نے اس دیہاتی کو ساتھ لے لیا اور اسے گھر لے گئے اور اسے مزید نوازا اور اس سے پوچھا کہ بتاؤ اب راضی ہو؟ وہ بولا نعم فجزاک اللہ من اهل وعشیرة خیراً کہ ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو میری اور میرے خاندان کی طرف سے اس کا بہترین بدلہ عطاء فرمائے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس سے قبل جو کچھ تو نے میرے صحابہ کرامؓ کے سامنے کہا وہ تجھے معلوم ہے۔ اور ان کے دل میں تیرے بارے میں نفرت پیدا ہو گئی۔ اب تجھے چاہیے کہ جو کچھ اب کہا ہے۔ ان کے

سامنے کہے تا کہ ان کے دل سے تیرے لیے پیدا شدہ نفرت نکل جائے اور تو ہلاکت سے بچ جائے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے میں کہنے کے لیے تیار ہوں۔

دوسرے دن آپؐ نے صحابہ کرام کے مجمع میں فرمایا کہ اس دیہاتی نے جو کچھ کہا تھا وہ آپ کو معلوم ہے۔ **فزدناه فزعم انه رضی** تو میں نے اس کو مزید دے کر راضی کر دیا اور اب یہ دیہاتی راضی اور خوش ہے۔ **اکذالک یا اعرابی؟** اے اعرابی کیا بات اسی طرح ہے؟۔ وہ بولا **نعم فجزاک الله من اهل وعشیرة** کہ ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو میرے اور میرے خاندان کی طرف سے اس کا بہترین بدلہ عطاء فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اس جواب سے کھل اُٹھا اور صحابہ کرامؓ بھی خوش ہو گئے۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی مثال ایسے ہے۔ جیسے کسی آدمی کی اونٹنی بدک گئی ہو اور لوگ اس کو پکڑنے کے لیے دوڑ رہے ہوں۔ لیکن لوگ جتنا بھی اس اونٹنی کے پیچھے بھاگتے ہیں اتنا ہی وہ بدک کر دور جا رہی ہے۔

اتنے میں اس کا مالک آتا ہے اور وہ کہتا ہے **خلوا بینی و بین ناقتی فانی ارفق واعلم** ہٹ جاؤ میں جانوں اور میری اونٹنی جانے۔ میں اس پر مہربان بھی ہوں اور اس کی عادت کو سمجھتا بھی ہوں۔ تو پھر اس کے مالک نے اسے آہستگی سے جا کر پکڑ لیا اور اسے بہلا کر بٹھا کر اس پر سامان وغیرہ لاد لیا اور اسے اپنے تابع کر لیا۔

آپؐ نے فرمایا ایسے ہی میں نے کیا ہے۔ اگر میں اس کو یونہی چھوڑ دیتا تو تم لوگ اس کو قتل کر دیتے اور یہ جہنم میں چلا جاتا۔

**نتائج:-**

(۱) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق عالیہ۔

(۲) صحابہؓ جس پر ناراض ہوں اس کی عاقبت برباد ہوگئی۔

(۳) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے مثل سخاوت۔

## ۱۵۲ :- میری پیٹھ بدلہ کے لیے حاضر ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مرض الوفات کے اندر ایک دفعہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام کو ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔

اسی خطبہ میں آپ نے الوداعی نصائح ارشاد فرمائیں۔ اس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرامؓ آپؐ کے فراق اور جدائی کے صدمہ سے رو رہے تھے۔

آپ نے اس خطبہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لوگو! من کنت شتمتُ له عرضاً فهذا عرضی فلیستقد منی کہ میں نے جس کسی کی توہین کی ہو برا بھلا کہا ہے آج میں حاضر ہوں وہ مجھ سے وہی کلمات کہہ کر بدلہ لے سکتا ہے۔

ومن اخذت له مالاً فهذا مالی فلیا خذه منی. میں نے جس کسی سے اس کا مال ناجائز طریقے سے لیا ہو آج میرا مال حاضر ہے۔ وہ اپنا حق مجھ سے بغیر کسی جھجک کے وصول کر سکتا ہے۔ ومن کنت جلدتُ له ظهرا فهذا ظهری فلیستقد منی. میں نے جس کسی کی پیٹھ پر کوڑا وغیرہ مارا ہو آج میری

پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔ قیامت کا دن بڑا سخت ہے۔ اللہ کی عدالت کا معاملہ بڑا مشکل ہے۔ آج ہی بدلہ لے لو۔

اتنے میں مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک دفعہ میری پیٹھ پر ضرب لگائی تھی۔

صحابہ کرامؓ حیران ہیں کہ یہ عجیب شخص ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے بدلہ لینا چاہتا ہے اور وہ بھی آپ کی اس نقاہت اور بیماری میں۔

صحابہ کرامؓ نے ہر چند اس کو روکنا چاہا اور منع کیا معاف کرنے کی ترغیب دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ آپ درمیان سے ہٹ جائیں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک چھڑی منگوائی اور فرمایا لے یہ چھڑی اور میری کمر حاضر ہے۔ وہ شخص کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ جب آپ نے مجھے چھڑی ماری تھی تو اس وقت میری کمر ننگی تھی۔

آپ ﷺ نے اپنی کمر سے کپڑا ہٹا دیا اور جھک کر کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ دم بخود ہیں عجیب منظر ہے۔ وہ شخص آگے بڑھا اور مہر نبوت کے جی بھر کے بوسے لینا شروع کر دیئے۔ اور عرض کرنے لگا کہ میری کیا حیثیت کہ میں آپ سے بدلہ لوں؟ میں نے تو اس طرح مہر نبوت کا آخری بار بوسہ لینے کی راہ نکالی تھی۔

اب صحابہ کرامؓ اس شخص کے مقدر پر رشک کرنے لگے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے آخر میں آپ کی مہر نبوت کا بوسہ لیا۔

**نتائج:-**

(۱) آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

(۲) اسلام کا عادلانہ نظام۔

(۳) حقوق العباد کی اہمیت۔

(۴) صحابہ کرامؓ کی محبت نبویؐ۔

## ۱۵۳ :- ہم سننے اور ماننے کے لئے تیار نہیں

خلیفہ ثانی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے ہیں دوران خطبہ آپ نے پرجوش انداز میں فرمایا لوگو! اسمعوا واطیعوا میری بات غور سے سنو اور اسے قبول کرو۔

فاروق اعظمؓ کی یہ گرجدار آواز جب مجمع میں گونجی تو پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ اسی لمحہ ایک عام سا آدمی مجمع میں سے کھڑا ہوا اور زوردار آواز میں بولا لانسمع و لا نطیع ہم نہ آپ کی بات سننے کے لئے تیار ہیں اور نہ ماننے کیلئے۔ فاروق اعظمؓ نے پوچھا ولم یا اخی کیوں میرے بھائی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ کل جو مال غنیمت آیا اور آپؓ نے اسے تقسیم فرمایا آپؓ نے ہر ایک آدمی کو دو دو گز کپڑا دیا۔ اور آج اسی کپڑے کی آپ کے وجود پر قمیض ہے۔ دو گز میں قمیض تو نہیں بن سکتی۔ پہلے آپؓ اس قمیض کا حساب دیں تب ہم سے خطاب کریں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے بڑے ٹھنڈے دل سے اس شخص کا اعتراض سنا اور پھر اپنے بیٹے سے فرمایا قم یا عبداللہ فاشھد کہ اے عبداللہ کھڑا ہو جا اور گواہی دے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کھڑے ہوئے اور فرمایا ان ھذا الثوب الآخر ھو ثوبی کہ یہ دوسرا کپڑا میں نے اباجی کو دیا تھا تب انکی قمیض بنی۔ اب وہ شخص

کہنے لگا اذن قل نسمع تو پھر آپ خطاب کیجئے ہم سننے کے لئے تیار ہیں۔

**نتائج:۔**

(۱) عدلِ عمرؓ۔

(۲) اسلام کے عادلانہ نظام کی وجہ سے عوام کی جرأت اور آزادی رائے۔

(۳) عوام حکمرانوں کا محاسبہ کر سکتے ہیں۔

## ۱۵٤ :۔ اے اماں! دودھ دوھنے والا آگیا

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ مسلمانوں کے خلیفہ بننے سے پہلے اپنے پڑوسیوں یتیموں اور بیواؤں کی ہر ممکن خدمت کرتے تھے۔ حتی کہ ان کے گھروں میں پانی بھرنا اور ان کی بکریوں کا دودھ دوہنا ان کی ذمہ داری تھی۔ جب آپ خلیفہ بنے تو وہ لوگ کسی حد تک مایوس ہو گئے کہ شاید اب آپ ہماری مدد نہیں فرمائیں گے۔

ایک بیوہ نے اپنے بچوں کو یہاں تک کہہ دیا کہ "الیوم لا تحلب لناشاۃ" کہ آج ہماری بکری کا دودھ کون نکالے گا۔

تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ آپؓ ان کے دروازے پر پہنچ گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا ایک چھوٹی سی بچی دروازہ پر آئی اور آپ کو دیکھتے ہی چلانے لگی۔

حالب الشاۃ یا اماہ' حالب الشاۃ یا اماہ اے ماں دودھ دوہنے والا گوالہ آ گیا۔ گوالہ آ گیا۔

اس کی ماں یہ دیکھ کر حیران ہو گئی کہ خلیفہ وقت کس طرح ہم غریبوں کی خدمت کر رہے ہیں۔

بچوں نے پوچھا کہ کیا آپ آئندہ بھی دودھ دوہنے کے لئے آئیں گے؟

آپؓ نے جواب دیا لعمری لأ حلبنها لکم کہ جب تک میرے جسم میں جان باقی ہے میں اس خدمت سے اعراض نہیں کروں گا۔ اب تو تمہاری خدمت کرنا میرے فرائض میں شامل ہو چکا ہے۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت صدیق اکبرؓ کے اخلاق عالیہ، تواضع اور سادگی۔

(۲) بڑا عہدہ مل جانے پر بدل نہیں جانا چاہیے۔

(۳) حکمران درحقیقت قوم کا خادم ہوتا ہے۔

## ۱۵۵ :- میں وعدہ کرتی ہوں کہ واپس آ جاؤں گی

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام ایک دفعہ جنگل سے گزر رہے تھے۔ وہاں ایک شکاری نے ایک ہرنی شکار کر کے باندھ رکھی تھی۔

آپ ﷺ کا جب اس کے پاس سے گزر ہوا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگی یا رسول اللہ ان ضرعی قد امتلأ و ترکت خشفین جائعین فخلنی اذهب وارویهما ثم اعود الیک. کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس آدمی نے شکار کر کے باندھ لیا ہے۔ اب میرے تھن دودھ سے بھر چکے ہیں۔ جنگل میں میرے دو بچے بھوکے ہوں گے۔ آپ ﷺ مہربانی فرمائیں مجھے تھوڑی دیر کے لئے کھول دیں میں ان کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا صید قوم و ربیطتھم کہ تجھے جن لوگوں نے شکار کیا ہے تو ان کا مال ہے۔ وہ بولی یا رسول اللہ فانی اعطیک عھد اللہ لا رجعن. کہ اے اللہ کے رسول میں آپ ﷺ سے اللہ کے نام پر پکا وعدہ کرتی ہوں کہ واپس آ جاؤں گی۔

آپ نے اس سے وعدہ لے کر اسے کھول دیا۔ ہرنی چھلانگیں لگاتی ہوئی جنگل کی طرف چلی گئی۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ وہ ہرنی اپنے بچوں کو دودھ پلا کر اسی جگہ واپس آ گئی۔ اب اس کے تھن دودھ سے خالی تھے۔

پیغمبر ﷺ اس کی وفاداری سے بڑے متاثر ہوئے اور پوچھا لمن ھذہ الظبیۃ۔ کہ یہ ہرنی کس کی ہے؟ بتایا گیا فلاں آدمی نے شکار کی ہے۔

آپ ﷺ نے اس سے مانگ لی کہ یہ مجھے دے دے۔ اس نے انکار نہ کیا فوراً آپ کو ہبہ کر دی۔ پھر آپ ﷺ نے اس ہرنی کو آزاد کر دیا اور وہ آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے چلی گئی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہائم بھی اپنے وعدے کی پاسداری کرتے ہیں تعجب تو انسان پر ہے۔ جس نے خدا کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پس پشت ڈال دیا۔

**نتائج:-**

(۱) آپ کی جانوروں پر شفقت و رحمت۔

(۲) آپ کا معجزہ کہ ہرنی کا کلام سمجھ گئے۔

(۳) جانوروں نے بھی اللہ کے نام پر کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔

## ۱۵۶ :- ثمامہ! ان سے غلہ نہ روکو

۶ھ میں جب پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے مختلف بادشاہوں کی طرف

دعوتی خطوط لکھے تو اس وقت آپ نے یمامہ کے بادشاہ اور سردار ثمامہ بن اثال حنفی کو بھی ایک خط لکھا۔ جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی۔

ثمامہ نے آپ ﷺ کے خط کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور اعتراض کیا۔

پھر شیطان نے اس کو گمراہ کیا اور ورغلایا کہ محمد ﷺ کو قتل کر کے ہمیشہ کے لئے اس دعوت کا خاتمہ کر دینا چاہئے۔

چنانچہ وہ اس ناپاک مقصد کے لئے چل نکلا۔ قریب تھا کہ وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب ہو جائے کہ آپ ﷺ کو اس کے چچا نے اس کے ارادے سے مطلع کر دیا۔ اور اس طرح پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔ بعدازں اس نے آپ ﷺ کے متعدد صحابہ کرامؓ پر حملے کر کے انہیں شہید کر دیا اور بھاگ گیا۔ آپ ﷺ نے بھی اس کا خون مباح قرار دے دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد یہی ثمامہ عمرے کے لئے مکہ جا رہا تھا کہ مدینہ منورہ کے قریب صحابہ کرامؓ کی ایک گشتی ٹیم نے اسے پکڑ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور آپ کے حکم سے اسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ احسنوا اسارہ کہ اس قیدی کے ساتھ ہر ممکن اچھا سلوک کرو۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا اجمعوا ما کان عند کم من طعام وابعثوا بہ الی ثمامہ کہ جو کچھ بھی کھانے پینے کا سامان تمہارے پاس موجود ہے جمع کر کے ثمامہ کے پاس بھیجو اور اسے کھلاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس قیدی کو روزانہ اسی طرح کھانا بھی دیا جائے اور صبح و شام میری اونٹنی کا دودھ دوہ کر اسے پلایا جائے۔

ایک دو دن کے بعد پیغمبر ﷺ اس کے پاس آئے اور سوال کیا ما عندک یا ثمامہ! اے ثمامہ تیرا کیا حال ہے۔ وہ کہنے لگا بالکل خریت ہے۔فان تقتل تقتل ذادم و ان تعف تعف عن شاکر اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو میں کوئی بے وارث نہیں ہوں ایک بدلہ والے کو قتل کریں گے۔ اور اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار اور قدردان پر احسان کریں گے۔وان کنت ترید المال فسل تعط ما شئت اگر آپ مال چاہتے ہیں تو مانگیے آپ کو دے دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ اس کا جواب سن کر خاموش ہو گئے اس طرح آپ دو تین دن تک اس سے سوال کرتے رہے اور وہ یہی جواب دیتا رہا۔ آخر ایک دن آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا فکوا و ثاقه و اطلقوه کہ اس کی رسیاں کھول دو اور اسے آزاد کر دو۔ ثمامہ آزاد ہونے کے بعد مسجد نبوی سے نکلا اور مدینہ کے باہر جا کر سواری سے اتر کر غسل کیا کپڑے بدلے اور واپس آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر: سلام قبول کر لیا پھر آپ سے کہنے لگا۔یا محمد واللہ ماکان علی الارض وجه ابغض الی من وجھک فقد اصبح احب الوجوه کلھا الیّ ۔کہ اے محمد (ﷺ) اللہ کی قسم اس سے پہلے میرے لیے کوئی چہرہ بھی آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت نہ تھا اور آج آپ کا چہرہ مجھے سب چہروں سے محبوب ہے۔واللہ ماکان دین ابغض الی من دینک فاصبح دینک احب الدین کله الی اور اس سے قبل آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین میرے لیے قابل نفرت نہ تھا اور آج آپ کا دین مجھے سب ادیان سے محبوب نظر آ رہا ہے۔واللہ ماکان من بلد ابغض الی من بلادک فقد أصبح بلدک احب البلاد الی اللہ کی قسم اس سے قبل آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر میرے لیے قابل نفرت نہ تھا اور آج آپ کا شہر (مدینہ) میرے لیے

سب شہروں سے محبوب ہو چکا ہے۔

پھر اس نے آپؐ سے عمرہ کی اجازت لی اور عمرہ کرنے چلا گیا۔ پھر یہ مکہ مکرمہ میں تلبیہ پڑھتے ہوئے داخل ہوا اتنے سالوں کے بعد یہ پہلا مسلمان تھا جو مکہ میں تلبیہ پڑھتا ہوا داخل ہوا۔

قریش کو اس کے اسلام لانے پر شدید غصہ آیا اور انھوں نے کہا صبأت یا ثمامه کہ اے ثمامہ تو بے دین ہو گیا ہے؟ یہ کہنے لگے "ما صبوت ولکنی اسلمت وتبعت دین محمدؐ" کہ میں بے دین نہیں ہوا بلکہ سب سے بہترین دین اسلام کو قبول کر چکا ہوں اور امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی تابعداری کر چکا ہوں۔

قریش مکہ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی قوم اور حکومت سے ڈر گئے ثمامہ نے بھی وہاں مکہ میں اعلان کر دیا کہ اللہ کی قسم میں بھی تمہارے شہر کی اس طرح ناکہ بندی کروں گا کہ گندم کا ایک دانہ بھی یمن سے تمہارے پاس نہ پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد ثمامہ نے جا کر ان کے ہاں غلے کی آمد روک دی۔

مکہ میں چیزوں کی قیمتیں بڑھ گئیں غلہ آنا بند ہو گیا حتیٰ کہ قحط کی شکل بن گئی اس وقت مشرکین مکہ نے اس سے رحم کی اپیل کی کہ ہمارا غلہ آنے دو ثمامہ نے جواب دیا جب تک میرے نبی حضرت محمد ﷺ مجھے حکم نہیں دیں گے میں نہیں مانوں گا۔

بعد ازاں قریش مکہ نے آپؐ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا کہ آپ مہربانی فرمائیں آپ کی قوم بھوکی مر رہی ہے بچے بلک رہے ہیں ہمارے اوپر ترس کریں تب آپؐ نے رحم کرتے ہوئے ثمامہ کو لکھا کہ انکا غلہ نہ روک یہ پریشان ہیں۔ تب ثمامہ بن اثال نے غلہ جانے کی اجازت دے دی۔

**نتائج:-**

(۱) آپ کے اخلاق عالیہ کہ قاتل کو بھی معاف کر دیا۔

(۲) ایک کافر قیدی کے ساتھ آپکا حسن سلوک۔

(۳) مشرکین مکہ کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی۔

(۴) دین اخلاق محمدی سے پھیلا ہے نہ کہ تلوار کے زور سے۔

## ۱۵۷ :- امیر المئومنین یہ آپ ہی کی تو بیٹی ہے۔

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ کی بیٹی حضرت زینب نے ایک دفعہ عید کے موقع پر زیب و زینت کے لیے بیت المال کے محافظ ابن ابی رافع سے عاریتاً ایک ہار مانگا۔ بیت المال میں موتیوں کا ایک قیمتی ہار موجود تھا۔ ابو رافع نے اس بچی کو تین دن کے لیے عاریتاً وہ ہار دے دیا اور بچی نے عید کے موقع پر پہن لیا۔ عید کے دن جب حضرت علیؓ کی نظر ہار پر پڑی تو آپ شدید غضبناک ہوئے اور سوال فرمایا من أین لک هذا العقد ؟ کہ یہ ہار تو نے کہاں سے لیا ہے۔ بچی نے جواب دیا کہ یہ ہار میں نے ابن ابی رافع سے تین دن کے لیے مانگ کر لیا ہے۔

آپؓ نے ناراضگی کے عالم میں فوراً ابن ابی رافع کو طلب فرمایا اور اسے سخت ناراض ہوئے کہ تو نے مسلمانوں کے اس مال میں خیانت کیوں کی۔

کیا تیرے پاس اتنے ہار ہیں کہ سب مسلمان بچیوں کو دیے جا سکیں؟ دوسروں کو محروم رکھ کر میری بچی کے اختصاص کی کیا وجہ ہے۔

ابن ابی رافع نے آپ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے دھیمے لہجے میں عرض کیا انھا ابنتک یا امیر المومنین اے امیر المومنین یہ آپ ہی کی تو بیٹی ہے۔

آپ نے گرجدار لہجہ میں جواب دیا ھل تغن ابنتی عنی من عذاب اللہ وتحمل عنی وزری یوم القیامۃ؟ کیا کل قیامت کے دن میری بچی مجھے عذاب الٰہی سے بچا سکے گی؟ اور یہ میرا بوجھ اٹھا لے گی؟ ابن ابی رافع نے جواب دیا لا یاامیر المومنین نہیں اے امیر المومنین۔

آپ نے فوراً وہ ہار بچی کے گلے سے اتروایا اور ابن ابی رافع کو دیکر فرمایا حذہ وارددہ الی بیت المال لساعۃ یہ ہار واپس لے لو اور فوراً بیت المال کے اندر جمع کر دو اور آئندہ کے لیے تہدید فرمائی کہ خبردار اگر آئندہ ایسا کام کیا تو سزا سے نہیں بچ سکو گے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت علیؓ کا عدل وانصاف اور کمال دیانت داری۔

(۲) قیامت کے دن اولاد کام نہ آئے گی۔

(۳) بیت المال تمام مسلمانوں کا حق ہے۔

(۴) حضرت علیؓ کا خوف خدا۔

## ۱۵۸ :۔ اسکا منہ مخزن شفاء ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بچپن میں ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوۃ السلام کی آنکھیں بیمار ہوگئیں اور متورم ہوکر درد کرنے لگیں۔

آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کو ایک راہب طبیب کے پاس لے گئے

جو عکاظ کے بازار کے نزدیک رہتا تھا جب یہ وہاں پہنچے تو رات کا وقت ہو چکا تھا اور وہ راہب اپنا دروازہ بند کر چکا تھا اس کی عادت تھی کہ دروازہ بند کرنے کے بعد کسی کے لیے نہ کھولتا تھا۔

عبدالمطلب اس کے دروازے کے سامنے حیران کھڑے ہیں کہ کیا کیا جائے۔خدا کی قدرت اچانک اس کے مکان میں ایک عجیب قسم کا زلزلہ پیدا ہوا اور وہ گھبرا کر باہر نکل آیا۔

حضرت عبدالمطلب نے اسے اپنی آمد کی وجہ بتائی اس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بغور دیکھا اور تورات وانجیل کی نشانیوں کے مطابق آپ کو پہچان لیا۔عبدالمطلب سے پوچھنے لگا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہاں یہ میرا پوتا ہے وہ کہنے لگا تورات بھی یہی کہتی ہے کہ اسے یتیم ہونا چاہیے۔ پھر وہ آپؐ کے ہاتھ پاؤں کو بوسے دینے لگا اور کہنے لگا افسوس ہے کہ تم طبیب کو مریض کے پاس لے کر آئے ہو اس کے چہرے پر نبوت کا نور چمک رہا ہے اسے یہودیوں سے بچا کر رکھنا پھر اس نے آپ کو دم کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ اس کا اپنا لعاب دہن اسکی آنکھوں پر لگاؤ اسکا منہ مخزن شفاء ہے عبدالمطلب نے ایسا ہی کیا تو آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے شفائے کلی عطا فرما دی۔

**نتائج:۔**

(۱) آپ کی نشانیاں تورات وانجیل میں موجود ہیں۔

(۲) آپ کا لعاب مبارک ذریعہ شفاء تھا۔

(۳) اللہ نے اپنی قدرت سے زلزلہ پیدا کر کے اسے باہر نکالا۔

# ۱۵۹ :- ہم معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے

۶ھ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ قریش مکہ نے رکاوٹ ڈالی تو آپ کو حدیبیہ کے مقام پر رکنا پڑا اور بالآخر بات صلح پر آ گئی۔ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو نمائندہ بن کر آیا۔

صلح میں ایک شرط یہ بھی طے پائی کہ مکہ مکرمہ سے جو مسلمان اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے بغیر مدینہ منورہ جائے گا اسے واپس کرنا ہوگا۔

چنانچہ صلح نامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ حضرت ابو جندلؓ پابہ زنجیر مشرکین مکہ کی قید سے فرار ہو کر آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

یہ کافی عرصہ پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے اور کفار مکہ ان کو قید میں رکھ کر طرح طرح کی اذیتیں دے رہے تھے ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ کس طرح بھاگ کر مدینہ منورہ پہنچ جائیں آج جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ صحابہ کرامؓ چھ میل کے فاصلے پر موجود تھے تو انھوں نے بڑی مشکل کے ساتھ قید سے راہ فرار اختیار کی اور چھپتے چھپاتے بخیر و عافیت حدیبیہ کے مقام پر اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو انکی آمد کی بڑی خوشی ہوئی۔ سہیل نے جب یہ منظر دیکھا تو بولا یہ پہلا شخص ہے جو عہد نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی تو صلح نامہ پورا لکھا بھی نہیں گیا اور دستخط بھی نہیں ہوئے اس لیے انہیں واپس جانے سے مستثنیٰ سمجھا جائے مگر سہیل نے انکار کر دیا بالآخر آپؐ نے یہاں تک فرمایا کہ چلو ایک آدمی مانگے کے طور پر ہی مجھے دے دو۔ مگر سہیل نے سختی کے ساتھ انکار کر دیا۔

تب آپ نے حضرت ابو جندلؓ کو واپس جانے کا حکم دے دیا۔ یہ بیچارے سخت پریشان تھے۔ اور بار بار مسلمانوں سے اپیل کر رہے تھے کہ پہلے پتہ نہیں کس طرح میں یہاں پہنچا ہوں اب تم پھر مجھے ان کے حوالے کر رہے ہو یہ تو اب جی بھر کر میرے اوپر ظلم کریں گے آپؐ سمیت سب مسلمانوں کے جذبات انتہائی مجروح تھے مگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محض معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے نہایت غمناک انداز میں فرمایا۔ انطلق الی قومک فاننا لانغدر وان اللہ جاعل لک من الضیق فرجاً کہ تجھے اپنی قوم کے پاس واپس جانا ہوگا ہم وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ تیرے لیے تنگی سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا فرمادیں گے۔

چنانچہ حضرت ابو جندلؓ کو مشرکین مکہ کے حوالے کر دیا گیا آپؐ کے مدینہ پہنچ جانے کے بعد اسی طرح ایک اور صحابی ابو بصیرؓ بھی مشرکین کی قید و بند سے بھاگ کر مدینہ پہنچے قریش نے فوراً دو آدمی انکے لینے کے لیے بھیجے آپؐ نے ازروئے معاہدہ ابوبصیرؓ کو بھی ان دونوں آدمیوں کے حوالے کر دیا اور ابو بصیر سے بھی یہی فرمایا کہ ہم وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔

**نتائج:۔**

(۱) معاہدہ کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔

(۲) آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

(۳) مکہ کے مسلمانوں کی مظلومیت۔

# ۱۶۰ :- تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا رکھا ھے؟

حضرت عمرو بن العاصؓ مصر کے گورنر تھے۔ ایک دفعہ انکے بیٹے نے ایک عام آدمی کے ساتھ گھڑ دوڑ کا مقابلہ کیا تو وہ مصری سبقت لے گیا۔ عمرو بن العاصؓ کے بیٹے کو بڑا دکھ ہوا کہ مجمع عام میں میری توہین ہوگئی اور اس نے اس مصری کو ایک کوڑا مارا فاقسم المصری لیشکونه الی امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ مصری نے قسم کھائی کہ میں ضرور تیری شکایت دربار خلافت میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں کروں گا عمرو بن عاصؓ کا بیٹا بولا اذهب فلن ینالنی شئی من شکواک. کہ جا شکایت لگا لے تیرے شکایت لگانے سے میرا کچھ نہیں بگڑ سکتا کیونکہ فأنا ابن الأکرمین میں بڑے لوگوں کی اولاد ہوں۔

موسم حج میں سیدنا عمر بن خطابؓ مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ وہاں آپ اپنے تمام اعیان سلطنت اور وزراء مملکت کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اور انکا وہ بیٹا بھی موجود تھا کہ وہ مصری شکایت لگانے کے لیے آ گیا۔ اور حضرت عمرؓ سے عرض کیا یا امیر المومنین ان هذا ضربنی ظلما کہ اس شخص نے ظلماً مجھے مارا اور جب میں نے آپ کو شکایت لگانے کا کہا تو اس نے کہا انا ابن الأکرمین کہ میں بڑے لوگوں کی اولاد ہوں تو میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے بڑے غضب کی نگاہوں سے والی مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارا کہ تم نے کب سے عوام کو غلام بنا رکھا ہے حالانکہ وہ آزاد پیدا ہوئے ہیں۔

پھر آپ شکایت کرنے والے کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنا درہ اسکو دیکر فرمایا کہ تو بھی اسکو اس طرح مار لے جس طرح اس نے تجھے مارا تھا۔ اضرب بھا ابن الأکرمین کما ضربک

اور فرمایا کہ حق تو یہ بنتا ہے کہ اسکے والد کو بھی مارا جائے جس نے اسکی صحیح طور پر تربیت نہیں کی اور وہ کبر و غرور میں مبتلا ہو گیا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عمرؓ کا عدل وانصاف۔

(۲) اسلام کا عادلانہ نظام۔

(۳) اس مظلوم کی دادرسی کا عجیب واقعہ۔

## ۱۶۱:۔ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے

قریش مکہ نے جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرامؓ کے لیے سر زمین مکہ تنگ کر دی اور انکو ہر طرح تنگ کر دیا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان مظلوم صحابہ کرامؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور فرمایا لو خرجتم الی ارض حبشہ فان بھا ملکاً لایظلم عندہ احد وھی ارض صدق کہ تم لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ وہاں ایک منصف بادشاہ ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ سرزمین ظلم و جور سے پاک ہے۔

عقیدہ توحید کی حفاظت کے لیے تقریباً سولہ آدمی چھپ کر حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تین ماہ وہاں رہنے کے بعد افواہ سنی کہ سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے

ہیں اور حالات بالکل درست ہو گئے ہیں تو واپس مکہ آ گئے یہاں آ کر پتہ چلا کہ افواہ غلط تھی اب ان مظلوموں پر پہلے سے بھی زیادہ مظالم شروع ہو گئے۔

آپؐ نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ ہجرت ثانیہ میں تقریباً ۸۶ مرد اور ۱۷ خواتین تھیں حضرت عثمان غنیؓ نے بھی اپنی بیوی حضرت رقیہؓ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

مشرکین مکہ کو جب پتہ چلا تو پیچھا کیا مگر انکی کشتی روانہ ہو چکی تھی۔ بعد ازاں مشرکین کی مشاورت کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ہر صورت ان مظلوموں کو واپس لایا جائے۔

عمرو ابن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو ہدایا اور تحفے دیکر بھیجا کہ بادشاہ کو یہ تحفے پیش کریں اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں بات کریں۔

یہ دونوں بڑے بڑے ہدایا اور تحائف لیکر وہاں پہنچے تمام ماتحت افسران کو خوش کیا۔ تحفے دیئے اور انکی وساطت سے بادشاہ سے ملاقات کا وقت لیا۔

بالآخر شاہ حبشہ نجاشی (اصحمہ) سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ ہمارے شہر کے چند نادان آدمی اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارے ملک میں آ کر پناہ گزین ہو گئے ہیں آبائی دین چھوڑ کر تمہارا دین (عیسائیت) بھی قبول نہیں کیا بلکہ ایک نیا دین اپنایا ہے اب وہ لوگ آپ کے ملک میں فساد پھیلائیں گے انھیں ہمارے سپرد کیجئے۔

بادشاہ منصف مزاج تھا اس نے کہا جب تک میں انکی بات نہ سن لوں میں فیصلہ نہیں دے سکتا۔ فوراً مسلمانوں کو پیشی کا حکم جاری فرمایا۔ تاریخ مقرر ہو گئی پولیس نے صحابہ کرامؓ کو تلاش کر کے انھیں حاضر ہونے کا حکم دے دیا۔

صحابہ کرامؓ بڑے پریشان ہوئے کہ کیا بنے گا۔ دوسری بات یہ تھی کہ

بادشاہ عیسائی ہے ہم مسلمان ہیں یہ بھی بڑا فرق ہے' تیسری بات یہ کہ بادشاہ کی مجلس میں جو بھی جاتا ہے وہ اسکو سجدہ کرتا ہے ہم کیا کریں گے؟ سجدہ تو صرف اللہ کا کرنا چاہیے۔

اگر سجدہ کرتے ہیں تو ایمان جاتا ہے اگر نہیں کرتے تو بادشاہ مشتعل ہو جائے گا۔ پھر سب نے ملکر فیصلہ کیا کہ ہر چہ بادا باد سجدہ نہیں کریں گے۔ اور ہماری طرف سے متکلم سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ ہونگے۔

بالآخر وقت مقررہ پر جب یہ صحابہ کرامؓ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو مطلق سجدہ نہ کیا وفد مکہ اور نوکر شاہی نے بادشاہ کو بھڑکایا کہ یہ اتنے گستاخ ہیں کہ آپ کی عزت نہیں کی بادشاہ نے پہلا سوال ہی یہی کیا' حضرت جعفرؓ نے پوری جرأت اور قوت ایمانی کے ساتھ جواب دیا۔ **لانسجد الاالله لاعظمة ولا سلطان من بعد عظمته وسلطانه** کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے اسکی عظمت و کبریائی سے زیادہ کسی کی عظمت نہیں ہے۔ ہم اپنے پیغمبر ﷺ کو بھی سجدہ نہیں کرتے۔

نجاشی نے ان کے دین کے متعلق سوال کیا تو حضرت جعفرؓ نے فرمایا۔ **ایھا الملک** ہم اہل عرب دنیا کی جاہل ترین قوم تھے حرام کاری اور شراب نوشی ہماری گھٹی میں پڑی ہوئی تھی حقوق انسانیت کا پاس نہ تھا قطع رحمی' خون ریزی' ظلم وستم ہمارا عام شیوہ تھا۔ چوری اور ڈاکہ کو ہم نے بہادری سمجھ رکھا تھا زبردست زیردست کو کھا جاتا تھا۔ ملک کے اندر کوئی آئین اور قانون نہ تھا دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی جو ہمارے اندر موجود نہ ہو ایسی حالت میں ہمارے اوپر رحمت خداوندی متوجہ ہوئی اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک برگزیدہ ہستی کو رسول بنا کر بھیجا جس کا حسب نسب' فضل وشرف' صدق وامانت' تقویٰ وطہارت' سب

کے نزدیک مسلم ہے۔ اس نبی نے ہمیں توحید الٰہی اور معرفت خداوندی کا درس دیا۔ پتھروں کی پوجا سے روکا اور مالک حقیقی کی عبادت کی دعوت دی۔ غیبت اور عیب جوئی سے منع فرمایا۔ اکل حلال' ادائے امانت' ایفائے عہد' صلہ رحمی اور حقوق انسانیت کا درس دیا۔ گناہوں سے بچنے' خون ریزی اور دختر کشی سے باز رہنے کی تاکید فرمائی یتیموں کا مال کھانے' عفت مآب خواتین پر بہتان لگانے سے منع کیا۔

اے بادشاہ ہم اس نبی پر ایمان لائے' اسکی تصدیق کی کفر وشرک سے توبہ کی ہماری یہ قوم اس دین کیوجہ سے ہماری دشمن ہو گئی ہمیں ستایا اور ظلم و جور کیا اور ہمارے اوپر ظلم کا ہر ہتھکنڈا استعمال کیا جب انکا ظلم حد سے تجاوز کر گیا تو ہم نے آپ کے ملک کی طرف ہجرت کی کہ یہاں ہمیں انصاف ملے گا اور امن ملے گا۔

اب بادشاہ نے کہا تمہارے نبی پر جو کلام نازل ہوا ہے وہ سناؤ حضرت جعفر طیارؓ نے سورہ مریم کی آیات سنائیں تمام بطارق اور اساقف موجود تھے بادشاہ سمیت سب کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اہل مکہ کے تمام ہدایا واپس کر دیے جائیں اور یہ مظلوم ہمارے ہاں ہی رہیں گے اہل مکہ کا وفد انتہائی خفت اور شرمندگی کے ساتھ وہاں سے اٹھا۔

اگلے دن دوبارہ وفد مکہ بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوا اور کہا کہ آپ نے ہماری پوری بات سمجھی نہیں یہ لوگ تو ایسے گستاخ ہیں کہ آپ کے معبود حضرت عیسیٰؑ کو گالیاں دیتے ہیں۔ انهم یشتمون عیسیٰ وامه کہ حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ کو گالیاں دیتے ہیں۔

بادشاہ چونکہ خود عیسائی تھا بڑا برہم ہوا اور ان مسلمانوں کو دوبارہ حاضر

ہونے کا حکم دیا پولیس فوراً ان کو پکڑ کر لے آئی۔اب بادشاہ نے سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔

حضرت جعفرؓ نے جواب دیا وہی رائے ہے جو ہمارے خدا نے ہمارے نبی پر قرآن بنا کر اتاری ہے وہ اللہ کے بندے اسکے رسول اور خدا کی خاص روح اور کلمۃ اللہ تھے۔

آج پھر حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کی آیات سنائیں۔واذ کر فی الکتاب مریم الخ اورانہی آیات میں مذکور حضرت عیسیٰ کی مہد والی تقریر بھی سنائی انی عبداللہ آتانی الکتاب الخ. اور آخری نتیجہ بھی سنایا ذالک عیسیٰ بن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون ما کان للہ ان یتخذمن ولد سبحانہ اذا قضیٰ امرا فانما یقول لہ کن فیکون. ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذاصراط مستقیم

قرآن مجید کی یہ آیات سن کر نجاشی پر گریہ طاری ہو گیا تمام اساقف و بطارقہ رونے لگے اور نجاشی نے نیچے سے ایک تنکا اٹھایا اور کہنے لگا خدا کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت جو قرآن نے بیان کی ہے اس سے تنکا برابر نہ کم ہے نہ زیادہ ہے۔جو کچھ بیان ہوا ہے وہ حق ہے۔

اب حضرت جعفرؓ نے نجاشی کی وساطت سے وفد قریش سے سوالات کیے کہ یہ لوگ ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہیں کیا ہم انکے غلام ہیں یا آزاد ہیں؟ وفد کو کہنا پڑا بل احرار کرام نہیں بلکہ یہ لوگ آزاد ہیں۔

دوسرا سوال کیا کہ ھل اھرقوا دما بغیر حقہ کہ کیا ہم نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے۔اور یہ لوگ قصاص لینا چاہتے ہیں؟ وفد نے جواب دیا لاقطرۃ من دم کہ نہیں ایک قطرہ بھی خون نہیں بہایا۔

تیسرا سوال یہ کیا کہ کیا ہم کسی کا مال لیکر بھاگے ہیں؟ وفد نے جواب دیا ولا قیراط کہ ایک قیراط بھی ان کے ذمہ نہیں ہے۔

اب بادشاہ کو ساری بات سمجھ آ گئی اور اس نے وفد قریش کو بے نیل مرام واپس کر دیا بعد میں یہ بادشاہ حضرت جعفر طیار کی تبلیغ و دعوت پر اسلام لے آیا۔ یہ لوگ

۷ھ میں فتح خیبر کے بعد واپس تشریف لائے۔

**نتائج:-**

(۱) صحابہ کرامؓ کی مظلومیت کے واقعات۔
(۲) کفار مکہ کی چال اور منصوبہ۔
(۳) حضرت جعفرؓ کی جاندار تقریر اور جرأت ایمانی۔
(۴) سجدہ اللہ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔
(۵) مشرکین اسی طرح موحدین پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔

## ۱۶۲ :- جاؤ اور لکڑیاں کاٹو

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ سے مالی امداد کے لیے سوال کیا کہ میری حالت سخت خراب ہے میری مدد فرمائیے۔

آپؑ نے جب اس کی عمر اور صحت وغیرہ دیکھی تو امداد کرنے کی بجائے اس سے پوچھا اما فی بیتک شیء کیا تیرے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا اللہ کی قسم صرف ایک کمبل ہے جو آدھا نیچے بچھاتا ہوں اور آدھا اوپر لیتا ہوں اور پانی پینے کے لیے ایک پیالہ ہے۔

آپؑ نے حکم دیا کہ یہ دونوں چیزیں لیکر آؤ۔ وہ لے آیا تو آپ نے

صحابہ کرامؓ کے مجمع میں انکی بولی دے دی اور فرمایا من یشتری ھذین ؟ کہ ان دونوں چیزوں کو خریدنے کے لیے کون تیار ہے؟ ایک آدمی بولا علی درھم کہ ایک درہم کے بدلے میں خریدنے کے لیے تیار ہوں دوسرا بولا علی درھمین کہ میں دو درہم دیتا ہوں۔

آپؐ نے دونوں چیزیں اس کے سپرد کر دیں اور دو درہم وصول کر کے اس سائل کو دیئے اور فرمایا اشتر بأحد ھما طعاماً لا ھلک کہ ایک درہم سے اپنے گھر والوں کے لیے کھانا وغیرہ خرید لو واشتر بالأخر قدوما اور دوسرے درہم سے کلہاڑا خرید کر لاؤ۔

جب وہ کلہاڑا لے آیا تو آپؐ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ ڈالا اور فرمایا کہ جاؤ جنگل میں جا کر اس کلہاڑے سے لکڑیاں کاٹو اور بازار میں بیچو۔ اور پندرہ دن کے بعد مجھے ملنا۔

پندرہ دن کے بعد جب وہ شخص حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درہم منافع کے جمع شدہ موجود تھے اب اس نے گھر والوں کے لیے کھانا بھی خریدا۔ کپڑا بھی خرید لیا۔

پیغمبرؐ اس کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا یہ اس سے بہتر ہے ورنہ بھیک مانگنے کیوجہ سے قیامت کے دن تیرا چہرہ سیاہ ہوتا؟

وہ شخص بھی بڑا خوش تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس طرح میری مدد فرمائی اور مجھے محنت کا درس دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) بھیک مانگنے والے کا چہرہ قیامت کے دن سیاہ ہوگا۔

(۲) محنت میں عظمت ہے۔

(۳) فقیر وغریب کی سب سے بڑی مدد یہی ہے کہ اسے اپنے قدموں پر کھڑا کیا جائے۔

## ۱۶۳ :- جو میری سنت سے ہٹ گیا اس کا رشتہ مجھ سے کٹ گیا

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ میں تین صحابہ کرامؓ نے زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کا پروگرام بنایا۔

اور اس سلسلہ میں وہ رسول اللہ ﷺ کی دن کی زندگی اور مصروفیات سے تو واقف تھے البتہ رات کی عبادت کے متعلق ازواج مطہرات سے جا کر سوال کیا۔ کہ آپؐ رات کے وقت کتنی عبادت کرتے ہیں تاکہ ہم بھی اسی طرح عبادت کریں ازواج مطہرات نے بتایا کہ آپ اتنی دیر عبادت کرتے ہیں اور اتنی دیر آرام فرماتے ہیں۔

اب ان تینوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت کو معمولی سمجھا۔ کانهم تقالو ها کہ یہ عبادت تو تھوڑی ہے۔ پھر خود ہی سوچ کر جواب دیا کہ پیغمبر ﷺ تو معصوم ہیں آپ کے ذمہ کوئی گناہ وغیرہ نہیں ہے، ہم تو گناہ گار ہیں اس لیے ہمیں تو زیادہ عبادت کرنی چاہیے

این نحن من النبی ﷺ پیغمبر ﷺ سے ہماری کیا نسبت؟

پھر ان تینوں نے آپس میں فیصلہ کیا

ایک کہنے لگا اما انا فاصلی اللیل ابدا فلا ارقد کہ میں ہمیشہ کے لیے ساری رات عبادت کیا کروں گا اور نیند نہیں کروں گا۔

دوسرا بولا اما انا فاصوم الدهر فلا افطر کہ میں روزانہ روزہ رکھا

کروں گا کبھی ناغہ نہ کروں گا۔

تیسرا بولا' اما انا فاعتزل النساء فلا اتزوج ابدا کہ میں عورتوں سے دور رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ان تینوں کے ارادوں کا پتہ چلا تو آپ نے انکو بلوایا اور سخت ناراضگی کے عالم میں فرمایا۔ واللہ انی لأ خشاکم للہ واتقاکم له لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔

کیا تم رہبانیت اختیار کر کے مجھ سے زیادہ نیک بننا چاہتے ہو۔

خبردار سن لو۔ فمن رغب عن سنتی فلیس منی جو میری سنت سے ہٹ گیا اس کا رشتہ میں محمد رسول اللہؐ سے کٹ گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) سنت اور بدعت کا فرق واضح ہے۔

(۲) آپ کی سنت سے انحراف موجب خسارہ ہے۔

(۳) کام اچھا ہو لیکن سنت نبوی کے مطابق نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

(۴) اسلام میں رہبانیت جائز نہیں ہے۔

(۵) صحابہ کرامؓ کے نیکی کے جذبات اور بلند ارادے۔

## ۱۶۴ :۔ اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑ جاؤ

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ انتہائی

مالدار تھے ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہوئے اور بچنے کی امید نہ رہی۔

پیغمبر ﷺ انکی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان لی مالا کثیرا ولیس عندی من یرثنی الا ابنتی کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت سا مال ہے اور میری ایک لڑکی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے۔تو کیا میں اپنے مال کا دوتہائی صدقہ نہ کردوں؟ آپؐ نے فرمایا لا کہ نہیں۔

حضرت سعدؓ نے فرمایا فبنصفه کیا آدھا مال صدقہ کردوں اور آدھا مال بچی کے لیے رہنے دوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔

پھر عرض کیا تو کیا تیسرا حصہ صدقہ کردوں اور دوتہائی حصہ بچی کے لیے چھوڑ جاؤں آپؐ نے فرمایا الثلث والثلث کثیر کہ تیسرا حصہ ٹھیک ہے اگرچہ یہ بھی زیادہ ہے پھر آپؐ نے فرمایا ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالة یتکففون الناس اگر تو اپنے ورثاء کو مالدار اور غنی چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ فقیر اور غریب ہوں اور لوگوں سے مانگتے پھریں۔

**نتائج:۔**

(۱) وصیت تیسرے حصہ میں جائز ہے۔

(۲) ورثاء کا بھی حق ہے انکا خیال رکھا جائے۔

(۳) ان کے لیے مال چھوڑ کر انہیں مانگنے سے بچانا بھی نیکی ہے۔

# ۱۶۵ :- اگر میرے ھاتھوں پہ چاند سورج رکھ دیں تو......

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت توحید سے تنگ آ کر ایک دن مشرکین مکہ شکایت لیکر آپ کے چچا ابو طالب کے ہاں آئے اور اس کی منت سماجت کی کہ آپ کا بھتیجا اس طرح ہمارے معبودوں کے بارے میں کہتا ہے آپ مہربانی کر کے اسے سمجھائیں ورنہ آپ درمیان سے ہٹ جائیں ہم جانیں اور وہ جانے۔

ابو طالب نے پیغمبر ﷺ کو بلا کر یہ ساری بات بتائی اور کہا کہ بھتیجے کم از کم میرے اوپر رحم کرو۔ اب تمہارا معاملہ میری برداشت اور طاقت سے باہر ہے۔

فابق علی وعلی نفسک ولا تحملنی من الأمر مالا اطیق.

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام موقع پر نزاکت کو سمجھ گئے لیکن پھر بھی اسی سچائی پر قائم رہے اور ارشاد فرمایا۔ یاعم واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الأمر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ماترکتہ کہ اے چچا جان اللہ کی قسم یہ لوگ اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج رکھ دیں اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تو پھر بھی میں دعوت توحید کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یا تو یہ دین غالب آ جائے گا یا میں اس راہ میں کام آ جاؤں گا۔

چچا جان اگر آپ میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو مجھے مخلوق کے سہاروں کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں۔

یہ کہتے ہوئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسو آ گئے اور آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔

ابو طالب نے جب یہ منظر دیکھا تو آپ کو بلایا اور کہنے لگا۔یا ابن اخی فقل ما احببت فو اللہ لا اسلمک لشیء ابدًا کہ اے بھتیجے جس طرح چاہے دعوت دے میں تیری مدد اور نصرت نہیں چھوڑوں گا۔

خدا کی قدرت کہ ابو طالب ساتھ تو دیتا رہا مگر اسلام قبول نہ کیا۔

**نتائج:۔**

(۱) قریش مکہ کے منصوبے اور عزائم۔

(۲) آپ کی جرأت و استقامت۔

(۳) ابو طالب نے ساتھ تو دیا لیکن اسلام قبول نہ کیا۔

## ۱۶۶ :۔ یہ رقعہ میرے کفن میں رکھ دینا

حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ اپنے دور خلافت میں جب ملک شام سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو ایک رات مدینہ منورہ کا پہرہ دے رہے تھے کہ شہر سے باہر دور ایک خیمہ دیکھا جس میں چراغ جل رہا تھا۔

حضرت عمرؓ وہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک بڑھیا کا خیمہ ہے اس سے آپؓ نے حال پوچھا کہ کیا تو خوش تو ہے؟ بوڑھی نے فوراً خلیفہ وقت کا شکوہ شروع کر دیا کہ عمر ملک شام کو فتح کر کے بخیریت واپس آ گیا ہے لیکن اس نے مجھے کچھ عطاء نہیں کیا' نہ ہی میرا پتہ کیا۔

حضرت عمرؓ نے اس بوڑھی سے فرمایا کہ اماں جان آپ شہر سے اتنی دور باہر تشریف فرما ہیں عمرؓ بے چارے کو آپ کے حالات کی کیا خبر؟

وہ بوڑھی برجستہ بولی وہ خلیفہ ہی کیا جو نزدیک والوں کی خبر رکھے اور دور والوں کو بھلا دے۔میں تو اب قیامت کے دن خدا کی عدالت میں عمرؓ کی شکایت

کروں گی اور انکا دامن پکڑوں گی۔

حضرت عمرؓ قیامت کے دن اور خدا کی عدالت کا سن کر لرز گئے۔ آپؓ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے' داڑھی تر ہو گئی اور اس بوڑھی سے فرمانے لگے کہ عمر بیچارے کو معاف کر دے کل قیامت کے دن اسے خدا کی عدالت میں شرمندہ نہ کرنا' اس تکلیف کے بدلے جتنی رقم مجھ سے لینا چاہتی ہے لے لے مگر عمر کو معاف کر دے۔

بوڑھی کہنے لگی اے شخص مجھ سے مزاق نہ کر' آپؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں مزاق نہیں کر رہا حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ چنانچہ اس طرح بات چیت ہوتے ہوتے بلآخر ۲۵ دینار پر معاملہ طے ہوا کہ بوڑھی ۲۵ دینار لے لے گی اور قیامت کے دن حضرت عمرؓ کی شکایت نہیں کرے گی۔

ابھی یہ معاملہ طے ہی ہوا تھا کہ وہاں حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ پہنچ گئے اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین' امیر المومنین کا لفظ سن کر وہ بوڑھی ڈر گئی کہ میں کیا کچھ کہہ بیٹھی' یہ تو خود امیر المومنین عمر بن خطابؓ ہیں۔

آپؓ نے فرمایا ڈرنے کی ضرورت نہیں پھر آپؓ نے کاغذ منگوایا اور اس پر یہ تحریر لکھی کہ بوڑھی نے پچیس دینار لیکر عمرؓ کا قصور معاف کر دیا ہے اور قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی عدالت میں عمر بری الذمہ ہو گا۔

آپؓ نے اس تحریر پر حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو گواہ بنا کر دستخط کروائے اور واپس گھر تشریف لائے اور اپنے بیٹے کو وہ تحریر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ تحریر میرے مرنے کے بعد میرے کفن میں رکھ دینا پھر مجھے خدا کے حوالے کر دینا۔

چنانچہ آپؓ کی شہادت کے بعد وہ تحریر آپ کے کفن میں رکھ دی گئی۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت عمرؓ کا عدل و انصاف اور خوف خدا۔

(۲) غرباء کو تلاش کرنا خلیفہ وقت کا کام ہے۔

(۳) قیامت کا معاملہ بڑا سخت ہے اس سے ڈرنا چاہیے۔

## ۱۶۷ :- یہ دس سال کے اعتکاف سے بهتر هے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک دفعہ مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور آ کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

آپؓ اس کے اس طرح بیٹھنے سے سمجھ گئے کہ اسے شاید کوئی پریشانی ہے آپؓ نے اس سے سوال کیا مالی اراک مکتئبا حزینا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ مجھے پریشان اور غم زدہ دکھائی دیتے ہیں تو اس آدمی نے جواب دیا کہ لفلاں علی حق کہ میں نے فلاں آدمی کا قرض دینا ہے۔ اور پیغمبر ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ مجھے اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اسکا حق ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اس پر بڑا رحم آیا اور فرمایا افلا اکلمہ فیک کیا میں اس شخص کو تیری سفارش نہ کروں؟ وہ بولا جیسے آپ چاہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فوراً جوتے اٹھائے اور مسجد سے باہر تشریف لے آئے۔ وہ شخص بڑا حیران ہوا کہ آپؓ تو اعتکاف کی حالت میں تھے اور اس طرح نکلنے سے آپ کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا اس نے فوراً یاد دہانی کرائی انسیت

ما کنت فیہ کہ کیا آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں بھولا نہیں ہوں لیکن میں نے اس قبر والے (حضرت محمد رسول اللہؐ) سے سنا اور یہ سنے ابھی کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا (یہ الفاظ کہتے ہوئے آپؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پیغمبرؐ کا زمانہ یاد آ گیا) کہ آپؐ نے فرمایا من مشی فی حاجة اخیه وبلغ فیها کان خیراً له من اعتکاف عشر سنین. جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام کے سلسلہ میں چلے اور اس کے لیے کوشش کرے تو یہ اس شخص کے لیے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔اور محض ایک دن اللہ کی رضاء کے لیے اعتکاف بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتے ہیں اور ہر خندق زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے تک چوڑی ہو گی۔حضرت ابن عباسؓ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جب ایک دن کے اعتکاف کا اتنا ثواب ہے تو دس برس کے اعتکاف کا کتنا اجر وثواب ہوگا اس لیے میں نے اعتکاف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تیرے کام کے لیے چلنا مناسب سمجھا۔

**نتائج:-**

(۱) اعتکاف کی فضیلت اور اسکا اجر وثواب۔

(۲) مسلمان بھائی کے کام کے لیے چلنا اعتکاف سے بہتر ہے۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ کی آپؐ سے محبت وعقیدت۔

## ۱۶۸ :- عزرائیل کو بھی ترس آ گیا

بیان کیا جاتا ہے کہ شداد قوم عاد کا ایک بہت ہی مشہور بادشاہ تھا تقریباً ساری روئے زمین پر اس کی حکومت تھی ہر قسم کی آسائشیں اسکو حاصل تھیں، تکبر اور غرور میں آ کر اس نے فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ وقت کے علماء نے

اسے سمجھایا کہ خدا کا خوف کر مگر وہ نہ مانا۔

بلکہ کہنے لگا کہ میں خدا تعالیٰ کی عبادت تب کروں جب میرے پاس عہدہ یا مال و دولت نہ ہو۔ میرے پاس مال و جاہ سب کچھ ہے مجھے کسی کی غلامی اور نوکری کی کیا ضرورت ہے؟

علماء نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ فانی ہے دولت' حکومت' سلطنت سب پر فناء آئے گی اگر تو اللہ کی عبادت کرے گا تو اس کے بدلے تجھے جنت کی لازوال نعمتیں ملیں گی وہ کہنے لگا تمہاری بیان کردہ جنت میں کیا کیا چیزیں ہونگی۔

علماء نے جنت کی عمارتوں' درختوں' نہروں اور دیگر نعمتوں کا بیان کیا۔ شداد تکبر میں آ کر کہنے لگا کہ ایسی جنت بلکہ اس سے اچھی جنت تو میں بھی بنا سکتا ہوں۔

پھر اس نے اس منصوبے پر باقاعدہ عمل شروع کر دیا ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کو اس کام پر لگا دیا۔ دنیا کے کونے کونے سے سونا' چاندی' جواہرات اور خزانے جمع کیے عدن پہاڑ کے نزدیک ایک نہایت وسیع رقبے پر جنت کی تعمیر شروع کر دی۔ بنیادیں اتنی گہری کھدوائیں کہ پانی نکل آیا انکو سنگ سلیمانی سے بھر دیا پھر ان بنیادوں پر سونے اور چاندی کی اینٹوں سے چنائی شروع کر دی۔

دیواروں کی بلندی پانچ سو گز رکھی گئی دیواریں اس قدر چمک دار تھیں کہ سورج کو بھی شرماتی تھیں۔ اس چار دیواری میں ایک ہزار محل تعمیر کرائے ہر محل میں ایک ہزار ستون کھڑے کیے اور ہر ستون پر قیمتی جواہرات سے مینا کاری کی گئی۔

اس احاطے میں ایک خوبصورت نہر بنوائی اور ہر محل میں حوض اور چوبچے تیار کرائے۔ ہر محل میں ہمیشہ ابلنے والے فوارے نصب کرائے۔

نہر کے کنارے مصنوعی خوبصورت درخت لگوائے جن کی جڑیں سونے

کی شاخیں اور پتے زمرد کے اور پھل پھول بیچ موتیوں اور سرخ یاقوت کے بنا کر لٹکائے گئے۔ دور دراز سے اس جنت میں خوبصورت اور خوش آواز جانور لائے گئے۔

چوکیداروں کے لیے ایک ہزار چبوترے بنوائے جن کی اینٹیں سونے اور چاندی کی تھیں ساری جنت میں خصوصی قالین بچھائے گئے۔

جگہ جگہ خوبصورت باغ، پھل دار درخت لگائے، جگہ جگہ صوفے رکھوائے گئے۔ حوروں کے لیے خوبصورت مسہریاں تیار کروائیں اور انکے لیے ہزاروں قسم کے لباس تیار کرائے۔ ساری روئے زمین سے خوبرو باکرہ لڑکیاں منگوا کر انھیں وہاں آباد کیا میٹھے پانی، شراب، شہد اور دودھ کی نہریں جاری کروائیں۔

تمام روئے زمین سے ہر قسم کے پھل فروٹ جمع کر کے میزوں پر سجا دیئے گئے۔ غرض اس طرح اس نے تین سو سال لگا کر ایک بے مثل جنت تعمیر کرائی جب ہر طرح سے اس جنت کی تکمیل ہو گئی تو وہاں امراء وزراء کو بھیجا کہ میرے استقبال کی تیاریاں مکمل کرو۔

پھر اپنی فوج کو لیکر بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ اس جنت کا معائنہ کرنے چلا علماء کرام جو اس کو سمجھاتے تھے انھیں بھی ساتھ لیا اور کہا کہ آؤ آج میری جنت بھی دیکھو بھلا یہ سب کچھ ہونے کے باوجود میں کسی کی عبادت کیوں کروں؟

چنانچہ اسی غرور تکبر کے ساتھ بڑی شان وشوکت سے جنت کی طرف جا رہا تھا۔ اسکا چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا شادیانے بج رہے تھے اس کا استقبال ہو رہا تھا جونہی اس جنت کے دروازے میں قدم رکھا ایک ہیبت ناک آواز سے بے ہوش ہو کر سواری سے دھڑام سے نیچے گرا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ اس وقت اسکی عمر نو سو سال تھی۔

آج وہ اپنے دل میں لاکھوں تمنائیں اور حسرتیں لیکر قضائے الٰہی سے مر گیا۔اور اپنی بنائی ہوئی جنت کو ایک نظر دیکھ بھی نہ سکا۔حتی کہ اس کی بے بسی پر حضرت عزرائیلؑ کو بھی ترس آ گیا۔

چنانچہ ایک دفعہ حق تعالٰی نے حضرت عزرائیلؑ سے سوال کیا کہ اے عزرائیل تو نے اتنے لوگوں کی جانیں قبض کی ہیں کیا تجھے کبھی کسی کی جان قبض کرتے ہوئے ترس بھی آیا؟

عزرائیلؑ نے عرض کیا بار الہا مجھے دو مرتبہ بڑا ہی رحم آیا۔ایک تو اس وقت جب ایک کشتی سمندر میں حادثے کا شکار ہو کر ٹوٹ پھوٹ گئی اس کے ایک تختے پر ایک عورت اپنے نوزائیدہ بچے کے ساتھ بیٹھی تیر رہی تھی۔وسیع سمندر میں اسکا کوئی پرسان حال نہ تھا اور نہ ہی اس تختے کے کنارے لگنے کی امید تھی کہ تو نے مجھے حکم دیا کہ اس ماں کی روح قبض کر لی جائے۔

بچہ ماں کے سینے سے چمٹا ہوا تھا کہ میں نے تیرا حکم مان کر اس کی ماں کی روح قبض کر لی مجھے بڑا ترس آیا کہ اب اس بچے کا کیا بنے گا' اس کی خبر گیری کون کرے گا؟ دوسرا مجھے اس شداد بادشاہ کی روح کو قبض کرتے ہوئے بھی ترس آیا کہ اس نے اتنی بڑی مدت میں اتنا بڑا خرچ کر کے اتنی بڑی جنت تیار کرائی۔اور ابھی اس نے اس جنت کو ایک نظر دیکھا بھی نہ تھا کہ تو نے حکم دے دیا اس کی روح قبض کر لی جائے اور میں نے لاکھوں کے مجمع میں اس کی روح قبض کر لی اور وہ ذلت کے ساتھ منہ کے بل آ گرا۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اے عزرائیل! تو جانتا ہے کہ وہ بچہ کون تھا اور اس کا کیا بنا؟ حضرت عزرائیل نے نفی میں جواب دیا تو حق تعالٰی نے بتایا کہ وہی بچہ بڑا ہو کر شداد بادشاہ بنا۔ میں نے اسے اپنی قدرت سے پالا' مال و دولت دیا'

روئے زمین کی حکومت دیکر اس بے وارث کو ہر قسم کے خزانوں کا وارث بنایا۔ اس نے تکبر کیا اور غرور میں آ کر خدائی کا دعویٰ کر کے میرے مقابلے پر اتر آیا تو میں نے اس کو اوندھے منہ گرا دیا اور ہلاک کر دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) دنیا دھوکے کا سامان ہے۔

(۲) تکبر اور غرور کا نتیجہ برا ہی ہوتا ہے۔

(۳) شداد اور اس کی ماں کا عجیب واقعہ۔

(۴) ایسی بے بسی کی موت کہ عزرائیل کو بھی ترس آ گیا۔

(۵) مال و دولت، حشمت و جاہ کامیابی کی دلیل نہیں ہے۔

## ۱۶۹ :۔ میری والدہ چھپٹیوں سے آگ جلاتی ہیں۔

حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بصرہ کی ایک گلی میں جا رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کچھ لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے ہیں۔

وہاں قریب ہی میں نے ایک لڑکے کو علیحدگی میں کھڑا دیکھا جو زار و قطار رو رہا تھا۔ میں سمجھا کہ شاید یہ غریب ہے اس کے پاس اخروٹ اور بادام نہیں ہیں اس لیے رو رہا ہے۔

میں نے اس پر ترس کرتے ہوئے کہا کہ میرے ساتھ آ، میں تجھ کو بادام اور اخروٹ خرید کر دیتا ہوں پھر تو بھی انکے ساتھ کھیلنا۔

لڑکے نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور کہا کہ اے بے وقوف کیا ہم

کھیل کے واسطے پیدا ہوئے ہیں؟ میں نے کہا پھر کس لیے پیدا ہوئے ہیں؟ وہ کہنے لگا علم حاصل کرنے کے لیے اور عبادت کرنے کے لیے۔

میں اس کی بات سن کر حیران رہ گیا اور اس سے پوچھا کہ یہ بات تو نے کہاں سے معلوم کی ہے؟ وہ فوراً بولا کہ یہ تو قرآن مجید کے اندر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

**افحسبتم انما خلقنا کم عبثا و انکم الینا لاترجعون** ۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمہیں فضول اور بیکار پیدا کیا گیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟

حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بچے سے عرض کیا کہ بیٹا تو تو بڑا حکیم اور دانا معلوم ہوتا ہے مجھے کوئی نصیحت کر۔ تو اس نے میرے سامنے عربی کے چند اشعار پڑھے جن میں سراسر دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر کا ذکر تھا۔

پھر اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور اپنے اللہ کو پکارا ''اے وہ پاک ذات کہ اسی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے اے وہ پاک ذات کہ جس سے امید باندھنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا'' وہ یہ دعاء بھی مانگ رہا تھا اور اس کے رخساروں پر آنسوؤں کی لڑی جاری تھی۔ حتیٰ کہ یہ دعاء مانگتے مانگتے وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گیا۔

میں نے اسے محبت سے اٹھایا اسکا سر اپنی گود میں رکھا اور اس کے منہ سے مٹی وغیرہ صاف کی جب اس لڑکے کو ہوش آیا تو میں نے اس کی تسلی کے لیے کہا کہ بیٹا! ابھی سے تم اتنے خوف میں کیوں مبتلا ہو گئے ہو۔ ابھی تو تم بچے ہو، ابھی تو تمہارے نامہ اعمال میں کوئی گناہ بھی نہیں ہے تم نے اللہ کے عذاب سے اسقدر کیوں ڈرنا شروع کر دیا۔

تو اس نے اپنا سر جھٹک لیا اور کہنے لگا۔ میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ چولہے میں آگ جلانے لگتی ہے تو پہلے چھوٹی چھپٹیاں ہی چولہے میں رکھتی ہے اس کے بعد بڑی لکڑیاں رکھتی ہے مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ میں نہ رکھ دیا جاؤں حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ حکیمانہ بات سن کر میرے اوپر بڑا اثر ہوا۔

پھر اس سے میں نے مزید نصائح کے لیے کہا تو اس نے پھر مجھے چند نصیحتیں کیں جن کو سن کر مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور میں بے ہوش ہوگیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا جا چکا تھا۔ میں نے دوسرے لڑکوں سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون تھا، تو انھوں نے بتایا کہ یہ بچہ خاندان سادات میں سے ہے سیدنا حضرت حسینؓ کی اولاد میں سے ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ پھر تو واقعی اسے ایسا ہی ہونا چاہیے۔

**نتائج:۔**

(۱) سیدنا حسینؓ اور انکی اولاد کی عظمت۔

(۲) بچے پر اللہ تعالیٰ کے خوف کا اثر۔

(۳) ہم اللہ کی عبادت کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔

## ۱۷۰ :۔ میں رسول اللہ ﷺ کا راز نہ کھولنا چاهتا تھا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میری بیٹی حفصہ بیوہ ہوئی تو میں اس فکر میں لگ گیا کہ کہیں اس کا نکاح کردوں۔

میں نے حضرت عثمان غنیؓ سے بات کی کہ اگر آپ چاہیں تو حفصہ سے نکاح کرلیں، تو انھوں نے کہا سأ نظر فی امری کہ اس معاملہ میں میں سوچ کر بتاؤں گا۔

چند دن میں نے انتظار کیا تو حضرت عثمان غنیؓ نے جواب دیا کہ میں ان دنوں میں شادی نہیں کرنا چاہتا لہذا آپ کسی اور سے رابطہ کرلیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت ابو بکرؓ سے رابطہ کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ابھی میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کچھ دنوں کے بعد ملنا۔

حضرت ابو بکرؓ سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو انھوں نے پھر اسی طرح معاملہ التواء میں ڈال دیا کہ میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بڑا دکھ ہوا کہ حضرت ابوبکر نہ ''ہاں'' کرتے ہیں نہ ''نہ''۔

یہاں تک کہ تھوڑے عرصہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حفصہؓ کا رشتہ طلب کیا میں نے اب حضرت ابوبکرؓ سے ساری بات عرض کی تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ شاید حفصہ کا رشتہ طلب کریں۔ کیونکہ ایک دفعہ آپ نے اسکا ذکر کیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر مجھے پہلے ہی بتا دیا ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ لم اکن افشی سر رسول اللہ کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا اگر آپؐ اس رشتہ سے انکار کر دیتے تو پھر بے شک میں اسے قبول کر لیتا۔

**نتائج:-**

(۱) بیوہ کی شادی کی فکر کرنی چاہیے۔

(۲) رازدار رسول حضرت ابوبکرؓ کی محبت رسولؐ۔

(۳) دوست کو دوست کا راز رکھنا چاہیے۔

## ۱۷۱ :- جا تو اللہ کے نام پر آزاد ہے

امیر المومنین سیدنا حضرت علیؓ نہایت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔

ایک دفعہ آپؓ نے ایک غلام کو آواز دی مگر وہ حاضر نہ ہوا۔ آپؓ نے پھر دوسری مرتبہ اس کو بلایا اور آواز دی لیکن وہ پھر بھی حاضر خدمت نہ ہوا۔

آپ بڑے حیران ہوئے۔ حتیٰ کہ پھر آپ نے تیسری مرتبہ بلایا تو وہ پھر بھی حاضر نہ ہوا۔ تو آپؓ خود اٹھ کر اس کے کمرے میں چلے گئے دیکھا کہ وہ لیٹا ہوا ہے اور جاگ رہا ہے۔

آپؓ نے اس سے پوچھا اما سمعت ندائی یا غلام کہ اے غلام کیا تو نے میری آواز نہیں سنی؟ تو اس نے کہا نعم سمعت کہ جی ہاں میں نے آپ کی آواز سنی ہے آپؓ نے پوچھا ما حملک علی ترک جوابی پھر تو نے مجھے اسکا جواب کیوں نہیں دیا؟

وہ غلام کہنے لگا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آپ کے اخلاق عالیہ کیوجہ سے آپ کی سزا سے بے فکر ہوں اس لیے میں نے سستی کی اور جان بوجھ کر جواب نہ دیا۔ حضرت علیؓ پر اس کی بات کا اتنا اثر ہوا کہ آپ نے فوراً فرمایا۔

انت حر لوجه الله واعتقه

کہ تو اللہ کی رضا کے لیے آج سے آزاد ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت سیدنا علیؓ کے اخلاق عالیہ۔

(۲) غلام کی سستی کیوجہ آپ کی طبیعت کی نرمی تھی۔

(۳) غلام آزاد کرنا بڑی نیکی ہے۔

## ۱۷۴ :۔ ہم نے معاف کر دیا۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عمرؓ کے دور کا واقعہ ہے کہ تین نوجوان ایک شخص کو پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ۔

**ھذا الرجل قتل والدنا** کہ اس شخص نے ہمارے والد کو قتل کیا تھا۔ ہم نے اس کو بہت تلاش کیا آخر آج ہم نے اس کو ڈھونڈھ کر پکڑ لیا۔

حضرت عمرؓ نے اس بارے میں اس شخص سے پوچھا تو اس نے قتل کا اقرار کر لیا۔ اب اسکا ایک ہی فیصلہ تھا کہ وہ شخص قصاص میں قتل کیا جائے۔ مگر جب آپؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو وہ عرض کرنے لگا کہ مجھے کم از کم تین دن کی مہلت دیجئے، میں پردیسی ہوں میرے بال بچوں کو فکر رہے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں نے ایک جگہ خزانہ دفن کر رکھا ہے جس کا میرے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ آپ مجھے تین دن کی مہلت دیں تاکہ میں اپنے بچوں کو خزانے کا پتہ بتا کر آؤں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو ایک قاتل ہے تجھے قصاص میں قتل ہونا ہے۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ تو جائے اور مڑ کر نہ آئے اس لیے تو اپنی جگہ کوئی ضامن دے۔

اس نے کہا کہ یہاں تو میرا کوئی جاننے والا بھی نہیں ہے۔

پھر اس نے مجمع میں دیکھا اور حضرت ابوذر غفاریؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بزرگ میری ضمانت دیں گے۔ اگرچہ میں انکو نہیں جانتا لیکن امید ہے کہ یہ میری ضمانت دیں گے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا تو انھوں نے اقرار کرلیا کہ میں ضامن ہوں۔

وہ شخص سواری پر سوار ہوا اور اپنے گھر چلا گیا۔

تیسرے دن وقت مقررہ پر سب صحابہؓ جمع تھے مقتول کے ورثاء بھی موجود تھے اور سب لوگ منتظر تھے کہ وہ قاتل ابھی نہیں آیا۔ جب دن کا کافی حصہ گزر گیا تو صحابہ کرامؓ کو تشویش ہوئی کہ آج اس کے وعدے کا آخری دن ہے اگر آج وہ نہ آیا تو اس کے بدلے میں حضرت ابوذر غفاریؓ کو گرفتار کر کے قتل کیا جائے گا۔

خود حضرت عمرؓ اس صورت حال سے سخت پریشان تھے۔

سورج غروب ہونے کو تھا کہ وہ شخص سواری پر سوار تیزی سے وہاں پہنچ گیا۔ وعلیہ غبار الطریق واجهاد السفر اس کے وجود پر سفر کا غبار اور مشقت کے آثار تھے اور آتے ہی اس نے معذرت کی کہ میں کچھ وجوہات کی بناء پر لیٹ ہو گیا ہوں۔ اس کے اس طرح آنے پر سب اہل مجلس حیران ہوئے حتی کہ حضرت عمرؓ نے حیران ہو کر اس سے سوال کیا لم حضرت وقد کان بامکانک ان تھرب؟ کہ تو اس طرح کیسے حاضر ہو گیا جب کہ ممکن تھا کہ تو روپوش ہو جائے اور بھاگ جائے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ خوفاً من ان یقال ذهب اهل الوفاء بالوعد اس خوف سے حاضر ہو گیا ہوں کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ وعدہ کر کے پورا کرنے والے دنیا سے ناپید ہو گئے ہیں؟

پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے سوال کیا کہ لماذا ضمنته ولم تک تعرفه جب آپؓ اس کو جانتے نہ تھے تو آپ نے اس کی ضمانت کیوں اٹھائی؟

آپؓ نے جواب دیا خوفاً من ان یقال ذهب اهل المروءة والکرم اس خوف سے ضمانت اٹھائی تھی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ احسان ومروت کرنے والے دنیا سے چلے گئے۔

مقتول کے بیٹوں نے جب یہ بات سنی تو فوراً بول اٹھے۔ ونحن عفونا وتسامحنا حتی لا یقال ذهب اهل العفو عند المقدرة کہ ہم نے اپنے باپ کے قاتل کو معاف کر دیا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ طاقت رکھنے کے باوجود معاف کرنے والے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اس عجیب صورت حال سے سب لوگ دنگ رہ گئے اور اس شخص کو آزاد کر دیا گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) ایفائے عہد کا درس۔

(۲) احسان ومروت کی ترغیب۔

(۳) قدرت رکھتے ہوئے معاف کرنے کی عظمت۔

## ۱۷۳ :۔ اس کی گواہی میں دیتا ہوں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ بازار میں ایک اعرابی سے گھوڑے کا سودا کیا، آپؐ کے پاس اسوقت رقم نہ تھی آپؐ نے اسے فرمایا کہ میرے ساتھ آؤ میں تجھے گھر سے رقم اٹھا کر دیتا ہوں۔

وہ اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا آپ ذرا تیز چلے کہ جلدی سے رقم اٹھاؤں۔ بازار میں سے کسی اور آدمی نے اس اعرابی سے گھوڑے کا سودا کیا اور آپ ؐ کی نسبت زیادہ رقم بتا دی تو وہ اعرابی فوراً بدل گیا اور آپ کو زور سے کہنے لگا کہ اگر گھوڑا لینا ہے تو بتاؤ ورنہ میں کسی اور کو دے دوں؟

آپ ؐ اس کی طرف مڑے اور فرمایا کہ گھوڑے کا تو تو نے مجھ سے سودا کر لیا ہے اب تو صرف رقم دینا باقی ہے۔

اعرابی مکر گیا اور کہنے لگا واللہ مابعتک کہ اللہ کی قسم میں نے آپ سے سودا نہیں کیا۔

اب لوگوں نے اس اعرابی کو سمجھانا شروع کر دیا کہ اللہ کے رسول ؐ جھوٹ نہیں بولتے یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ اعرابی نے کہا اگر آپ سچے ہیں تو کوئی گواہ لائیں کہ میں نے گھوڑا آپ کو بیچ دیا ہے۔ هلم شهيدا يشهد انى بعتک اب گواہی کون دے؟ سودا تو آپ نے اس سے علیحدگی میں کیا تھا۔

اعرابی بار بار یہی کہہ رہا تھا گواہ لاؤ، گواہ لاؤ۔

اچانک وہاں مشہور صحابی رسول حضرت خزیمہ بن ثابت ؓ پہنچ گئے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس اس طرح جھگڑا ہے۔ آپ ؓ فوراً سامنے آ گئے اور فرمایا انا اشهد انک قد بعت کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا آپ کو بیچ دیا ہے۔

گواہی ہو گئی اعرابی کا مطالبہ پورا ہو گیا، اور آپ ؐ نے رقم دے کر گھوڑا لے لیا۔

بعد ازاں آپ ؐ نے حضرت خزیمہ ؓ سے سوال کیا کہ بم تشهد کہ تو نے گواہی کیسے دی جبکہ تو موقع پر موجود ہی نہ تھا۔

حضرت خزیمہؓ نے جواب دیا بتصدیقک یا رسول اللہ، یارسول اللہ آپ کی بات سن کر میں نے گواہی دی ہے۔ کیونکہ آپ کی صداقت مسلم ہے۔

انا اصدقک بخبر السماء آپ نے تو ہمیں آسمان کی خبریں دیں تو ہم نے تصدیق کر دی جنت و دوزخ کو مان لیا۔ بھلا آج اس معمولی بات کی تصدیق کیوں نہ کی جائے۔

حضرت خزیمہؓ کے بھاگ جاگ پڑے اور آپؐ نے اعلان فرما دیا کہ آج سے ایک خزیمہؓ کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہے۔

جس مقدمہ میں خزیمہؓ اکیلا گواہی دے دوسرے گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اب صحابہؓ میں حضرت خزیمہؓ کا لقب پڑ گیا۔ ذوشھادتین کہ دو گواہیوں والے۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت خزیمہؓ کا ایمان ویقین۔

(۲) حضرت خزیمہؓ کا مرتبہ وشان۔

(۳) گواہی کے لیے ضروری نہیں کہ دیکھ کر دی جائے۔

(۴) ہمیں بھی آپؐ کے اقوال پر اس شان سے یقین رکھنا چاہیے۔

## ۱۷۴ :- یہ صفیہ میری بیوی ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ مسجد نبوی میں معتکف تھے۔ عشاء کے بعد آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہؓ آپ سے کوئی بات کرنے مسجد میں تشریف لائیں۔ رسول اللہ ﷺ مسجد کے کنارے پر کھڑے ان سے بات فرما رہے تھے کہ دو صحابہ کا وہاں سے گزر ہوا۔

وہ دونوں صحابہؓ اس خیال سے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت صفیہؓ سے کوئی بات فرما رہے ہیں جلدی سے گزرے۔ آپؐ نے ان دونوں کو بلا لیا اور فرمایا "علی رسلکما" کہ ٹھہر جاؤ۔ وہ صحابہ کرامؓ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا انها صفية بنت حيي کہ یہ عورت صفیہ بنت حیی میری بیوی ہے اور فرمایا اب تم جا سکتے ہو۔

صحابہ کرامؓ بڑے حیران ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھلا ہم آپ کے بارے میں ایسی بات سوچ سکتے ہیں؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شراً. کہ شیطان انسان کی رگوں میں اسی طرح دوڑتا ہے جس طرح خون دوڑتا ہے مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں میرے بارے میں شک وشبہ ڈال کر تمہارا ایمان نہ ضائع کر دے۔

**نتائج:-**

(۱) شیطان ہر لحاظ سے حملہ کرتا ہے۔

(۲) مواضع تہمت سے بچنا چاہیے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کی حکیمانہ بات۔

(۴) آپؐ کے بارے میں ادنیٰ وسوسہ بھی خرمن ایمان کو تباہ کر دیتا ہے۔

## ۱۷۵ :- یهی رسول اللهؐ کی میراث هے۔

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ مدینہ منورہ کے بازار میں جا رہے تھے بازار

میں سب لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول تھے۔

آپؓ نے اچانک زوردار آواز میں فرمایا۔ یا اھل السوق ما اعجزکم اے بازار والو جلدی کرو جلدی کرو۔ لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت کیا بات ہے؟ آپؓ نے فرمایا۔ ذاک میراث رسول اللہ ﷺ یقسم فی المسجد و انتم ھھنا الاتذھبون فتأ خذ و انصیبکم کہ رسول اللہ ﷺ کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو جلدی کرو میراث رسولؐ سے اپنا حصہ لے لو۔

سب لوگ مسجد کی طرف دوڑ پڑے کہ شاید رسول اللہ ﷺ کی اشیاء میں سے کوئی چیز ہمیں بھی مل جائے۔

ابوہریرہؓ ابھی وہاں ہی کھڑے تھے کہ وہ لوگ مسجد سے ہو کر واپس آ گئے اور کہنے لگے کہ حضرت! ہم تو مسجد میں گئے وہاں تو کوئی شئے تقسیم نہیں ہو رہی تھی۔

آپؓ نے پوچھا ما رأیتم فی المسجد احدا کہ کیا تم نے مسجد میں کسی کو نہیں دیکھا؟ انھوں نے کہا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھ رہے تھے اور قرآن و حدیث کے مسائل سمجھ رہے تھے اور سمجھا رہے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا۔ ویحکم فذاک میراث محمد افسوس ہے کہ تم سمجھ نہ سکے، یہی تو رسول اللہ ﷺ کی میراث ہے رسول اللہ نے کوئی درہم و دینار تھوڑے ہی چھوڑے ہیں آپ نے تو علم چھوڑا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱)　حضرت ابوہریرہؓ کا عجیب انتباہ۔

(۲)　آپ کی اصل میراث قرآن و حدیث کی تعلیم ہے۔

(۳)　آپؐ نے دنیا کے مال و متاع کا کسی کو وارث نہیں بنایا۔

(۴)　العلماء ورثۃ الانبیاء اسی قبیل سے ہے۔

## ۱۷۶ :- اپنا مال اپنے پاس رکھ

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک برص کا مریض تھا جس کے پورے وجود پر برص کے نشانات تھے اور لوگ اس سے اس وجہ سے دور بھاگتے تھے۔

دوسرا گنجا تھا جس کے سر پر ایک بال بھی نہ تھا لوگ اس سے اس وجہ سے نفرت کرتے تھے۔ تیسرا اندھا تھا جس کا کوئی بھی پرساں حال نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو آزمانے کا فیصلہ کیا تو انکے ہاں ایک فرشتہ بھیجا۔ آدمی کی صورت میں وہ فرشتہ سب سے پہلے برص والے کے ہاں آیا اور اس سے سوال کیا ای شئی احب الیک؟ کہ تیری سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ اس نے جواب دیا لون حسن وجلد حسن کہ میرا رنگ ٹھیک ہو جائے اور مجھے حسین جلد مل جائے۔

فرشتہ نے اس کے وجود پر ہاتھ پھیرا تو اللہ کی قدرت سے اس کی وہ ساری بیماری دور ہو گئی اور وہ بالکل اچھا بھلا خوبصورت نظر آنے لگا۔ پھر فرشتے نے دوسرا سوال کیا ای المال احب الیک کہ کون سا مال تجھے پسند ہے۔ اس نے کہا مجھے اونٹ پسند ہیں فرشتہ نے اسے ایک اونٹنی لا کر دی اور دعا دی کہ بارک اللہ لک فیھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس اونٹنی میں برکت ڈالے اور اس سے اجازت لیکر وہ فرشتہ رخصت ہو گیا۔

پھر دوسرے آدمی کے پاس گیا جو گنجا تھا اور اس سے پوچھا "ای شئی احب الیک" کہ تیری خواہش کیا ہے؟ اس نے جواب دیا شعر حسن کہ میرے سر پر خوبصورت بالوں کا اگ آنا میری سب سے بڑی تمنا ہے۔ تا کہ لوگ

مجھے گنجا سمجھ کر نفرت نہ کریں فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین بال عطا فرما دیے۔ اب فرشتہ نے سوال کیا کہ تجھے کون سا مال پسند ہے اس نے جواب دیا کہ مجھے گائیں پسند ہیں۔ فرشتہ نے اسے ایک گائے لا کر دی اور برکت کی دعا کی اور رخصت ہوا۔

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے سوال کیا ای شئی احب الیک کہ تجھے کیا پسند ہے اس نے جواب دیا ان یرد اللہ علی بصری کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری نظر واپس لوٹا دے۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ بینا ہو گیا اللہ نے اس کی نظر لوٹا دی پھر سوال کیا کہ تو مال کونسا پسند کرتا ہے؟ تو وہ بولا الغنم کہ مجھے بکریاں پسند ہیں تو فرشتے نے اسے ایک بکری دی اور برکت کی دعا دیکر رخصت ہوا۔

کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال میں اتنی برکت پیدا فرمائی کہ جانوروں سے وادیاں بھر گئیں۔

ابرص کے پاس اونٹ اتنے ہو گئے کہ ایک پوری وادی ان سے بھر گئی۔

گنجے کے پاس گایوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا کہ وادی بھر گئی اور اندھے کے پاس بکریاں لاتعداد جمع ہو گئیں۔

اب وہ فرشتہ وہی انسانی شکل بنا کر انکے پاس حاضر ہوا۔ سب سے پہلے برص والے کے ہاں گیا اور کہنے لگا کہ میں ایک مسکین مسافر ہوں بڑی دور جانا ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے اس اللہ کے نام پر جس نے تجھے بہترین رنگ اور خوبصورت جلد عطا فرمائی ہے ایک اونٹ دے دے تاکہ میں اس پر سوار ہو کر اپنی منزل تک پہنچ سکوں۔ تو اس نے ایک اونٹ دینے سے صاف انکار کر دیا۔

پھر فرشتہ نے اسے وہ وقت یاد دلایا جبکہ وہ برص کے مرض کا شکار تھا۔ اور

کہا کہ آپ وہی تو ہیں جو پہلے اس طرح مریض تھے پھر اللہ نے شفاء عطا فرمائی اور یہ مال اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا۔

برص والے نے اس فرشتہ کو پہچاننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ مال تو مجھے باپ دادا کی وراثت سے ملا ہے یہ تو میری محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے میں تو کبھی ابرص نہ تھا اور نہ ہی کبھی فقیر و غریب تھا۔

فرشتہ نے بددعا دی اور کہاان کنت کاذبا فاللہ یصیرک الی ماکنت کہ اگر تو جھوٹ بول رہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔

تو اس طرح اس کی وہ بیماری عود کر آئی اور اسکا مال و متاع سب ختم ہو گیا آناً فاناً جیسا تھا ویسا ہو گیا۔

پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے اسی طرح ایک گائے کا سوال کیا اس نے بھی تکبرانہ انداز میں وہی جواب دیا۔ فرشتہ نے یاد دلایا کہ تو وہی تو ہے جو گنجا تھا اور غریب تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے صحت بھی عطا فرمائی اور مال بھی عطا فرمایا تو اس نے بھی اس بات کا انکار کر دیا اور اس فرشتہ کے سامنے صاف مکر گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تجھے جانتا بھی نہیں یہ مال تو مجھے باپ دادے کی وراثت میں ملا ہے۔ فرشتے نے اسکو بھی بددعا دی اور کہاان کنت کاذبا فاللہ یصیرک الیٰ ماکنت چنانچہ فرشتہ کی بددعاء کی وجہ سے اس کی وہ بیماری فوراً واپس آ گئی اور سب مال مویشی فوراً مر گئے اور وہ کف افسوس ملتا رہ گیا۔

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں ایک غریب پردیسی ہوں جس اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ نظر دی اور مال دیا اس کے نام پر کچھ دے دے۔

تو وہ اندھا بولا کہ بے شک میں اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور مجھے بینائی عطا فرمائی اور بے شک میں فقیر وغریب تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ سارا مال مجھے دیا ہے اور آج تو اس اللہ کے نام پر مانگ رہا ہے۔ فخذ ماشئت ودع ماشئت میرا سب مال حاضر ہے جتنا چاہے لے لے جتنا چاہے چھوڑ دے میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔

اب فرشتہ نے جواب دیا کہ امسک علیک مالک تو اپنا مال اپنے پاس ہی رکھ۔ مجھے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ میں انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہوں، میں تو تمہیں آزمانے کے لیے آیا تھا اللہ تعالیٰ تیرے اوپر راضی ہو گیا اور تیرے دو ساتھیوں پر اللہ کا غضب اور ناراضگی نازل ہوئی۔

**نتائج:-**

(۱) انسان کو اللہ تعالیٰ کی ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔
(۲) مال آجانے سے انسان اپنی سابقہ حالت بھول جاتا ہے۔
(۳) بخل اور کنجوسی کا انجام بد۔
(۴) اعتراف حقیقت اور شکر کا بہترین ثمرہ۔
(۵) ہمیشہ متفکر رہنا چاہیے کہ کہیں ہمیں بھی اسی طرح آزمایا نہ جا رہا ہو۔

## ۱۷۷ :- کھجور کا خشک تنا اور عشق نبویؐ

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ مسجد نبوی میں جب خطبہ

کے لیے کھڑے ہوتے تو کھجور کے خشک تنے کے ایک ستون کا سہارا لیتے اور اس کے قریب کھڑے ہوتے۔

بعد میں جب صحابہ کرامؓ نے آپ کے لیے لکڑی کا منبر تیار کروا دیا تو آپؐ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ جونہی آپؐ ادھر بڑھے تو وہ ستون بلک بلک کر رونے لگا۔ صاحت النخلة صياح الصبي جیسے چھوٹا بچہ اپنی ماں کے فراق میں درد سے روتا ہے ایسے رونے لگا۔

صحابہ کرامؓ سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے' سب نے یہ منظر دیکھا اور اس کے رونے کی آواز سنی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ایسے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ستون اب پھٹ جائے گا حتى كادت ان تنشق آپؐ نے جب اس ستون کی یہ حالت دیکھی تو آپ منبر سے اتر کر اس کے پاس تشریف لے گئے۔

اس کے اوپر ہاتھ رکھا بلکہ اس کو سینے سے لگایا جونہی آپ نے اس کے ساتھ محبت کا یہ انداز اپنایا تو وہ ستون آہستہ آہستہ خاموش ہو گیا جیسے بچہ خاموش ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ میں اس ستون کا نام اسطوانہ حنانہ پڑ گیا۔ مسجد نبوی میں آج بھی اس کی جگہ جو ستون ہے اس کے اوپر اس کا نام اسطوانہ حنانہ لکھا ہوا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) آپؐ کا عجیب وغریب معجزہ۔

(۲) لکڑی کے ستون میں عشق نبوی کا اظہار۔

(۳) منبر نبوی کا ثبوت۔

## ۱۷۸ :- خوش آمدید اے عبداللہ

پیغمبر علیہ الصلوۃ السلام ایک دفعہ قریش کے روساء کے مجمع میں بیٹھ کر انہیں دعوت اسلام دے رہے تھے۔ چونکہ آپ کی شدید خواہش تھی کہ یہ لوگ اسلام قبول کرلیں اسلئے آپ پوری توجہ اور انہماک سے انہیں دعوت اسلام دے رہے تھے۔

اسی اثناء میں آپؐ کے ایک نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتومؓ وہاں تشریف لائے اور آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا اور آپ کی توجہ اپنی طرف کرنا چاہی اور زوردار آواز میں کہا یارسول اللہ **علمنی مما علمک اللہ** کہ اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جو علم دیا ہے مجھے بھی سکھائیں۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے انکے اس طرح مخل ہونے کو ناگوار سمجھا اور چیں بجبیں ہوئے اور انکی طرف توجہ نہ فرمائی۔

آپؐ کے پیش نظر یہ تھا کہ یہ تو اپنا ساتھی ہے۔ مومن ہے بعد میں بھی اس کو مسئلہ بتایا جا سکتا ہے اور یہ کفار آج بڑی مشکل سے میں نے جمع کئے ہیں شاید ان میں سے کوئی اسلام لے آئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس بے التفاتی کو بھی ناگوار سمجھا اور وحی فرمائی۔

**عبس و تولی ان جاءہ الأعمیٰ و مایدریک لعله یزکی اویذکر فتنفعه الذکریٰ** کہ محمد (ﷺ) ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ انکے پاس ایک نابینا آیا اور تمہیں کیا خبر کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام اس خدائی تنبیہ کے بعد انتہائی محتاط ہو گئے اور

جب بھی یہ نابینا صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؐ انکا استقبال کرتے، انکے لئے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے اهلا بمن عاتبني به ربي.
اے خوش آمدید جس کے بارے میں میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا۔

**نتائج:۔**

(۱) کسی کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔
(۲) ایک نابینا صحابی کا مقام اور درجہ۔
(۳) مسئلہ سمجھانے میں پہلے مؤمنین کا حق ہے۔
(۴) اللہ تعالیٰ کی عظمت شان اور جلالت۔

## ۱۷۹ :- زبان، دل اور آنکھوں کی حفاظت کر

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہؐ انی لا اصوم الا الشهر کہ میں صرف ایک مہینہ (ماہ رمضان) کے ہی روزے رکھتا ہوں اسکے سواء نفلی روزے نہیں رکھ سکتا۔ ولا اصلی الا الخمس اور صرف پانچ نمازیں ہی ادا کر سکتا ہوں انکے علاوہ دیگر نوافل ادا نہیں کرتا، باقی رہی میری مالی عبادت تو میرے پاس اتنا مال ہی نہیں کہ میں صدقہ، زکواۃ دوں یا حج کروں۔
آپؐ مجھے یہ ارشاد فرمائیں کہ این انا اذا مت؟ مرنے کے بعد میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ آپ نے فرمایا فی الجنة کہ تو جنت میں جائے گا۔

اس نے پھر سوال کیایا رسول اللہ معک؟ کہ کیا مجھے جنت میں آپکی سنگت نصیب ہوگی؟ یعنی میں تو نری جنت نہیں چاہتا بلکہ آپکا ساتھ چاہتا ہوں۔

فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ اس کی یہ بات سن کر ہنس پڑے اورفرمایانعم معی ان حفظت قلبک من اثنین ہاں تو میرے ساتھ ہی ہوگا جبکہ تو اپنے دل کو دو چیزوں سے پاک رکھے الغل والحسد کھوٹ اور حسد سے۔ و عینیک من اثنین اور اپنی آنکھوں کو دو چیزوں سے پاک رکھے النظر الی ماحرم اللہ تعالٰی وان تزدری بھما مسلما. اللہ تعالیٰ نے جس طرف نظر اٹھانے سے منع کیا ہے ادھر نظر نہ اٹھائے اور کسی مسلمان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔

ولسانک من اثنین اور اپنی زبان کو بھی دو چیزوں سے محفوظ رکھے الغیبة و الکذب غیبت اور جھوٹ سے۔

اگر تو ان باتوں پر کاربند رہا۔ دخلت معی فی الجنة تو تو میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔

**نتائج:۔**

(۱) صحابہ کرامؓ کی آپؐ سے محبت وعقیدت۔
(۲) دل، نظر اور زبان کی حفاظت ضروری ہے۔
(۳) نوافل فرائض کی تکمیل کیلئے ہیں۔
(۴) حقوق العباد کی اہمیت۔

# ۱۸۰ :- اے ابوبکر اللہ تیری مغفرت فرمائے۔

ایک دفعہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور حضرت ربیعہ اسلمیؓ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا سا ہو گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ربیعہؓ کو ایک نازیبا اور سخت کلمہ کہہ دیا وندم بعدھا سیدنا ابوبکر اسکے بعد حضرت ابوبکرؓ کو ندامت ہوئی اور ربیعہ سے کہنے لگے یا ربیعۃؓ ردعلی مثلھا حتی یکون قصاصاً جس طرح میں نے تجھے کہا ہے، تو بھی مجھے کہدے تاکہ ادلے کا بدلہ ہو جائے۔

ربیعہ بولے میں تو یہ کلمہ آپ کو نہیں کہہ سکتا۔

حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ کل قیامت کے دن میرا کیا بنے گا؟ اور ربیعہؓ کی منت سماجت کرنے لگے کہ بدلہ لے لے مگر وہ انکار ہی کرتے رہے۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لتقولن او لاستعدین علیک رسول اللہ. کہ یہ کلمہ تو مجھے کہدے ورنہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں جا کر تیری شکایت کروں گا۔ انہوں نے پھر بھی کہا ماانابفاعل کہ میں یہ بات نہیں کر سکتا۔

تو حضرت ابوبکرؓ شکایت لگانے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف چل پڑے۔

حضرت ربیعہؓ کے خاندان والے حیران رہ گئے کہ ابوبکرؓ نے ایک بات بھی کہہ لی اور الٹا شکایت لگانے بھی چل پڑے۔

حضرت ربیعہؓ ڈر گئے اور وہ بھی آپؓ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کیوں پیچھے جاتے ہیں؟ تو حضرت ربیعہؓ نے فرمایا کہ جانتے ہو ابوبکرؓ کا مقام کتنا ہے؟ ھذا ھو الصدیق یہ تو صدیق ہیں ھذا ثانی اثنین یہ ثانی اثنین ہیں ھذا ذو شیبة المسلمین یہ تمام مسلمانوں میں بوڑھے بزرگ ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ یغضب رسول اللہ لغضبہ انکی ناراضگی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ناراض ہو جائیں فیغضب اللہ عزوجل لغضب رسولہ فیھلک ربیعہ. اور رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے تو ربیعہ تو ہلاک و برباد ہو جائیگا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سیدھے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپؐ نے ربیعہ سے پوچھا مالک والصدیق کہ تیرا اور صدیق اکبر کا کیا جھگڑا ہوا ہے؟ اب انہوں نے ساری بات بیان کر دی۔

اور عرض کیا کہ جو کلمہ صدیق اکبرؓ نے مجھے بولا ہے میں جرأت نہیں کر سکتا کہ بدلہ میں انکو وہی کلمہ بولوں۔

آپؐ نے فرمایا اگر تو وہ بات نہیں کہہ سکتا تو کم از کم ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے اتنا کہہ دے غفر اللہ لک یا ابابکر کہ اے ابوبکر اللہ تیری مغفرت فرمائے۔

حضرت ربیعہؓ نے یہ دعائیہ کلمات ابوبکرؓ کے حق میں کہے تو تب حضرت ابوبکرؓ کو سکون ہوا اور خوشی کے آنسو بہہ پڑے۔ اور اس طرح معاملہ رفع دفع ہوا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت ابوبکرؓ کا مقام عالی۔

(۲) حضرت ابوبکرؓ کا خوف خدا۔

(۳) دنیا میں ہی بدلہ ہو جائے تو بہتر ہے۔

(۴) زبان پر کنٹرول چاہیے۔

## ۱۸۱ :- کثرت مال کا انجام

نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری لوگوں میں اپنی عبادت وغیرہ کے لحاظ سے مشہور تھا۔ مسجد نبوی میں ہر وقت حاضر رہتا حتی کہ اسکا نام پڑ گیا حمامۃ المسجد کہ مسجد میں ہی کبوتر کیطرح رہائش اختیار کر لی ہے۔

خدا کی قدرت کہ اس فقیر کے دل میں مال کی محبت پیدا ہو گئی اور یہ کثرت مال کا شوق رکھنے لگا۔ ایک دفعہ اس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا یا رسول اللہ ادع اللہ ان یرزقنی مالا کہ اے اللہ کے رسول دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کثرت سے مال عطا فرمائے۔

آپ اس کی یہ بات سن کر سخت حیران ہوئے اور فرمایا ویحک یا ثعلبہ کہ اے ثعلبہ تیرے اوپر افسوس ہے کہاں تیرا فقر و فاقہ اور کہاں یہ حب مال۔

آپؐ نے سمجھایا کہ قلیل تؤدی شکرہ خیر من کثیر لا تطیقہ وہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کر سکے اس کثیر مال سے بہتر ہے جس کے شکریہ کی تو طاقت نہ رکھ سکے۔ مگر اسنے بار بار اصرار کیا' ہر وقت یہی درخواست کرتا کہ میرے لئے کثرت مال کی دعا فرمائیں۔

آپؐ نے پھر سمجھایا اور اپنی مثال بیان فرمائی اما ترضی ان تکون

مثل نبی اللہ کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ میری طرح فقر وفاقہ سے گزارا کرے؟ اللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ تعالے میرے لئے پہاڑوں کو سونا اور چاندی بنادے لیکن اے ثعلبہ کثرت مال کوئی اچھی چیز نہیں ہے الفقر فخری فقر ہی میرے لئے قابل افتخار ہے۔ اگر مال زیادہ ہو جائے تو ذمہ داریاں بھی بڑھ جائیں گی اور اسکا حق ادا کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

ثعلبہ نے وعدہ کیا والذی بعثک بالحق لئن دعوت اللہ فرزقنی مالاً لأعطین کل ذی حق حقہ کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کے سر پر نبوت کا تاج سجایا ہے اگر آپ میرے لیے کثرت مال کی دعاء فرمائیں اور اللہ تعالیٰ مجھے مال دے دے تو میں اس میں سے ہر حق دار کا حق ضرور ہی ادا کروں گا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لیے دعا فرمادی اللھم ارزق ثعلبة مالاً کہ اے اللہ ثعلبہ کو مال عطا فرما۔ آپ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کے پاس بھیڑ بکریاں جمع ہو گئیں۔ اور وہ بھیڑ بکریاں اس رفتار سے بڑھنے لگیں کہ لوگ حیران رہ گئے نمت کما ینمو الدود جس طرح چیونٹیاں اور کیڑے بڑھتے ہیں اس طرح اس کا ریوڑ بڑھنے لگا حتی کہ مدینہ منورہ کا شہر اس کے ریوڑ کے لیے تنگ نظر آنے لگا۔ اب وہ شہر چھوڑ کر گاؤں میں جا بسا اور اب مسجد نبوی میں اس کی آمد و رفت کم ہو گئی۔ صرف ظہر اور عصر کی نماز میں حاضر ہوتا اور باقی نمازوں میں حاضر نہ ہوتا۔

پھر رفتہ رفتہ یہ دو نمازیں بھی چھوٹ گئیں اور صرف جمعہ تک معاملہ رہ گیا۔ ہر جمعہ کو مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے آجاتا۔

حتیٰ کہ اسکا ریوڑ اور مال و متاع اس حد تک بڑھ گیا کہ اب ہر وقت اسی

کی دیکھ بھال میں لگا رہتا اور جمعہ میں بھی غیر حاضر رہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کی زیارت وملاقات سے بھی محروم ہو گیا۔

کبھی کبھی آپؐ اس کے حالات لوگوں سے پوچھتے تو لوگ بتاتے کہ مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے عبادات سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یاویح ثعلبه ' یا ویح ثعلبه ثعلبہ پر افسوس ہے۔

پھر جب قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئی خذ من اموالهم صدقة کہ آپؐ لوگوں کے اموال میں سے غرباء کے لیے زکوٰۃ وصول کریں تو آپؐ نے اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آدمی بھیجے مگر اب اس کی نیت خراب ہو چکی تھی۔ مال و دولت کی محبت دل میں راسخ ہو چکی تھی اور وہ زکوٰۃ دینے کے لیے بھی تیار نہ تھا۔ اس نے حیرانگی سے پوچھا کہ یہ زکوٰۃ کیا ہوتی ہے؟ ماارى الزكوٰة الاالجزية یہ تو مجھے جزیہ اور ٹیکس معلوم ہوتی ہے۔

انھوں نے اسے قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس مال میں سے اللہ کا حق اس کی رضا کے لئے تجھے ادا کرنا ہے لیکن وہ پھر بھی انکاری رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ ساری بات سنی تو افسوس کیا اور فرمایا یا ویح ثعلبه کہ ثعلبہ کی حالت پر افسوس ہے۔

حتی کہ اللہ تعالی نے ثعلبہ کی مذمت قرآن مجید میں فرما دی۔

و منهم من عاهد الله لئن آتانا من فضله لنصدقن ولكونن من الصالحين فلما اتا هم من فضله بخلوا به وتو لوا وهم معرضون.

منافقین میں بعض ایسے بھی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ عہد کیا کہ اگر ہمیں وہ اپنے فضل سے مال و دولت دے گا تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں

گے اور نیکوں کاروں میں ہوں گے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے مال دے دیا تو انھوں نے بخل کیا اور منہ پھیر لیا اور وہ روگردانی کرنے والے ہیں۔

ثعلبہ کے رشتہ داروں نے اسے ملامت کی اور کہا کہ اب تو تیرے بارے میں قرآن مجید کی آیات نازل ہو چکی ہیں۔

اب یہ ثعلبہ اپنا مال لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ میری طرف سے صدقہ قبول فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا ان اللہ منعنی ان اقبل منک صدقتک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ اب وہ کف افسوس ملنے لگا اور اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ سب کچھ تیرا اپنا کیا دھرا ہے اب میں کیا کر سکتا ہوں۔

ثعلبہ اس حالت میں اپنے ڈیرے پر چلا گیا اور اس کی بدبختی کہ رسول اللہ ﷺ اسی ناراضگی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اگلے سال پھر ثعلبہ اپنا مال لیکر خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے تیرا مال قبول نہیں کیا تو میں کس طرح قبول کر سکتا ہوں۔

پھر وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صدقہ لیکر حاضر خدمت ہوا آپؓ نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ اور انکے خلیفہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے یہ مال قبول نہیں کیا تو میں کس طرح قبول کر سکتا ہوں؟

حتی کہ یہ ثعلبہ اس طرح حضرت عثمانؓ کے دور میں انکی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے بھی اس کا مال قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ثعلبہ انہی کے زمانہ میں نامرادی اور ناکامی کی حالت میں مر گیا۔ اور توبہ سے محروم رہا۔

**نتائج:-**

(۱) کثرت مال کا برا نتیجہ۔

(۲) مال و متاع کیوجہ سے خدا اور رسول سے دوری ہوگئی۔

(۳) ثعلبہ کا عبرتناک انجام (اعاذ نا اللہ منہا)

## ۱۸۲ :- محنت میں برکت

ایک دفعہ حضرت سیدنا علیؓ اور انکے اہل خانہ شدید فاقہ میں مبتلا تھے۔ آپؓ اس پریشانی کے عالم میں کسی مزدوری وغیرہ کی تلاش میں نکلے تاکہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکیں۔

شہر سے باہر آپ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو کنویں سے پانی نکالنے کے لیے کسی مزدور کی تلاش میں تھی۔ آپؓ نے اس سے بات کی تو وہ ایک بڑے ڈول کے بدلے ایک کھجور دینے پر راضی ہوگئی۔ حضرت علیؓ نے اس کی ضرورت کے مطابق بیس ڈول کھینچ کر اس کے حوض میں پہنچا دیئے اور اس سے بیس کھجوریں وصول کر کے اپنے گھر کو لوٹے۔

راستہ میں پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے حال و احوال پوچھا۔ اور ان کھجوروں کے متعلق پوچھا جو انکے ہاتھ میں تھیں۔

حضرت علیؓ نے ساری بات بتائی۔ آپؐ نے جب انکے ہاتھ دیکھے تو وہ انتہائی سرخ اور پھٹے ہوئے نظر آئے۔ آپؐ کے پوچھنے پر حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ کنویں کی رسی سخت اور کھردری تھی اس وجہ سے ہاتھوں کی یہ حالت ہوگئی۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے ہاتھوں کو پکڑ کر بوسہ دے دیا اور اپنے چہرے پر پھیر لیا اور فرمایا تلک ید بار کھا اللہ یہ تو انتہائی برکت والے

ہاتھ ہیں جنھوں نے محنت اور مزدوری کی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ صرف ہاتھ نہیں بلکہ یہ کمائی بھی انتہائی مبارک ہے جو محنت کر کے حاصل کی گئی ہے اور اس چیز کی مزید اہمیت ظاہر کرنے کے لیے آپؐ نے فرمایا۔

یا علی اعطنی تمرة منها اتداوی بها کہ اے علیؓ ان کھجوروں میں سے ایک کھجور مجھے بھی دے دے تا کہ میں بھی اس مبارک کمائی سے فیض یاب ہو جاؤں۔

**نتائج:-**

(۱) محنت کرنے والا بڑا عظیم آدمی ہے۔
(۲) حلال کی کمائی کی برکت اور عظمت۔
(۳) صحابہ کرام محنت کو عار نہیں سمجھتے تھے۔
(۴) حضرت علیؓ کی عظمت شان۔

## ۱۸۳ :- آج اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو ......

ایک دفعہ سیدنا حضرت عمر بن الخطابؓ کو کہیں سے تورات کے کچھ اوراق ملے آپؓ یہ سوچ کر بڑے خوش ہوئے کہ یہ وہی تورات ہے جو سینکڑوں سال قبل حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔ اگر چہ اس میں تحریف ہو چکی ہے مگر کچھ باتیں درست بھی ہیں۔

تورات کے وہ اوراق لیکر حضرت عمرؓ خدمت نبوی میں حاضر ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دیکھیے نا مجھے یہ تورات کے اوراق ملے ہیں۔ اور ان

اوراق کو وہاں بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیا اور دوسروں کو بھی سنانا شروع کر دیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو ناپسند فرمایا اور آپ کا چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے سرخ ہو گیا۔

صدیق اکبرؓ بھانپ گئے اور حضرت عمرؓ سے کہنے لگے کہ دیکھو اللہ کے پیغمبر ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ اللہ تعالیٰ کی روشن کتاب قرآن مجید کے آجانے کے بعد بھی تورات پڑھنے کی کچھ گنجائش باقی رہ سکتی ہے؟ جب آخری پیغمبر آ گئے تو اگلی کتب منسوخ ہو گئیں اب حکم قرآن کا چلے گا اور محمدؐ ذی شان کا۔ پھر آپؐ نے بڑے زوردار الفاظ میں فرمایا۔

**لو کان موسیٰ حیا وادرک نبوتی ماوسع له الااتباعی** یہ تو تورات ہے آج اگر خود صاحب تورات پیغمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بھی زندہ ہو جائیں تو انکو بھی میری اتباع و پیروی کے بغیر نجات نہ ملے گی۔

حضرت عمرؓ خوف زدہ ہو گئے اور عرض کیا کہ میرا مقصد یہ نہ تھا بلکہ میں تو محض ایک انوکھی چیز سمجھ کر پڑھنے لگا تھا پھر عرض کیا **رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا و بالقرآن هدی و بمحمد نبیا**. کہ میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر اسلام کے سچا دین ہونے اور قرآن کے ہدایت ہونے پر اور حضرت محمدؐ کے نبی ہونے پر دل وجان سے راضی ہوں۔

**نتائج:۔**

(۱) قرآن کے آنے کے بعد سابقہ کتب منسوخ ہو گئیں۔

(۲) ان کتب کو پڑھنا اب ناجائز ہے۔

(۳) حضرت موسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں' زندہ نہیں ہیں۔

(۴) آپ اور قرآن کریم کی عظمت شان۔

## ۱۸۴ :- اب پانی کے پیالوں اور اناروں کا حساب دے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ لن ینجی احد کم عملہ کہ تم میں سے کسی کو محض اس کے اعمال نجات نہیں دے سکتے۔ جب تک اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا فضل اور مہربانی شامل نہ ہو۔یعنی رحمت خداوندی کی بہر حال احتیاج ہے۔

صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے عرض کیا ولا انت یارسول اللہ اے اللہ کے رسول کیا آپ کا بھی یہی معاملہ ہے؟ یعنی آپ کے اعمال تو انتہائی قیمتی اور پر اخلاص ہیں کیا محض وہ بھی نجات کے لیے کافی نہیں؟

آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں مجھے بھی نجات نہیں مل سکتی الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ جب تک اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت مجھے ڈھانپ نہ لے۔

حدیث شریف میں سابقہ امم کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک تبندہ انتہائی عبادت گزار اور مخلص تھا اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اگر تنہائی میں جا کر عبادت کروں جہاں میرے سوا اور کوئی نہ ہو تو میری عبادت ریا کاری سے پاک ہوگی اور خالص خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوگی۔

چنانچہ اس نے یہ سوچ کر شہر اور آبادی‘ سب اہل خانہ اور اقرباء کو چھوڑ دیا اور سمندر کی راہ لی۔ کشتیوں کے ذریعے سمندری سفر طے کرتے ہوئے ایک جزیرہ تک جا پہنچا۔ جہاں کسی قسم کی کوئی آبادی نہ تھی وہاں جا کر قیام کرلیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اس کو کوئی بھی دیکھنے

والا نہیں تھا۔

جب محض اللہ تعالیٰ کے توکل پر اس نے وہاں ڈیرہ لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کے کھانے پینے کا بھی انتظام فرما دیا۔ وہاں ایک میٹھا چشمہ جاری کر دیا جس سے وہ ہر روز ایک پیالہ پانی کا پی لیتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک انار کا درخت بھی اگا دیا جس سے وہ روزانہ ایک انار توڑ کر کھا لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو لمبی زندگی بھی عطا فرمائی۔ چنانچہ اس طرح اس نے پانچ سو سال تک بے ریاء عبادت کی۔

صبح سے شام تک' شام سے صبح تک عبادت ہی کرتا رہا۔

جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ اے اللہ نہ یہاں مجھے کوئی کفنانے والا ہے اور نہ دفنانے والا۔ مہربانی فرما مجھے سجدہ کی حالت میں موت دے دے تاکہ میں قیامت تک سجدہ ہی کی حالت میں پڑا رہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔ سجدہ کی حالت میں اس کو موت آ گئی۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سارا حساب چیک کیا اور فرمایا جا میرے بندے میں نے اپنی رحمت کے ساتھ تجھے بخش دیا ہے۔

یہ شخص جنت میں جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کام تو میرا بن گیا' جنت تو مل گئی۔ مگر عجیب بات ہے کہ اتنے سو سال کی عبادت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے تجھے اپنی رحمت سے بخش دیا ہے میرے اعمال وعبادات کا تو اللہ تعالیٰ نے ذکر ہی نہیں کیا اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہے سینے کے راز بھی جانتا ہے۔

فوراً فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے جنت کی بجائے جہنم کے علاقے میں لے

جاؤ اور خبردار جہنم کے قریب نہ لے جانا پانچ سو سال کی مسافت سے گزارنا۔

جب یہ وہاں سے گزرا تو جہنم کی گرمی وہاں بھی اتنی پہنچ رہی تھی جس کا برداشت کرنا اس کو مشکل تھا۔ لو اور گرمی کیوجہ سے اسکا سارا وجود خشک ہو گیا۔ زبان تالو سے لگ گئی۔ حلق خشک ہو گیا۔ شدید پیاس لگی اور بے اختیار پکارنے لگا **العطش العطش** مجھے تو شدید پیاس لگی ہے۔

اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ پانی کا ایک پیالہ لیکر آگے سے گزرا۔ اس نے فوراً پانی طلب کیا اور پانی کی طرف لپکا۔ فرشتے نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور کہا کہ یہ پانی ایسے مفت میں نہیں مل سکتا۔

یہ کہنے لگا وما ثمنه اس کی قیمت کتنی ہے؟ فرشتہ بولا اس کی قیمت درہم و دینار کی صورت میں تو نہیں ہے۔ اعمال کی صورت میں ہے۔ اور پانچ سو سال کی بے ریاء عبادت اس کی قیمت ہے۔ یہ فوراً بولا کہ پانچ سو سال کی عبادت تو میرے پاس ہے اگر تو وہ لینا چاہتا ہے تو لے لے مگر پانی کا پیالہ جلدی مجھے دے میں تو پیاس سے مر رہا ہوں۔

فرشتہ نے اس کے ساتھ سودا کر لیا اور پانی کا پیالہ دے دیا۔ پانی پی کر اس کے جسم میں جان آ گئی اور کچھ سکون ملا۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب میرے اس بندے کو دوبارہ میرے حضور پیش کیا جائے۔ جب یہ اللہ کے حضور پیش ہوا تو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا میرے بندے اب تو تو نے خود اپنی عبادت دیکر پانی لے لیا۔ وہ معاملہ تو اب برابر سرابر ہو گیا نہ کچھ لینا نہ کچھ دینا۔ اب مجھے یہاں کھڑے ہو کر ان سینکڑوں ہزاروں پیالوں کا حساب دے جو تو نے جزیرے کے اوپر پیئے تھے کہ انکے بدلے میں تو نے کیا کیا؟

مجھے ان ہزاروں اناروں کا حساب دے ان کا تو نے کیا شکریہ ادا کیا؟

مجھے اپنی زندگی، صحت، اعضاء و جوارح کا حساب دے کہ یہ سب میری نعمتیں ہیں ان نعمتوں کے بدلے کیا کیا؟

جزیرہ کی ٹھنڈی ہواؤں اور خوشگوار موسموں کا حساب دے۔ پھر تجھے توفیق عبادت تو میں نے ہی دی تھی اس کا حساب دے۔

اب یہ اللہ کا بندہ بات سمجھ گیا اور گڑگڑا کر عرض کرنے لگا کہ مولا میں مان گیا کہ محض اعمال نجات نہیں دے سکتے جب تک تیرا فضل اور مہربانی شامل نہ ہو۔

میں نے جو کچھ دل میں خیال کیا وہ مجھے معاف فرما دے اور میرے اوپر رحمت فرماتے ہوئے مجھے جنت میں جگہ دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس پر خصوصی رحمت کرتے ہوئے جنت میں بھیج دیا۔

**نتائج:-**

(۱) اعمال سے نجات نہیں ملتی بلکہ اللہ کے فضل سے ملتی ہے۔

(۲) اعمال سے دست کش نہیں ہونا چاہیے وہ بھی اللہ کا حکم ہے۔

(۳) اطاعت کی توفیق دینا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

(۴) اگر اللہ تعالیٰ عدل کرے تو پھر معاملہ مشکل ہے فضل کرے تو تب کام بنے گا۔

## ۱۸۵ :- جا اپنے بچوں کو ہی کھلا دے

رمضان المبارک کے مہینہ میں ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کرامؓ کے جلو میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی انتہائی خوف زدہ ہو کر حاضر ہوا

اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ھلکت واھلکت میں خود بھی برباد ہوا گھر والوں کو بھی برباد کیا۔

آپؐ نے اس سے معاملہ سے پوچھا تو عرض کرنے لگا وقعت امرء تی فی نھار رمضان وانا صائم۔ کہ میں نے روزے کی حالت میں رمضان کے مہینہ میں اپنے بیوی سے مقاربت کر لی۔ اب میرا کیا بنے گا؟

آپؐ نے اسے شرعی مسئلہ بتایا اور فرمایا کہ اب تجھے کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ لہذا تو ایک غلام آزاد کر۔ وہ عرض کرنے لگا کہ میں غلام کہاں سے لوں؟ میرے پاس تو اتنی طاقت نہیں ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا تو پھر تجھے لگاتار ساٹھ روزے رکھنا ہونگے۔ وہ عرض کرنے لگا کہ حضرت میں تو ایک ماہ کے روزے بخیریت نہ نبھا سکا دو ماہ کے لگاتار کس طرح نبھا سکتا ہوں؟ یہ تو میری طاقت سے باہر ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا فاطعم ستین مسکینا۔ تو پھر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا۔

وہ عرض کرنے لگا کہ میں تو انتہائی غریب ہوں میرے پاس تو بال بچوں کے کھلانے کے لیے کچھ نہیں۔ مسکینوں کو کہاں سے کھلاؤں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا اجلس اچھا یہاں بیٹھ جا۔ وہ حسب حکم بیٹھ گیا۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ آپؐ کی خدمت میں ایک شخص ایک بڑے ٹوکرے میں کھجوریں لے کر حاضر ہوا اور آپ کی نذر کر دیں۔ آپؐ نے سوال کیا این السائل؟ کہ وہ مسئلہ پوچھنے والا کہاں گیا؟ وہ فوراً کھڑا ہو گیا کہ حضرت یہ بیٹھا ہوں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا خذ ھذا و تصدق بہ کہ یہ کھجوریں لے لو اور انہیں اپنے کفارے میں اللہ کی راہ میں صدقہ کر دو۔

وہ شخص عرض کرنے لگا کہ یہ کھجوریں اسی کو دینی ہیں ناں جو بہت ہی غریب اور محتاج ہو۔ فو اللہ یا رسول اللہ لیس بین لابتی المدینة افقرمنی.

اے اللہ کے رسول مجھے اللہ کی قسم ہے مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ غریب کوئی نہیں۔

فضحک النبی ﷺ حتی بدت انیابه. اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ اتنے ہنسے کہ آپ کے دانت بلکہ ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا اطعمه اهلک کہ چلو لے جاؤ اپنے بال بچوں کو کھلا دو۔

علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مقصد نہ تھا کہ تیرے اپنے کھانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا بلکہ مقصد یہ تھا کہ اب تو خود انکو استعمال کر لے اور جب توفیق ہو گی تو پھر کفارہ ادا کر دینا۔

**نتائج:-**

۱۔ ایک روزے کا کفارہ ساٹھ روزے ہیں۔

۲۔ اعرابی کی غربت و مسکنت کا حال۔

۳۔ اعرابی کی سادگی اور سچائی کا ذکر۔

۴۔ آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

## ۱۸۶ :- ہم نے ایسا فیصلہ تو نہیں مانگا تھا

ایک دفعہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کسی

بات میں تنازعہ ہو گیا۔ آپؐ کچھ فرماتے تھے اور حضرت عائشہؓ کچھ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا من ترضین ان یکون حکماً بینی و بینک کہ چلو اپنے درمیان کسی کو حکم اور فیصل بنا لیتے ہیں جو فیصلہ وہ کرے اس پر دونوں عمل کر لیں گے۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا ٹھیک ہے۔ آپؐ نے سوال فرمایا اترضین بأبی عبیدہ بن جراح کہ کیا تو ابوعبیدہ بن جراح کا فیصلہ ماننے کے لیے تیار ہے؟

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا "لا" ذالک رجل هین لین یقضی لک نہیں وہ تو انتہائی نرم مزاج ہیں ہو سکتا ہے کہ آپؐ کے حق میں فیصلہ کر دیں۔

آپؐ نے پوچھا اترضین بابیک کیا تو اپنے باپ کو حکم بنانے کے لیے تیار ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا ہاں وہ ٹھیک ہیں کم از کم میری بات بھی تو سنیں گے۔

تھوڑی دیر گزری تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ وہاں تشریف لے آئے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا یا عائشه اقصصی اے عائشہ! اپنی بات بیان کرو۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا نہیں پہلے آپؐ بیان کریں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارا معاملہ بیان فرما دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اب میری باری تھی۔ میں بولنے لگی کہ میں یہ چاہتی ہوں فرفع ابو بکر یدیه فلطمنی تو حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ اٹھا کر مجھے زور سے طمانچہ رسید کیا اور فرمانے لگے۔ اتقولین یابنت ام رومان لرسول الله اقصد۔ اے ام رومان کی بیٹی! تیری کیا جرأت ہے کہ رسول اللہ کی چاہت کے سامنے اپنی چاہت ظاہر کرے۔ ہوگا وہی جو رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس طمانچہ سے میری ناک سے خون بہنے لگا۔

و رسول اللہ یحجز بیننا اور رسول اللہ ﷺ فوراً اٹھ کر میرے اور ابوبکر کے درمیان حائل ہو گئے ورنہ تو ابوبکرؓ مجھے اور بھی طمانچے مارتے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ''انا لم نرد منک ھذا'' ابوبکر! ہم نے تجھ سے ایسا فیصلہ تو نہیں مانگا تھا۔ یہ تو نے کیا کر دیا۔

پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے چہرے سے خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ ارأیت کیف انقذتک من الرجل. اب بتا میں نے اس شخص سے تجھے کیسے بچا لیا ہے؟

(میاں بیوی میں یہ ناز و انداز گھریلو زندگی کا لازمی حصہ ہیں)

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عائشہؓ کا مقام وعظمت۔

۲۔ میاں بیوی کی شکر رنجی اور بے تکلفی۔

۳۔ حضرت ابوبکرؓ کی غیرت ایمانی اور جذبہ حب رسولؐ۔

## ۱۸۷ :۔ یا رسول اللہ! مجھے زناء کی اجازت دیجئے

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کے جلو میں موجود تھے کہ ایک نوجوان خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آتے ہی عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائذن لی فی الزناء کہ مجھے آپ زناء کی اجازت

دیجیے۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صحابہ کرامؓ فوراً غصے سے لال پیلے ہو گئے اور چیخ چیخ کر اسے ڈرایا اور دھمکایا کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا کہہ رہا ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا اتو کوہ خبردار اسے ہاتھ نہ لگانا اور فرمایا ادن منی اے نوجوان یہاں میرے پاس آ جا۔ وہ آ کر بیٹھ گیا۔

پھر آپؐ نے انتہائی شفقت و محبت سے پوچھا۔ اتحبہ لأ مک؟ کیا تو یہ زناء اپنی ماں کے لیے پسند کرتا ہے؟ کہ اس کے ساتھ کوئی زناء کرے؟ وہ فوراً بول پڑا اور کہنے لگا لا جعلنی اللہ فداک میں قربان جاؤں اپنی ماں کے لیے کس طرح میں یہ پسند کر سکتا ہوں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کذالک الناس لا یحبون لأمھاتھم اس طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے اسے ناپسند کرتے ہیں۔

پھر پوچھا اتحبہ لا بنتک ؟ کیا تو اپنی بیٹی کے لیے زناء پسند کرتا ہے؟

وہ تڑپ گیا اور کہنے لگا لا نہیں آپؐ نے فرمایا کذالک الناس لا یحبون لبناتھم اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے زناء گوارہ نہیں کرتے۔

اسی طرح پھر آپؐ نے اس کی بہن، اس کی خالہ، وغیرہ کی بابت سوال کیا۔

وہ ہر سوال کے جواب میں نہ کرتا رہا اور آپؐ فرماتے رہے کذالک الناس لایحبونہ اسی طرح دوسرے لوگ بھی گوارہ نہیں کرتے۔

پھر آپؐ نے اپنا دست شفقت اس کے سینے پر رکھا اور فرمایا۔ اللھم طھر قلبہ واغفر ذنبہ وحصن فرجہ اے اللہ اس کے دل کو پاک فرما دے اس کے گناہوں کو معاف فرما دے اور اسکی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

اس طریق علاج سے اس نوجوان کا دل اتنا پاک ہو گیا کہ وہ کہتا تھا کہ اس کے بعد میرے لیے زناء سے زیادہ قابل نفرت کوئی گناہ نہ تھا۔

**نتائج:-**

۱۔ آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

۲۔ حکیمانہ طریق علاج۔

۳۔ جو اپنے لیے پسند نہیں کرتے دوسروں کے لیے بھی نہ کرو۔

۴۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

## ۱۸۸ :- جنت میں گزارہ کیسے کروں گا؟

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک سچا محبؓ اور عاشق صادق ثوبانؓ ایک دفعہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا جسم نحیف و کمزور تھا حزن وملال کے آثار ظاہر تھے۔

آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ آج بڑے غمگین دکھائی دیتے ہو؟ وہ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ آپ جانتے ہیں کہ مجھے آپ کے ساتھ کتنی محبت ہے۔ اگر آپ کو نہ دیکھوں تو قرار نہیں آتا۔

آج میں نے آخرت کو یاد کیا تو مغموم ہو گیا کہ یہاں دنیا میں تو میں جس وقت چاہوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں اور زیارت وملاقات کر لیتا ہوں۔ کل قیامت والے دن جب آپ بھی جنت میں چلے جائیں گے اور میں بھی جنت میں پہنچ جاؤں گا تو لازمی بات ہے آپ کو جنت کا اعلیٰ درجہ ملے گا۔ اور مجھے آپ سے کمزور درجہ ملے گا۔

افسوس تو اس بات پر ہے کہ وہاں جنت میں آپ کو دیکھے بغیر گزارہ کیسے

کروں گا مجھے تو آپ کے بغیر جنت بھی سونی سونی نظر آئے گی۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ کہ جو آدمی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو ایسے لوگوں کو منعم علیہ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت نصیب ہو گی۔

(بعض احادیث مبارکہ میں اس کی وضاحت اس طرح آئی ہے کہ جنت میں اعلیٰ درجوں والے نچلے درجے والوں کے پاس ملنے ملانے کے لیے آ جایا کریں گے کوئی روک ٹوک نہ ہو گی)۔

**نتائج:-**

۱۔ حضرت ثوبانؓ کی آپ سے محبت وعقیدت کا سچا جذبہ۔

۲۔ سچے جذبے کی اللہ بھی قدر فرماتا ہے۔

## ۱۸۹ :- کل اپنے محبوب سے ملاقات ہو گی

اسی طرح عاشق صادق حضرت بلالؓ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو کنبے قبیلے کے لوگ افسوس کرنے لگے کہ بلال ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ ان کے منہ سے نکلا واکرباہ ہائے کتنا افسوس ہے۔

حضرت بلالؓ موت کی سکرات سے دوچار تھے فوراً فرمایا۔ واطرباہ آبا مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔

سب لوگ حیران رہ گئے کہ حضرت بلالؓ کس بات پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں وہ کونسی چیز ہے جس نے موت کی کڑواہٹ کوانکے لیے مٹھاس میں بدل دیا۔

حضرت بلال سے سوال کیا گیا تو فرمایا

**غدا القى الأحبة محمدً اواصحابه**

خوشی اس بات کی ہے کہ کل میری ملاقات اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے صحابہ کرامؓ سے جنت میں ہوگی۔

**نتائج:-**

۱۔ حضرت بلال کی محبت رسولؐ۔

۲۔ مرنے کے بعد ارواح جنت میں ہوتی ہیں۔

۳۔ سچے مومن موت سے نہیں گھبراتے۔

## ۱۹۰ :- صہیبؓ نے نفع کما لیا۔

حضرت سیدنا صہیب بن سنانؓ عراق کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔

ایک دفعہ انکے گاؤں پر رومیوں نے غارت گری کی' لڑنے والے مردوں کو قتل کر دیا اور بچوں کو غلام بنا لیا اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ حضرت صہیبؓ بھی غلام بنائے جانے والے چھوٹے بچوں میں شامل تھے۔

لڑکپن سے جوانی تک کا زمانہ رومیوں کی غلامی میں گزارا اس لیے رومی مشہور ہو گئے ورنہ دراصل یہ عربی النسل تھے۔ ایک دفعہ کسی کاہن سے سنا کہ اب نبی آخر الزمان کی آمد کا وقت قریب آ گیا ہے۔ وہ جزیرہ عرب میں مکہ مکرمہ میں

ظاہر ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کریں گے۔

یہی شوق انھیں مکہ مکرمہ لے آیا۔ یہاں آ کر عبداللہ بن جدعان سے حلیفانہ تعلقات قائم کر کے کسب معاش کا سلسلہ شروع کیا۔ چونکہ انتہائی محنتی اور دیانتدار آدمی تھے اس لیے چند سالوں کے اندر ہی مکہ کے صاحب ثروت لوگوں میں شمار ہونے لگے۔

ایک دفعہ تجارت کا مال لیکر مکہ مکرمہ واپس آئے تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوائے نبوت کا ذکر سنا، فوراً دارارقم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

چونکہ یہ بے یارو مددگار اور غریب الوطن تھے اس لیے کفار مکہ نے ان پر جی بھر کر مظالم کیے۔ کبھی گرم ریت پر لٹاتے کبھی پانی میں ڈبکیاں دیتے اور کبھی مار مار کر لہولہان کر دیتے تھے۔

یہ مظالم سہتے سہتے کئی سال گزار دیئے مگر پائے استقامت میں ذرہ برابر بھی جنبش نہ آئی۔

جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم دیا تو حضرت صہیبؓ کا بھی خیال تھا کہ آپ کی ہمراہی میں ہجرت کروں گا۔ مگر قریش مکہ کی شدید رکاوٹ کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا چند دنوں کے بعد جب انھوں نے رات کے اندھیرے میں مدینہ منورہ کے لیے رخت سفر باندھا تو مشرکین مکہ کو کسی طرح علم ہو گیا اور انھوں نے پیچھے سے جا کر انکو گھیرے میں لے لیا۔

حضرت صہیب نے بھی تیر کمان نکال لیا اور فرمانے لگے یا معشر قریش لقد علمتم انی من ارمی الناس واحکمھم اصابۃً کہ اے قریش

مکہ تم جانتے ہو کہ میں ایک ماہر تیر انداز اور نشانہ باز ہوں۔ وو اللہ لا تصلون الی حتی اقتل بکل سھم رجلا اللہ کی قسم اگر تم میرے مقابلے پر آؤ گے تو میں ہر ایک تیر سے تمہارا ایک آدمی ضرور قتل کر دوں گا۔ اور جب تیر ختم ہو گئے تو تلوار سے مقابلہ کروں گا۔ اگر سلامتی چاہتے ہو تو میرا پیچھا چھوڑ دو۔

کفار قریش نے کہا کہ اتیتنا صعلوکاً حقیراً فکثر مالک عندنا وبلغت الذی بلغت ثم ترید ان تخرج بمالک ونفسک واللہ لا یکون ذالک. اے صہیب تو ہمارے شہر میں انتہائی غربت اور مفلسی کا شکار ہو کر آیا تھا پھر تو نے یہاں سے مال کمایا اور ایک بڑا مال دار آدمی بن گیا اور آج تو چاہتا ہے کہ یہ مال لیکر یہاں سے بھاگ جائے اللہ کی قسم ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

حضرت صہیبؓ نے فرمایا ارأیتم ان جعلت لکم مالی اتخلون سبیلی؟ کہ اگر میں وہ سارا مال تمہیں دے دوں تو کیا تم مجھے میرے محبوب کے ہاں جانے سے نہ روکو گے؟

کفار مکہ سمجھے کہ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ جس نے ایک ایک پیسہ محنت سے کمایا آج وہ سب جمع پونجی دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں اگر سارا مال جو تیرے پاس ہے اور جو کچھ مکہ میں ہے وہ ہمیں دے دے تو ہم تیرا راستہ چھوڑ دیں گے۔

حضرت صہیبؓ نے اپنی پوری زندگی کی کمائی اور سب جمع پونجی انکو دے دی اور بالکل خالی ہاتھ ہو گئے۔ حتی کہ انھوں نے اپنے مکان کے اندر دفن شدہ خزانے پر ان ظالموں کو اطلاع دے دی اور مکان بھی انکو دے دیا اور اپنی دو باندیاں بھی انکے حوالے کر دیں تب جا کر ہجرت کا راستہ ہموار ہوا۔

حضرت صہیبؓ اس سودے پر دل و جان سے خوش تھے کہ سب کچھ لٹا کر بھی اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت مل جائے تو یہ سودا سستا ہے۔

آپؓ راستے کی تمام تکالیف برداشت کرتے ہوئے مدینہ منورہ کی جانب پیدل چلتے رہے۔ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا اور افتاں وخیزاں قباء میں وارد ہوئے۔ لباس گرد آلود تھا چہرے پر تھکان کے آثار تھے آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو گئے۔

پیغمبر ﷺ انکو اس حالت میں دیکھ کر پہچان بھی نہ سکے بعد میں پتہ چلا کہ یہ صہیبؓ ہیں۔ آپؐ نے جب ان سے سارا واقعہ سنا تو فرمایا

**ربح البیع یا ابایحییٰ ربح البیع** کہ ابو یحییٰ تو نے بڑی نفع مند تجارت کر لی۔ تم نے نفع کا سودا کر لیا۔

اس کے ساتھ ہی جبریل امین نازل ہوئے اور قرآن مجید کی ان آیات کا نزول انکے حق میں ہوا **ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد** لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے اپنی جانیں بیچ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت صہیب رومیؓ کا مقام۔

۲۔ عشق رسول کا ایک انوکھا انداز۔

۳۔ مال و دولت دے کر متاع ایمان کو بچا لیا۔

۳۔ کفار مکہ کے مظالم کی داستان۔

# ۱۹۱ :- اے اللہ ! ابوبکرؓ کو جنت میں بھی میرا رفیق بنا

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر ہجرت کرتے ہوئے جبل ثورؓ پر پہنچے۔

چونکہ آپؐ ان پتھروں پر اتنی اونچائی تک چڑھنے کے عادی نہ تھے اس لیے آپ کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے۔

سیدنا ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ آپ تکلیف میں ہیں تو فوراً آپ کو کندھے پر سوار کر لیا اور غار ثور کے منہ تک لے گئے۔

آپؐ نے جب غار میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا لاتدخل حتی ادخلہ قبلک کہ آپ ابھی داخل نہ ہوں پہلے میں اندر جاتا ہوں۔

آپؓ نے اندر جا کر غار کو صاف کیا اندھیرے میں ہر طرف ہاتھ پھیرا کہ کہیں کوئی سوراخ وغیرہ تو نہیں؟ پھر اپنی چادر کو پھاڑ کر غار کے سوراخوں کو بند کیا۔ ابھی دو سوراخ باقی تھے کہ کپڑا ختم ہو گیا پھر ان سوراخوں پر اپنے پاؤں کی ایڑیاں رکھ دیں اور آپ کو اندر بلا لیا۔

فوضع البنی ﷺ راسہ علی حجر ابی بکر آپؐ نے ابوبکر صدیقؓ کی گود میں سر رکھ لیا اور سو گئے۔

یہاں تک کہ ایک سوراخ سے حضرت ابوبکرؓ کی ایڑی کو ایک زہریلے سانپ نے ڈس لیا۔ شدید ترین درد کے باوجود آپؓ نے اپنے پاؤں کو حرکت نہ دی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے۔

حتی کہ آپؓ کے آنسو بہہ کر رسول اللہ ﷺ کے رخ انور پر پڑے۔ آپؐ اٹھے اور پوچھا مالک یا ابابکر اے ابوبکر کیا بات ہے؟ تو عرض کیا۔ لدغت فداک ابی وامی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے تو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوراً وہاں اپنا لعاب دہن لگایا اور صحت یابی کی دعاء فرمائی یہاں تک کہ درد وغیرہ کافور ہو گیا۔

جب صبح ہوئی اور غار میں روشنی پہنچی تو پیغمبر ﷺ نے دیکھا کہ ابوبکرؓ کی چادر ان پر موجود نہیں۔ آپؐ نے سوال فرمایا کہ تمہاری اوپر والی چادر کہاں گئی؟ آپؓ نے جواباً عرض کیا کہ مزقته ليسد به ثقوب الغار کہ اس چادر کو پھاڑ کر میں نے غار کے سوراخوں کو بند کیا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام انکی یہ جانثاری اور ایثار دیکھ کر انتہائی خوش ہوئے اور اللہ کے حضور ہاتھ پھیلا دیئے اور فرمایا۔

اللهم اجعل ابابكر فی درجتی یوم القیامة

اے اللہ قیامت کے دن ابوبکرؓ کو بھی میرے ساتھ جنت میں درجہ عطا فرما۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت ابوبکرؓ کی محبت رسولؐ۔
۲۔ جانثاری اور ایثار کی عجیب مثال۔
۳۔ آپؐ کا معجزہ شفاء امراض۔

## ۱۹۲ :۔ اے ابوبکر ! مت رو

حضرت سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ پیغمبر

علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مرض وفات میں ایک دن مسجد نبوی میں دو آدمیوں کے سہارے تشریف لائے آپ کے سر مبارک پر ایک پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا۔ ان عبدا عرضت علیہ الدنیا وزینتھا فاختار الآخرۃ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو دنیا کی زیب وزینت اور آخرت کی نعمتوں کے بارے میں اختیار دیا تو اس بندہ نے دنیا کی بجائے آخرت کو پسند کر لیا۔

صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی اس بلیغ اشارہ کو نہ سمجھ سکا سوائے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے۔

آپ فوراً رو کر بولے بأبی انت وامی یارسول اللہ بل نفدیک بآبائنا وابنائنا وانفسنا واموالنا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم تو اپنے والدین' اولاد مال وجان سب کچھ آپ پر نثار کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے دلاسا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ لاتبک یا ابابکر اے ابوبکر مت رو۔

پھر اسی خطبہ میں آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی شان وعظمت بیان فرمائی اور فرمایا

ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابابکر کہ اپنے مال ودولت کو قربان کر کے میرے اوپر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ میں نے دنیا میں سب لوگوں کے احسانات کا بدلہ دے دیا مگر ابوبکر کے احسانات اتنے ہیں کہ میں انکا بدلہ اتار نہ سکا۔ انکا بدلہ اسکو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائیں گے۔

پھر آپ نے مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم

دیا۔

اور فرمایا کہ صرف ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا رہے۔

حضرت ابوبکرؓ رو پڑے اور عرض کیا انا ومالی لک یارسول اللہ اے اللہ کے رسول! میں اور میرا سب مال و دولت آپ پر قربان ہے۔

**نتائج:-**

۱۔ حضرت ابوبکرؓ کا مقام عالی۔

۲۔ آپؓ کی ذہانت و فطانت۔

۳۔ جذبہ فدویت و ایثار۔

## ۱۹۳ :- میں اپنی جان کو ترجیح نہیں دے سکتا

سیدنا حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور میں ملک شام کی لڑائیوں کی قیادت امین الامت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ فرما رہے تھے۔

جب ملک شام کا سارا علاقہ فتح ہوگیا تو خدا کی قدرت وہاں طاعون کی وباء پھوٹ پڑی۔ جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے۔ ایک ایک دن میں ہزاروں آدمی لقمہ اجل بننا شروع ہوگئے۔

حضرت عمرؓ کو سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ کی فکر دامن گیر ہوئی اور سوچا کہ کسی طرح اس عظیم قائد اور جلیل القدر صحابی رسول کو وہاں سے بلا لیا جائے تاکہ آپ کی قیمتی جان بچ جائے۔

حضرت عمرؓ نے فوراً ایک آدمی کو خط دے کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

انی قد بدت لی الیک حاجة لاغنی لی عنک کہ مجھے آپ سے ایک سخت ضروری اور اہم کام ہے فان اتاک کتابی لیلا فانی اعزم علیک الاتصبح حتی ترکب الیّ. میں آپ کو قسم دیکر کہتا ہوں کہ اگر میرا یہ خط تمہیں رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے رخت سفر باندھ لو اور مدینہ منورہ آ جاؤ۔ وان اتاک نهاراً فانی اعزم علیک الاتمسی حتی ترکب الیّ اور اگر یہ خط آپ کو دن کے وقت ملے تو شام ہونے سے پہلے پہلے میری طرف چل پڑو اور کسی قسم کی دیر نہ لگاؤ۔

جب قاصد یہ خط لیکر انکی خدمت میں حاضر ہو گیا تو وہ مسکرائے اور فرمایا قد علمت حاجة امیر المومنین الیّ کہ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ امیر المومنینؓ کو میرے ساتھ کونسا ضروری کام ہے۔

یرحم الله عمر انه یرید ان یستبقی مالیس بباق الله حضرت عمر پر رحمت فرمائے اس کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جس کو بقاء نہیں۔

پھر آپ نے اس خط کا جواب ان الفاظ میں دیا۔ یا امیر المومنین انی قد عرفت حاجتک الیّ وانی فی جند من المسلمین ولا اجد بنفسی رغبة عن الذی یصیبهم ولا ارید فراقهم حتی یقضی الله فیّ وفیهم امره اے امیر المومنین! مجھے پتہ چل گیا ہے کہ آپ کو میرے ساتھ کیا کام ہے۔ میں اپنے مسلمان ساتھیوں کے ہمراہ موجود ہوں میری غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ انکو اس طاعون زدہ علاقے میں چھوڑ کر اپنی جان بچا کر واپس چلا جاؤں۔ جو کچھ انکے ساتھ ہوگا وہی میرے ساتھ ہوگا۔ فاذا اتاک کتابی فحللنی من عزمک وائذن لی بالبقاء جب میرا یہ خط آپ تک پہنچے تو مہربانی فرما کر اپنا حکم واپس لے لیں اور مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دیں۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ خط پڑھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ لوگوں نے سوال کیا۔ امات ابو عبیدہ؟ کہ کیا حضرت ابوعبیدہؓ کی وفات ہوگئی؟

آپ نے فرمایا لا ولکن الموت منه قریب نہیں لیکن موت انکے قریب ہے۔

حضرت عمرؓ کا یہ گمان درست نکلا۔ چند دنوں کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ طاعون کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ ساتھیوں کو بڑی پر درد وصیت فرمائی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو مصلے پر کھڑا کیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک ابوعبیدہؓ کا مقام۔

۲۔ حضرت ابوعبیدہؓ کا ایثار و وفاء۔

۳۔ طاعون کی موت بھی شہادت ہے۔

## ۱۹۴ :۔ میں غیر اللہ کے لیے ایک مکھی بھی نہیں دے سکتا

حدیث شریف میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ دخل الجنة رجل فی ذباب ودخل النار رجل فی ذباب کہ ایک آدمی محض ایک مکھی کیوجہ سے جنت میں داخل ہوگیا اور ایک آدمی محض ایک مکھی کیوجہ سے دوزخ میں چلا گیا۔

صحابہ کرامؓ نے حیران ہو کر سوال کیا یا رسول اللہ کیف ذالک؟ کہ یہ کیسے ہوا؟ اس کی تفصیل بتایئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک قوم اپنے ایک بت کی پوجا کرتی تھی۔ وہ لوگ خود بھی اس بت کی عبادت کرتے تھے اور دوسروں

کو بھی مجبور کرتے تھے کہ اس بت کی عبادت کریں۔ حتی کہ کسی گزرنے والے مسافر کو بھی اس وقت تک اپنے علاقہ سے نہ گزرنے دیتے تھے جب تک کہ وہ وہاں کوئی نیاز اور چڑھاوا نہ دے۔

ایک مسافر گزرا تو انھوں نے اس سے بھی یہی مطالبہ کیا **قرب** کہ کوئی چڑھاوا چڑھا۔ وہ بولا میں تو انتہائی غریب و مسکین ہوں۔ بھوکا پیاسا سفر کر رہا ہوں **لیس عندی شئی اقرب** میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ وہ لوگ بولے چڑھاوا تو ضرور چڑھانا ہی پڑے گا۔ یہ ہمارے معبود کی توہین ہے کہ بغیر چڑھاوے کوئی گزر جائے۔ **قرب ولو ذباباً** اگر تو ایک مکھی بھی چڑھاوا چڑھادے تو کام بن سکتا ہے۔

اس نے فوراً وہاں بھنبھناتی ہوئی مکھیوں پر ہاتھ مارا اور ایک مکھی بطور نیاز وہاں چڑھادی **فخلوا سبیله** انھوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔

آپؐ نے فرمایا کہ اس ایک مکھی کے چڑھاوے کیوجہ سے **فدخل النار** وہ شخص جہنم کا مستحق بن گیا۔

اسی طرح ایک دوسرا مسافر گزرا۔ اسے بھی اسی طرح پکڑا اور غیر اللہ کے چڑھاوے کے لیے مجبور کیا کہ کم از کم ایک مکھی تو ضرور چڑھا۔ وہ بولا **ما كنت لاقرب لأحد شيئاً دون الله عزوجل** کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے کچھ بھی چڑھانے کے لیے تیار نہیں ہوں **فضربو اعنقه** تو ان ظالموں نے اس کی گردن اڑادی **فدخل الجنة** تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کو جنت میں داخلہ دے دیا۔

**نتائج:-**

۱۔ موحد اور مشرک کا فرق۔

۲۔ غیر اللہ کے لیے چڑھاوا حرام ہے۔

۳۔ ایک مکھی جنت وجہنم کا ذریعہ بن گئی۔

## ۱۹۵ :- شادی کی قمیض

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جب شادی کا ارادہ فرمایا تو انکے لیے ایک نئی قمیض بنوائی۔ کیونکہ حضرت فاطمہؓ کی پہلی قمیض انتہائی خستہ اور پرانی تھی۔

ابھی آپؓ کی شادی نہیں ہوئی تھی کہ ایک دن ایک سوالی دروازے پر آ گیا اور کہنے لگا اطلب من بیت النبوۃ قمیصا خلقا کہ میری بیٹی کے پاس پہننے کے لیے قمیض نہیں ہے۔ میں آج نبوت کے گھرانے سے ایک پرانی قمیض کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت فاطمہؓ نے سوچا کہ کیوں نہ میں اپنی پرانی قمیض اس سائل کو دے دوں۔ آپؓ نے ابھی وہ پرانی قمیض اس کو دینے کے لیے اٹھائی ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان یاد آ گیا۔ لن تنالوا البر حتی تنفقو امما تحبون کہ اس وقت تک تم نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو۔

آپ نے فوراً اپنی نئی قمیض اٹھائی اور اس سائل کو اللہ کی رضا کے لیے عطا فرما دی۔ جب آپ کی شادی کا دن قریب آیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے لیے جنت سے سبز ریشم کی قمیض لائے جس کی مثال دنیا میں نہیں تھی۔ حضرت فاطمہؓ کی یہ قمیض جب دوسری عورتوں نے دیکھی تو وہ حیران رہ گئیں اور پوچھنے لگیں کہ یہ قمیض کہاں سے آئی ہے۔ جب انھیں پتہ چلا کہ یہ قمیض جبریل امین

جنت سے لائے ہیں تو انکی حیرانی کی کوئی انتہاء نہ رہی۔

بعض روایات میں یہ بات آتی ہے کہ یہود کی عورتیں آپ کی قمیض دیکھ کر مسلمان ہوگئیں اور اس کے بعد یہ واقعہ سن کر انکے خاوند بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت فاطمہؓ کا مقام عالی۔

۲۔ آپؓ کا ایثار وفیاضی۔

۳۔ اللہ کے راستے میں اچھی چیز دینی چاہیے۔

۴۔ ایثار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔

## ۱۹۶ :۔ یہ اسی دینار کا بدلہ ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن سفر سے تشریف لائے، گھر جا کر حضرت فاطمہؓ سے سوال کیا۔ ھل عندک شئی تغذینہ کہ کیا تیرے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟

حضرت فاطمہؓ نے جواباً فرمایا والذی اکرم ابی بالنبوۃ ماعندی شئی مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے میرے باپ کے سر پر نبوت کا تاج سجایا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ میرے گھر میں تو دو دن سے فاقہ ہے۔ نہ خود میں نے کچھ کھایا ہے نہ میرے دو بیٹوں حسنؓ وحسینؓ نے۔

یہ حالات سن کر حضرت علیؓ کا دل بھر آیا اور اپنے بال بچوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے محض اللہ کے توکل پر گھر سے نکلے۔ فاستقرض دیناراً کسی آدمی سے ایک دینار قرض لیا اور بازار کی طرف چل پڑے تاکہ کچھ

سامان وغیرہ خریدیں۔

دوپہر کا وقت تھا اور شدید گرمی تھی کہ آپؓ کو راستہ میں حضرت مقدادؓ ملے جو انتہائی پریشان دکھائی دیتے تھے آپؓ نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو سوال کیا ما از عجک یا مقداد ھذہ الساعۃ؟ اے مقداد! اس وقت شدید گرمی میں آپ کیوں پریشان پھر رہے ہیں؟

حضرت مقدادؓ بولے کہ اے ابوالحسن خل سبیلی و لا تسألنی عما ورائی میرے ساتھ جو معاملہ ہے آپ نہ پوچھیں۔

حضرت علیؓ نے قسم دیکر سوال کیا کہ تجھے ضرور بتانا ہوگا اور مجھ سے کچھ نہ چھپانا ہوگا۔ حضرت مقدادؓ نے فرمایا فو الذی اکرم محمدا بالنبوۃ مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس نے حضرت محمد کو نبی بنایا میں اس وقت سخت فقر و فاقہ کا شکار ہوں۔ ولقد ترکت اھلی یبکون جوعاً اس وقت میرے بچے بھوک کی شدت سے بلک رہے ہیں مجھ سے ان کی حالت دیکھی نہ گئی تو میں گھر سے باہر نکل آیا۔

انکی یہ حالت سن کر حضرت علیؓ رو پڑے حتی بلت دموعہ لحیتہ یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی۔ اور فرمایا کہ قسم بخدا میرے گھر میں بھی شدید فاقہ ہے اس وقت میرے پاس ایک دینار کے سوا اور کچھ نہیں وہ دینار بھی میں نے کسی سے قرض لیا ہے وا و ثرک بہ علی نفسی میں اپنے آپ پر تجھے ترجیح دیتا ہوں۔ یہ دینار آپ لے لیں اور اپنے بچوں کے لیے کھانا وغیرہ کا انتظام کریں۔ حضرت مقدادؓ نے ذرا تامل کیا تو آپؓ نے قسم دیکر بزور انکو دینار دے دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی کوئی انتظام فرما دے گا۔

حضرت مقدادؓ تو دینار لے کر چلے گئے مگر حضرت علیؓ اپنے لیے مزید کوئی

انتظام نہ کر سکے اب گھر جائیں تو کس طرح؟ خاموشی سے آ کر مسجد نبوی میں بیٹھ گئے۔ ظہر کی نماز باجماعت ادا کی۔ پھر عصر بھی وہاں پڑھی حتیٰ کہ مغرب کی نماز آپ کے پیچھے پڑھی۔ مغرب کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ جب مسجد سے باہر آنے لگے فغمزہ برجلہ تو اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر انکو بلایا۔

حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل پڑے جب آپؐ مسجد کے دروازے پر تشریف لے آئے تو سوال فرمایا۔ **یا ابا الحسن هل عندک شئی تعشینا به** اے ابوالحسن تیرے گھر میں کچھ ہے؟ تا کہ میں آج آپ کا مہمان بنوں۔ حضرت علیؓ شرمندگی کی وجہ سے کچھ جواب نہ دے سکے۔

ہے خبر گرم ان کے آنے کی　　　آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

آپؐ نے دوبارہ پوچھا تو حضرت علیؓ نے عرض کیا **حباً وتکریما اذهب بنا** بڑی خوشی سے آپ تشریف لائیں جو کچھ ہے آپ کے لیے حاضر ہے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑے انکے گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت فاطمہ اس وقت مصلے پر بیٹھی ذکر وغیرہ کر رہی تھیں۔ اور انکے پیچھے تازہ کھانے سے بھری ہوئی ایک صحنک ڈھکی ہوئی پڑی تھی۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کیا انھوں نے اٹھ کر استقبال کیا اور سلام کا جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا اے فاطمہؓ اگر تیرے پاس کچھ ہے تو ہمیں کھلا دو۔ حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ اس صحنک سے بہترین خوشبو اٹھ رہی ہے اور وہ کھانے سے بھری ہوئی ہے فوراً اٹھا کر حضرت علیؓ اور رسول اللہؐ کے درمیان رکھ دی۔

حضرت علیؓ نے جب یہ معاملہ دیکھا اور اس کھانے کو دیکھا تو حضرت

فاطمہؓ کی طرف ذرا تیز نظروں سے دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ مجھے تو بتایا کہ دو دن سے گھر میں کھانے پکانے کے لیے کچھ نہیں اور پھر یہ اتنا بہترین کھانا کہاں سے آ گیا؟

حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ اے علیؓ! مجھے تیز نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہو؟ میں نے کوئی گناہ تو نہیں کیا؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے کہ مجھے صبح کچھ بتایا اور معاملہ کچھ اور ہے۔

حضرت فاطمہؓ نے جواباً فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے میرے والد مکرم کے سر پر نبوت کا تاج سجایا میں نے آپ سے جھوٹ نہیں بولا۔ **انی لم اقل الا حقا** میں نے تو سوائے سچ کے اور کچھ نہیں کہا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا **فانی لک ھذا لم ارمثله ولم اشم رائحته ولم آکل اطیب منه** ؟ پھر یہ اتنا بہترین کھانا جس کی مثل میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ ہی اتنی بہترین خوشبو سونگھی اور نہ ہی اس جیسا کھانا کبھی کھایا کہاں سے آ گیا؟

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا آپؐ نے فوراً حضرت علیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا **یاعلی ھذا ثواب الدینار** اے علی! یہ اس دینار کا بدلہ ہے؟

حضرت علیؓ حیران ہیں کہ آپ کو دینار کے بارے میں کس نے بتایا۔ آپؐ نے مزید فرمایا کہ اے علی **ھذا من عند الله یرزق من یشاء بغیر حساب** یہ کھانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی قدرت کاملہ سے آیا ہے وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

پھر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا الحمد للہ آج تمہارے ساتھ

وہی معاملہ پیش آیا جو حضرت زکریاؑ اور حضرت مریم کے درمیان پیش آیا تھا۔ اے علی تیری مثال آج زکریاؑ کی سی ہے جو سوال کر رہے تھے انی لک ھذا؟ اور اے فاطمہؓ! تیری مثال مریم کی سی ہے۔ جس نے جواب دیا تھاھو من عند اللہ

بعد میں سب اہل خانہ نے اس مبارک کھانے کو سیر ہو کر کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی معاشی حالت۔

۲۔ حضرت علیؓ کا بے مثال ایثار اور اللہ تعالیٰ کا انعام۔

۳۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی کرامت۔

۴۔ آپ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

## ۱۹۷ :۔ پھر تو ولیمہ کھلائیے۔

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے اور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا:

"یا عبدالرحمن لم ترکت مالک و متاعک واتیتنا؟"

کہ اے عبدالرحمٰن! تو اپنا مال و متاع چھوڑ کر کیونکر ہمارے پاس آیا؟ تو آپؓ نے جواب دیا۔ "ترکت مالی ومتاعی واتیت مهاجرا حبافی الله ورسوله" کہ میں اپنا مال و متاع اللہ اور اسکے رسول کی محبت میں چھوڑ کر ہجرت کر کے آیا ہوں۔

آپؐ نے ایک انصاریؓ کے ساتھ انکا بھائی چارہ قائم فرما دیا۔ انصاری

انکو اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے اور تجھے بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ میری دو دکانیں ہیں ایک آپ لے لیں ایک میں رکھ لوں گا۔ اور میرے پاس کچھ زمین ہے وہ بھی ہم دونوں آپس میں تقسیم کرلیں گے۔اور میری دو بیویاں ہیں دونوں میں سے جو آپ کو اچھی لگے میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کر لینا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جواب دیا بارک اللہ لک فی مالک وعیالک وزوجک کہ اللہ تعالیٰ آپکے مال ومتاع اور گھر بار میں برکت عطا فرمائے۔ انی مااتیت مهاجراً حبا فی المال والزوج وانما اتیت مهاجرا حبا فی اللہ ورسولہ میں نے مال ومتاع اور بیوی کے لیے ہجرت نہیں کی میں تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں ہجرت کی ہے۔ آپ مجھے صرف چند درہم قرضہ دے دیں اور بازار کا راستہ بتا دیں۔

انصاری نے انھیں کچھ قرضہ حسنہ دیا اور انھوں نے بازار جا کر تجارت وغیرہ کرنا شروع کر دی۔ چند ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت فرمائی کہ قرضہ بھی واپس کر دیا اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اور پھر چند دن کے بعد شادی بھی کر لی۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن انھیں بازار میں شادی کا جوڑا پہنے دیکھا تو آپؐ نے سوال فرمایا یا عبدالرحمن تزوجت؟ کہ اے عبدالرحمٰن تو نے شادی کر لی ہے؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کس سے عرض کیا ایک انصاری عورت سے۔ پھر آپؐ نے سوال کیا وکم اصدقتها کہ مہر کتنا مقرر کیا؟ انھوں نے جواب دیا "بوزن نواة من ذهب یا رسول اللہ" کہ اے اللہ کے رسول! ایک گٹھلی کے برابر سونا مقرر کیا ہے۔ تو آپؐ نے محبت سے فرمایا "اذن

اولم ولو بشاۃ" پھر تمہیں ولیمہ بھی تو کرنا چاہیے چاہے ایک بکری ہی ذبح کرو۔

**نتائج:-**

۱۔ صحابہ کرامؓ کا اخلاص اور ایثار۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کا معاش کے لیے خود محنت کرنا۔

۳۔ آپؐ کا اپنے صحابہ سے پیار و محبت۔

## ۱۹۸ :- اے اللہ میں تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام میرے حجرہ میں آرام کرنے کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے سونے کے لئے کپڑے اتارے اور ابھی لیٹے ہی تھے کہ اٹھ بیٹھے، کپڑے پہنے اور باہر تشریف لے گئے۔

مجھے یہ معاملہ بڑا عجیب لگا میں نے دل میں سوچا شاید کسی اور بی بی کے ہاں چلے گئے ہوں۔ فأخذتني غيرة مجھے اس بات کا دکھ پہنچا تو میں آپ کو تلاش کرنے کے لیے رات ہی کے وقت نکل پڑی۔ چاندنی رات تھی میں آپؐ کے قدموں کے نشانات دیکھ کر مدینہ منورہ کے قبرستان میں پہنچ گئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ وہاں شہداء کرام اور دیگر فوت شدہ مسلمانوں کی مغفرت کے لیے دعا فرما رہے ہیں۔

اب مجھے دل میں شرم سی آئی کہ میں کس خیال میں تھی اور آپ کیا کر رہے ہیں میں جلدی سے انہی قدموں پر واپس چلی آئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے پیچھے ہی واپس تشریف لائے۔ جلدی چلنے پر

میرا سانس پھول رہا تھا آپؐ نے فرمایا ما هذا النفس يا عائشه! اے عائشہ تیرا سانس کیوں پھول رہا ہے؟ میں نے ساری بات عرض کر دی۔ کہ آپکا اچانک واپس جانا میری غیرت برداشت نہ کر سکی اور میں آپ کی تلاش میں نکلی یہاں تک کہ آپ بقیع غرقد میں موجود تھے تو میں آپ کو دیکھ کر واپس آ گئی۔

آپؐ نے فرمایا یا عائشہ "اكنت تخافين ان يحيف الله عليك و رسوله" اے عائشہ! کیا تجھے اس بات کا خوف تھا کہ اللہ اور اس کے رسول تیرے ساتھ ناانصافی کریں گے؟ میرے پاس تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور انھوں نے مجھے بتایا۔ هذه ليلة النصف من شعبان و لله فيها عتقاء من النار بعدد شعر غنم بن كلب۔ کہ یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے اور اس رات اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد فرما دیتے ہیں۔ مگر اس اتنی مبارک رات میں بھی اللہ تعالیٰ مشرک، شرابی، قاطع رحم، متکبر، کینہ پرور اور والدین کے نافرمان پر نظر کرم نہیں فرماتے۔

میں تو بقیع میں مدفون مسلمانوں کی شفاعت کے لیے دعاء کرنے کے لیے گیا تھا۔

پھر آپؐ نے فرمایا۔ "يا عائشه أتأ ذنين لى فى قيام هذه الليلة" اے عائشہ کیا تو مجھے اس رات کے قیام کی اجازت دیتی ہے؟ میں نے عرض کیا نعم بأبى انت و أمى کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں کیسے روک سکتی ہوں۔

پھر آپؐ نے نوافل پڑھنا شروع کر دیے۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ نے بڑا لمبا سجدہ کیا اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میں نے اس سے قبل آپ کو اتنا لمبا سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا۔

آپ سجدہ میں اس طرح بے حس وحرکت پڑے تھے کہ حتی ظننت انہ قد قبض مجھے گمان ہونے لگا کہ سجدہ کی حالت میں شاید آپ کی وفات ہوگئی ہے۔

میں گھبرا گئی اور یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آپ زندہ ہیں یا فوت ہوگئے ہیں آپ کے پاؤں کے تلوے کو نرمی سے کھجلایا جب آپ کے پاؤں میں حرکت ہوئی۔تو مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہوگیا۔

میں نے قریب ہو کر کان لگایا کہ آپؐ اس سجدہ میں کیا دعا مانگ رہے ہیں۔میں نے سنا کہ آپ فرمارہے ہیں۔

اللھم انی اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذبک منک الیک لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک. اے اللہ میں تیری پکڑ سے تیری معافی کی پناہ چاہتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضاء کی پناہ میں آتا ہوں اور تیرے غضب سے تیری رحمت کی پناہ میں آتا ہوں اے اللہ جس طرح تو اپنی حمد وثناء کے لائق ہے میں اس کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح ساری رات دعا مانگتے رہے۔جب صبح ہوئی تو میں نے یہ کلمات آپ کو سنائے آپ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ تو نے یہ کلمات یاد بھی کرلیے؟

پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ کلمات خود بھی یاد رکھ اور دوسروں کو بھی یاد کرا۔یہ کلمات مجھے جبریل امین نے آکر سکھائے ہیں اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں سجدہ میں انھیں بار بار پڑھوں۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عائشہؓ کی آپؐ سے محبت وعقیدت۔

۲۔ شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت۔

۳۔ آپ کی خدا خوفی اور عجیب دعاء۔

۴۔ مشرک کی بخشش ناممکن ہے۔

## ۱۹۹ :- تو کس طرح مُردوں سے کلام کر رہا ہے؟

سراج الامت سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ایک دفعہ ایک قبرستان سے گزرے آپؒ نے دیکھا کہ بعض صحابہؓ اور اولیاء کی قبروں کے پاس ایک شخص کھڑا ان سے محو گفتگو ہے اور کہہ رہا ہے **یا اھل القبور** اے قبرو اے نیک لوگو! **انی اتیتکم وناديتكم من شهور** کہ میں تمہارے پاس کافی عرصہ سے حاضر ہو رہا ہوں اور کئی ماہ سے تمہیں پکار رہا ہوں۔ **وليس سوالی منکم الا الدعاء** اور میں تو صرف تم سے دعاء کا طالب ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ کے حضور میرے لیے دعاء کرو۔ **فهل دريتم ام غفلتم** کیا تمہیں میری پکار اور آمد کا پتہ بھی ہے یا نہیں؟

حضرت سیدنا امام ابو حنیفہؒ نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا **هل اجابوا لک** کیا انھوں نے کبھی تیری بات کا جواب بھی دیا ہے؟ وہ کہنے لگا "لا" کہ جواب تو کبھی نہیں آیا۔

پھر آپؒ نے فرمایا **سحقا لک وتربت يداک کيف تکلم اجسادا لا يستطيعون جوابا ولا يملکون شيئا ولا يسمعون صوتا** کہ

تیرے لیے بربادی ہے اور تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو ان لاشوں سے کس طرح مخاطب ہے جو تجھے جواب دینے کی بھی طاقت نہیں رکھتے اور نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ ہی تیرا کلام سن سکتے ہیں۔

پھر آپؓ نے اس بات کے استدلال کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی وما انت بمسمع من فی القبور کہ اے پیغمبر آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

**نتائج:-**

۱۔ مردے نہ تو سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں اور نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں۔

۲۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک عدم سماع والا ہے۔

۳۔ مُردوں سے دعاء کی درخواست کرنا بھی بے فائدہ ہے۔

## ۲۰۰ :- آج کثرت ملائکہ سے زمین تنگ ہو گئی ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی ثعلبہ بن عبدالرحمان کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اور آپ کی ہر طرح سے خدمت کرتے تھے۔

ایک دن اپنے ایک انصاری دوست کو ملنے اس کے ہاں گئے۔ جونہی اس کے گھر میں جھانک کر پہلی نظر دیکھا تو اس کی عورت غسل کر رہی تھی پہلے تو آپؓ نے فوراً نظر ہٹالی۔ لیکن اپنی خواہش سے دوسری دفعہ بھی جھانک لیا۔ دوسری دوسری دفعہ جھانکنا تھا کہ فوراً دل میں تنبہ ہوا کہ یہ میں نے کیا کر دیا۔

چلو پہلی نظر تو معاف تھی میں نے دوسری دفعہ بھی دیکھ لیا۔ (النظرۃ الاولی لک والثانی علیک) اتنا خوف خدا پیدا ہوا کہ جسم لرز گیا اور خیال آیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو میری اس حرکت کی اطلاع دے دی تو آپؐ کی خدمت میں کس منہ سے حاضر ہوں گا۔ فخرج ھارباً من المدینۃ استحیاءً من رسول اللہ تو رسول اللہ ﷺ سے شرم و حیاء کی وجہ سے مدینہ منورہ سے باہر بھاگ گئے۔ یہاں تک کہ مکہ و مدینہ کے درمیانی پہاڑوں میں جا چھپے' وہیں رات دن روتے رہتے۔ نہ کھانے کا انتظام نہ پینے کا' درختوں کے پتوں پر گزارہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے کئی مرتبہ یاد کیا مگر کسی کو انکے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو جبرئیلؑ کے ذریعے خبر دی کہ ان الھارب من امتک بین ھذہ الجبال یعوذبی من ناری ۔کہ آپ کا مفرور ان پہاڑوں میں موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوزخ سے پناہ مانگتا پھرتا ہے۔

آپؐ نے حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کو اس کی تلاش کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ اسکو تلاش کرتے رہے مگر وہ نہ ملا۔ آخر ایک چرواہے سے انکے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ لعلک ترید الھارب من جھنم کہ شاید آپ جہنم سے ڈر کر بھاگے ہوئے نوجوان کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟

حضرت عمرؓ نے پوچھا تجھے کیا پتہ کہ وہ جہنم سے بھاگا ہوا ہے اس چرواہے نے بتایا کہ آدھی رات کے وقت وہ اس وادی میں نکلتا ہے اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر روتا ہے اور چیخ و پکار کرتا ہے اور کہتا ہے۔ یا لیتک قبضت روحی فی الأرواح وجسدی فی الاجساد. ہائے کاش کہ میری روح نے جنم ہی نہ لیا ہوتا اور میرا وجود اللہ نے تخلیق ہی نہ کیا ہوتا۔ تا کہ کل مجھے خدا کی عدالت

میں شرمندگی نہ اٹھانا پڑتی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ایاہ نرید ہاں ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔

وہ چرواہا حضرت عمرؓ کو رات کے اندھیرے میں اس وادی میں لے گیا۔ جونہی ثعلبہ نے نکل کر رونا شروع کیا حضرت عمرؓ نے فوراً جا کر اس کو دبوچ لیا۔ وہ فوراً پسینہ سے شرابور ہو گیا اور کہنے لگا۔ الامان الامان متی الخلاص من النار کہ بچاؤ بچاؤ مجھے جہنم سے بچاؤ۔ حضرت عمرؓ بولے گھبراؤ نہیں، آپ کا ساتھی عمرؓ ہوں اور تجھے لینے کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔

ثعلبہؓ نے عرض کیا اے عمر! میں رسول اللہ ﷺ کا اچانک سامنا نہیں کر سکتا میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اس وقت مجھے خدمت میں پیش کرو گے جس وقت آپ نماز میں مشغول ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت سلمانؓ نے ایسا ہی کیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوئے تو سوال کیا یا عمر مافعل ثعلبہ بن عبدالرحمان؟ کہ اے عمر ثعلبہ کا کیا بنا۔ انھوں نے جواباً عرض کیا ھو ذا یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول ہم نے تلاش کر لیا اور یہ موجود ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کیا کہ ما الذی غیبک عنی کہ تو کس وجہ سے غائب رہا؟ عرض کیا "ذنبی" اپنے گناہ کیوجہ سے۔

آپؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی آیت بتاتا ہوں جس سے تیرا گناہ معاف ہو جائے گا۔ اور اسے یہ آیت سکھائی ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

ثعلبہؓ پر خوف خدا کا اتنا غلبہ تھا کہ کہنے لگا ان ذنبی اعظم من ذالک کہ میرا تو گناہ اس سے بھی بڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا بل کلام اللہ اعظم بلکہ اللہ

کا کلام بڑا ہے۔ آپؐ نے اسے یہ آیت سکھائی اور اسے گھر بھیج دیا کہ یہ دعاء مانگتے رہو۔ خوف خدا اور شرم وحیاء کیوجہ سے وہ شدید بیمار ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ ان ثعلبہ مریض کہ ثعلبہ تو سخت بیمار ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے گھر میں اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ و اخذ براسه فوضعه فی حجره اور آپؐ نے ازراہ شفقت اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

ثعلبہ نے آہستگی سے سر نیچے کھسکا لیا آپؐ نے سوال فرمایا۔ لم ازلت راسک عن حجری کہ تو نے اپنا سر میری گود سے کیوں ہٹا لیا؟ وہ کہنے لگا لأنّه ملآن من الذنب کیونکہ میرا سر گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اب تجھے کیا تکلیف ہے وہ کہنے لگے کہ خوف ودہشت کی وجہ سے میرا جسم کا ایک ایک ذرہ کانپ رہا ہے۔ آپؐ نے پوچھا فما تشتهی کسی چیز کی خواہش ہے تو بتا ہم تیرے لیے لے آئیں۔ وہ کہنے لگا کہ خواہش تو صرف ایک چیز کی ہے اور وہ ہے مغفرۃ ربی اللہ تعالیٰ کی بخشش آپؐ نے اسے مغفرت و بخشش کی اطلاع دی۔ فصاح صیحة ومات اس نے ایک چیخ ماری اور فوراً موت واقع ہو گئی۔

آپؐ نے اس کے غسل وکفن کا انتظام کیا۔ پھر اسکا جنازہ پڑھایا جب ان کے جنازہ کو قبرستان کی طرف دفن کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو آپؐ اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل چل رہے تھے اور پورا قدم مبارک زمین پر نہ ٹیک رہے تھے۔

صحابہ کرامؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ رأیناک تمشی علی اطراف انا ملک کہ اے اللہ کے رسول! آپ پنجوں کے بل کیوں چل رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا لم استطع ان اضع رجلی علی الأرض من کثرة من شیعه من الملائکة آج اس کے جنازے میں فرشتے اتنی کثرت سے شامل ہو

کر چل رہے ہیں کہ میں انکی وجہ سے اپنے پورے قدم زمین پر نہیں رکھ سکتا۔

**نتائج:-**

۱۔ حضرت ثعلبہؓ کا خوف خدا۔

۲۔ توبہ کا ایک عجیب واقعہ۔

۳۔ جنازہ میں فرشتوں کی کثرت۔

۴۔ ایک عام سے گناہ کو کتنی اہمیت دی۔

## ۲۰۱ :- اے عمر !تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت دی۔

حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ ایک دن کسی اہم اجتماعی کام میں مشغول تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور آ کر کہنے لگا ان فلاناً ظلمنی فاعد نی علیہ کہ فلاں آدمی نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس کا بدلہ دلایئے۔

حضرت عمرؓ کو اس کے اس طرح بے وقت آنے پر غصہ آیا اور اپنا درہ اٹھا کر اسے مار دیا اور فرمایا کہ جب میں مسلمانوں کے اجتماعی کام کے لیے بیٹھا ہوں تو تجھے بدلہ لینا یاد آ گیا۔ ہر کام کے لیے ایک وقت ہوتا ہے۔ وہ شخص درہ کھا کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

حضرت عمرؓ کو فوراً تنبہ ہوا اور فرمایا علیَّ بالرجل اس آدمی کو میرے پاس لایا جائے۔ جب اس آدمی کو لایا گیا تو آپؓ نے اپنا درہ اسکی طرف پھینکا اور فرمایا جس طرح میں نے تجھے مارا ہے تو بھی مجھے مار لے اور بدلہ لے لے۔ وہ شخص بڑا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور آپ کی رضاء کیلئے

معاف کردیا۔آپ نے فرمایا اس طرح نہیں یا تو اللہ کے لیے معاف کردے یا پھر مجھ سے بدلہ لے۔اس شخص نے کہا کہ میں نے محض اللہ کی رضاء کے لیے آپ کو معاف کردیا۔

حضرت عمرؓ پھر مجلس سے اٹھے اور گھر تشریف لے گئے دو رکعت نماز توبہ پڑھی اور پھر اپنے آپ سے مخاطب ہوکر رو رو کر کہنے لگے۔یا ابن الخطاب کنت وضیعاً فرفعک اللہ کہ اے خطاب کے بیٹے تو ذلیل اور پست تھا تو اللہ تعالیٰ نے تجھے بلند کردیا۔ و کنت ضالاً فھداک اللہ اور تو گمراہ تھا تو اللہ نے تجھے ہدایت دے دی۔ و کنت ذلیلاً فاعزک اللہ اور تو ذلیل تھا تو اللہ تعالی نے تجھے عزت دے دی اور تجھے لوگوں کا والی بنا دیا۔اور آج تیری یہ حالت ہوگئی کہ ایک آدمی انصاف مانگنے آتا ہے اور تو نے اسکو ایک کوڑا مار دیا۔ماذا تقول لربک کل قیامت کے دن خدا تعالیٰ کو کیا جواب دے گا۔

حضرت عمرؓ یہ الفاظ بار بار کہہ رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر تھی اور ہچکی بندھی ہوئی تھی بار بار فرماتے تھے ماذا تقول لربک یا ابن الخطاب اے خطاب کے بیٹے کل خدا کو کیا جواب دے گا؟

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عمرؓ کا خوف خدا اور فکر آخرت۔
۲۔ آپؓ کا کمال درجے کا عدل و انصاف۔
۳۔ اپنی اصلی حالت کو نہ بھولنا چاہیے۔
۴۔ غلطی ہو جانے کے بعد متنبہ ہو جانا مؤمنین کی صفت ہے۔

## ۲۰۲ :- تو جہنمی نہیں ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ کر جب مدینہ منورہ کے قرب وجوار کے دیہاتیوں نے بلند آواز سے کلام کیا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی اور فوراً اس رویے کی تردید فرمائی۔ اور مومنین کو حکم دیا کہ تم اپنی آوازیں پیغمبر ﷺ کی آواز کے سامنے پست رکھو۔ خبردار آپ کے سامنے آواز بلند نہ کرنا' اس طرح تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

صحابہ کرامؓ یہ فرمان الٰہی سن کر سہم گئے اور انتہائی محتاط ہو گئے۔

آپؐ کے ایک صحابی حضرت ثابت بن قیسؓ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی یہ تو اتنے ڈر گئے کہ اپنے گھر میں ہی بیٹھ گئے اور مجلس نبوی میں حاضری دینا بند کر دی۔ جب چند دنوں تک یہ آپ کو نظر نہ آئے تو آپ نے انکو سنبھالا کہ ثابت بن قیسؓ کے ساتھ کیا بنا؟ وہ نظر نہیں آتے۔ انکا پتہ کرو اور مجھے بتاؤ۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ میں انکے بارے میں تحقیق کروں گا۔ چنانچہ وہ انکے گھر گیا تو وہ انتہائی خستہ حالی کے ساتھ اپنے گھٹنوں میں سر دیکر بیٹھے تھے اور زارو قطار رو رہے تھے اس نے پوچھا "ماشأنک" کہ تیرے ساتھ کیا بنا۔ حضرت ثابت ابن قیسؓ نے رو کر عرض کیا کنت ارفع صوتی فوق صوت رسول اللہ فقد حبط عملی وانا من اھل النار کہ میری آواز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے بلند ہو جایا کرتی تھی۔ میرے تو سب اعمال ضائع ہو گئے میں تو جہنم کا مستحق ہو گیا۔ اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا۔

وہ شخص آپؐ کی خدمت میں آیا اور انکا سارا واقعہ عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ حکم تو انکے لیے دیا گیا ہے جو جان بوجھ کر سوء ادبی کرتے ہوئے آواز

بلند کریں، ثابت بن قیس تو ہمارا مخلص ساتھی ہے اس کی آواز قدرتا اونچی ہے۔ وہ اس وعید کا مستحق نہیں ہے۔ جاؤ اسے جا کر یہ خوش خبری دے دو۔

انک لست من اهل النار ولكنك من اهل الجنة کہ تو ہرگز جہنمی نہیں ہے بلکہ تو جنتی ہے۔

اس آدمی نے جا کر حضرت ثابت بن قیس کو یہ عظیم خوشخبری سنائی تو انکی دنیا ہی بدل گئی۔

**نتائج:-**

۱۔ آپ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا بے ادبی ہے۔
۲۔ حضرت ثابت ابن قیس کا خوف اور ڈر۔
۳۔ اس خوف کی وجہ سے جہنم سے آزادی کا پروانہ مل گیا۔
۴۔ اللہ تعالی اپنے پیغمبر ﷺ کی بے ادبی برداشت نہیں کرتا۔

## ۲۰۳ :- آخرت کی بجائے دنیا کی سزا منظور ہے۔

بنی امیہ کے عہد حکومت میں عراق کے گورنر ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو عہدہ قضاء پیش کیا آپ نے حکومت وقت کی بے اعتدالیوں کے پیش نظر اس عہدہ کی قبولیت سے انکار کر دیا۔

ابن ہبیرہ نے لالچ دیتے ہوئے وزیر خزانہ وزیر مالیات کے عہدے پیش کئے اور قاضی القضاۃ کا عہدہ بھی پیش کیا۔ مگر امام صاحب نے استغناء سے کام لیتے ہوئے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ میں ظلم و جور کی معاونت نہیں کر سکتا۔ حتی

کہ اس نے بالآخر گورنر کی مہر بھی آپ کے قبضہ میں دینے کی پیش کش کی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اب گورنر نے دھونس اور دھمکیاں دینی شروع کیں۔

آپؒ نے فرمایا کہ گورنری تو بڑی چیز ہے اگر مجھے صرف یہی حکم دیا جائے کہ شہر کی مسجد کے دروازے گنا کروں تو مجھے یہ بھی قبول نہیں۔

گورنر نے آپ کو قید کر دیا۔ جب آپ وہاں بھی قائل نہ ہوئے تو اس نے کہا **وان لم یفعل لنضربنه بالسیاط** کہ اگر میرا حکم نہ مانا تو میں کوڑے ماروں گا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا **واللہ لا فعلت لو قتلنی** کہ اللہ کی قسم! وزارت قبول نہ کروں گا چاہے قتل ہی کر دیا جاؤں۔

بالآخر گورنر نے قتل کی دھمکی دی تو آپؒ نے فرمایا **انها میتة واحدة** کہ یہ تو ایک ہی موت ہے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ پھر گورنر نے حکم دیا کہ ہر روز انکو جیل سے نکال کر چوک میں لایا جائے اور منادی کرا کر لوگوں کے سامنے انکو دس کوڑے مارے جائیں۔ اور بازار میں پھرا کر تذلیل کی جائے۔ اس طرح وقت کے اس عظیم امام کو ۱۲ دنوں میں ۱۲۰ کوڑے لگائے گئے۔

آپ نے بڑھاپے کے باوجود اس سزا کو قبول کیا اور فرمایا **ضربه لی فی الدنیا اسهل علیَّ من مقامع الحدید فی الآخرة** کہ گورنر کی یہ دنیوی سزا میرے لیے آخرت کے ہتھوڑوں اور گرزوں کی نسبت بہت آسان ہے۔

اسی طرح عباسی دور میں خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام صاحبؒ کی علمی شہرت سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایک دفعہ پھر انہیں منصب قضاء پیش کیا۔ امام صاحب نے تمام اعیان مملکت کے سامنے انکار کر دیا اور فرمایا **انی لا اصلح** کہ میں اس کی اہلیت نہیں رکھتا۔ خلیفہ نے جواباً کہا **بل انت تصلح** بلکہ آپ اس کے اہل ہیں۔

جب امام صاحب نے بار بار انکار کیا تو خلیفہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کـذبـت کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر میں جھوٹ بولنے والا ہوں تو بھی اس عہدہ کا اہل نہیں ہوں کیونکہ جھوٹے کو یہ عہدہ نہیں دیا جا سکتا۔

امام صاحب کے اس جواب سے وقتی طور پر خلیفہ کو خاموش ہونا پڑا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد اس نے دوبارہ کوشش کی بلکہ قسم اٹھالی کہ میں یہ کام ضرور کروں گا۔ امام صاحب کو جب پتہ چلا تو انھوں نے عہدہ قبول نہ کرنے کی قسم اٹھالی۔ لوگوں نے سمجھایا کہ خلیفہ کی قسم کے مقابلے میں تم نے بھی قسم اٹھالی ہے، آپ اپنی قسم توڑ دیں۔ امام صاحب نے فرمایا **ان امیر المؤمنین اقدر منی علی کفارة یمینه** کہ امیر المومنین قسم کا کفارہ دینے کے لیے میری نسبت زیادہ طاقت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ دے۔

اس کے بعد امام صاحب کو ڈرایا دھمکایا گیا۔ حتیٰ کہ آپؒ کو مجلس کے اندر تیس کوڑے لگائے گئے **حتی سال الدم علی عقبیه** یہاں تک کہ خون بہہ بہہ کر آپ کی ایڑیوں تک آ پہنچا۔

پھر اس جرم کی پاداش میں آپؒ کو جیل میں قید کر دیا گیا۔ چار سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے مگر ظالم کی ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ بالآخر جیل کے اندر ہی آپ کو زہر دیا گیا اور آپؒ نے جام شہادت نوش کیا اور جنازہ جیل سے برآمد ہوا۔

**نتائج:۔**

۱۔ ظالم حکومت کی ملازمت سے بچنا چاہیے۔

۲۔ امام ابوحنیفہؒ کا مقام وعظمت۔

۳۔ استقامت وعزیمت کا بے مثال نمونہ۔

۴۔ امام صاحب کی ذہانت وفطانت۔

## ۲۰۴ :- میں اپنا وظیفہ خود مقرر کروں گا۔

حضرت سیدنا ابو بکر الصدیقؓ نے جب خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو دوسرے ہی دن حسب سابق اپنے کندھے پر کپڑوں کا تھیلہ اٹھا کر تجارت کیلئے بازار کی طرف چل پڑے۔ راستے میں سیدنا عمر فاروقؓ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے سوال کیا "الیٰ أین یا خلیفة رسول الله" کہ اے خلیفہ رسولؐ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا "الی السوق" بازار کی طرف جارہا ہوں۔

حضرت عمرؓ کو بڑا تعجب ہوا اور فرمانے لگے کہ آپ کو تو خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ آپ کا تو یہاں مسجد نبوی میں موجود رہنا ضروری ہے۔ اگر آپ سے کسی کو ملنا ہو تو کیا وہ آپ کو بازار میں تلاش کرنے جائے گا؟ اس لیے آپ بازار نہ جائیں اور یہیں مسجد نبوی میں مسلمانوں کے امور نبٹائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "فمن این اطعم أولادی" تو پھر میں اپنے بچوں کو کہاں سے کھلاؤں؟ انکی پرورش کی ذمہ داری بھی تو میرے اوپر ہے۔ اپنا پیٹ بھی پالنا ہے اور انکا بھی۔

حضرت عمرؓ انھیں مسجد نبوی میں واپس لے آئے صحابہ کرامؓ کو بلایا اور اس موضوع پر مشورہ کیا کہ اب خلیفہ رسولؐ کا باقاعدہ روزینہ (روزانہ کا خرچہ) مقرر کرنا چاہیے۔ امین الأمة حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی تشریف فرما تھے اور

دوسرے کبار صحابہ بھی۔ طے یہ ہوا کہ بیت المال سے روزانہ انکو خرچ دینا چاہیے۔

اب بحث اس پر چلی کہ خلیفہ رسول کا وظیفہ کتنا ہونا چاہیے؟ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں اپنا وظیفہ خود مقرر کروں گا۔ صحابہ کرامؓ حیران رہ گئے کہ شاید ہم تھوڑا مقرر کر رہے تھے اس لیے آپؓ نے خود مقرر کرنے کا فرمایا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میرا روزینہ اتنا ہوگا جتنی مدینہ منورہ کے ایک ادنیٰ ترین مزدور کی مزدوری ہوتی ہے۔ سب صحابہؓ حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ حضرت! اتنے کم وظیفہ سے آپ کا گزارہ کیسے ہوگا؟

آپؓ نے فرمایا میرا گزارہ اسی طرح ہوگا' جس طرح اس مزدور کا گزارہ ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ اب تو آپ کے اخراجات پہلے کی نسبت بڑھ جائیں گے۔ یہ روزینہ پورا نہ ہوگا آپؓ نے فرمایا اگر اس روزینہ میں میرا گزارہ نہ ہوا تو میں پہلے اس مزدور کی مزدوری بڑھاؤں گا پھر اپنا روزینہ بڑھاؤں گا۔ چنانچہ آپؓ کا روزینہ مقرر ہو گیا جس میں آپؓ کے اہل وعیال کا بمشکل گزارہ ہوتا تھا۔ آپ کی سلیقہ شعار بیوی نے سوچا کہ پہلے تو کبھی کبھی کوئی میٹھی چیز بھی کھانے کو مل جاتی تھی۔ اب جب سے یہ خلیفہ بنے ہیں ہمارا معیار زندگی بلند ہونے کی بجائے گر گیا ہے۔

چنانچہ بیوی نے روزانہ کے روزینہ سے آدھی آدھی چھٹانگ آٹا بچانا شروع کر دیا جب اس طرح بچت کرتے کرتے کئی دن گزر گئے تو کچھ آٹا بیچ کر بازار سے کھجور کا شیرہ اور تیل منگوایا اور حلوہ تیار کیا۔

آپؓ جب کھانا کھانے لگے تو بیوی نے آج کھانے کے ساتھ تھوڑا سا حلوہ بھی دے دیا آپؓ نے فوراً پوچھا "من این ھذا" کہ یہ حلوہ کہاں سے آیا

ہے۔ بیوی نے خوش ہو کر بتایا کہ یہ میری سلیقہ مندی کا نتیجہ ہے کہ میں نے اتنے دنوں تک بچت کر کے آج ذائقہ بدلنے کے لیے یہ تیار کیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ مدینہ منورہ کے یتیم بچے تو بھوک سے نڈھال ہوں اور ابوبکر کے گھر حلوہ پکے۔ فوراً اپنے غلام کو بلایا اور فرمایا کہ جاؤ یہ حلوہ کسی یتیم یا بیوہ کو دے کر آؤ۔

پھر آپؓ سیدھے بیت المال کے خزانچی حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرے روزینے سے مٹھی بھر آٹا کم کر دو۔ کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ مٹھی بھر کم آٹے سے بھی ابوبکرؓ کے گھرانے کا گزارہ چل سکتا ہے۔

اس طرح آپ نے تقریباً دو سال تک خلافت کی ذمہ داری نبھائی۔ جب آپؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے کو بلا کر وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد دو سال کے وظیفہ کا حساب کر کے میرے ترکے میں سے بیت المال میں واپس جمع کرا دینا۔ ابوبکر اس حال میں خدا سے نہیں ملنا چاہتا کہ اس نے عوام کا حق کھایا ہو۔ چنانچہ آپ کے بیٹے نے بعد میں وہ ساری رقم بیت المال میں جمع کرا دی۔

**نتائج:-**

۱۔ خلافتِ راشدہ کا عادلانہ نظام۔

۲۔ مزدوروں کے حقوق کا خیال اسلام ہی رکھتا ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکرؓ کا ورع اور تقویٰ۔

۴۔ بوجہ خلافت آپ کا معیار زندگی بڑھنے کی بجائے کم ہو گیا۔

## ۲۰۵ :- مالِ حرام سے پرورش پانے والا جسم آگ کا حقدار ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے ورع اور تقویٰ کا ایک اور واقعہ تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے کہ آپؓ کا ایک غلام ایک دفعہ کہیں سے کچھ کھانا لیکر آیا۔ آپؓ نے اس کھانے سے ایک لقمہ کھالیا۔

غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ مجھ سے پوچھتے تھے کہ یہ کھانا وغیرہ کہاں سے لیا ہے۔ مگر آج آپ نے کیوں نہیں پوچھا؟ آپؓ نے فرمایا "حلمنی علیٰ ذالک الجوع" کہ شدت بھوک کی وجہ سے آج مجھے پوچھنا یاد نہ رہا۔ اب بتامن این جئت ھذا الطعام کہ یہ کھانا تو نے کہاں سے لیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ دور جاہلیت میں میں کہانت (جادو جنات کے ذریعے غیب کی خبریں دینا) کا کام کرتا تھا۔ میں نے ایک آدمی کو اسی طرح ایک جھوٹی خبر دی تھی اور وہ قدرتی طور پر ٹھیک ثابت ہوئی۔ آج اس کے ساتھ میری ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے یہ کھانا دیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے جونہی یہ بات سنی فوراً اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور قے کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ نے بار بار قے کر کے اپنا معدہ خالی کر دیا اور طبیعت انتہائی خراب ہوگئی۔ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا "رحمک اللہ کل ھذا من اجل لقمة ؟" کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا یہ سارا کچھ آپ نے محض ایک لقمے کے لیے کیا ہے۔

آپ نے فرمایا واللہ لو لم تخرج الامع نفسی لأخر جتھا اللہ کی قسم اگر یہ لقمہ نکالتے نکالتے میری جان بھی نکل جاتی تو مجھے کوئی پرواہ نہ تھی۔ کیونکہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے "کل جسد نبت من سحت فالنار اولیٰ به" کہ ہر وہ جسم جو مال حرام سے پلا ہو اس کے لیے آگ ہی سزاوار ہے۔ مجھے تو یہ خوف ہوا کہ کہیں اس لقمہ سے میرے وجود کو غذائیت نہ مل جائے اور میرا وجود حرام سے پرورش پانے والا نہ بن جائے۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت ابوبکرؓ کا ورع اور تقویٰ۔

۲۔ کہانت کی کمائی حرام ہے۔

۳۔ مال حرام سے پلنے والا جسم آگ کا حقدار ہے۔

## ۲۰۶:۔ حضرة ابوھریرہؓ کا توشہ دان

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور صحابی حضرت سیدنا ابوہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ دور اسلام میں مجھ پر تین مصیبتیں ایسی سخت آئی ہیں کہ میں زندگی بھر نہ بھول سکوں گا۔ (۱) رسول اللہ ﷺ کی وفات اور جدائی کا صدمہ۔ (۲) حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کی مظلومانہ شہادت۔ (۳) میرے توشہ دان کا گم ہو جانا۔

لوگوں نے سوال کیا کہ توشہ دان کا کیا معاملہ ہے؟ وہ کیسا توشہ دان تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہماری خوراک وغیرہ بالکل ختم ہو گئی۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ ابوہریرہؓ تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ چند کھجوریں ہیں۔ آپ نے فرمایا لے آؤ۔ میں لے کر گیا تو آپ نے انکو دستر خوان پر بچھا دیا یہ کل اکیس کھجوریں تھیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایک کھجور کو اٹھا کر اس پر اللہ کا نام پڑھ کر رکھتے گئے۔ پھر سب لوگوں کو بلایا کہ دس دس آدمی آتے جائیں اور بیٹھ کر کھاتے جائیں۔

اس طرح پوری فوج سیر ہوگئی اور دستر خوان پر ابھی کھجوریں باقی تھیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ان بقیہ کھجوروں پر میرے لیے برکت کی دعاء فرما دیجئے آپؐ نے دعاء فرما دی تو میں نے انکو توشہ دان (تھیلے) میں ڈال لیا۔

ان کھجوروں میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت فرما دی کہ میں جب بھی ہاتھ ڈالتا کھجوریں نکل آتی تھیں۔ تقریباً پچاس وسق (وسق چار من کا ہوتا ہے اس طرح ۲۰۰ من بنتی ہیں) کھجوریں تو میں نے اس سے نکال کر خیرات بھی کیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں میں اس توشہ دان سے کھاتا رہا پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے دور میں کھاتا رہا اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بھی۔ اور اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں اس تھیلے سے کھجوریں نکال کر کھاتا رہا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے ہنگامے میں جہاں اور چیزیں گم ہو گئیں وہ توشہ دان بھی گم ہوگیا اس لیے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ساتھ مجھے اس کا بھی بڑا غم ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔

للناس هم واحد ولی همان فقدان جراب وقتل عثمان

لوگوں کو تو ایک غم ہے مگر مجھے دو غم ہیں ایک تھیلے کی گمشدگی کا' دوسرا حضرت عثمانؓ کی شہادت کا۔

**نتائج:-**

۱۔ صحابہ کرامؓ کی فقر وفاقہ کی زندگی۔

۲۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ۔

۳۔ ابوہریرۃؓ کے توشہ دان کا عجیب معاملہ۔

## ۲۰۷:- یہ فیصلہ میری تلوار کرے گی۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک یہودی اور ایک منافق (بظاہر مسلمان) کا کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ جب جھگڑا شدت اختیار کر گیا تو لوگوں نے کہا کہ کسی سے فیصلہ کروالو۔

یہودی نے کہا کہ ہمارے عالم کو حکم مان لیتے ہیں' اس سے جا کر فیصلہ کرواتے ہیں۔ جب کہ منافق جو بظاہر مسلمان تھا اس نے اس امید پر کہ میں مسلمان ہوں' کلمہ گو ہوں' شاید میرے حق میں فیصلہ ہو جائے گا کہا کہ یہ فیصلہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے کرواتے ہیں۔

یہودی اس پر راضی ہو گیا۔ دونوں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جھگڑا لیکر حاضر ہو گئے۔ منافق نے اپنے اسلام کا بھی اظہار کیا اور رعایت چاہی۔

یہودی چونکہ اس معاملہ میں سچا تھا آپؐ نے اس کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ منافق کو یہ فیصلہ اچھا نہ لگا۔ باہر نکل کر کہنے لگا کہ یار ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ سے بھی فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ منافق کے دل میں یہ خیال تھا کہ حضرت عمرؓ چونکہ انتہائی جلالی طبیعت کے مالک ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جلال میں آ کر کلمہ گو ہونے کی وجہ سے میری رعایت فرمائیں کہ ایک طرف یہودی ہے اور دوسری طرف مسلمان ظاہر بات ہے انکی ہمدردیاں میرے ساتھ ہی ہوں گی۔

یہودی اس بات پر بھی راضی ہو گیا۔ کہ اگر تیری تسلی اپنے نبی کے فیصلہ سے نہیں ہوئی تو چلو تیرے کہنے کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ سے بھی فیصلہ کروا لیتے ہیں۔

چنانچہ یہ دونوں فاروق اعظمؓ کے دروازے پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکا کر آپ

کو اندر سے بلایا اور آپؓ کے سامنے سارا معاملہ رکھا۔

دریں اثناء یہودی نے کہا کہ اس معاملہ میں آپ کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس سے قبل میرے حق میں فیصلہ فرما چکے ہیں۔ آپ نے منافق سے اس کی تصدیق چاہی تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپؓ نے پوچھا کہ آپؐ کے فیصلے کے بعد میرے ہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ منافق نے کہا کہ جی ذرا مزید تسلی کے لیے آپ کے ہاں اسے میں لے آیا ہوں۔

آپؓ نے فرمایا ٹھیک ہے ذرا ٹھہرو، میں آتا ہوں۔ اندر تشریف لے گئے اور اپنی فاروقی تلوار لیکر باہر آئے اور تلوار لہرا کر فرمایا کہ جس سر میں میرے محبوب کا فیصلہ نہیں سما سکتا میں اس سر کو دنیا میں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا اور فوراً اس تلوار سے منافق کا سر تن سے جدا کر دیا۔ منافق کے رشتہ داروں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حضرت عمرؓ کے خلاف قتل کا دعویٰ دائر کر دیا کہ حضرت عمرؓ نے ایک مسلمان کو بلا وجہ قتل کر دیا۔

آپؐ نے فرمایا کہ ماکنت اظن ان عمر یجتریٔ علی قتل مومن کہ میرے خیال کے مطابق عمر ایک مؤمن کے قتل کی جرات نہیں کرسکتا۔

بہرحال آپؐ نے حضرت عمرؓ کو بلوایا اور سارا معاملہ پوچھا کہ ایک مسلمان کو کیوں قتل کیا؟ حضرت عمرؓ ابھی جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ جبریل امین وحی لیکر حاضر ہوگئے۔ فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مماقضیت ویسلموا تسلیما۔

تیرے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپؐ کو فیصل اور حکم نہ مان لیں۔ پھر آپؐ کے فیصلے کے بارے اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے دل وجان سے تسلیم کر

لیں۔

ان آیات کے نزول کے بعد آپؐ نے اس منافق کا خون رائیگاں قرار دیا اور حضرت عمرؓ کو بری قرار دیا۔ فھدر دم ذالک الرجل وبرئ عمر من قتلہ.

**نتائج:۔**

۱۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عدل وانصاف

۲۔ آپؐ کے واضح فیصلے کے بعد کسی اور سے فیصلہ کروانا آپ کی شان میں گستاخی ہے۔

۳۔ حضرت عمرؓ کی محبت رسولؐ اور غیرت ایمانی۔

۴۔ رسولؐ اللہ کے گستاخ کی سزا قتل ہے۔

## ۲۰۸:۔ یہ اللہ کی رضاء کے لیے آزاد ہے۔

ایک دفعہ حضرت ابومسعود بدریؓ شدید غصے میں اپنے ایک غلام کو مارتے جاتے تھے۔ اسپر کوڑے پہ کوڑا برسا رہے تھے اور وہ غلام درد والم کیوجہ سے چیخ و پکار کر رہا تھا اور کوئی بھی اس کی فریادرسی کے لیے تیار نہ تھا۔

اچانک پیچھے سے کسی آواز دینے والے نے آواز دی "یا ابا مسعود"

حضرت ابومسعودؓ نے یہ آواز تو سنی مگر اس کی تمیز نہ کر سکے کہ کون بلا رہا ہے؟

شدید غصے کی وجہ سے نہ اس آواز پر دھیان دیا اور نہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔

رفتہ رفتہ یہ آواز قریب سے قریب تر آ رہی تھی۔ حتی کہ اس آواز دینے والے نے ابومسعودؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یا ابا مسعود! اب ابومسعود نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ آواز دینے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ ان پر خوف

وہیبت طاری ہو گیا اور کوڑا ہاتھ سے نیچے گر گیا اور انتہائی مسکنت اور عاجزی کے ساتھ سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اعلم ابا مسعود ان اللہ تعالیٰ اقدر علیک منک علی ھذا الغلام۔ اے ابو مسعود! آج تجھے اس غلام پر جتنا تسلط و قدرت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کو اس سے کہیں زیادہ تیرے اوپر قدرت و اختیار حاصل ہے۔

حضرت ابو مسعودؓ پر اس جملے کا ایسا اثر پڑا کہ فوراً آنکھوں میں آنسو آ گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ھو حر لوجہ اللہ کہ اے اللہ کے رسولؐ! گواہ رہیے اس غلام کو میں نے اللہ کی رضاء کے لیے آزاد کر دیا۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کسی غلام کو اس طرح نہ ماروں گا۔

**نتائج:۔**

۱۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان رافت ورحمت۔

۲۔ حضرت ابو مسعودؓ کا خوفِ خدا۔

۳۔ آپؐ کا ادب واحترام اتنا کیا کہ اس غلام کو آزاد ہی کر دیا۔

## ۲۰۹ :۔ یا رسول اللہ! گواہ رہیے میرے سب غلام آزاد ہیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے مسئلہ دریافت کیا کہ میرے کچھ غلام ہیں جو میرے ساتھ بعض اوقات نافرمانی سے پیش آتے ہیں۔ کبھی جھوٹ بولتے ہیں اور کبھی خیانت کرتے ہیں۔ میں اس کی وجہ سے انھیں مارتا ہوں برا بھلا کہتا ہوں فکیف انا معھم کیا اس پر مجھے کوئی

مواخذہ تو نہ ہوگا؟

آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانی خیانت' کذب بیانی وغیرہ کا حساب کرے گا۔ اور اسی طرح تیری سزا کا بھی حساب کرے گا۔ اگر تیری سزا انکے جرم کے برابر نکلی تو معاملہ صاف ہو جائے گا۔ لا لک و لا علیک نہ تجھے کچھ لینا نہ دینا۔ اور اگر تیری سزا انکے جرم سے زیادہ بنی تو جتنی زیادتی تو نے کی ہے اس کا تجھے بدلہ دینا ہوگا۔

وہ آدمی یہ بات سن کر انتہائی خوف زدہ ہو گیا اور خوف آخرت کی وجہ سے اس کے وجود پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ ؐ نے مزید فرمایا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں پڑھا؟

**ونضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيئاً و ان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها و كفى بنا حاسبين (الانبياء)** کہ قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو رکھیں گے۔ پھر کسی نفس پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے۔ اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

قیامت کے دن کے حساب و کتاب کا اس شخص پر اتنا اثر ہوا کہ فوراً کہنے لگا کہ یارسول اللہ ﷺ اگرچہ دنیوی کام کاج کے لیے مجھے غلاموں اور کارندوں کی شدید ضرورت ہے۔ مگر میں قیامت کے دن کے حساب و کتاب کا سامنا نہیں کر سکتا اشهد کم انهم کلهم احرار میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرے یہ سب غلام اللہ کی رضاء کے لیے آزاد ہیں۔

**نتائج:۔**

ا۔ قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

۲۔ خوف خدا کی وجہ سے اس شخص کی کیفیت۔

۳۔ غلاموں کے حقوق کا تحفظ اسلامی نظام میں ہے۔

## ۲۱۰ :- مجھے اس پر فضیلت کیوں دی؟

ایک دفعہ ایک یہودی نے سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی کہ میرا انکے ساتھ فلاں معاملہ میں جھگڑا ہے آپ انصاف فرمائیں۔

حضرت عمرؓ نے فوری طور پر حضرت علیؓ کو بلا بھیجا۔اب وہ دونوں آپؓ کی عدالت میں برابر کی حیثیت میں کھڑے تھے۔

حضرت عمرؓ نے بات چیت کے دوران حضرت علیؓ کو حسب عادت انکی کنیت سے یا اباالحسن کہہ کر بلایا۔اور اس یہودی کو اس کے نام سے پکارا۔

**فظهرت آثار الغضب علی وجه سیدنا علی** تو حضرت علیؓ کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہو گئے۔حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ شاید آپ اس وجہ سے ناراض ہو رہے ہیں کہ آپ کو اور آپ کے اس مخالف کو عدالت میں برابر کھڑا کیا گیا ہے؟

حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں تو اس لیے ناراض ہو رہا ہوں کہ آپ نے اس کے اور میرے درمیان برابری نہیں کی۔ کیونکہ آپ نے اسکو اس کے نام سے پکارا اور مجھے میری کنیت سے پکارا جو میرے لیے باعث عزت ہے۔

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کی یہ بات سن کر شدید متاثر ہوئے اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

**نتائج:-**

۱۔ اسلام کا عادلانہ نظام۔

۲۔ حضرت علیؓ کا کمال عدل اور عجیب جواب۔

۳۔ مدعی اور مدعی علیہ کو ایک نظر سے دیکھنا چاہیے۔

## ۲۱۱ :- یہ اونٹ تیری شکایت کر رہا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپؐ بے شک انسانوں کے علاوہ جانوروں کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئے۔

ایک دفعہ آپؐ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ باغ میں اسکا اونٹ بھی موجود تھا۔ اونٹ نے جونہی آپ کو دیکھا تو بے قرار ہو گیا اور زور زور سے ڈکارنا شروع کر دیا۔ **وذرفت عیناہ** اور اس کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہو گئے۔ اور وہ رونے لگا۔

آپؐ اس اونٹ کے پاس گئے۔ اونٹ نے اپنی گردن آپ کے قدموں پر رکھ دی اور آنسو۔ بہانے لگا۔ آپنے اپنا دست شفقت اس کے سر پر پھیرا تو وہ خاموش ہوا۔ اب آپؐ نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟

انصای نوجوان نے کہا **ھولی یا رسول اللہ**۔ یارسول اللہ یہ میرا اونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ **الاتتقی اللہ فی ھذہ البھیمۃ التی ملک اللہ ایاھا** کیا تو اس جانور کے بارے میں خدا سے نہیں ڈرتا جس نے تجھے اس کا مالک بنا کر تجھے اس پر تسلط دیا ہے۔ وہ انصاری حیران ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا **فانہ اشتکی الیّ انک تجیعہ و تدئبہ** کہ تو اس پر بوجھ زیادہ لادتا ہے اور کھانا کم دیتا ہے۔

انصاری نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ آپ تمام جہان کے لیے رحمت تھے۔

۲۔ جانوروں کے حقوق کا تحفظ اسلامی نظام میں ہے۔

۳۔ آپؐ کے اخلاق عالیہ اور رحمت وشفقت۔

۴۔ آپؐ کا معجزہ کہ جانور کی بات سمجھ لی۔

## ۲۱۲:۔ میرا باپ تمہارے باپ سے بہتر ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ عید الفطر کے دن مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ آپؐ نے دیکھا کہ وہاں بچے بڑی خوشی اور فرحت کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ اور ایک غریب سا لڑکا ان بچوں سے ذرا فاصلے پر کھڑا حسرت کے ساتھ انکو دیکھ رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہا رہا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اس کے رونے اور غمگین ہونے کی وجہ پوچھی۔ **مایبکیک ایھا الغلام؟**

اس بچے نے آپ کو نہ پہچانا اور کہنے لگا کہ بھئی آپ اپنا کام کریں۔ میرا باپ رسول اللہؐ کی معیت میں لڑتے ہوئے ایک غزوہ میں شہید ہو چکا ہے۔ آج اگر میرا باپ بھی زندہ ہوتا تو مجھے نئے کپڑے لیکر دیتا۔ مجھے پیسے دیتا اور میں بھی آج عید کی خوشی میں محلے کے بچوں کے ساتھ شریک ہوتا۔

آپؐ نے فرمایا۔ **اما ترضی ان اکون لک ابا وفاطمة لک اختاً وعائشة لک اماً۔** کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں اللہ کا رسول تیرا باپ

بن جاؤں اور فاطمہ الزہراء تیری بہن بن جائے اور عائشہ تیری ماں بن جائے۔

اب اس بچے نے آپ کو پہچان لیا اور کہنے لگا عفواً یا رسول اللہ کہ میں نے جو کچھ کہا معذرت چاہتا ہوں۔ پھر آپؐ نے اس بچے کو ساتھ لے لیا اور اسے گھر لے گئے۔ اسے اچھا کھانا کھلایا' نئے کپڑے لیکر دیئے اور اسے خرچنے کے لیے پیسے بھی دیے اور فرمایا العب مع اخوانک کہ اب جا کر اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلو۔

اب وہ بچہ انتہائی خوشی اور مسرت کے ساتھ نئے کپڑوں میں ملبوس ان لڑکوں کے پاس آیا۔ لڑکوں نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے؟ تھوڑی دیر پہلے تو تو رو رہا تھا اور غمزدہ تھا والان نراک فرحا مسروراً اور اب تو بڑا خوش نظر آ رہا ہے۔

بچے نے جواب دیا لقد رایت اباً خیراً من ابی وامی اکرم من امی مجھے اب ایسا باپ ملا ہے جو میرے سگے باپ سے اور آپ کے والدین سے بدرجہا بہتر ہے اور مجھے ایسی ماں ملی ہے جو میری سگی ماں سے بھی زیادہ رحیم و کریم ہے۔ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ کا بیٹا بن گیا ہوں۔ اور حضرت فاطمہؓ کا بھائی بن گیا ہوں۔

**نتائج:-**

۱۔ آپ کی رحمت و شفقت اور اخلاق عالیہ۔

۲۔ بچوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک۔

۳۔ ایک یتیم بچے کا سہارا بننا بہت بڑی نیکی ہے۔

# ۲۱۳ :- اے عمر! تو نے کتنے بچوں کے حقوق ضائع کئے؟

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ منورہ کی گلیوں میں پہرہ دے رہے تھے کہ آپؓ نے ایک گھر سے ایک بچے کے شدید رونے کی آواز سنی۔

آپؓ نے سوچا کہ شاید اچانک نیند سے بیدار ہونے کی وجہ سے رو رہا ہے۔ آپؓ نے تھوڑی دیر انتظار کیا کہ شاید خاموش ہو جائے لیکن بچہ تھا کہ خاموش ہونے میں نہ آیا اور برابر روتا ہی رہا۔

اب حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ معلوم کرنے کیلئے دروازے پر دستک دی اس کی ماں دروازے پر آئی تو آپؓ نے فرمایا کہ قد آلمنی بکاء الطفل وانی لفی معونتک تیرے بچے کے رونے کی وجہ سے مجھے شدید اذیت پہنچی ہے اگر کوئی میرے لائق خدمت ہو تو بتایئے۔ ماں نے کہا کہ شکراً لک یا سیدی کہ جناب آپ کا بے حد شکریہ کہ آپ اس وقت میری مدد کے لیے تشریف لائے۔

درحقیقت بات یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ نے دودھ پینے والے بچوں کا بیت المال سے کوئی وظیفہ مقرر نہیں کیا۔ ماں کو تو وظیفہ ملتا ہے البتہ بچے کا وظیفہ اس دن سے شروع ہوتا ہے جس دن سے اسکا دودھ چھڑا دیا جائے۔

میں ایک انتہائی غریب عورت ہوں کوشش کر رہی ہوں کہ اس بچے کا دودھ قبل از وقت چھڑا دوں تا کہ اس کا وظیفہ جاری ہو جائے تو میں اپنی ضروریات پوری کر سکوں۔ اس لیے میرا یہ بچہ دودھ چھڑانے کی وجہ سے بھوک سے رو رہا

ہے۔ روتے روتے تھک جائے گا تو خاموش ہو جائے گا اور سو جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے جونہی یہ بات سنی تو شدید دکھ ہوا اور سیدھے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ ساری رات توبہ و استغفار کرتے رہے اور فرماتے تھے واسوء ا لعمر اے عمر تیرے اوپر افسوس ہے! پتہ نہیں کتنے بچے بلک بلک کر روتے ہوں گے۔ **کم قتلت من اولاد المسلمین یا عمر ؟ ماذا یکون جوابک حین یسالک ربک.** اے عمر! تو نے مسلمانوں کے کتنے بچے قتل کر دیئے۔ کل رب کی عدالت میں تیرا کیا جواب ہوگا۔ **ھل حققت العدل یا عمر فی امة ؟** اے عمر کیا تو نے امت مسلمہ کے ساتھ عدل کے تقاضے پورے کر دیئے ہیں؟

اسی طرح آپ ساری رات مسجد نبوی میں روتے رہے۔ استغفار کرتے رہے۔ جونہی صبح کی نماز کے لیے لوگ مسجد میں آئے آپؓ نے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا بلکہ پوری مملکت میں یہ اعلان کرنے کا حکم دے دیا کہ **لاتعجلوا فطام اولاد کم فقد فرض عمر لکل مولود من یوم ولا دته نصیباً** اپنے بچوں کے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو آج سے عمرؓ نے ہر بچے کے لیے اسکی ولادت کے دن سے وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عمرؓ کا خوف خدا۔

۲۔ آپؓ کا عادلانہ نظام اور رعایا کی خبر گیری۔

۳۔ اسلام بچوں کے حقوق کا بھی خیال رکھتا ہے۔

## ۲۱۴ :- عورت کا فتنہ

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا" **اتقوا النساء فان اول**

فتنۃبنی اسرائیل کانت فی النساء کہ عورتوں کے فتنے سے بچو بنی اسرائیل میں بھی جو سب سے پہلا فتنہ اٹھا وہ عورت ہی کا تھا۔

علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں یہ فتنہ اس طرح پیدا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت ایک مستجاب الدعوات ولی اللہ بلعم بن باعور تھا۔

موسیٰ علیہ السلام جب جبارین کی سرکوبی کے لیے کنعان میں اترے تو جبارین اکٹھے ہو کر بلعم کے پاس آئے اور اس سے درخواست کی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے بد دعاء کرے۔ اس نے سختی سے انکار کر دیا کہ میں اللہ کے ایک پیغمبر اور انکے مومن ساتھیوں کے لیے بد دعاء کیسے کر سکتا ہوں؟

جبارین نے اس کی بڑی منت سماجت کی تو کچھ نرم ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں اس مقصد کے لیے استخارہ کروں گا ۔استخارہ موافق ہوا تو تب بدعاء کروں گا۔ بالآخر استخارہ بھی موافق نہ نکلا تو اس نے انہیں سختی سے واپس لوٹا دیا۔ آخرکار انھوں نے اسے منت زاری کے ذریعے نیز مال وزر دیکر راضی کر لیا۔

اب یہ بدعاء کے ارادے سے گدھے پر سوار ہو کر گھر سے نکلا اور جبل جسان پر جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام بمعہ لشکر فروکش تھے گیا۔ اس کا گدھا راستے میں بار بار گر جاتا تھا اور وہ گدھے کو مار مار کر اٹھاتا تھا۔ آخر اس کے گدھے کو اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی دی اور اس نے بول کر کہا کہ تو کدھر جا رہا ہے؟ کیا ایک نبی کے لیے بدعاء کے لیے جا رہا ہے؟ اللہ کے فرشتے بار بار آ کر مجھے واپس پھیرتے ہیں۔

جب گدھا چلنے سے رہ گیا تو اس نے پیدل ہی سفر شروع کر دیا۔ پہاڑ پر چڑھا اور بدعاء شروع کر دی۔ بد دعاء میں جب وہ بنی اسرائیل کا نام لیتا تو اس کی بجائے منہ سے قوم بلعم کا لفظ نکلتا گویا کہ وہ الٹا اپنی ہی قوم کے لیے بد دعاء کر رہا

ہے۔اس کی قوم حیران تھی کہ یہ کیا کہہ رہا ہے مگر یہ تو قدرت خداوندی تھی۔

بالآخر اس پر اللہ تعالیٰ کی گرفت نازل ہوئی اور اس کی زبان لٹک کر سینے تک آ پہنچی۔اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اب میں تو برباد ہو گیا ہوں میری تو دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ خیر میں تمھیں ایک ترکیب بتاتا ہوں وہ یہ کہ اپنی عورتوں کو خوب بنا سنوار کر اور آراستہ کر کے کچھ چیزیں بیچنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بھیجو۔اور ان عورتوں کو کہہ دو کہ اگر کوئی برائی کا ارادہ کرے تو انکار نہ کریں۔

اگر ایک شخص بھی ان میں سے زناء میں مبتلا ہو گیا تو یقیناً وہ تباہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی طرح انھوں نے اپنی عورتوں کو بھیجا۔ یہ انتہائی خوبصورت عورتیں بنی اسرائیل میں گھوم پھر کر سودا سلف بیچ رہی تھیں کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص زمزم نامی ایک انتہائی خوبصورت عورت کسی بنت صور کے ساتھ مبتلائے زناء ہو گیا۔

صرف ایک زناء کی شامت کیوجہ سے قوم بنی اسرائیل پر خدا کی گرفت آئی اور ان میں وباء پھوٹ پڑی اور چند ہی گھنٹوں میں تقریباً ستر ہزار آدمی لقمہ اجل بن گئے۔ بالآخر حضرت ہارون علیہ السلام کے پوتے فنحاض نے بڑی دقت کے ساتھ تحقیق کر کے زانی اور زانیہ کو تلاش کر لیا اور ان دونوں کو رجم کر کے خدا سے دعاء مانگی اور رحمت کی درخواست کی تب جا کر وہ وباء بند ہوئی۔

**نتائج**:۔

۱۔ عورت کا فتنہ بھی بڑا سخت فتنہ ہے۔

۲۔ ایک دفعہ کے زناء سے معاشرے پر اثرات۔

۳۔ اغیار کا یہ طریقہ ہے کہ اہل اسلام کو فحاشی میں ملوث کر کے تباہ کریں۔

# ۲۱۵ :- ہر ایک کے حقوق پورے کر

ایک دفعہ سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دینی بھائی حضرت ابو الدرداءؓ سے ملنے کے لیے انکے گھر تشریف لے گئے۔ ابوالدرداءؓ اس وقت گھر میں نہ تھے۔

انکی بیوی نے حضرت سلمانؓ کو بٹھایا۔ حضرت سلمانؓ نے دیکھا کہ اس کی بیوی انتہائی خستہ حالت میں ہے۔ انھیں یہ بات بڑی عجیب لگی کہ ابو الدرداءؓ اچھا بھلا کھاتا پیتا آدمی ہے، اور اس کی بیوی نے اس طرح اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟

آپؓ نے انکی بیوی سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگی ان ابا الدرداء لیس له رغبة فی النساء فهو یصوم النهار ویقوم اللیل کہ آپ کے بھائی ابو الدرداء کو عورتوں کے ساتھ کوئی رغبت نہیں ہے۔ وہ تو سارا دن روزہ رکھتے ہیں اور ساری رات قیام کرتے ہیں۔

اسی اثناء میں حضرت ابو الدرداءؓ تشریف لے آئے اور انھوں نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ جلد از جلد کھانا تیار کرے چنانچہ جب کھانا تیار ہو کر سامنے آیا تو حضرت سلمانؓ نے ابو الدرداءؓ کو بھی ساتھ شرکت کے لیے کہا وہ کہنے لگے کہ آپؓ اکیلے ہی یہ کھانا کھائیں مجھے تو نفلی روزہ ہے۔

حضرت سلمانؓ نے بھی اکیلے کھانا کھانے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ حضرت ابو الدرداء نفلی روزہ توڑ کر ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔ پھر جب رات کو سونے کا وقت ہوا تو حضرت سلمانؓ کو بستر وغیرہ دیکر خود حضرت ابو

الدرداءؓ مصلے پر نوافل کیلئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت سلمانؓ نے انھیں مجبور کیا کہ آپ بھی رات کے وقت تھوڑی دیر کے لیے آرام فرمائیں۔ بالآخر مہمان کی فرمائش پر میزبان کو یہ بھی کرنا پڑا۔

صبح کے وقت حضرت ابو الدرداء خدمت نبوی میں تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے بھائی حضرت سلمانؓ رات کو میرے مہمان تھے وانہ اضاع منہ صوم النھار و قیام اللیل انھوں نے میرا نفلی روزہ بھی تڑوا دیا اور رات کو نفلی عبادت بھی نہ کرنے دی۔

آپؐ نے جب سارا واقعہ سنا تو بڑی شفقت اور رحمت کے ساتھ سمجھایا اور فرمایا یا ابا لدرداء ان لربک علیک حقا وان لبدنک علیک حقا وان لزوجک علیک حقا فاعط کل ذی حق حقہ اے ابو الدرداء بے شک تیرے رب کا بھی تیرے اوپر حق ہے اور تیرے وجود کا بھی تیرے اوپر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تیرے اوپر حق ہے۔

پس چاہیے کہ تو ہر حق دار کو اسکا حق دے اور تمام کے حقوق کا خیال رکھے۔

**نتائج:۔**

۱۔ اسلام تعذیب نفس کا حکم نہیں دیتا۔

۲۔ تمام حقوق ادا کرنے چاہیے۔

۳۔ نفلی روزہ توڑا جا سکتا ہے۔

## ۲۱۶:۔ اللہ ماں سے بھی زیادہ رحیم ھے

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ اپنے صحابہ کرامؓ کے جلو میں تشریف

فرماتے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنی چادر میں کچھ چھپایا ہوا تھا آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

اس نے بتایا کہ یارسول اللہ ﷺ میں آج جنگل میں گیا تو وہاں میں نے ایک انتہائی گھنے درخت کے اندر کچھ آواز سنی میں نے قریب جا کر دیکھا تو وہ ایک پرندے کے بچے تھے میں نے انکو پکڑ کر اپنی جھولی میں ڈال لیا۔ اچانک انکی ماں بھی وہاں آ گئی فاستدارت علی راسی وہ میرے سر پر چکر کاٹنے لگی۔ میں نے اس کے بچے اس کے سامنے کیے تو وہ بے اختیار اپنے بچوں پر گر پڑی میں نے اسکو بھی پکڑ لیا اور کپڑے میں لپیٹ لیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انکو یہاں نیچے ڈال دو۔

اس نے آپؐ کے سامنے انکو زمین پر ڈال دیا آپؐ نے دیکھا کہ ان بچوں کی ماں ان سے جدائی برداشت نہیں کر سکتی باوجود اڑنے کی طاقت رکھنے کے لوگوں سے بھی نہیں ڈرتی اور نہ ہی بچوں کو چھوڑ کر کہیں جاتی ہے۔

آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا اتعجبون لرحمة ام الفراخ بفراخها؟

کیا تمہیں اس ماں کی اپنے بچوں کے ساتھ محبت عجیب لگ رہی ہے؟

صحابہؓ نے عرض کیا جی ہاں بالکل بڑی حیرانی کی بات ہے کہ اتنی شدید محبت کر رہی ہے کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا والذی بعثنی بالحق مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے میرے سر پر نبوت کا تاج سجایا۔ للہ ارحم بعبادہ من ام الفراخ بفراخها. جتنی اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ محبت ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ محبت ہے۔

پھر آپؐ نے اس صحابی کو حکم دیا کہ فوراً انکو لیجا کر وہاں ہی چھوڑ دے

جہاں سے اٹھایا تھا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ آپؐ جانوروں کے لیے بھی رحمت تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت ورحمت۔

۳۔ ایک عملی مثال دیکر آپ نے ایک حقیقت سمجھا دی۔

## ۲۱۷ :۔ اسلامی مساوات

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایک بادشاہ جبلہ بن ایہم نے اسلام قبول کرلیا۔ ایک دفعہ جبلہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔ اس کی چادر پیچھے لٹک رہی تھی کہ ایک عامی مسلمان کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا اور اس کو ٹھوکر لگی۔

جبلہ اس معمولی واقعہ سے اتنا برہم ہوا کہ فوراً پلٹ کر اس شخص کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ اس آدمی نے کہا کہ میں اس ظلم وزیادتی کی شکایت حضرت عمرؓ سے کروں گا۔ جبلہ کہنے لگا کہ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔ ایک علاقے کا بادشاہ ہوں تو شکایت لگا کر دیکھ لے۔

تھوڑی دیر میں وہ شخص حضرت عمرؓ کی مجلس میں حاضر ہو گیا اور ساری بات کہہ سنائی آپؓ نے فوراً جبلہ کو طلب کیا اور اس سے پوچھا۔ احقا مایقول الرجل انک لطمته علی خده؟ کیا یہ آدمی ٹھیک کہتا ہے کہ تو نے اسے تھپڑ مارا؟

جبلہ کہنے لگا ''ہاں'' اگر مجھے بیت اللہ شریف کی حرمت کا لحاظ نہ ہوتا تو لقطعت انفه بسیفی هذا میں اپنی اس تلوار سے اس کی ناک کاٹ دیتا۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا ''یہ کیوں'' اس نے بتایا کہ اس نے میری ازار پر پاؤں رکھا اور مجھے دھچکا لگا۔

حضرت عمرؓ نے فیصلہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اب دو باتوں میں سے ایک کو چن لے یا تو اس آدمی سے معذرت وغیرہ کر کے اسے راضی کر لے یا پھر یہ بھی اسی طرح تیرے منہ پر تھپڑ مارنے کا حق رکھتا ہے۔

جبلہ اس فیصلے پر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ یہ آپ کیا فیصلہ کر رہے ہیں۔ میں ایک عظیم بادشاہ ہوں اور یہ ایک عام آدمی ہے۔ **کیف تسوی بینی وبینہ** آپ مجھے اور اس کو کس طرح برابری کا درجہ دے رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ برابری کا درجہ میں نے نہیں دیا بلکہ یہ اسلام نے دیا ہے **ان الاسلام سویٰ بینکما فلا فرق بین الملک والسوقۃ** اسلام میں ایک بادشاہ اور ایک عام آدمی برابر ہیں۔

جبلہ خوف زدہ ہو گیا کہ اب اگر معافی مانگوں تب بھی ناک کٹتی ہے۔ اور اگر تھپڑ کے بدلے تھپڑ برداشت کروں تو پھر تو بالکل ہی بے عزتی ہوتی ہے۔ اب اس نے کہا کہ مجھے سوچنے کے لیے کم از کم تین دن کی مہلت دیجئے۔ آپؓ نے اسے تین دن کی مہلت دے دی۔ وہ رات کو اپنے امراء وزراء سمیت بلاد روم میں بھاگ گیا اور دین اسلام سے پھر کر نصرانیت کو قبول کر لیا اور اس طرح تکبر و انانیت کیوجہ سے اس نے اپنی آخرت برباد کر لی۔ مرتے وقت اسے اپنے اس فعل پر ندامت بھی ہوئی کہ میں نے کتنا اچھا دین چھوڑ کر ارتداد اختیار کیا اس ضمن میں اس کے یہ اشعار مشہور ہیں۔

تنصرت الاشراف من عار لطمه وما کان فیها لو صبرت لها ضرر

کہ میں نے ایک طمانچے کی ذلت سے بچنے کیلئے عیسائیت قبول کر لی اور

ابدی ذلت کا شکار ہوا اگر میں اس وقت صبر کر لیتا تو یہ میرے حق میں بہتر تھا۔

فیالیت امی لم تلدنی ولیتنی رجعت الی القول الذی قاله عمر'

ہائے میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا اور ہائے کاش کہ میں نے حضرت عمرؓ کی بات مان لی ہوتی۔

**نتائج:-**

۱۔ اسلام کا عادلانہ نظام اور لوگوں کے مساویانہ حقوق۔

۲۔ فاروق اعظمؓ کا عادلانہ فیصلہ۔

۳۔ تکبر وانانیت کا نتیجہ ابدی ذلت وخسران ہے۔

## ۲۱۸:- یہ بیوی کو میرے اوپر ترجیح دیتا ہے

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ پیغمبر علیہ السلام کی زندگی میں ہی یہ سخت بیمار ہوئے اور موت کا وقت قریب آ گیا۔ پاس والوں نے کلمہ شہادت کی تلقین کی۔ مگر انکی زبان پر کلمہ جاری نہ ہو سکا۔ دوسری سب باتیں تو کر لیتے تھے مگر کلمہ نہ پڑھ سکتے تھے۔

انکے خویش واقارب اس نازک صورتحال کو دیکھ کر فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انکا سب حال آپؐ کے گوش گزار کیا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس صورتحال سے سخت پریشان ہوئے اور فوری طور پر وہاں تشریف لے آئے۔ انکو کلمہ پڑھایا مگر انکی زبان پر کلمہ جاری نہ ہوا۔

آپؐ نے لوگوں سے انکے حالات وغیرہ پوچھے لوگوں نے بتایا کہ ایسی

تو کوئی بات نہیں۔ انتہائی نیک اور صالح نوجوان ہے۔

پھر آپؐ نے پوچھا هل له ابوان؟ کیا اس کے والدین زندہ ہیں؟ بتایا گیا کہ انکے والد تو فوت ہو چکے ہیں البتہ ماں زندہ ہے' جو معذور ہے چلنے پھرنے سے عاجز ہے۔ آپ نے پوچھا کہ انکی والدہ کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ وہ تو فلاں محلے میں رہتی ہے۔

آپؐ نے فوراً وہاں سے اسکو بلانے کے لیے حضرت بلالؓ وعمار بن یاسرؓ کو بھیجا کہ اس بڑھیا کو جا کر میرا پیغام دوان رسول الله يدعوک فان قدرت علی الاتیان فأت والا فهو یاتیک کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے بلایا ہے اگر آ سکتی ہے تو آ جا۔ یا پھر وہ خود تیرے پاس آ جائیں؟

جب اس بڑھیا کو آپؐ کا پیغام ملا تو کہنے لگی کہ میرے ماں باپ قربان ہوں میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہوں۔ وہ اپنی معذوری کیوجہ سے بڑی مشکل کے ساتھ وہاں حاضر ہو گئی۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ علقمہ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ وہ کہنے لگی۔ انه بخير يصلي ویصوم ویصدق. کہ اچھا آدمی ہے۔ نماز روزہ کا پابند ہے اللہ کے راستہ میں صدقہ بھی دیتا ہے۔

آپؐ نے پھر پوچھا کیف حالک وحاله تیرا اور اسکا کیسا سلوک ہے؟ وہ کہنے لگی میں تو اس پر سخت ناراض ہوں آپؐ نے پوچھا " کیوں کیا بات ہے؟" کہنے لگی "لانه یوثر امراته علیّ " کیونکہ وہ اپنی بیوی کو میرے اوپر ترجیح دیتا ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاہا کہ وہ بڑھیا کسی طرح اپنے بیٹے پر راضی ہو جائے۔ اور اسے معاف کر دے۔ مگر وہ بڑھیا اپنی ضد کی پکی تھی نہ

مانی۔ اب آپؐ نے ایک حکمت عملی سے اس کی مامتا کو بیدار کرنا چاہا تاکہ وہ کسی طرح اپنے بیٹے پر راضی ہو جائے۔

آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ جلدی جلدی خشک لکڑیاں جمع کرو اور آگ جلاؤ۔ بوڑھی پوچھنے لگی یا رسول اللہ! آپ آگ کس لیے جلانا چاہتے ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا۔ لا حرق علقمہ فی الدنیا تاکہ علقمہ کو اس دنیا میں اس آگ میں جلا دیا جائے۔ صحابہ کرامؓ آگ جلانے کی تیاری کر رہے تھے کہ اس عورت کا دل نرم ہو گیا اور عرض کرنے لگی ولدی وفلذۃ کبدی اتحرقہ امام عینی کہ میرا بیٹا ہے اور میرے جگر کا ٹکڑا ہے کیا آپ اسے یہاں میری آنکھوں کے سامنے آگ میں جلائیں گے؟۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تو اس پر راضی نہ ہو گی تو لازمی بات ہے اس وجہ سے اسے جہنم کی آگ جو اس آگ سے ستر گنا زیادہ تیز ہے برداشت کرنا پڑے گی۔ تو اس کے لیے دنیا کی آگ تو برداشت نہیں کرتی آخرت کی کیسے برداشت کر رہی ہے!

اب وہ عورت دل کی گہرائیوں سے اپنے بیٹے کے اوپر راضی ہو گئی اور عرض کرنے لگی یا اللہ تو بھی گواہ ہو جا۔ اللہ کے رسول بھی گواہ ہیں۔ سب صحابہ بھی گواہ ہیں بانی رضیت عن علقمة کہ میں علقمہ پر راضی ہو گئی ہوں۔ آپؐ نے پھر صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جاؤ اب اسے کلمہ پڑھاؤ صحابہ کرامؓ گئے تو علقمہؓ کی زبان پر کلمہ شہادت جاری تھا اور وہ کلمہ پڑھ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا' اس کا جنازہ پڑھایا بعد ازاں اس کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر سب صحابہ کرامؓ کے سامنے ایک خطبہ دیا اور فرمایا ایھا الناس من اثرا مراتہ علی والدتہ او اغضبھا فعلیہ لعنة اللہ الی یوم القیامة. لوگو! یہ بات غور سے سن لو جس شخص نے اپنی والدہ پر

اپنی بیوی کو ترجیح دی یا اپنی ماں کو کسی انداز میں ناراض رکھا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی ابدی لعنت ہوگی۔

(اعاذنا اللہ منہا)

**نتائج:-**

۱۔ اسلام میں ماں کا مقام اور اس کی ناراضگی سے اخروی خسارہ
۲۔ بیوی اور ماں میں سے کسے ترجیح دی جائے؟
۳۔ جو مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھے وہ کامیاب ہوگیا۔
۴۔ آپ کی حکمت عملی اور حسن تدبیر۔

## ۲۱۹ :- جنگل میں جا اور بکریاں چرا

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ وہاں سے ایک دیہاتی گزرا اور کہنے لگا "ویل لک یا عمر من عذاب النار" اے عمر اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لایا جائے وہ جب آپ کے پاس آیا تو اسے بڑی شفقت سے فرمایا "لم قلت ما قلت؟" کہ تو نے یہ بات کیوں کی ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

وہ کہنے لگا وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے گورنروں کو مختلف علاقوں میں تعینات کر کے بھیجتے ہیں اور ان پر مختلف پابندیاں اور شرائط لگاتے ہیں۔ مگر پھر یہ نہیں دیکھتے کہ انھوں نے آپ کی لگائی گئی پابندیوں پر عمل بھی کیا ہے یا نہیں؟ آپ نے سوال کیا کہ کیا ایسا کوئی گورنر ہے جو خلاف ورزی کر رہا ہے؟ وہ کہنے لگا "عاملک علی مصر" آپ کا عامل مصر کہ اس نے آپ کی پابندیوں کو پس

پشت ڈال دیا ہے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس کا ارتکاب کر رہا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق کے لیے فوراً دو آدمی مصر بھیجے کہ حالات کی تحقیق کریں۔ تحقیق سے اس دیہاتی کی بات درست ثابت ہوئی تو آپ نے اس عامل کو اپنے سامنے حاضر کیا۔ جب وہ آپؓ کے سامنے حاضر ہوا تو آپؓ اسکو پہچان بھی نہ سکے کیونکہ وہ پہلے کی نسبت موٹا ہو چکا تھا۔ اور رنگت بھی نکھر گئی تھی۔

آپؓ نے بڑی سختی کے ساتھ اس کو ڈانٹا اور فرمایا کہ میرے قوانین کا تو نے اچھا احترام کیا ہے وہاں جا کر تو نے باریک لباس بھی پہننا شروع کر دیا ہے اور چھنے ہوئے آٹے کی روٹی بھی شروع کر دی ہے اور بہترین گھوڑے پر سواری بھی کرتا ہے اور اپنے دروازے پر پہرہ دار بھی رکھ لیا ہے۔

پھر ساتھیوں کو فرمایا آتونی بکساء من صوف وعصاء وثلاثمائة شاۃ من غنم الصدقة کہ اون کی ایک عباء ایک سوٹی اور صدقہ کی تین سو بکریوں کا ریوڑ لاؤ۔ پھر اسے فرمایا البس هذه الدراعة فقد رایت اباک وهذه خیر من دراعته کہ یہ لباس پہن لو میں نے تیرے باپ کو دیکھا ہے یقیناً یہ اس کے لباس سے بہتر ہے۔ وخذ هذه العصاء فهی خیر من عصا ابیک اور یہ سوٹی پکڑ لو یہ تیرے باپ کی سوٹی سے زیادہ قیمتی ہے اور یہ بکریاں لے جاؤ اور انکو فلاں مقام پر چراؤ۔ جنگل میں گرمی کے موسم میں بکریاں چراؤ گے تو مزاج درست ہو جائے گا۔

جب وہ بکریاں چرانے جانے لگا تو آپؓ نے اس کو واپس بلایا اور فرمایا ۔"افهمت ماقلت؟" کہ میری بات اچھی طرح سمجھ لی ہے؟

گورنر زمین پر گر پڑا اور رو رو کر عرض کرنے لگا یا امیر المومنین لا استطیع هذا. امیر المومنین! میں اس کی طاقت نہیں رکھتا یہ کام میرے بس سے

باہر ہے اس کی بجائے آپ میری گردن اڑا دیں مگر یہ کام مجھ سے نہ لیں۔ آپؓ نے فرمایافان رددتک فای رجل تکون اگر تجھے واپس اپنے عہدے پر بھیج دوں تو کیسا ثابت ہوگا؟ وہ عرض کرنے لگا اللہ کی قسم اب آپ کو شکایت کا موقع نہ دونگا۔

پھر آپؓ نے اس کو واپس اپنے عہدے پر بھیج دیا اور وہ بہترین گورنر ثابت ہوا۔

**نتائج:۔**

(۱) گورنر کے لئے حضرت عمرؓ کی سخت شرائط۔
(۲) حضرت عمرؓ کا خوف خدا اور خوف آخرت۔
(۳) آپؓ کی عدالت اور انصاف۔
(۴) آپؓ کی فراست کہ اسے اسکی اصل حقیقت یاد دلا دی۔

## ۲۲۰:۔ اپنی بساط کے مطابق جدوجہد

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ کو ایک دفعہ وقت کے بادشاہ نے اس لیے جیل میں ڈال دیا کہ انھوں نے اس کی مرضی کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ جیل کے اندر آپ کا معمول تھا کہ جب بھی جمعہ کا دن آتا صبح سے غسل کی تیاری کرتے، کپڑے وغیرہ دھوکر پہنتے اور جمعہ کی پوری تیاری کر کے نماز جمعہ کے لیے چل پڑتے۔ جیل کے دروازے پر جا کر کنڈے کو ہاتھ لگا کر واپس آ جاتے اور ظہر کی نماز ادا کر لیتے۔

پوچھنے والوں نے پوچھا کہ جب آپ کو علم ہے کہ آپ جامع مسجد میں نہیں جاسکیں گے۔ جیل کا دروازہ بند ہے، نکلنے کا امکان بھی نہیں ہے۔ پھر یہ ہمیشہ

کے لیے آپکا معمول کیسا ہے؟ آپؒ نے جواب دیا کہ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ میرے امکان میں یہ بات نہیں ہے۔ مگر جتنا میرے بس میں ہے اتنا کرتا ہوں اور باقی اللہ کے حوالے کر دیتا ہوں۔ کہ یا اللہ میری نیت تو یہ تھی کہ تیرے حکم کے مطابق جامع مسجد میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کروں۔

میں نے اس کی مقدور بھر تیاری کی اور چل پڑا جیل کے دروازے تک آ گیا۔ آگے دروازہ بند ہونے کی وجہ سے معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے اس لیے واپس جا رہا ہوں۔

**نتائج:۔**

۱۔ شیخ فریدالدینؒ کی حق گوئی۔

۲۔ آدمی کو اپنی بساط کے مطابق کوشش کرنی چاہیے۔

۳۔ جیل میں نمازِ جمعہ ادا نہیں کی جا سکتی۔

## ۲۲۱ :۔ ہر جاندار پر رحم کرنا نیکی ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ اپنے صحابہ کرامؓ کو سابقہ امتوں میں سے ایک شخص کا واقعہ سنایا کہ وہ سفر کرتا جا رہا تھا راستہ میں اسے شدید پیاس لگی۔ ادھر ادھر پانی تلاش کیا۔ بالآخر ایک کنواں مل گیا مگر نہ وہاں ڈول موجود تھا نہ رسی۔ یہ آدمی پیاس کی شدت کی وجہ سے بے تاب تھا اس لیے کنویں کی دیواروں سے چپکتے ہوئے اس کے اندر اتر گیا اور اپنی پیاس بجھائی۔

جب یہ باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک کتا شدید پیاس میں مبتلا ہے۔ یلھث ویاکل الثریٰ من العطش جو ہانپ رہا ہے اور کیچڑ کو چاٹ رہا ہے اس آدمی کے دل میں رحم آیا اور خیال آیا کہ لقد بلغ ھذا الکلب من العطش

مثل الذی کان قد بلغ منی کہ اس کتے کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہوئی ہے جیسی مجھے لگی ہوئی تھی۔

چنانچہ وہ سوچنے لگا کہ اس کتے کو کس طرح پانی پلائے۔ آخر ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ اپنے موزے کو اتار کر اس میں پانی لاؤں۔

چنانچہ یہ شخص پھر اسی طرح کنویں میں اترا اپنے موزے میں پانی ڈالا پھر اسے اپنے منہ سے مضبوط پکڑ لیا اور کنویں سے باہر آ کر ایک چھوٹا سا گڑھا بنا کر اس میں وہ پانی ڈالا تو کتے نے پی لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے اس عمل پر اس کی مغفرت فرما دی۔

صحابہ کرامؓ نے آپ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ وان لنا فی البھائم اجراً کیا جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا اجر ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں فی کل کبد رطبۃ اجر ہر جاندار چیز کے ساتھ حسن سلوک میں اجر ہے۔

**نتائج:۔**

۱۔ اللہ کی شان کریمی کہ ایک کتے پر رحم کرنے سے مغفرت فرما دی۔

۲۔ وہ شخص خود پیاسا تھا اس لیے اسے کتے کی پیاس کا احساس ہو گیا۔

۳۔ ہر جاندار چیز قابل رحم ہے۔

# ۲۲۲ :- میں اپنے حق سے دستبردار ہوں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ دو شخص پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اپنی کسی جائیداد وغیرہ کا جھگڑا لیکر آئے۔ دونوں کے پاس کوئی گواہ وغیرہ موجود نہ تھا۔ البتہ دونوں اپنے اپنے حق میں زور وشور سے دلائل دے رہے تھے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا انکم تختصمون الی وانما انا بشر کہ تم میرے پاس جھگڑے لیکر آتے ہو آخر میں بھی ایک بشر اور انسان ہوں۔ ولعل بعضکم الحن بحجته من بعض وانما اقضی بینکم علی نحو ما اسمع. ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص زیادہ ہوشیاری اور چالاکی سے مجھے قائل کرے اور میں اس سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں اور در حقیقت وہ اسکا حق دار نہ ہو۔ فمن قضیت له من حق اخیه شیئاً فلا یاخذه پس اگر میں فیصلہ کر کے کسی کا حق کسی دوسرے کو دے دوں تو وہ اسے ہرگز قبول نہ کرے فانما اقطع له قطعة من النار وہ یہ سمجھے کہ میں نے گویا کہ آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اسے دے دیا۔ یاتی بها اسطاماً فی عنقه یوم القیامة جسے وہ قیامت کے دن اپنے گلے میں لٹکائے ہوئے حاضر ہوگا۔

آپؐ کا یہ فرمان سن کر وہ دونوں شخص رونے لگے اور ہر ایک کہنے لگا کہ میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں۔ حقی لاخی میرا حق بھی میرا بھائی لے لے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اب جبکہ تم نے دستبرداری کا اعلان کر دیا ہے تو

جاؤ اسے تقسیم کرلو۔ دوحصوں میں تقسیم کر کے قرعہ ڈال کر ایک ایک حصہ لے لو۔ اور کمی بیشی ایک دوسرے کو معاف کر دو۔

**نتائج:۔**

ا۔ رسول اللہ ﷺ بھی غیب دان نہ تھے۔

۲۔ آپ کی حکمت عملی اور عجیب فیصلہ۔

۳۔ دونوں صحابیوں کا خوف خدا اور خوف آخرت۔

(۴) جج کے غلط فیصلہ سے مال حلال نہیں ہو جاتا۔

## ۲۲۳ :۔ یہ آنسو بہانا میرا فطری تقاضا ہے۔

بعض کتب میں یہ واقعہ لکھا گیا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عمر بن الخطابؓ کے بیٹے سے بدکاری سرزد ہوگئی۔ حضرت عمرؓ کو جب اس کی خبر ہوئی تو فوراً گھبرا کر گھر گئے۔ آپ کا بیٹا اس وقت کھانا کھا رہا تھا آپ نے گرج کر فرمایا کہ یہ تیرا یہ آخری رزق ہے جو کھالیا سو کھالیا۔

چنانچہ بیٹے کو پکڑ کر باہر لائے برسر مجلس تفتیش کی گناہ ثابت ہو گیا۔ اپنے غلام افلح کو حکم دیا کہ کپڑے اتروا کر کوڑے مارے جائیں۔ بیٹے نے رحم کی درخواست کی تو فرمایا اسی لیے تیرے اوپر حد جاری کر رہا ہوں کہ پروردگار تیرے اوپر رحم کرے۔

آپ کے بیٹے کی صحت کچھ اچھی نہ تھی دروں کی تاب نہ لا کر حالت سخت خراب ہوگئی۔ لوگوں نے سفارش کی کہ بقیہ درے پھر کسی وقت مار لیے جائیں۔

آپؓ نے فرمایا کہ جب گناہ کرنے میں دیر نہیں کی تو حد جاری کرنے میں کس طرح دیر کی جا سکتی ہے؟

بچے کی والدہ کو خبر ہوئی تو اس نے بھی رحم کی اپیل کی اور سفارش کی مگر آپ نے اسے بھی مسترد کر دیا۔

جب درہ زنی اپنی آخری حد کے قریب پہنچی تو بیٹے پر غشی طاری ہو گئی اور جان لبوں پر آ گئی اس نے نحیف آواز میں کہا کہ ابا جان میں تو اب آخرت کو سدھار رہا ہوں اس لیے میری طرف سے سلام قبول کیجئے **یا ابت السلام** آپؓ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو میرا اسلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ میں نے عمر کو قرآن پڑھتے ہوئے حدود اللہ کو قائم کرتے ہوئے چھوڑا ہے' تمہارا دین زندہ ہے۔

درے کھاتے کھاتے جب بیٹے کی جان نکل گئی تو فاروق اعظمؓ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ بار بار پیشانی کو چومتے تھے اور فرماتے تھے تیرا باپ تجھ پر قربان ہو تو حق پر قتل ہوا ہے۔ لوگ حیران تھے کہ پہلے تو اتنی سختی تھی اور اب اتنے نرم ہو گئے۔

پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ سختی اللہ کی رضاء اور اس کے حکم کے نفاذ کے لیے تھی' کیونکہ اس نے خود حکم دیا ہے **ولا تاخذ کم بھما رافۃ فی دین اللہ** کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں نرمی نہیں کرنی چاہیے۔ اور اب محبت و پیار کی وجہ سے رونا میرا طبعی اور فطری معاملہ ہے۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عمرؓ کا عدل و انصاف۔

۲۔ حدود اللہ کے اجراء میں نرمی نہیں کرنی چاہیے۔

۳۔ اسلامی نظام میں مساوات ہے۔

۴۔ مومن کی روح دیگر ارواح مومنین سے جاملتی ہے۔

## ۲۲۴ :- یہ اپنی زرہ واپس لے لیں

امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں ایک دفعہ آپ کی زرہ گم ہوگئی بہت تلاش کی گئی مگر نہ ملی۔ بالآخر آپؓ نے دیکھا کہ وہی زرہ ایک یہودی کے پاس ہے جو اسے بازار میں بیچنا چاہتا ہے۔

آپ نے زرہ پہچان لی اور فرمایا کہ یہ زرہ تو میری ہے۔ یہودی نے انکار کیا تو آپ نے قاضی شریح" کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ قاضی شریح" نے امیر المومنین اور یہودی کو عدالت میں طلب کر کے برابر کھڑا کر دیا۔ یہودی بڑا متاثر ہوا کہ اگر چہ میں یہودی ہوں اور اس معاملہ میں جھوٹا ہوں اور میرے مقابلے میں وقت کے حکمران حضرت علیؓ ہیں۔ اسلامی نظام میں کتنا عدل ہے کہ قاضی نے مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا۔

قاضی شریح" نے حضرت علیؓ سے گواہ طلب کیے کہ اپنے دعوے پر دو گواہ لایئے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اور تو کوئی گواہ نہیں ہے، میرا بیٹا حسن میری گواہی دے گا اور میرا غلام قنبر بھی گواہی دے گا کہ یہ زرہ میری ہے۔ قاضی صاحب کے نزدیک بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں ناقابل قبول تھی۔ اس لیے انکی گواہی لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس کے علاوہ کوئی اور گواہ درکار ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اور تو کوئی گواہ نہیں ہے۔

اب قاضی صاحب نے حسب شریعت یہودی سے حلف دینے کو کہا۔ اس نے بلا تامل قسم اٹھا دی۔ اس کی قسم کے مطابق قاضی نے فیصلہ کرتے ہوئے

حضرت علیؓ کا دعویٰ خارج کر دیا اور یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ فاھتزت عندھا نفس الیھودی اعجابا بعدالة الاسلام اسلام کے عدل وانصاف کا یہ منظر دیکھ کر یہودی کے دل پر عجیب اثر ہوا۔

اور اس نے عدالت سے نکلتے ہوئے فوراً وہ زرہ حضرت علیؓ کو دے دی اور کہنے لگا کہ یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ اپنا حق واپس لے لیں میں تو صرف اسلام کا عادلانہ نظام دیکھنا چاہتا تھا۔ واعلن اسلامہ اور اس واقعے سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اب جبکہ تو اسلام میں داخل ہو کر میرا بھائی بن چکا ہے میں یہ زرہ تجھے بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں تو اسے قبول کر لے۔ اور زرہ اس کو دے دی۔

**نتائج:۔**

۱۔ اسلامی نظام میں عدل وانصاف۔

۲۔ مدعی ومدعی علیہ عدالت میں برابر ہیں۔

۳۔ حضرت علیؓ کے اخلاق عالیہ اور جود وسخاء۔

۴۔ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے نہ کہ تلوار سے۔

## ۲۲۵ :۔ یہ چادر کتنی خوبصورت ہے

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک بڑھیا ایک انتہائی شاندار اور خوبصورت چادر لائی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ! نسجت ھذہ البردۃ بیدی وجئت بھا اکسو کھا کہ یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے بڑی محنت سے تیار کی ہے میں چاہتی ہوں کہ آپ میرا یہ حقیر ہدیہ قبول فرما

لیں اور اسے اوڑھ لیں۔

آپؐ کے پاس ان دنوں اوڑھنے کی کوئی چادر نہ تھی و کانا محتاجاً الیھا اور آپؐ چادر کے شدید ضرورت مند تھے چنانچہ آپؐ نے اس چادر کو اوڑھ لیا اور اپنے صحابہ کرامؓ کی مجلس میں تشریف لائے۔

صحابہ کرامؓ میں سے ایک آدمی نے جب اس چادر کو دیکھا تو کہنے لگا یا رسول اللہ ما احسن ھذہ البردۃ اے اللہ کے رسول! یہ کتنی خوبصورت چادر ہے مجھے یہ بڑی اچھی لگی ہے۔

آپؐ خاموشی سے اٹھے گھر تشریف لے گئے۔ اس چادر کو تہہ کیا اور اس کے پاس بطور ہدیہ بھیج دیا۔

**نتائج:-**

۱۔ آپؐ کے اخلاق عالیہ۔

۲۔ آپؐ کی جودوسخاء۔

۳۔ آپؐ کا ایثار۔

## ۲۲۶ :- آج کے بعد عثمانؓ پر کوئی مواخذہ نہیں

۹ھ میں ہرقل روم نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تقریباً ایک لاکھ فوج جمع کر لی۔ آپ کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ تقریباً تیس ہزار صحابہ کرامؓ اس غزوہ میں جانے کے لیے تیار تھے۔ اس موقع پر سامان کی انتہائی قلت تھی، سفر دور کا تھا اور سواریاں بھی نہ

تھیں اسی لیے اس غزوہ کو جیش العسرہ کا نام دیا گیا ہے۔ آپؐ نے اس موقع پر صحابہ کرامؓ سے چندہ طلب فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت عمرؓ نے آدھا مال اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنا سارا مال پیش فرما دیا۔

آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے مجمع میں جب چندے کی اپیل کی تو حضرت عثمانؓ اٹھے اور فرمایا علی ثلاث مائة بعیر با حلاسها واقتا بها فی سبیل اللہ کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کیلئے تین سو اونٹ انکے سازوسامان سمیت دوں گا۔ پیغمبر ﷺ نے یہ قبول فرما لیے اور دعاء دی۔

آپؐ نے پھر دوبارہ اپیل کی کہ ابھی ضروریات پوری نہیں ہوئیں۔ حضرت عثمانؓ پھر اٹھے اور فرمایا علی ثلاث مائة بعیر با حلاسها واقتا بها فی سبیل اللہ کہ میرے ذمے مزید تین سو اونٹ بمعہ سازوسامان ہیں۔ آپؐ نے یہ بھی قبول فرما لیے۔ اور سہ بارہ اپیل فرمائی تو آپؓ نے تیسری مرتبہ بھی تین سو اونٹ دینے کا وعدہ فرمایا۔

بعد ازاں آپ نے ایک سو گھوڑے بھی جہاد کے لیے دیے۔ اس طرح اس ایک موقع پر آپؓ نے نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے راہ خدا میں دیے۔ بعد ازاں آپؐ نے پھر اپیل فرمائی تو حضرت عثمان اٹھے اور ایک ہزار دینار کی تھیلی (ساڑھے پانچ کلو سونا) آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضرت عثمانؓ جب وہ تھیلی لے کر آئے تو آپؐ نے دامن پھیلا دیا فنثر ھا فی حجر رسول اللہ حضرت عثمان نے وہ تھیلی آپ کی گود میں پلٹ دی۔

اس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام انتہائی خوش ہوئے آپ کا چہرہ خوشی سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا وھو یبرق وجھه اور آپ بار باران دیناروں کو الٹ پلٹ کر رہے تھے اور ان دیناروں کی کھنکھناہٹ سے خوش ہو رہے تھے۔ اس وقت

آپ بار بار فرمارہے تھے ماضر عثمان ما عمل بعد الیوم. کہ عثمان نے آج اتنا بڑا اور اتنا اونچا عمل کیا ہے کہ آج کے بعد اسے اسکا کوئی عمل نقصان نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راضی ہو چکا ہے۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عثمانؓ کی سخاوت۔

۲۔ جیش عسرہ کے حالات۔

۳۔ حضرت عثمانؓ کی شان وعظمت۔

۴۔ جہاد کے لئے چندہ دینا عظیم نیکی ہے۔

## ۲۲۷ :۔ حنظلہؓ تو منافق ہو گیا۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی مغموم اور پریشان تھے۔ راستے میں حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا کیف انت یا حنظلہ ؟ کہ اے حنظلہ تیرا کیا حال ہے؟ انھوں نے جواب دیا "نافق حنظلہ" کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "سبحان اللہ ماتقول"؟ کہ تعجب کی بات ہے کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

حضرت حنظلہؓ نے جواب دیا اور فرمایا جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتا ہوں اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو میرا ایمان اور یقین اتنا اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے کہ گویا میں جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور جب میں پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی مجلس سے نکل آتا ہوں اور اپنے بیوی بچوں اور کاروباری امور میں مصروف ہوتا ہوں تو اس وقت میرے ایمان کی وہ کیفیت نہیں رہتی۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ حالت تو میری بھی ہوتی ہے۔ چلو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اس بارہ میں دریافت کرتے ہیں۔ دونوں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا تو آپ ؐ نے فرمایا **والذی نفسی بیدہ لو تدومون علی ماتکونون علیہ عندی وفی الذکر لصافحتکم الملائکۃ علی فرشکم وفی طرقکم** کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر ہر وقت تمہارے ایمان کی وہی حالت رہے جو میری مجلس میں ہوتی ہے تو اللہ کے فرشتے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں میں تمہارے ساتھ مصافحہ کریں۔

یعنی یہ کیفیت ہمہ وقت نہیں رہ سکتی۔ اور پھر آپ ؐ نے فرمایا **ولکن یا حنظلہ ساعۃ وساعۃ** کہ اے حنظلہ ایمان کی کیفیت کسی وقت کچھ ہوتی ہے اور کسی وقت کچھ۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے سمندر کا پانی جو کسی وقت جوش میں ہوتا ہے اور زیادہ نظر آتا ہے اور وہی پانی دوسرے وقت ساکن ہوتا ہے تو پہلے کی نسبت کم نظر آتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پانی کم ہو گیا یا زیادہ ہو گیا۔ پانی تو ایک جیسا رہتا ہے مگر اس کی کیفیت بدل جاتی ہے اسی طرح میری مجلس میں تمہارا ایمان جوش میں ہوتا ہے اور دیگر حالات میں معمول پر ہوتا ہے اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

**نتائج:-**

۱۔ صحابہ کرامؓ کو اپنے ایمان کی فکر۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حکمت عملی۔

۳۔ صحبت نبویؐ کی تاثیر اور برکات۔

۴۔ ایمانی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔

## ۲۲۸ :- عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے قیامت کے دن کے حالات بیان فرمائے اور فرمایا کہ قیامت کے دن ہر نبی اپنی امت کے ساتھ حاضر ہوگا۔ کسی نبی کے ساتھ اس کے تھوڑے سے امتی ہوں گے کسی کے ساتھ زیادہ۔ کسی نبیؑ کے ساتھ صرف ایک آدمی یا دو آدمی ہونگے اور کسی نبیؑ کے ساتھ ایک بھی اسکا امتی نہ ہوگا۔ وہ نبیؑ اکیلا ہی حاضر ہوگا۔

آپؐ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا گروہ ایک طرف سے آرہا ہے فظننت انھم امتی میں نے گمان کیا کہ یہ میری امت ہوسکتی ہے۔ پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ تو حضرت موسیٰؑ کی امت ہے اور مجھے حکم دیا گیا کہ افق کی طرف دیکھو تو میں نے دیکھا کہ فاذا سواد عظیم کہ ایک بہت بڑی تعداد جس نے افق کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے آرہی ہے۔ اور مجھے بتایا گیا ھذہ امتکُ یہ آپ کی امت ہے ومنھم سبعون الفا یدخلون الجنۃ بغیر حساب و لا عذاب اوران میں ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو بغیر کسی حساب و کتاب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اتنی بات فرما کر کہیں تشریف لے گئے۔ مگر صحابہ کرامؓ بیٹھے سوچتے رہے کہ یہ ستر ہزار لوگ کون ہوسکتے ہیں؟ بعض نے کہا ہوسکتا ہے کہ یہ آپ کے صحابہ کرامؓ کا گروہ ہو۔ بعض کہنے لگے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں جو حالت اسلام میں ہی پیدا ہوئے اور قطعی طور پر شرک سے بچے رہے۔ صحابہ کرامؓ یہی بات سوچ رہے تھے کہ

پیغمبر ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا ما الذی تخوضون فیہ ؟ کہ تم کس چیز کے بارے میں غور کر رہے ہو؟

صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ ہم تو ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہے ہیں جو بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ھم الذین لا یرقون ولا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربھم یتوکلون کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ خود جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ کسی سے کراتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

آپؐ کی یہ بات سن کر فقام عکاشہ ابن محصن حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منھم اے اللہ کے رسول! دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپؐ نے دعاء فرمائی اور فوراً حضرت عکاشہؓ کو بشارت دے دی کہ انت منھم کہ تو انہی میں سے ہے۔

پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی درخواست کی کہ میرے لیے بھی دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے آپؐ نے فرمایا سبقک بھا عکاشہ کہ اس معاملہ میں عکاشہؓ تجھ سے سبقت لے گیا۔ اور پہل کر گیا یعنی اس مجلس میں ایک ہی آدمی کے لیے دعاء کی اجازت تھی جو میں نے کر دی۔

**نتائج:۔**

۱۔ آپؐ کی امت کی کثرت۔

۲۔ متوکلین کی فضیلت۔

۳۔ حضرت عکاشہؓ کی شان وعظمت۔

۴۔ صحابہ کرامؓ کا شوق جنت۔

## ۲۲۹:- موت تو آ کر رہے گی

علمائے تفسیر نے پہلی امتوں کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ پہلی امتوں میں ایک عورت تھی اسے وضع حمل کا وقت شروع ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی تو اس نے اپنے ایک ملازم کو آگ لینے کے لیے بھیجا۔ وہ جب آگ لینے کی غرض سے باہر نکلا تو دروازے پر ایک شخص کھڑا دیکھا جو غالباً خدا کا فرشتہ تھا اس نے ملازم سے پوچھا ولدت المرء ۃ؟ کہ اس عورت نے کیا جنا ہے؟ ملازم نے جواب دیا لڑکی جنی ہے۔ اس شخص نے کہا یہ لڑکی سو آدمیوں سے زنا کرے گی۔ پھر اپنے ہی ملازم سے شادی کرے گی۔ ویکون موتھا بالعنکبوت اور اس کی موت مکڑی کی وجہ سے واقع ہوگی۔

ملازم کو اس بات کا شدید افسوس ہوا' وہ فوراً واپس پلٹا کہ کیوں نہ میں اس لڑکی کا کام تمام کر دوں۔ اور موقع پا کر ایک چھری سے اس نومولود لڑکی کا پیٹ چاک کر دیا اور یہ تصور کیا کہ اب یہ مرگئی ہے۔ اور خود وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

اس کے بعد اس کی ماں نے اس لڑکی کے پیٹ کو ٹانکے وغیرہ لگا لیے اور اسکا علاج وغیرہ کروایا تو وہ لڑکی تندرست ہوگئی یہاں تک کہ وہ لڑکی جوان ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس لڑکی کو اتنا حسن اور خوبصورتی دی تھی کہ اس پورے شہر کے اندر اس کی مثال نہ تھی۔ ملازم تو بھاگ کر سمندر پار چلا گیا اور مدت مدید تک وہاں کاروبار وغیرہ کرتا رہا اور دولت کماتا رہا۔ جب خوب مال دار ہو گیا تو کئی سالوں کے بعد اس شہر میں واپس آیا اور آ کر اس نے شادی کا ارادہ کیا۔

وہاں کی ایک بڑھیا سے کہا کہ میں اس اس طرح کسی حسین وجمیل لڑکی

سے شادی کرنا چاہتا ہوں' مجھے کوئی رشتہ تلاش کر دے۔ اس بڑھیا نے بتایا کہ لیس ھنا احسن من فلانۃ کہ فلاں لڑکی سے زیادہ حسین یہاں کوئی نہیں آپ اسی سے شادی کرلیں۔

آخر کار اس بڑھیا کی کوشش سے اسی لڑکی سے اسکی شادی ہوگئی۔ بعد ازاں اس نے جب اس لڑکی کو دیکھا تو اس کے حسن اور جوانی سے انتہائی متاثر ہوا۔

ایک دن اس لڑکی نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ اپنی گزشتہ زندگی کے بارے میں کچھ بتاؤ اس نے بتایا کہ میں در حقیقت اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔ میں نے ایک دفعہ اپنی فلاں مالکن کی ایک نومولود لڑکی کا پیٹ چاک کر کے اسے قتل کر دیا تھا۔ اس کی وجہ سے شہر سے بھاگ گیا تھا۔ اب مدت مدید کے بعد واپس آیا ہوں۔

اس لڑکی نے جواب دیا کہ وہ تو میں ہی ہوں اور پھر اسے اپنا پیٹ دکھایا جس پر نشان موجود تھا۔

یہ دیکھ کر اس مرد نے کہا کہ اگر تو وہی عورت ہے تو تیرے متعلق دو باتیں مجھے معلوم ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ تو سو مردوں سے زنا کرے گی۔ اس نے اقرار کیا کہ ہاں ایسا ہو چکا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ انک تموتین بالعنکبوت کہ تیری موت ایک مکڑی کی وجہ سے ہوگی۔ یہ سن کر وہ عورت تو خوف زدہ ہوگئی اور ہر وقت موت سے ڈرنے لگی چنانچہ اس کے خاوند نے اس کے لیے ایک عالی شان محل تیار کروایا جس میں مکڑی کے جالے کا نام و نشان تک نہ تھا۔

ایک دن وہ دونوں میاں بیوی لیٹے ہوئے تھے کہ دیوار پر ایک مکڑی نظر

آئی۔

عورت نے مکڑی کو دیکھ کر کہا ھذہ ھی التی تحذرھا علیّ واللہ لایقتلھا الاانا کہ کیا یہی وہ مکڑی ہے جس سے تو مجھے ڈرارہا تھا۔ اللہ کی قسم یہ مجھے کیا مارے گی بلکہ میں خود اس کو قتل کروں گی۔ یہ کہا اور اس مکڑی کو نیچے گرایا اور اسے اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے روند دیا اور ماردیا۔

خدا کی قدرت کہ اسی مکڑی کا زہر اس کے جسم میں سرایت کر گیا۔ اور وہی زہر اس کی موت کا سبب بنا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سچ ثابت ہوا کہ این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں آ پکڑے گی اگرچہ تم مضبوط اور محفوظ قلعوں میں بھی ہو تب بھی موت اپنے وقت پر آئے گی۔

**نتائج:-**

۱۔ موت کا وقت ٹل نہیں سکتا۔

۲۔ اللہ کی تقدیر ہر چیز پر غالب ہے۔

۳۔ قدرت خداوندی سے ایک عجیب اتفاق۔

## ۲۳۰ :- دغا بازوں کی طرف داری نہ کریں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں مدینہ منورہ میں ایک خاندان بنو ابیرق کے نام سے معروف تھا۔ اس خاندان میں سے ایک منافق شخص طعمہ بن ابیرق نے حضرت قتادہ بن نعمانؓ کے چچا حضرت رفاعہؓ کے گھر سے چوری کی۔

فقر و فاقہ کے اس دور میں حضرت رفاعہؓ نے ایک بوری میں گندم کا کچھ آٹا اور کچھ اسلحہ وغیرہ رکھا ہوا تھا۔ طعمہ نے اس کو بھانپ لیا اور رات کے وقت نقب لگا کر وہ بوری نکال لی۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس بوری میں کچھ سوراخ تھا جس سے آٹا چور کے گھر تک راستہ میں گرتا گیا۔ صبح سویرے طعمہ کو جب اس بات کا احساس ہوا تو بدنامی سے بچنے کے لیے اس نے وہ چوری شدہ مال زید بن یامین یہودی کے ہاں بطور امانت رکھ دیا۔ اور آٹا گرنے کا نشان اس کے گھر تک پہنچا دیا۔

جب مالک مکان حضرت رفاعہؓ کو اس واردات کا علم ہوا تو انھوں نے فوراً اپنے بھتیجے حضرت قتادہؓ سے اسکا ذکر کیا۔ حضرت قتادہؓ نے اپنے طور پر تفتیش وغیرہ کی اور حالات کا کھوج لگایا تو انھیں اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ یہ حرکت بنو اُبیرق کی ہے انھوں نے آنحضرت ﷺ سے جا کر سارا معاملہ عرض کر دیا۔

بنو اُبیرق کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ باقاعدہ سازش کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ دیکھئے حضرت قتادہؓ اور حضرت رفاعہؓ نے بلا ثبوت شرعی ہمارے اوپر چوری کا الزام لگایا ہے۔ حالانکہ مال مسروقہ زید بن یامین یہودی کے گھر سے برآمد ہوا ہے۔ اس طرح بنو ابیرق نے آنحضرت ﷺ کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اور اپنے ایمان و اخلاص کا واسطہ دے کر آپ کو یقین دلانا چاہا کہ یہ حرکت یہودی کی ہے۔ طعمہ اس سلسلے میں بالکل بری اور بے گناہ ہے اور حضرت قتادہؓ مفت میں ایک مسلمان کو خراب کر رہے ہیں۔

آپؐ نے جب یہ سارے حالات سنے تو ان منافقوں کی گواہیوں اور قسموں پر اعتماد کر لیا۔ اور طعمہ کو بے گناہ تصور کر لیا۔ بلکہ آپ کا ارادہ ہوگیا کہ یہودی پر چوری کی سزا جاری کر دی جائے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

علاوہ ازیں آپ نے حضرت قتادہؓ پر خفگی کا اظہار بھی فرمایا کہ انھوں نے بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے ایک مسلمان گھرانے پر چوری کا الزام کیوں لگایا؟

حضرت قتادہؓ کو آپ کی سرزنش کا اتنا دکھ ہوا کہ وہ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش کہ میں آپؐ سے اس معاملہ میں کوئی بات نہ کرتا۔ اسی طرح حضرت رفاعہؓ نے بھی افسوس کا اظہار کیا اور صبر کر کے خاموش ہو گئے۔

بعدازاں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر آپؐ پر اصل حقیقت منکشف کر دی بنو اُبیرق کی چوری کھول دی اور یہودی کو بے گناہ قرار دے دیا۔

اس موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بمااراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیماً واستغفر اللہ ان اللہ کان غفوراً رحیما (النساء)

بے شک ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری تا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے مطابق لوگوں کے درمیان انصاف کریں اور تو مت ہو' دغا بازوں کی طرف داری کرنے والا' اور بخشش مانگ اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

**نتائج:-**

۱۔ منافقین کی فریب کاریاں۔
۲۔ آپؐ بھی غیب دان نہیں تھے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی حفاظت کرتا ہے۔

## ۲۳۱ :- زمین کو ناپ لیجئے

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امم سابقہ کے ایک گناہ گار کا: کر کیا کہ اس

نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا۔ پھر اس نے توبہ کا ارادہ کیا کہ میں کیوں نہ اب اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلوں۔

چنانچہ وہ ایک راہب (عالم) کے پاس گیا اور اس سے اپنی ساری بات بیان کی اور اس سے پوچھا هل لی من توبة ؟ کہ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس راہب نے جواب دیا کہ تیری توبہ کس طرح قبول ہوسکتی ہے۔ تو نے تو اتنے لوگوں کو ناحق قتل کیا ہے۔ اگر ایک شخص کو بھی ناحق قتل کیا جائے تو اس کی سزا بھی جہنم ہے۔ لہٰذا اب تیری توبہ کی قبولیت کی کوئی توقع نہیں ہے۔ اس قاتل کو غصہ آیا' اس نے فوراً اس راہب کو بھی قتل کردیا۔ فکمل مائة اور سو کا عدد پورا کردیا۔

اس کے بعد پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ میں نے یہ کیا کردیا۔ اب ایک اور راہب کے پاس گیا اور اس نے یہی سوال کیا میں نے سو آدمیوں کو ناحق قتل کیا ہے۔ اور اب صدق دل سے توبہ کرنا چاہتا ہوں کیا میرے لیے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ اس عالم نے جواب دیا کیوں نہیں؟ توبہ کا دروازہ تو قیامت تک کھلا ہے۔ تو اگر اب بھی صدق دل سے توبہ کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے معاف کردے گا۔ اور اس عالم نے اسے توبہ کا طریقہ بتایا کہ تو اب اس علاقے کو چھوڑ دے' فلاں بستی کے اندر چلا جا' وہاں کچھ نیک لوگ موجود ہیں اپنی بقیہ زندگی انکی معیت میں گزار دے۔ عبادت' توبہ' استغفار وغیرہ کرتا رہے۔

وہ قاتل اس عالم کے کہنے کے مطابق اس بستی کی طرف چل پڑا۔ خدا کی قدرت کہ ابھی راستہ میں ہی تھا کہ اس کی موت کا وقت آ گیا' اور دونوں قسم کے فرشتے اس کی روح کو لینے کے لیے آ گئے۔ ملائکہ عذاب بھی آ گئے اور ملائکہ رحمت بھی۔ عذاب والے فرشتے کہنے لگے کہ یہ ہمارا ہے اس کی روح ہمیں لے جانی ہے' اور رحمت والے کہنے لگے کہ یہ تمہارا نہیں ہمارا ہے۔

دونوں نے دلائل دینا شروع کر دیئے ملائکہ رحمت نے کہا کہ ''جاء تائبا مقبلاً بقلبه الی اللہ تعالیٰ'' کہ یہ سچے دل سے توبہ کرنے کے لیے چل پڑا تھا جبکہ ملائکہ عذاب نے کہا کہ ''انہ لم یعمل خیرا قط'' کہ ابھی تک تو اس نے کوئی نیکی کا کام کیا ہی نہیں۔

جب یہ دونوں قسم کے فرشتے آپس میں جھگڑ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ایک تیسرے فرشتے کو انسانی شکل میں بھیج دیا۔ انھوں نے اسے اپنا فیصل اور حکم مان لیا اور اس سے فیصلہ چاہا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اس میں جھگڑے والی کونسی بات ہے؟ قیسوا مابین الارضین دونوں طرف کا فاصلہ ناپ لو۔ اگر یہ برائی کی سرزمین کے قریب پایا جائے تو برا شمار ہوگا۔ اگر نیکی کی سرزمین کے قریب پایا جائے تو نیک شمار ہوگا۔ چنانچہ ان فرشتوں نے دونوں طرف کے فاصلوں کو ناپنا شروع کر دیا۔

درحقیقت یہ شخص ابھی اپنی برائی والی بستی کے قریب ہی تھا اور نیک لوگوں کے علاقے سے دور تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا۔ فأوحی اللہ تعالیٰ الی ھذہ ان تقربی والی ھذہ ان تباعدی اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو حکم دیا کہ تو سکڑ کر قریب ہو جا اور فاصلہ کم کر دے اور دوسری طرف کی زمین کو حکم دیا کہ تو پھیل جا اور فاصلہ زیادہ کر دے۔

فرشتوں نے جب فاصلہ ناپا تو فوجدوہ الی ھذہ اقرب بشبر تو اسے نیکی کی سرزمین سے بالشت بھر قریب پایا فغفر لہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔

**نتائج:۔**

۱۔ توبہ کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔

۲۔ سچے دل سے ارادہ کرلیا جائے تو وہ بھی رائیگاں نہیں جاتا۔

۳۔ رحمت حق بہانہ مے جوید۔

۴۔ نیک لوگوں کی صحبت نیک بننے کا بہترین ذریعہ ہے۔

## ۲۳۲ :- یہ محمدؐ کی مار ہے۔

اُبی بن خلف ایک بڑا سخت دشمن اسلام تھا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو اذیت دینا اسکا معمول تھا۔

ہجرت سے قبل پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کرتا تھا میں نے محض آپ کو قتل کرنے کے لیے ایک گھوڑا پال رکھا ہے۔ اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کر دوں گا۔ آپؐ نے اسے ایک دفعہ جواباً فرما دیا کہ انشاء اللہ میں ہی تجھے قتل کروں گا۔

اسکے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ محمدؐ کی زبان سے آج تک جھوٹ نہیں نکلا۔ اب میں تو انہی کے ہاتھوں قتل ہوں گا؟

اُحد کی لڑائی میں یہ شخص آپؐ پر حملہ کرنے کے لیے انتہائی قریب پہنچ گیا۔ اور قریب تھا کہ آپ پر حملہ کردے۔ آپ نے ایک صحابی سے برچھا لیکر اس کو گردن پر مارا۔ برچھا اس کو صحیح طور پر نہ لگ سکا۔ صرف اسکی گردن پر ہلکی سی خراش آ گئی۔ مگر اس ایک ہی وار سے لڑھکتا ہوا گرا۔ اور گرا پڑتا بڑی مشکل سے چیختا چلاتا اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔ اس خراش کی وجہ سے اتنا چلاتا تھا کہ خدا کی پناہ۔ بیل کی طرح آواز نکالتا اور کہتا تھا کہ لوگو! محمدؐ نے مجھے مار دیا۔

ابوسفیان نے بڑا سمجھایا اور شرم دلائی کہ دیکھو ہم لوگ کتنے زخمی ہیں اور تو محض ایک خراش کیوجہ سے اس قدر چلا رہا ہے۔

ابی بن خلف کہنے لگا کہ تجھے پتہ بھی ہے کہ یہ کس کی مار ہے؟ یہ محمد ﷺ کی مار ہے لات وعزیٰ کی قسم! اسکی مجھے اتنی تکلیف ہو رہی ہے کہ اگر سب اہل حجاز پر تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمد ﷺ نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

اگر آپ آج مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میری ہلاکت کے لیے یہی کافی تھا کیونکہ آپ کی کوئی پیش گوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ اسی طرح چیختا چلاتا وہ مکہ پہنچنے سے ایک دن قبل راستہ میں ہی مر گیا۔

**نتائج:-**

۱۔ آپ کی کوئی پیش گوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔

۲۔ آپ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

۳۔ ایک کافر کو محمد کی زبان پر کتنا اعتماد تھا؟

## ۲۳۳ :- اللہ کے فضل سے میں نے قاتل کا سراغ لگا لیا۔

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایک دفعہ مدینہ منورہ کے ایک محلّہ کی گلی میں ایک نوجوان کی لاش پائی گئی۔

حضرت عمرؓ نے ہر طرح کوشش کی کہ اس کے قاتل کا سراغ لگایا جائے' مگر ناکامی ہوئی اور کسی طرح بھی علم نہ ہو سکا کہ اس نوجوان کے قتل کا سبب کیا ہے؟ آپؓ کو ابھی اس کا بڑا صدمہ تھا کہ ایک سال کے بعد اسی محلّہ اور اسی گلی میں

ایک بچہ پڑا ہوا پایا گیا۔

حضرت عمرؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؓ نے فرمایا ظفرت بدم القتیل ان شاء اللہ کہ انشاء اللہ اب میں اس نوجوان کے قتل کا معمہ حل کر لوں گا۔

آپؓ نے وہ بچہ لیکر اسی محلہ کی ایک عورت کے حوالے کر دیا۔ اسے اس کی پرورش کا پورا پورا اخرچہ وغیرہ دے دیا۔ اور اسے حکم دیا کہ دیکھنا اگر کوئی عورت آ کر کبھی اس بچے کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھے یا اسے اٹھائے اور پیار کرے تو چپکے سے مجھے اطلاع دینا۔

جب کئی دن گزر گئے تو ایک رات اس عورت کے پاس ایک لونڈی آئی اور اس نے کہا کہ مجھے میری مالکہ نے بھیجا ہے کہ یہ بچہ ہمیں دکھائیں تو سہی۔ چنانچہ یہ عورت بچہ لیکر اس گھر میں چلی گئی اس گھر کی ایک عورت نے اس بچے کو انتہائی پیار کیا' چوما اور سینے سے لگایا اور پھر واپس کر دیا۔ بچہ پالنے والی عورت نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی۔

آپؓ فوراً اپنی تلوار لیکر اس گھر میں پہنچ گئے اس لڑکی کے والد ایک انتہائی دیندار اور نیک انسان تھے۔ ان سے ملے اور فرمایا مافعلت ابنتک فلانہ ؟ کہ تیری فلاں بیٹی نے کیا کیا ہے؟ وہ شخص کہنے لگا کہ امیر المومنین ایسی کوئی بات نہیں میری وہ لڑکی تو انتہائی پارسا اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے۔ آپؓ نے فرمایا میں اس لڑکی سے ملنا چاہتا ہوں تا کہ میں بھی اس کی دینداری سے فائدہ اٹھا سکوں۔

چنانچہ حضرت عمرؓ جب اس لڑکی کے پاس پہنچے تو اپنی تلوار سونت لی اور فرمایا اصدقینی جو کچھ کیا ہے مجھے سچ سچ بتا دے ورنہ تیرا فیصلہ اس تلوار سے ہو گا۔ وہ لڑکی ڈر گئی اور کہنے لگی واللہ لأصدقن کہ اللہ کی قسم میں سچ سچ بتاؤں گی مگر

علیحدگی میں۔

آپؓ نے اسے اہل خانہ سے علیحدہ کر لیا اور اس سے سارا واقعہ پوچھا۔اس لڑکی نے بتایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ میرے ہاں ایک بڑھیا کا آنا جانا تھا۔ اکثر وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور میں اس کی خدمت کر دیتی تھی۔ایک دفعہ اس بڑھیا نے میری منت سماجت کی کہ مجھے کہیں سفر پر جانا ہے۔ اور میری ایک بیٹی ہے میں چاہتی ہوں کہ تو اسے چند ماہ کے لیے اپنے پاس رکھ لے یہاں تک کہ میں سفر سے واپس آ جاؤں۔ میں نے حامی بھر لی۔ بڑھیا نے درحقیقت اپنا بیٹا میرے حوالے کر دیا۔ جو نوجوان تھا اور اس کی شکل و شباہت عورتوں جیسی تھی۔ چال ڈھال بول چال سب کچھ عورتوں سے مشابہ تھی میں نہ سمجھ سکی کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ میں نے اسے اپنی سہیلی بنالیا وہ ہر وقت میرے ساتھ رہتا تھا۔

ایک دفعہ میں سو رہی تھی کہ اس نے مجھے غافل پا کر میری ساتھ بدکاری کر لی۔ میں نے جلدی سے اس کے گلے پر ہاتھ رکھا اور اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش کو باہر گلی میں پھینک دیا۔ اس واقعہ کا سوائے میرے کسی کو پتہ نہیں ہے۔ خدا کی قدرت کہ اسی کے عمل سے مجھے حمل ہو گیا۔اور میرے ہاں یہ بچہ پیدا ہوا۔ چنانچہ میں نے اس بچے کو بھی اس کے والد کی جگہ پھینک دیا۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ سارا واقعہ سنا اور اس لڑکی سے مختلف تفتیشی سوال کیے تو انھیں یقین ہو گیا کہ یہ سچ کہہ رہی ہے۔ آپ نے اسے دعاء دی اور باہر آ کر اس کے والد سے کہا کہ آپ کی بیٹی واقعی ایک نیک اور پارسا لڑکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر اجر عطاء فرمائے۔

**نتائج:۔**

ا۔ حضرت عمرؓ کی فراست۔

۲۔ ماں کی مامتا اور محبت۔

۳۔ تحقیق و تفتیش کا عجیب انداز۔

۴۔ گھر میں آنے والی عورتوں پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔

## ۲۳۴ :- اے اللہ! کیا تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے؟

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں کم ترین جنتی کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں جہنم سے نکالا۔ وہ گرتا پڑتا گھٹنوں کے بل چلتا بڑی مشکل سے جہنم سے نکلے گا اور ابھی جہنم کے کنارے پر ہی ہوگا اور اسے ابھی جہنم کی لو اور تپش آرہی ہوگی کہ وہ پکار اٹھے گا۔ تبارک الذی نجانی منک کہ وہ ذات بڑی برکت والی ہے جس نے مجھے تجھ سے نجات دی۔ لقد اعطانی اللہ شیئا ما اعطاہ احدامن الأولین والأخرین مجھے تو اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت دی ہے جو اگلے اور پچھلے لوگوں میں سے کسی کو بھی نہیں دی۔

وہ اس طرح کہہ رہا ہوگا کہ اسے ایک درخت دکھائی دے گا جو بڑا خوبصورت اور سایہ دار ہوگا تو وہ شخص اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے گا کہ اے اللہ ادننی من ھذہ الشجرۃ مجھے اس درخت کے قریب کردے تاکہ میں اس کے سایہ وغیرہ سے فائدہ اٹھاسکوں۔ اس کی بار بار درخواست پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر میں تجھے اس درخت کے نیچے پہنچا دوں تو کیا کچھ اور تو نہیں مانگے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ مولیٰ میں اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ بس مجھے مہربانی فرما کر اس درخت تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت کے

ساتھ اسے اس درخت کے نیچے پہنچا دے گا وہ اس کے سایہ سے فائدہ اٹھائے گا' وہاں کا پانی پیے گا تو انتہائی خوش اور مطمئن ہو جائے گا۔

کچھ عرصہ کے بعد اسے ایک اور درخت دکھائی دے گا جو اس درخت سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہو گا۔ اب اس کا جی چاہے گا کہ کاش کہ مجھے اس درخت کے نیچے پہنچا دیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے پھر عرض کرے گا کہ یا اللہ مجھے اس درخت کے نیچے پہنچا دے تا کہ میں اس کے سایہ اور پانی سے فائدہ حاصل کر سکوں۔ میں اب اس کے علاوہ اور کچھ طلب نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں اب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اب وہ منت وزاری کرے گا اور کہے گا کہ اب اس کے بعد اور کچھ نہیں مانگوں گا' یہ میری آخری درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اسے اس درخت کے نیچے پہنچا دے گا۔ وہاں کا سایہ اور پانی سابقہ درخت سے بھی فائق ہو گا۔

پھر کچھ وقت کے بعد اسے جنت کے دروازے کے قریب ایک اور انتہائی حسین و جمیل درخت دکھائی دے گا۔ وہ اپنے اس وعدہ پر قائم نہ رہ سکے گا اور پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ اے اللہ مجھے مہربانی کرتے ہوئے اس درخت تک پہنچا دے۔ میں اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندے تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ یہ میری آخری درخواست ہے تو نے پھر وعدہ کیخلاف ورزی کیوں کی؟

اب وہ بار بار زاری کر کے عرض کرے گا کہ اے اللہ بس یہ درخواست منظور فرمالے اس کے بعد اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ اب اسے جنت کے دروازے کے قریب کھڑے اس درخت تک پہنچا دیں گے۔

وہاں وہ اہل جنت کی آوازیں سنے گا۔ برتنوں کی کھنکھناہٹ اور کھانوں کی خوشبو اس تک پہنچے گی تو اس کے دل کے اندر اب جنت کے اندر پہنچنے کی خواہش مچلنے لگے گی۔ اس کے دل میں یہ خیال آ رہا ہو گا کہ جنت تو ساری کی ساری بھر چکی ہے۔ پتہ نہیں مجھے کہیں سر چھپانے کے لیے جگہ ملے گی یا نہ ملے گی۔ پھر سوچے گا کہ چلو کسی کونے میں پڑا رہوں گا اور جنتیوں کا بچا کھچا کھانا کھا کر گزارہ کر لوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو سہی۔

اب وہ نہایت زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ اے اللہ جب تو نے اتنی مہربانی فرما کر مجھے جہنم سے نکالا اور جنت کے دروازے تک پہنچا دیا۔ اب تھوڑی سی مہربانی فرما مجھے جنت کے اندر داخلہ دے دے۔

اب اس کی درخواست سن کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے بندے ایرضیک ان اعطیک الدنیا ومثلھا معھا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تجھے دنیا کے برابر بلکہ اس سے دوگنی جنت عطا فرما دوں؟ یہ پیش کش سن کر اسے یقین نہیں آئے گا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے بصد عجز و نیاز عرض کرے گا۔ أی رب أتستھزی منی وانت رب العالمین اے اللہ کیا تو میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے جبکہ تو رب العالمین ہے۔

حدیث شریف میں یہ بات آتی ہے جب راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اسکا یہ جملہ بیان فرمایا تو ہنس پڑے اور سامعین سے فرمایا ألا تسألونی مم اضحک تم مجھ سے پوچھو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ سامعین نے پوچھا کہ پھر آپؓ فرمائیے کہ آپ کیوں ہنسے ہیں؟ فرمایا ھکذا ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح میرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ یہ

جملہ بیان کر کے ہنسے تھے لوگوں نے آپؐ سے پوچھا کہ آپ کیوں ہنسے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایامن ضحک رب العالمین حین قال اتستھزئ منی و انت رب العالمین کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کی وجہ سے ہنسا ہوں جب اس نے یہ جملہ بولا تو اللہ تعالیٰ بھی ہنسنے لگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے انی لا استھزئ منک ولکنی علی مااشاء قدیر میں تیرے ساتھ ساتھ استہزاء نہیں کر رہا کہ میں تو جو چاہوں اس پر قادر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے جنت میں پہنچا دے گا اور اسے دنیا سے دس گنا بڑی جنت عطا فرمائے گا اور وہ یہ سمجھ رہا ہوگا کہ جتنا کچھ مجھے دیا گیا ہے شاید اتنا کچھ کسی اور کو نہیں دیا گیا۔ حالانکہ یہ تو سب سے کمترین جنتی ہوگا۔

**نتائج:۔**

۱۔ جنت کی وسعت اور نعمتوں کا بیان۔

۲۔ بندے پر اللہ کا فضل و احسان۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی شان کے مطابق ہنسنا۔

۴۔ صحابہ کرامؓ کا کمال اتباع رسولؐ۔

۵۔ مومن بالآخر کامیاب ہوگا۔

## ۲۳۵ :- کیا قیامت کے دن بھی تو میرا بوجھ اٹھائے گا؟

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور خلافت میں ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ منورہ کی گلیوں میں پہرہ دے رہے تھے کہ ایک گھر سے

آپ کو بچے کے رونے کی آواز سنائی دی اور آگ جلنے کی روشنی دکھائی دی۔ آپؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ان بچوں کی ماں نکلی آپ نے اس سے پوچھا کہ رات کے اس وقت یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس عورت نے جواب دیا کہ بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔

آپؓ نے پوچھا کہ یہ آگ کیوں روشن کر رکھی ہے اور اس ہانڈی میں کیا ہے؟ جو چولہے پر چڑھا رکھی ہے۔ عورت کہنے لگی کہ اس میں تو صرف پانی ہے جو بچوں کو بہلانے کے لیے میں نے ڈال رکھا ہے۔ یہ میں ہی جانتی ہوں کہ میں اور میرے بچے کتنی سختی میں ہیں الله بیننا و بین عمر ہمارا اور عمرؓ کا فیصلہ خدا تعالیٰ ہی کرے گا۔

حضرت عمرؓ اس کی یہ بات سن کر کانپ گئے اور فرمایا بی بی خدا تیرے اوپر رحمت کرے، عمرؓ کو تمہارے حالات کا کیا پتہ؟ وہ عورت کہنے لگی کہ پتہ کرنا عمرؓ کا کام ہے یتولی امرنا و یغفل عنا وہ ہمارے امور کا والی بھی ہے اور پھر ہمارے حالت سے بے خبر بھی ہے۔

حضرت عمرؓ رات کے اندھیرے میں فوراً بیت المال میں پہنچے۔ اس کے خازن اسلم کو جگایا ایک بوری میں کھانے کا سامان وغیرہ بھرا اور اسلم سے کہا کہ احمله علی یہ مجھے سر پر رکھوا دے۔ اسلم عرض کرنے لگا انا احمله عنک یا امیر المومنین اے امیر المومنین یہ میں اٹھا لیتا ہوں آپ تکلیف نہ کریں۔ آپؓ نے جواباً فرمایا أانت تحمل عنی ذنبی یوم القیامة؟ کہ کیا کل قیامت کے دن بھی تو میرے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا؟ یہ میں نے ہی اٹھانا ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ بوری اپنے کندھوں پر رکھی اور اس عورت کے گھر تشریف لے گئے۔ ہانڈی کے اندر آٹا، گھی، شکر وغیرہ ڈال کر اسے چولہے پر رکھا اور آگ روشن کی۔ حالت

یہ تھی کہ لکڑیاں گیلی تھیں آپ بار بار پھونک مارتے تھے اور آگ روشن کرتے تھے۔ آپ کی ڈاڑھی مبارک اور چہرہ راکھ آلود ہو گیا۔

اس طرح آپ نے ایک حریرہ سا تیار کیا اور ایک برتن میں ڈال کر ان بچوں کو کھلایا۔ امیر المومنین خود اپنے ہاتھوں سے ان بچوں کے منہ کے اندر لقمے ڈال رہے تھے انکی ماں حیران تھی کہ یہ فرشتہ رحمت کون ہے؟ جب وہ بچے کھانا کھا کر سیر ہو چکے تو حضرت عمرؓ بیٹھے انکو دیکھتے رہے، حتیٰ کہ وہ بچے اب کھیلنے لگے مسکرانے لگے تب آپ نے جانے کا ارادہ کیا۔

وہ عورت کہنے لگی کہ اللہ تیرا بھلا کرے انت اولیٰ بھذا الا مر من امیر المومنین تو اس لائق ہے کہ تجھے لوگوں کا والی بنایا جائے' آپ نے فرمایا کہ جب تو امیر المومنین کے ہاں جائے گی پھر مجھے وہاں ہی پائے گی۔ راستے میں اسلم نے آپؓ سے پوچھا کہ اے امیر المومنین! بچوں کو کھانا کھلانے کے بعد آپ وہاں کیوں بیٹھے انکو دیکھتے رہے؟ آپؓ نے فرمایا اسلم! میں نے ان بچوں کو روتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا جی چاہا کہ اب انکو ہنستے اور مسکراتے ہوئے بھی دیکھوں تا کہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔

بعد ازاں آپؓ نے اس عورت اور اس کے بچوں کے لیے بیت المال سے وظیفہ جاری کر دیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عمرؓ کی شان وعظمت۔

۲۔ آپؓ کے عدل وانصاف اور خدا خوفی کی ایک مثال۔

۳۔ رعایا کا خیال رکھنا خلیفہ کی ذمہ داری ہے۔

## ۲۳۶ :- اللہ نے انکو قیامت کے دن کے شر سے بچا لیا

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شدید بیمار ہوئے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام انکی عیادت کے لیے تشریف لے گئے آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اے علی! بہتر ہے کہ آپ انکی شفایابی کے لیے منت مان لیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے تین روزے رکھنے کی نذر مان لی۔ بچوں نے جو سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے بھی تین روزے رکھنے کی منت مان لی۔ آپ کی لونڈی فضہ کہنے لگی میں بھی تین روزے رکھوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور چند دنوں کے بعد دونوں بچے صحت یاب ہو گئے۔ نذر پوری کرنے کے لیے سب نے روزہ رکھ لیا۔ گھر میں چونکہ کھانے کی کوئی چیز نہ تھی اس لیے محض پانی پی کر ہی سحری کھالی۔

صبح کے وقت حضرت علیؓ ایک یہودی شمعون کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اگر تو کچھ اون کاتنے کے لیے دے دے تو حضرت محمدؐ کی بیٹی اس کو کات دے گی۔ شمعون نے اون کا ایک گٹھڑ تین ٹوپے جو کی اجرت مقرر کر کے دے دیا۔

حضرت علیؓ وہ اون کا گٹھڑ اٹھا کر گھر لے آئے اور حضرت فاطمہؓ سے سارا معاملہ بیان کیا۔ حضرت فاطمہؓ سارا دن روزہ کی حالت میں اس کو کاتتی رہیں۔ شام کے وقت تقریبا تیسرا حصہ کات لیا تو حضرت علیؓ اس کو دینے کے لیے تشریف لے گئے۔ اس نے اجرت میں ایک صاع جو دے دیے۔ اب حضرت

فاطمہؓ نے انھیں صاف کیا پھر چکی میں پیسا پھر آٹا گوندھا اور اس کی پانچ روٹیاں پکائیں۔ ایک اپنی ایک حضرت علیؓ کی ایک حضرت حسنؓ کے لیے اور ایک حضرت حسینؓ کے لیے اور ایک روٹی فضہ کے لیے۔

دن بھر کے روزہ اور محنت مزدوری کی وجہ سے سب اہل خانہ کھانے کے لیے بے تاب تھے حضرت علیؓ جب حضور علیہ السلام کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے تو دستر خوان بچھایا گیا۔ اس پر روٹیاں رکھی گئیں، سب اہل خانہ اس کے گرد بیٹھ گئے۔ ابھی لقمہ توڑنے ہی والے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ایک یتیم نے آواز لگائی السلام علیکم یا اھل بیت محمد انا مسکین من مساکین المسلمین اطعمونی مما تا کلون اطعمکم اللہ من موائد الجنۃ اے محمد علیہ السلام کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو میں ایک مسکین ہوں میرے بچے بھوک سے بے تاب ہیں مجھے کھانا دو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کا کھانا عطا فرمائے۔

حضرت علیؓ نے ہاتھ روک لیا اور حضرت فاطمہؓ سے اشارتاً پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ضرور دینا چاہیے چنانچہ وہ سارا کھانا اٹھا کر اس مسکین کو دے دیا گیا۔ وباتوا جیاعاً لم یذوقوا الا الماء اور سب نے پانی پر گزارہ کرتے ہوئے بھوکے رات گزاری۔ اسی حالت میں دوسرے دن کا روزہ شروع کیا آج بھی حضرت فاطمہؓ نے ایک تہائی اون کاتی اور حضرت علیؓ نے محنت مزدوری کی۔

شام کے وقت اس یہودی سے ایک صاع جو اجرت میں لیکر حضرت فاطمہؓ نے اسے پیسا اور آٹا تیار کر کے پانچ روٹیاں پکائیں۔ آج پھر حضرت علیؓ جب مغرب کی نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے تو دستر خوان بچھایا گیا۔ کھانا رکھا گیا، جونہی پہلا لقمہ توڑنے والے تھے کہ دروازہ پر دستک ہوئی اور آواز دینے والے نے آواز دی کہ اے محمدؐ کے گھرانے والو! میں ایک یتیم ہوں میرے بہن

بھائی بھوک سے نڈھال ہیں مجھے کھانا دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطاء فرمائے گا۔ حضرت علیؓ نے سب سے مشورہ کیا اور سارا کھانا اٹھا کر اس یتیم کو دے دیا اور خود محض پانی پر گزارہ کرلیا۔

اس طرح تیسرے دن کا روزہ بھی فاقہ سے ہی شروع کیا۔ آج پھر حضرت علیؓ نے سارا دن محنت مزدوری کی، حضرت فاطمہؓ نے سارا دن چرخہ کات کر سوت تیار کیا۔ آج پھر شام کے وقت ایک صاع جو مزدوری وصول کر کے اس کی پانچ روٹیاں پکائی گئیں۔ جب سب لوگ مغرب کے بعد کھانے کے لیے دسترخوان پر بیٹھے تو دروازے پر سے آواز آئی السلام علیکم یا اھل بیت محمد اے محمد ﷺ کے گھر والو تم پر سلامتی ہو ان الکفار اسرونا وقیدونا ولم یطعمونا. کفار نے ہمیں قید کر رکھا ہے اور ہمیں کھانا بھی نہیں دیتے۔ میں ایک قیدی ہوں میں اور میرے ساتھی بھوکے ہیں مجھے کھانا دے دو۔ اللہ تمہیں اجر عطا فرمائے گا۔ آج پھر سب نے ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنا سارا کھانا اس قیدی کو دے دیا۔ اور خود پانی پر گزارہ کر کے بھوکے رات گزار لی۔

صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حسنؓ و حسینؓ بھوک کی شدت سے کانپ رہے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ محراب میں بیٹھی ذکر کر رہی ہیں وقد لصق بطنها من شدة الجوع وغارت عینا ها. شدت بھوک کی وجہ سے انکا بھی پیٹ کمر سے لگ چکا ہے اور آنکھیں اندر کو گڑ گئی ہیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ صورت حال برداشت نہ ہو سکی۔ آپؐ نے فرمایا واغوثاہ ! اھل بیت محمد یموتون جوعاً افسوس کہ آج میرے گھرانے کے افراد بھوک سے کس طرح بیتاب ہیں!

ابھی آپ یہ کلمات کہہ ہی رہے تھے کہ جبرئیل امین کا نزول ہوا اور وہ

اہل بیت محمدؐ کی شان وعظمت کے بارے میں یہ آیات لے کر تشریف آئے۔

یوفون بالنذر ویخافون یوماً کان شرہ مستطیرا ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیماً واسیراً ، انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاءً ولاشکوراً انا نخاف من ربنا یوماً عبوساً قمطریراً. فوقاھم اللہ شر ذالک الیوم ولقاھم نضرۃً و سروراً وجزاھم بما صبروا جنۃ و حریراً الخ (الدھر) یہ لوگ اپنی نذر پوری کرنے والے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہو گی خوف رکھتے ہیں، اور باوجود یکہ انکو خود طعام کی خواہش اور حاجت ہوتی ہے اپنا کھانا فقیروں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم تمہیں یہ کھانا خالص خدا کی رضاء کے لیے کھلاتے ہیں، نہ تم سے اس کے بدلے کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے طلب گار۔ ہمیں تو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو چہروں کو کریہ المنظر اور دلوں کو سخت مضطر کر دینے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ انکو اس دن کی سختی سے بچالے گا۔ اور انھیں تازگی اور خوشدلی عنایت فرمائے گا۔ اور انکو انکے صبر کے بدلے بہشت کے باغات اور ریشم کے ملبوسات عطاء فرمائے گا۔

**نتائج:۔**

۱۔ خاندان نبوت کی شان وعظمت۔

۲۔ انکے فقر وفاقہ کی صورتحال۔

۳۔ حاجت کے باوجود انکا ایثار اور رحمتِ پروردگار۔

## ۲۳۷ :- بزرگوں کو گھر میں ہی رہنے دیا ہوتا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو اس دن بہت سے اہل مکہ نے اسلام قبول کیا۔ اسی دن حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ چونکہ ابو قحافہ نابینے ہو چکے تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ انکا ہاتھ پکڑ کر لے آئے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دیکھا تو فرمایا۔ ھلا ترکت الشیخ فی بیتہ حتی أکون أنا أتیہ. کہ بزرگوں کو گھر میں ہی رہنے دیا ہوتا میں خود انکے پاس آ جاتا۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا ھو احق ان یمشی الیک یا رسول اللہ ! چل کر خدمت میں حاضر ہونا انکا حق بنتا ہے نہ کہ آپ کا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ابو قحافہؓ کافی عرصہ تک زندہ رہے حتی کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد دور فاروقی میں انکا انتقال ہوا۔

**نتائج:-**

۱۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق عالیہ

۲۔ حضرت ابوبکر کے لیے یہ اعزاز کہ انکے ماں باپ اولاد وغیرہ سب صحابی بنے۔

۳۔ حضرت ابوبکرؓ کے دل میں پیغمبرؐ کا مقام و عظمت۔

## ۲۳۸ :- چاندی کے کنگن

حضرت فاطمہؓ کے پاس ایک دفعہ کہیں سے چاندی کے دو کنگن آ گئے تو آپؓ نے ہاتھوں میں پہن لیے۔

ایک دن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام انکے گھر میں ان سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جب انھوں نے دروازہ کھولا تو آپؐ نے ان کے ہاتھ میں وہ چاندی کے کنگن دیکھ لیے۔

وانصرف ولم یدخل آپ وہیں سے واپس تشریف لے آئے اور انکے گھر میں داخل نہ ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ شدید پریشان ہوئیں کہ پتہ نہیں کیا وجہ ہے؟ پیغمبر ﷺ میرے ہاں تشریف نہیں لائے۔

اس بارے میں آپؐ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا انی وجدت فی یدی فاطمة سوارین من فضة کہ میں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن دیکھے ہیں۔ وہ میری بیٹی ہو کر سونا چاندی جمع کرے۔ مجھے اس وجہ سے ناگواری ہوئی۔

حضرت فاطمہؓ کو جونہی اس بات کا پتہ چلا تو فوراً وہ کنگن اتار کر آپؐ کی خدمت میں ارسال کر دیے اور عرض کیا کہ جہاں آپ کا جی چاہے انھیں خرچ کر دیں چنانچہ آپؐ نے انکو بیچ کر انکی رقم فقراء مدینہ پر تقسیم کر دی۔

**نتائج:-**

۱۔ مال وزر جمع کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

۲۔ اپنی بیٹی کے پاس مال دیکھ کر آپ کو ناگواری ہوئی۔

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی محبت رسولؐ اور سچا ایمان۔

## ۲۳۹ :- یہ ہار کتنا مبارک ہے !

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ نماز پڑھ کر مسجد میں صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھا پردیسی حاضر ہو گیا اور کہنے لگا یا نبی اللہ انا جائع الکبد فاطعمنی وعاری الجسد فاکسنی وفقیر فأرشنی کہ اے اللہ کے رسول! میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلایئے۔ میرے پاس کپڑے نہیں، مجھے کپڑے پہنایئے میں پردیسی ہوں مجھے سواری عطا فرمایئے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ جو میں تجھے دے سکوں۔ لیکن الدال علی الخیر کفاعلہ نیکی اور بھلائی کی راہ دکھانے والا بھی نیکی کرنے والے کے برابر ثواب پاتا ہے۔ میں تیری راہنمائی کر دیتا ہوں۔ انطلق الی حجرۃ فاطمہ میری بیٹی حضرت فاطمہؓ کے گھر چلا جا۔ شاید وہاں سے کچھ مل جائے۔ پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ فاطمہؓ کا گھر اس شیخ کو دکھا دو۔

جب وہ اعرابی حضرت فاطمہؓ کے دروازے پر پہنچا تو بآواز بلند پکارنے لگا۔ السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ و مختلف الملائکۃ ومھبط جبریل الروح الامین بالتنزیل من عند رب العالمین کہ اے نبوت کے گھرانے والو! فرشتوں اور جبریل امین کی آمد و رفت کے ٹھکانے والو! تم پر سلامتی ہو۔ حضرت فاطمہؓ بڑی حیران ہوئیں کہ یہ کون اس طرح سلام دے رہا ہے اور پوچھا من انت یا ھذا اے شخص تو کون ہے؟ بوڑھے شیخ نے جواب دیا کہ میں عرب کا ایک مفلوک الحال بوڑھا شخص ہوں۔ انتہائی ضرورت مند اور محتاج ہوں۔ آپ کے والد گرامی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سوال کیا تو انھوں نے آپ کی

طرف راہنمائی فرمائی۔ اور اللہ کے نام پر مجھے کچھ دیجئے میرے حال پر رحم کیجئے۔

اس دن حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی یہ حالت تھی کہ تین دنوں سے انھوں نے اور انکے بیٹوں نے فقروفاقہ کی وجہ سے کچھ چکھا ہی نہ تھا اب وہ دیں تو کیا دیں؟

حضرت فاطمہؓ نے چمڑے کا وہ بچھونا جس پر حضرت حسنؓ و حسینؓ آرام کرتے تھے اٹھایا اور اس فقیر کی طرف بڑھایا کہ یہ بیچ کر اپنا کام چلالے۔ اعرابی کہنے لگا یا بنت محمد اے محمد ﷺ کی بیٹی! غور تو کرو میں بھوکا اور افلاس کا مارا ہوں آپ مجھے چمڑے کا ایک ٹکڑا دے رہی ہیں۔ اسے میں کیا کروں گا؟ حضرت فاطمہؓ نے فوراً اپنے گلے میں ہاتھ ڈالا اور اپنا ہار اتار کر اس بوڑھے کے حوالے کر دیا اور فرمایا خذہ وبعہ باباجی یہ ہار لے لیں اور اسے بیچ کر اپنا مسئلہ حل کر لیں۔

اس بوڑھے نے وہ ہار لے لیا اور سیدھا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ کو بتایا کہ آپ کی بیٹی فاطمہ نے مجھے یہ ہار دیا ہے۔

خدا کی قسم! اس کے پاس دینے کے لیے اور کچھ نہ تھا اب میں یہ ہار بیچنا چاہتا ہوں یہ بکوا دیجئے۔

پیغمبر ﷺ نے جب حضرت فاطمہؓ کے گھر کی حالت سنی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی۔

حضرت عمار بن یاسرؓ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو مین یہ ہار خرید لوں؟ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی کہ یہ ہار خریدنا بھی ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ نے بوڑھے سے سوال کیا "بکم تبیع"؟ کہ آپ ہار کتنے میں فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ بوڑھا بولا میں کیا قیمت مانگوں؟

مجھے تو بس اس کے بدلے بھوک مٹانے کے لیے پیٹ بھر کر روٹی اور گوشت مل جائے۔ سر چھپانے کے لیے ایک چادر مل جائے اور ایک دینار مل جائے جس سے میں کوئی سواری کرائے پر لیکر گھر پہنچ جاؤں۔ میرے لیے تو یہی کافی ہے۔

حضرت عمارؓ نے جواب دیا کہ اے شیخ تو نے تو اپنی ضرورت اور بساط کے مطابق قیمت مانگی ہے مگر مجھے تو اس ہار کی نسبت دیکھ کر قیمت ادا کرنی ہے کہ یہ ہار ہے کس شخصیت کا؟ میں تجھے اس ہار کے بدلے پیٹ بھر کر گوشت روٹی بھی کھلاؤں گا۔ سواری کے لیے اپنا قیمتی اونٹ بھی دوں گا۔ اوڑھنے کے لیے یمنی قیمتی چادر بھی دوں گا۔ اور اس کے علاوہ دو سو درہم اور بیس دینار (اشرفیاں) دوں گا۔

بوڑھا حیران ہو کر کہنے لگا کہ اے شخص تو کتنا سخی ہے مجھے تو اتنی توقع ہی نہ تھی۔ حضرت عمارؓ اس بوڑھے کو گھر لے گئے اور اسے وہ سب کچھ دے دیا جس کا وعدہ فرمایا تھا۔ بوڑھا پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپؐ نے پوچھا کہ کیا تو نے کھانا وغیرہ کھا لیا؟ کپڑا وغیرہ لے لیا؟ وہ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ بہت کچھ مل گیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا فاطمہؓ میری بیٹی کے شکریہ کی ادائیگی تو کر دے۔ وہ کہنے لگا میں اس کے لیے دعاء کرتا ہوں آپ آمین فرما دیجئے۔ چنانچہ اس نے ایک دعاء کی جس کے چند جملے یہ ہیں۔

اللھم اعط فاطمہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر کہ اے اللہ تو حضرت فاطمہؓ کو ایسی نعمتیں عطا فرما جن کو آج تک کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور نہ ہی کسی کان نے سنا ہے۔ اور نہ ہی انکا وہم وخیال کسی کے دل میں گزرا ہے۔

وہ دعا کرتا جاتا تھا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ آمین کرتے جاتے تھے اور صحابہ

کرامؓ بھی آمین کر رہے تھے۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی فاطمہ کو اسی دنیا میں وہ کچھ دے رکھا ہے جس کی مثال نہیں۔ وہ میری بیٹی ہے۔ علی اسکا خاوند ہے۔ حسن وحسین اس کے بیٹے ہیں، جو جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی فاطمہؓ کو بے مثال نعمتیں عطا فرمائے گا۔

آپؐ نے فرمایا کہ میں کچھ اور بھی ذکر کروں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور فرمائیے۔

آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین تشریف لائے اور بتایا کہ فاطمہ کی یہ خصوصیت ہے کہ جب وفات کے بعد قبر میں اس سے سوال ہوگا کہ من نبیک؟ تیرا نبی کون تھا؟ تو فاطمہؓ جواب دے گی ''أبی'' میرا نبی میرا ابا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے ایسے مقرر کر رکھے ہیں جو دن رات فاطمہؓ کے گھرانے پر رحمتیں نچھاور کر رہے ہیں اور اس کے لیے دعائیں کر رہے ہیں۔ مزید فرمایا۔ فمن زارنی بعد وفاتی فکا نما زارنی فی حیاتی کہ جس نے مجھے وفات کے بعد دیکھا گویا اس نے مجھے میری زندگی میں دیکھا ومن زار فاطمہ فکانما زارنی اور جس نے فاطمہؓ کو دیکھا گویا اس نے مجھے دیکھا۔

آپؐ یہ باتیں ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ مجلس نبوی میں تشریف لائے۔ ایک غلام انکے ساتھ تھا اس کے ہاتھوں پر قیمتی یمنی چادر رکھی تھی اور اس چادر پر خوشبوؤں میں بسا کر وہ ہار رکھا تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ غلام بمعہ چادر و ہار آپ کی نذر ہے قبول فرمائیے۔ یہ منظر دیکھ کر آپؐ انتہائی خوش ہوئے۔ حضرت عمارؓ کو دعاء دی پھر آپؐ نے غلام سے ارشاد فرمایا کہ تو اسی طرح

حضرت فاطمہؓ کے پاس چلا جا تو بھی اور تیرے ساتھ یہ چادر اور ہار اس کی ملک میں ہے۔

چنانچہ وہ غلام اسی طرح حضرت فاطمہؓ کے ہاں حاضر ہوا' اور ساری بات گوش گزار کر دی۔ حضرت فاطمہؓ نے وہ ہار لے لیا اور اس غلام کو لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔

یہ بات سن کر وہ غلام ہنسنے لگا۔ آپؓ نے پوچھا مایضحکک یا غلام اے غلام تیرے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ وہ عرض کرنے لگا کہ میں تو اس ایک ہار کی برکات دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں۔ کہ اس کی بدولت بھوکے کو کھانا مل گیا' ننگے کو کپڑا مل گیا' پردیسی کو سواری مل گئی اور ایک غلام کو آزادی مل گئی اور ہار پھر جوں کا توں اپنے مالک کے پاس پہنچ گیا۔

حضرت فاطمہؓ کی آنکھوں میں فرط مسرت سے آنسو آ گئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت فاطمہؓ کے گھرانے کی عظمت۔

۲۔ حضرت عمارؓ کی شان۔

۳۔ حضرت فاطمہؓ حضرت عمارؓ کی بے مثل سخاوت۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب واقعہ۔

## ۲۴۰ :۔ حضرت عباسؓ کا پرنالہ

مدینہ منورہ میں عم رسول سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مسجد نبوی سے متصل تھا۔ انکے مکان کا پرنالہ مسجد نبوی کے صحن میں گرتا تھا۔ رفتہ

رفتہ مسجد نبوی میں توسیع ہوئی تو اس پرنالے کو اکھیڑنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دور فاروقی میں اس ضرورت کو شدت سے محسوس کی گیا۔

ایک دفعہ حضرت عباسؓ کسی سفر پر تھے کہ حضرت عمرؓ نے نمازیوں کی تنگی کی وجہ سے وہ پرنالہ اکھیڑ دیا۔ حضرت عباسؓ چند دنوں کے بعد وطن واپس تشریف لائے تو یہ واقعہ سن کر حیران ہو گئے اور مدینہ منورہ کے قاضی حضرت ابی بن کعبؓ کی عدالت میں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ کو طلب کر لیا اور ان سے سوال کیا کہ دوسرے کے مکان میں تصرف کا اختیار آپ کو کیسے حاصل ہوا؟ حضرت عمرؓ نے جواباً اس پرنالے کے اکھیڑنے کی ضرورت کی وجوہات بیان کیں۔ کہ اس سے نمازیوں کو تنگی ہوتی تھی۔ اس لیے اس پرنالے کے لیے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ یہاں یہ پرنالہ لگانا ہی نہیں چاہیے تھا۔

حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ پرنالہ اس مقام پر میں نے نہیں لگایا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یہاں نصب فرمایا تھا۔ اس لیے اسے اکھیڑنا مناسب نہیں تھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے اس پر گواہ طلب کئے حضرت عباسؓ گئے اور انصار میں سے دو معتبر شخصیتوں کو بطور گواہ پیش کر دیا۔ دونوں انصاریوں نے گواہی دی کہ ہم نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ پرنالہ اپنے ہاتھ سے نصب فرمایا۔

اب حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے کہ اب اس کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ سے معافی مانگی' معذرت فرمائی اور فرمایا کہ حق یہ ہے کہ اب آپ بجائے سیڑھی پر چڑھنے کے میرے کندھوں پر چڑھ کر یہ پرنالہ اپنے ہاتھوں سے نصب فرمائیں۔ حضرت عباس جھجکے مگر حضرت عمرؓ نے

اسی پر زور دیا۔

اب دنیا نے دیکھا کہ عرب وعجم کے عظیم فرماں روا فاروق اعظمؓ نہایت مسکنت کے ساتھ دیوار کے ساتھ سر لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اپنے ہاتھوں میں گارے کی تغاری اٹھالی حضرت عباسؓ ان کے کندھوں پر سوار ہوئے اور پرنالہ اپنی جگہ نصب فرمایا۔

پرنالہ نصب کرنے کے بعد حضرت عباسؓ نے فرمایا اے امیر المومنین! یہ سب کچھ میں نے احقاق حق اور اجراء انصاف کے لیے کیا ہے جو میرا جائز حق تھا' سو وہ مجھے حاصل ہو گیا۔ اب میں بھی جانتا ہوں کہ میرے اس پرنالے کی وجہ سے مسجد نبوی کے نمازیوں کو تنگی ہوتی ہے۔ لہذا میں خوشی سے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پورا مکان مسجد نبوی کے لیے وقف کر دیا۔ اسے گرا کر مسجد میں شامل فرما دیں۔

**نتائج:-**

۱۔ خلیفہ وقت بھی قاضی کی عدالت میں حاضر ہو گیا۔
۲۔ حضرت عمرؓ کی عجز وانکساری۔
۳۔ عدل وانصاف کی ایک تابندہ مثال۔
۴۔ حضرت عباسؓ کی جود وسخاء۔

## ۲۴۱ :- بیٹی! تول کر دیکھ لے۔

ایک دفعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین یہ بحث چل نکلی کہ ہم دونوں میں سے افضل کون ہے؟ ماں بیٹی دونوں نے اپنی فضیلت کے حق میں دلائل دیئے۔ حضرت

فاطمہؓ فرمانے لگیں کہ میں افضل ہوں کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی لخت جگر ہوں اور آپ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی ہیں۔ ظاہر ہے میرا باپ آپ کے باپ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

حضرت عائشہؓ نے پیار سے جواب دیا کہ بیٹی اس کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا جب ہم دونوں جنت میں جائیں گی۔ حکم ہوگا کہ عائشہؓ! تو بھی جنت میں جا اور فاطمہؓ! تو بھی جنت میں جا۔

جنت میں مجھے مصطفیٰ کی معیت ملے گی اور بیٹی تجھے مرتضیٰ کی سنگت نصیب ہوگی۔ اب مصطفیٰ میرے پلڑے میں ہوگا اور مرتضیٰ تیرے پلڑے میں۔ بیٹی تول کر دیکھ لے کس کا پلڑا بھاری ہوگا۔ حضرت فاطمہؓ یہ سن کر رونے لگیں تو حضرت عائشہؓ نے دلاسا دیا اور فرمایا کہ فاطمہ تو تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

**نتائج:-**

۱۔ دونوں ماں بیٹی میں محبت بھرا انداز۔

۲۔ حضرت عائشہؓ کی کمال دانشمندی۔

۳۔ اصل فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔

## ۲۴۲ :- جنت میں حضرت موسیٰؑ کا ساتھی

ایک دفعہ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ! مجھے دنیا میں ہی میرا جنت کا ساتھی دکھا دے۔ اس کا پتہ بتا دے۔ تا کہ میں اپنے جنت کے رفیق سے مل سکوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں شہر فلاں محلے میں ایک قصائی ہے وہ آپ کا جنت میں ساتھی ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس سے ملنے کے لیے سفر کیا۔ کافی تگ و دو کے بعد اسے تلاش کر لیا۔ دیکھا کہ وہ گلی کے ایک موڑ پر بیٹھا گوشت فروخت کر رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معلوم کرنا چاہا کہ آخر اس کا کون سا عمل ایسا ہے جس کی وجہ سے یہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ سارا دن آپ نے اس کو غور سے دیکھا سوچا کہ شاید یہ لوگوں کو تولنے میں رعایت دیتا ہو' مگر ایسی بات نہ تھی وہ پورا ہی تول رہا تھا۔ پھر سوچا کہ شاید یہ دن بھر روزہ رکھتا ہو لیکن اس نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ روزہ سے نہ تھا پھر سوچا کہ شاید یہ نماز وغیرہ دیگر لوگوں سے زیادہ پڑھتا ہو بہت زیادہ نوافل کا اہتمام کرتا ہو مگر وہ بھی معمول کے مطابق ہی تھا۔

اب موسیٰؑ نے سوچا کہ شاید یہ گھر جا کر کوئی انوکھا عمل کرتا ہو جس کی وجہ سے اسے جنت میں میری رفاقت ملی۔ شام کو جب وہ قصائی گھر جانے لگا تو تھوڑا سا گوشت کپڑے میں باندھا اور چل پڑا۔ حضرت موسیٰؑ سامنے آ گئے اور فرمایا کہ میں ایک پردیسی ہوں۔ بڑی دور سے آیا ہوں۔ ایک رات یہاں گزارنی ہے۔ اگر تو مہربانی کر کے مجھے آج رات کے لیے اپنا مہمان بنا لے تو میں تیرا مشکور ہوں گا۔

وہ شخص کہنے لگا بسر وچشم آیئے اور تشریف لایئے۔ حضرت موسیٰؑ اس کے ساتھ چل پڑے جب اس کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کونے میں انتہائی بوڑھی اور مفلوج عورت چارپائی پر پڑی ہے۔ نہ اٹھنے کے قابل' نہ بیٹھنے کے۔ نہ اس کی نظر ٹھیک' نہ قوت سماعت۔ اس قصائی نے سب سے پہلے اسے طہارت وغیرہ کرائی پھر اس کے لیے کھانا تیار کیا۔ گوشت کی یخنی بنا کر ایک رکابی میں ڈالی اور چمچی لیکر اس

کے پاس بیٹھ کر دھیرے دھیرے اس کے منہ میں ڈالنا شروع کی۔ جب وہ سیر ہو گئی تو اس نے اشارہ سے کہا کہ اب میں سیر ہو گئی ہوں۔ اب وہ اپنے کھانے کا انتظام کرنے لگا۔

حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ بوڑھی انتہائی نحیف اور کمزور آواز میں کچھ کہہ رہی ہے۔ قریب ہو کر کان لگایا تو وہ عورت اپنے بیٹے کو دعاء دے رہی تھی کہ یا اللہ میرے اس بیٹے کو جنت میں موسیٰ پیغمبر کی رفاقت نصیب کر دے۔

حضرت موسیٰؑ اب ساری بات سمجھ گئے کہ یہ رتبہ اسے ماں کی خدمت اور دعاء سے ملا ہے اور اس قصائی کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے تیری یہ خدمت قبول فرمالی ہے اور تیری ماں کی دعاء تیرے حق میں قبول فرما کر تجھے جنت میں میرا ساتھی بنایا ہے۔

**نتائج:۔**

۱۔ ماں کی خدمت اور دعاء کا اثر۔
۲۔ ماں کی عظمت اور اسکا مقام۔
۳۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا رفیقِ جنت دیکھنے کے لیے سفر کیا۔

## ۲۴۳ :۔ حضرت موسیٰؑ اور پتھر کا کیڑا

ایک دفعہ سیدنا حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ بے شک تو ساری مخلوق کا روزی رساں ہے۔ جہاں جہاں بھی کوئی متنفس ہے تو اسے روزی دیتا ہے۔ اس کی ضرورت اور طبیعت کے مطابق دیتا ہے۔ مگر اے میرے اللہ مجھے اپنی قدرت کاملہ کا کوئی نمونہ تو دکھا۔ تا کہ میرے دل میں مزید اطمینان ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے موسیٰ اس پتھر پر غور کرو۔ اسے الٹ پلٹ کر دیکھو اس میں کہیں سوراخ تو نہیں ہے؟ حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ وہ پتھر بالکل گول مٹول ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی راستہ یا سوراخ نہیں ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے سوٹی مار کر توڑو۔ حضرت موسیٰؑ عرض کرنے لگے یا اللہ! یہ اتنا سخت پتھر ہے سوٹی سے کیسے ٹوٹے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی میرا کمال ہے۔ آپ کا کام ہے سوٹی مارنا اور میرا کام ہے اس کو پھاڑنا۔

حضرت موسیٰؑ نے جونہی اس پتھر کو سوٹی مار کر توڑا تو اندر سے ایک کیڑا برآمد ہوا جو بالکل زندہ سلامت تھا اور اس کے منہ میں درخت کا تازہ سبز پتہ تھا جسے وہ کھا رہا تھا۔ حضرت موسیٰؑ حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ مولیٰ! واقعی تو بڑی قدرتوں والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے موسیٰ پیغمبر! ابھی تو نے میری ایک قدرت دیکھی ہے۔ میں نے جو اس کے اوپر احسان کیا وہ دیکھا ہے۔ اب میں تجھے بتاتا ہوں کہ یہ میرے ساتھ کیسا معاملہ کر رہا ہے۔ ذرا اپنا کان اس کے قریب کیجئے میں اس کا والیم ذرا بلند کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰؑ نے جو کان لگایا تو وہ کیڑا اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہا تھا۔ سبحان من یرانی کہ پاک ہے وہ ذات جو ان اندھیروں اور پردوں میں بھی مجھے دیکھ رہی ہے۔ ویعرف مکانی اور میرے مقام و حالات کو بخوبی جانتی ہے۔ ویسمع کلامی اور میرے کلام کو سنتی ہے ویرزقنی ولا ینسانی اور مجھے لگاتار رزق دے رہی ہے مجھے بھولتی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ اس کیڑے کی تسبیح سن کر مزید حیران رہ گئے۔

**نتائج:-**

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو رزق دینے والا ہے۔

۲۔ اسے ہر ایک پر قدرت تامہ حاصل ہے۔

۳۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے۔

## ۲۴۴ :- حضرت سلیمانؑ کی ضیافت

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر حضرت سلیمانؑ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے اللہ! بے شک تو نے مجھے بہت کچھ دیا۔ سب سے بڑی روحانی نعمت نبوت اور سب سے بڑی مادی نعمت حکومت سے سرفراز فرمایا۔ جنات کو میرے تابع کیا۔ پرندوں اور دیگر جانوروں پر مجھے حکومت دی۔ ہوا کو میرے لیے مسخر کیا۔ دنیا کے خزانے مجھے عطاء فرمائے۔

میں چاہتا ہوں کہ اس شکریے میں تیری مخلوق کی دعوت کروں۔ کم از کم ایک وقت کا کھانا پکاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے پیغمبر! یہ میرا ہی کام ہے کہ ہر ایک کو اس کے حال کے مطابق روزی دے رہا ہوں۔ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ حضرت سلیمانؑ نے عرض کیا کہ مولا مجھے بھی تو نے بہت کچھ دے رکھا ہے میری خواہش ہے کہ تیری مخلوق کا کھانا پکاؤں' مجھے اجازت دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت سلیمانؑ نے دریا کے کنارے کھلی جگہ پر کھانا تیار کیا۔ بڑی بڑی دیگیں جو ایک جگہ سے ہلائی بھی نہیں جا سکتی تھیں ان میں کھانا پکایا گیا۔ بڑے بڑے برتن جو تالابوں کے برابر تھے ان میں کھانا جمع کیا گیا۔ کئی دن اس کام پر لگے۔ بالآخر جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بساط کے مطابق کھانا تیار کر

لیا تو بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ مولا کھانا تیار ہے' مہمان بھیج دے۔

اللہ تعالیٰ نے سمندر کی ایک مچھلی کو حکم دیا جس نے لپک کر منہ کھولا اور سارے کھانے کا ایک ہی لقمہ بنا کر کھا لیا اور دوسرا لقمہ لینے کیلئے پھر منہ کھولا' مگر دستر خوان خالی تھا۔ حضرت سلیمانؑ اور انکے حشم خدم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پیغمبر تو تو ایک مچھلی کو پیٹ بھر کر کھانا نہ کھلا سکا اور میں ایسی کروڑوں مچھلیوں کو رزق دیتا ہوں۔ یہ تو صرف دریائی مخلوق ہے ابھی میری زمینی اور فضائی مخلوق کی تو باری بھی نہیں آئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حیران رہ گئے اور اپنی بے بسی اور عاجزی کا اقرار کر لیا۔

**نتائج :-**

ا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عجیب بادشاہی۔

۲۔ ساری مخلوق کو روزی دینا اللہ ہی کا کام ہے۔

۳۔ سمندر میں اللہ تعالیٰ کی عجیب مخلوقات۔

## ۲۴۵ :- تو نے عدل کیا' امن پایا اور سو گیا

قیصر روم نے جب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عدل اور انتظام حکومت کے بارے میں سنا تو حیران رہ گیا اور اپنا ایک قاصد مملکت اسلامیہ کا جائزہ لینے کیلئے بھیجا۔ اسکا وہ قاصد جب مدینہ منورہ پہنچا تو لوگوں سے سوال کیا کہ شاہی محل کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہ تو یہاں کوئی بادشاہ ہے اور نہ ہی شاہی محل۔ البتہ ہمارے امیر ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ۔

اس نے سوال کیا کہ انہی کا گھر میں پوچھ رہا ہوں۔ لوگوں نے ایک انتہائی سادہ اور کچے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ سامنے امیر المومنین کا گھر ہے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ ۲۲ لاکھ مربع میل کے حاکم کا اتنا سادہ گھر؟ پھر جب گھر کا دروازہ دیکھا تو وہاں کوئی حاجب اور پہرہ دار موجود نہیں تو مزید حیران ہوا۔ دروازہ کھٹکھٹایا' پتہ چلا کہ امیر المومنین گھر پر موجود نہیں ہیں۔ شاید مسجد میں ہوں گے۔ وہ آدمی مسجد کے بارے میں پوچھتا ہوا مسجد نبوی پہنچا تو وہاں بھی آپ کو نہ پایا۔ کسی نے بتایا کہ خرج الی ظاهر المدينة کہ ابھی آپ مدینہ کے اطراف کی طرف نکلے ہیں۔ یہ شخص آپ کی تلاش میں ادھر چل پڑا۔ تلاش کرتے کرتے کسی نے بتایا کہ امیر المومنین تو وہ درخت کے نیچے آرام کر رہے ہیں۔ اس نے قریب جا کر دیکھا تو حضرت عمرؓ ایک کھجور کے درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ آدھا سایہ اور آدھی دھوپ تھی۔ اپنی جوتیوں کو سر کے نیچے سرہانے کے طور پر رکھا ہوا تھا۔ درہ پاس پڑا تھا' ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار تھے' اور اتنی گہری نیند سو رہے تھے کہ خراٹے لے رہے تھے۔

اس شخص نے جب آپکو اس حالت میں دیکھا تو انتہائی حیران ہو گیا کہ ہمارے حاکموں اور بادشاہوں کو نرم و گداز بچھونوں پر بھی نیند نہیں آتی اور یہ شخص اتنا بے فکر ہو کر زمین پر سو رہا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جونہی آنکھ کھلی تو وہ شخص آپ کی ہیبت و رعب کی وجہ سے تھر تھر کانپ رہا تھا اور اسکی زبان پر یہ جملہ تھا يا عمر عدلت فامنت فنمت کہ اے عمر! تو نے مملکت میں عدل کیا لوگوں کو امن دیا تو اسکے نتیجے میں تو نے خود بھی امن پایا اور تو بے فکری کی حالت میں سو گیا۔ اور اس نے وہاں کھڑے ہو کر گواہی دی اشهدان دينكم لحق ولولا انى رسول لاسلمت میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا دین سچا ہے۔ اگر میں قاصد بن کر

نہ آیا ہوتا تو اسلام قبول کر لیتا ولکنی ساعود لیکن میں اپنی ذمہ داری پوری کر کے واپس آؤں گا۔

چنانچہ یہ قیصر روم تک رپورٹ دیکر واپس آیا اور اسلام قبول کر لیا۔

**نتائج:۔**

۱۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی اور تواضع۔

۲۔آپ کا عدل وانصاف اور انتظامِ سلطنت۔

۳۔عدل کی وجہ سے بادشاہ بھی مطمئن اور بے خوف ہوگا۔

## ۲۴۶:۔ یہ محل کس نبی کے ہیں؟

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کے جلو میں تشریف فرما تھے کہ آپ اچانک ہنس پڑے۔سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مایضحکک اے اللہ کے رسول آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے دو آدمیوں کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہے۔ایک ظالم تھا دوسرا مظلوم تھا۔ مجھے اس فیصلے کی جھلک دکھائی گئی ہے۔

مظلوم ظالم کو پکڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رب خذلی مظلمتی من اخی اے اللہ میرے اس بھائی سے مجھے بدلہ دلائیے۔اس نے دنیا میں میرے اوپر ظلم کیا تھا۔میرا حق چھینا تھا یا میری بے عزتی کی تھی۔اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اعط اخاک مظلمتہ کہ اے ظالم اپنے بھائی کو بدلہ دے اپنی نیکیاں اس کے حوالے کر دے تاکہ برابری ہو جائے۔وہ کہنے لگا یا رب و کیف اصنع و لم یبق من حسناتی شئ یا اللہ! میں کیسے

بدلہ دے سکتا ہوں میری تو سب نیکیاں بدلے دیتے ہوئے ختم ہو چکی ہیں۔ ماسوائے گناہوں کے میرے پاس کچھ رہا ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مظلوم اب اس ظالم کے پاس تو کوئی نیکی بھی نہیں رہی، یہ تجھے کیا دے سکتا ہے؟ اس نے آگے سے جواب دیا کہ اگر نیکیاں نہیں دے سکتا تو میرے گناہ تو اپنے سر لے سکتا ہے۔ اے اللہ اب تو میرے گناہ اس کے پلڑے میں ڈال دے۔ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام اتنا فرمانے کے بعد رو پڑے اور فرمایا ان ذالک لیوم عظیم ' یحتاج الناس لان یحمل خطایا ھم کہ یہ دن بڑا سخت ہوگا لوگ چاہیں گے کہ ہم کسی طرح اپنے گناہوں سے پیچھا چھڑائیں۔

اس ظالم نے جب دیکھا کہ اب اس کے گناہ بھی میرے پلڑے میں آئے تو خوف سے کانپنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے مظلوم سے فرمایا! ارفع راسک فانظر کہ اپنا سر اٹھا اور ادھر دیکھ! اس نے دیکھا کہ بڑے خوبصورت محلات جو سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہیں موجود ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے لأیّ نبی ھذا و لأیّ صدیق ھذا و لأیّ شھید ھذا؟ کہ اے اللہ! یہ محلات کس نبی مقرب کے ہیں؟ کس صدیق کے ہیں؟ اور کس شہید کے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا یہ اس کے ہیں لمن یدفع الثمن جو انکی قیمت ادا کر دے۔ اس نے تعجب سے کہا کہ من یقدر علی ذالک اتنے خوبصورت محلات کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انکی قیمت تو تو بھی ادا کر سکتا ہے انت تقدر علی ذالک. اس نے پوچھا اے باری تعالیٰ میں کیسے انکی قیمت ادا کر سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بعفوک عن اخیک اپنے اس بھائی کو معاف کر کے۔ یعنی اس کو معاف کر دینا ہی ان محلات کی قیمت ہے۔ اس نے

فوراً کہا کہ قد عفوت عنہ اے اللہ میں نے اسے معاف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فوراً حکم دیا کہ یہ سارے محلات تیرے ہیں۔ ان میں چلا جا۔

وہ خوشی خوشی فوراً ان محلات کی طرف چلا گیا۔

اب وہ گنہگار شخص کھڑا ہے کانپتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! اس میرے بھائی نے تو مجھے معاف کر دیا اب تو میرے ساتھ کیا کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سب معاف کرنے والوں سے زیادہ معاف کرنے والا ہوں۔ میں نے یہ ساری کاروائی تجھے معاف کرنے کیلئے ہی کی ہے۔ جا میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اس کے بعد پیغمبر علیہ الصلوۃ السلام نے ارشاد فرمایا ایھا الناس اتقوا اللہ و اصلحوا ذات بینکم اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھو۔

**نتائج**

۱۔ حقوق العباد کی اہمیت۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت۔

۳۔ قیامت کے دن لین دین نیکیوں کی صورت میں ہوگا۔

۴۔ معاف کر دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

## ۲۴۷ :- غصہ کو پی جانے والے

خلیفہ ہارون الرشید نے ایک دفعہ اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ وضو کیلئے پانی لاؤ۔ غلام جلدی سے گیا اور شیشے کی ایک قیمتی صراحی کے اندر پانی لایا۔ جونہی خلیفہ کے قریب پہنچا تو اسکے رعب اور ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ صراحی

ہاتھ سے گر گئی اور ریزہ ریزہ ہوگئی اور سارا پانی خلیفہ کے اوپر گرا اور آس پاس پڑی ہوئی چیزیں خراب ہوگئیں۔

خلیفہ کو غلام کی اس نادانی پر بڑا غصہ آیا اور غضبناک نگاہوں سے اسے دیکھا ابھی اس کیلئے سزا کا حکم دینے ہی والا تھا کہ غلام نے عرض کیا یا امیر المومنین یقول اللہ تعالی والکاظمین الغیظ. کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر مومنین کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ غصہ کو پی جانے والے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت سنتے ہی خلیفہ کا غصہ فورا فرو ہوگیا' اور اس نے کہا کظمت غیظی کہ میں نے اپنا غصہ پی لیا۔غلام نے دوبارہ کہا والعافین عن الناس یعنی وہ لوگ لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں۔خلیفہ نے جواباً کہا عفوت عنک میں نے تجھے معاف کر دیا۔غلام کہنے لگا واللہ یحب المحسنین کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔خلیفہ نے جواباً کہا کہ اعتقتک لوجہ اللہ الکریم. کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے تیرے اوپر احسان کرتے ہوئے تجھے آزاد کر دیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ خلیفہ کا قرآن سے متاثر ہونا۔

۲۔ غلام کی قرآن دانی اور حاضر دماغی۔

۳۔ معاف کرنا اور غصہ پی جانا بہت بڑی نیکی ہے۔

## ۲۴۸:- کاش! یہ قبر میری ہوتی

مکہ مکرمہ میں عبدالعزی ایک نوجوان لڑکا تھا۔ باپ بچپن ہی میں فوت ہو

گیا تھا' چچا نے ہی سب پرورش وغیرہ کی۔ اس لڑکے کی فطرت پاکیزہ تھی جونہی ہوش سنبھالا تو کانوں میں دعوت توحید کی آواز سنی اور بلا تامل دین حق کو قبول کرلیا لیکن چچا کے ڈر سے اظہار نہ کیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو اس نوجوان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اب چچا کو بتا دیا کہ میں دین حق کو قبول کر چکا ہوں۔ وأريد ان اذهب الى نبيي محمد صلى الله عليه وسلم اور اب میں اپنے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ ہجرت کر کے جانا چاہتا ہوں۔

چچا شدید برافروختہ ہوا' خوب مارا پیٹا' رسیوں سے باندھا ہر طرح ذلیل کیا مگر یہ نوجوان اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔ حتیٰ کہ چچا نے اس کے باپ کی ساری جائیداد' مال ومتاع سب کچھ اپنے قبضے میں کر لیا اور ایک پیسہ بھی اسکے پاس نہ رہنے دیا۔ اور اسے بتا دیا کہ اگر یہ دین قبول کرنا ہے تو باپ کی ساری جائیداد سے محروم ہو۔ ماں نے بھی بڑا سمجھایا اور زور لگایا کہ میرا بیٹا باز آ جائے' مگر انکے دل کے اندر تو اللہ کی توحید رچ گئی تھی اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔

آخر ایک دن ایسا بھی آیا کہ چچا نے جسم کے کپڑے بھی اتروا لئے اور کہا کہ یہ کپڑے بھی میرے ہیں' مجھے واپس کر دو۔ مجبوراً کپڑے چچا کو دینے پڑے اور بالکل ننگے ہو گئے۔ اپنی شرمگاہ کو چیتھڑوں سے لپیٹ کر ماں کی خدمت میں آخری سلام کرنے کیلئے حاضر ہوئے اور پردہ میں کھڑے ہو کر سلام کیا اور بتایا کہ آج سے میں مدینہ منورہ جا رہا ہوں۔ ماں کو جب انکی اس حالت کا پتہ چلا تو آخر ماں ہونے کے ناطے رحم آ گیا اور ٹاٹ کا ایک ٹکڑا انکی طرف پھینکا۔ انہوں نے وہ ٹاٹ لیکر اس کے دو حصے کئے۔ آدھے سے ستر ڈھانپ لیا اور آدھا اوپر لے لیا اور

مدینہ منورہ کیطرف عازم سفر ہوئے۔ راستے میں درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا۔ پاؤں میں جوتے نہ تھے پاؤں زخمی ہو گئے۔ راستہ کی تمام صعوبات برداشت کرتے ہوئے مدینہ منورہ اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آپ نے جب دیکھا کہ ٹاٹ کے دو ٹکڑے انکے وجود پر ہیں تو فرمایا کہ ذوالبجادین آ گئے ہو؟ (بجادہ عربی زبان میں ٹاٹ کو کہتے ہیں)

پھر آپ نے انکا نام تبدیل کر کے عبدالعزیٰ کی بجائے عبداللہ رکھا۔ لوگوں میں یہ ذوالبجادین کے لقب سے مشہور تھے۔ اصحاب صفہ کے گروہ میں شریک ہو گئے۔ بڑے نرم دل کے مالک تھے۔ بڑے سوز سے تلاوت کرتے تھے۔

۹ھ میں جب آپ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو یہ بھی ساتھ تھے۔ واپسی پر انہیں راستے ہی میں شدید بخار ہوا اور وفات ہو گئی۔ رات ہی کو آپ نے انکے غسل، کفن کا انتظام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی میں صدیقؓ وعمرؓ نے غسل دیا اور قبر کھودی۔ حضرت بلال حبشیؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا اور رات کے اندھیرے میں انکے دفن کفن کا انتظام ہو رہا تھا۔ تیس ہزار کا یہ لشکر کئی میلوں پر پھیلا ہوا تھا۔ رات کے وقت سب کو اطلاع کیسے دی جا سکتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رات کے وقت دیکھا کہ کوئی آدمی چراغ لیکر ادھر ادھر پھر رہا ہے۔ مجھے تجسس ہوا کہ کیا معاملہ ہے۔ میں فوراً وہاں چلا گیا' دیکھا کہ اس نوجوان کا انتقال ہو چکا ہے اور حضرت بلالؓ چراغ ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں انکی قبر تیار ہو چکی ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انکی نماز جنازہ پڑھائی اور بڑے سوز کیساتھ انکے حق میں دعائیں مانگیں۔

پھر جب دفن کی باری آئی تو آپؐ خود اس نوجوان کی قبر میں اتر گئے۔ اسکی قبر کو اپنے مبارک ہاتھوں سے صاف کیا' سہلایا اور پھر فرمایا دلیا الی اخاکما کہ اپنے بھائی کو میرے ہاتھوں میں دے دو۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ ہاتھ پھیلائے کھڑے تھے اور فرما رہے تھے۔ ادبا الی اخاکما اپنے بھائی کا ادب ملحوظ خاطر رکھو۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپؐ نے اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور بڑے اعزاز کیساتھ لحد میں رکھا۔ اپنے ہاتھ سے اس کو قبلہ رخ کیا اور قبر میں کھڑے ہی اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعاء فرمائی! اللھم انی قد امسیت راضیا عنه فارض عنه اے اللہ! میں اس نوجوان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب اس نوجوان کا یہ اعزاز دیکھا تو فرمانے لگے۔ لیتنی کنت انا صاحب هذه الحفرة ہائے کاش آج یہ میری قبر ہوتی اور میں اس میں دفن ہوتا۔ اور اتنا اعزاز و اکرام مجھے نصیب ہوتا۔

**نتائج:۔**

۱۔ عبداللہ ذوالبجادین کا مقام اور اعزاز۔
۲۔ دین کیلئے سب کچھ قربان کر دیا۔
۳۔ محبت رسولؐ کی عجیب مثال۔

## ۴۶۹:۔ ھر بات لکھنے کیلئے فرشتہ تیار ھے

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک مشہور تابعی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں

ایک دفعہ سفر پر جا رہا تھا میں نے راستہ کے اندر ایک بڑھیا دیکھی، جو اکیلی پیدل چلی جا رہی تھی۔

میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہ بڑھیا اپنے قافلے سے بچھڑ چکی ہے میں اسکی مدد کے ارادے سے قریب گیا اور اس سے کہا السلام علیکم! اس نے بجائے معروف جواب دینے کے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھ کر جواب دیا سلام قولا من رب رحیم. میں نے پوچھا اماں جی! آپ یہاں جنگل میں کیا کر رہی ہیں؟ بڑھیا بولی من یضلل اللہ فلا ھادی لہ کہ جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کا کوئی ھادی نہیں۔ میں سمجھ گیا کہ بڑھیا راستہ بھول چکی ہے۔

میں نے سوال کیا کہ اماں جی آپ کون ہیں؟ کہنے لگی واذکر فی الکتاب مریم یعنی میرا نام مریم ہے۔ میں نے سوال کیا شاید آپ قافلہ سے بچھڑ گئی ہیں؟ اس نے جواب دیا ما اصابکم من مصیبة فباذن اللہ میں سمجھ گیا کہ یہ واقعی مصیبت زدہ ہے۔ میں نے سوال کیا کہ آپ کتنے دنوں سے یہاں بھٹک رہی ہیں تو اس نے جواب دیا الا تکلم الناس ثلاث لیال سویا میں سمجھ گیا کہ تین راتیں گزر چکی ہیں۔

میں نے پھر پوچھا اماں جی! آپ کہاں سے آ رہی تھیں؟ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ تو وہ کہنے لگی سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ میں سمجھ گیا کہ مکہ سے آ رہی ہے اور ملک شام میں جا رہی ہے۔ میں نے پھر سوال کیا کہ کھانا وغیرہ کا کیا انتظام ہے؟ وہ کہنے لگی والذی ھو یطعمنی و یسقین یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے کھلا دیتا ہے۔

میں نے کہا میرے پاس کچھ کھانا ہے اگر لینا چاہو تو کھلا دوں؟ اس نے

جواب دیا ثم اتموا الصیام الی اللیل میں سمجھ گیا کہ روزہ رکھے ہوئے ہے۔ میں نے کہا کہ اماں جی! اس سفر میں آپ روزہ رکھ رہی ہیں، یہ کوئی رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے؟ وہ کہنے لگی فمن تطوع خیراً فھو خیر لہ میں سمجھ گیا کہ نفلی روزہ رکھے ہوئے ہے۔

پھر میں نے کہا کہ اماں جی آپ تھک گئی ہوں گی میں آپ کو اپنی سواری پر سوار نہ کرلوں؟ تو وہ کہنے لگی ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین میں سمجھ گیا کہ سوار ہونا چاہتی ہے۔ میں نے سواری کا اونٹ بٹھا دیا کہ سوار ہو جاؤ وہ کہنے لگی قل للمؤمنین یغضو امن ابصارھم میں نے منہ دوسری طرف کرلیا، تو وہ اونٹ پر سوار ہوگئی۔

جب سوار ہونے لگی تو اونٹ کچھ بدک گیا میں نے جلدی سے پوچھا بچ تو گئی ہو؟ کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ تو وہ کہنے لگی وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم یعنی تمہیں جو تکلیف بھی آتی ہے، تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اونٹنی چل پڑی تو اس نے کہا اذا استو یتم علیہ و تقولوا سبحان الذی سخرلنا ھذا و ما کنا لہ مقرنین و انا الی ربنا لمنقلبون.

میں نے راستے میں چلتے چلتے اس سے پوچھا اماں جان! کیا آپ کی اولاد وغیرہ بھی ہے؟ وہ کہنے لگی المال و البنون زینۃ الحیاۃ الدنیا میں سمجھ گیا کہ مائی کے بیٹے وغیرہ قافلے میں ہیں۔ پھر میں نے کہا آپکے بیٹوں کے نام کیا ہیں؟ تا کہ میں قافلہ میں پہنچ کر انکو تلاش کروں۔ بوڑھی کہنے لگی واذکر فی الکتاب ابراھیم. ووھبنا لہ اسحاق و یعقوب. و کلم اللہ موسیٰ تکلیما میں سمجھ گیا کہ اسکے بیٹوں کے نام ابراہیم۔ اسحاق۔ یعقوب اور موسیٰ ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیا آپ کے شوہر ہیں؟ کہنے لگی لا تسالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوکم میں سمجھ گیا کہ اس کا شوہر نہیں ہے۔ غالباً وفات پا چکا ہے۔

راستہ میں اونٹنی کو میں نے ذرا تیز چلایا کہ جلدی جلدی قافلہ تک جا ملوں۔ بڑھیا کو یہ ناگوار گزرا تو کہنے لگی واقصد فی مشیک واغضض من صوتک مجھے سمجھ آ گئی کہ سواری کو آہستہ چلانے کیلئے کہہ رہی ہے۔

دوران سفر میں اپنے طور پر حدی پڑھنے لگا یعنی کچھ اشعار وغیرہ پڑھنے لگا تو بڑھیا نے کہا فاقرؤا ما تیسر من القرآن کہ ہو سکے تو قرآن پڑھو۔ میں نے اسکی تنبیہ پر تلاوت قرآن شروع کر دی۔ میں جب قافلہ کے قریب پہنچ گیا تو پوچھا اماں جان! آپکے بیٹوں کی نشانی کیا ہے؟ میں کیسے پہچانوں گا؟ تو وہ بولی وبالنجم هم یهتدون یعنی وہ قافلے کے آگے آگے بطور رہبر ہونگے۔

میں جب بیت المقدس پہنچا تو میں نے بتایا کہ منزل آ گئی۔ وہ بولی الحمد لله الذی اذهب عناالحزن ...... الذی احلنا دار المقامة من فضله یعنی منزل مقصود پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ میں نے قافلے میں سے اس کے بیٹوں کو تلاش کیا اور اس سے ملایا اس نے فورا اپنے بیٹوں سے فرمایا۔ فابعثوا احد کم بورقکم هذه الی المدینة فلینظر ایها ازکی طعاماً میں سمجھ گیا کہ بڑھیا کھانا منگوانا چاہتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا ایک بیٹا کھانا لیکر آ گیا۔ کھانا سامنے رکھوا کر اس بی بی نے مجھے کہا کلوا واشربوا هنیئاً بما اسلفتم فی الایام الخالیه میں سمجھ گیا کہ مجھے کھانے کی دعوت دے رہی ہے۔

میں نے اس کے بیٹوں سے سوال کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ کی ماں

قران کے بغیر کلام ہی نہیں کرتی؟ ہر بات کے جواب میں قرآن ہی پڑھتی ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ آپ نے تو آج سنا ہے ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے چالیس سال گزر گئے، ہماری ماں نے قرآن کے سوا کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالا۔ میں نے حیران ہو کر بوڑھی کی طرف دیکھا کہ چالیس سال سے یہ پابندی کرتی چلی آرہی ہے؟

بڑھیا نے کہا **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔

پھر میں نے اس بوڑھی سے سوال کیا کہ اماں جان! میرے آخری سوال کا جواب دے دیجئے کہ آپ یہ التزام کیوں کرتی ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ بوڑھی نے کہا **ما یلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید** کہ کوئی لفظ بھی منہ سے نکالا جائے تو سامنے لکھنے والا فرشتہ تیار بیٹھا ہوتا ہے جو فوراً اس کو قلم بند کر لیتا ہے۔ گویا کہ وہ چاہتی تھی کہ فرشتہ جب بھی میری کوئی بات لکھے تو قرآن ہی لکھے۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں زندگی بھر اتنا کسی سے متاثر نہیں ہوا جتنا اس بڑھیا سے متاثر ہوا۔ میں اس کا تقویٰ اور علم وفضل دیکھ کر حیران رہ گیا۔

بعدہٗ مجھے پتہ چلا کہ بیت المقدس میں ہی اس بڑھیا کی وفات ہو گئی اور قرآن کے ساتھ تعلق کیوجہ سے اس کی قبر سے خوشبو آنے لگی۔

**نتائج:۔**

۱۔ عورت ہو کر اللہ نے اسے اتنا علم دیا۔

۲۔ بڑھیا کا قرآن پر عبور کتنا تھا۔

۳۔ بڑھیا کی خدا خوفی اور تقویٰ۔

۴۔ ہر بات لکھنے کے لیے فرشتہ موجود ہے۔

## ۲۵۰ :- وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے والد گرامی کی وراثت میں ایک لونڈی ام ایمن ملی۔ آپؐ کے بچپن کے دور میں جب آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ آپ کو لیکر یثرب آئی تھیں تو اس وقت بھی یہ ام ایمن ساتھ تھی۔ مقام ابواء پر آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا تو ام ایمن ہی آپ کو مکہ مکرمہ لے آئی۔

آپؐ ام ایمن کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ جب آپؐ نبوت سے سرفراز ہوئے تو ام ایمن نے اسلام قبول کر لیا۔ بعد ازاں ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مستقل قیام کیا۔ آپؐ اکثر ام ایمن کی ملاقات و زیارت کے لیے ان کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے تھے۔

جب حضور ﷺ کی وفات ہو گئی تو ام ایمن کو اس کا سخت صدمہ ہوا وہ اکثر روتی رہتی تھیں۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت ابوبکر نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ انطلق بنا الی ام ایمن نزورها کما کان رسول الله ﷺ یزورها' آئیں ام ایمن کی زیارت و ملاقات کے لیے جائیں جس طرح رسول اللہ ﷺ جایا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں بزرگ اس کے ہاں پہنچے تو وہ رسول اللہ ﷺ کو یاد کر کے رونے لگی اتنی روئی کہ اس کا رونا تھمتا ہی نہ تھا۔ ان دونوں نے اس کو تسلی دی اور فرمایا اما تعلمین ان ماعند الله خيرٌ لرسول الله صلى الله عليه وسلم کہ تو جانتی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا کی نسبت بہتر مقام دیا۔ آپؐ نے خود اللہ کی ملاقات کو پسند فرمایا اور آپؐ اللہ کے ہاں خوش ہیں۔ پھر افسوس کرنے

کی کیا ضرورت ہے۔ ام ایمن نے جواب دیا کہ یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت اعلیٰ وارفع واولیٰ مقام دیا ہے میں اس وجہ سے نہیں رو رہی۔ لیکن میں تو اپنی بدنصیبی پر رو رہی ہوں أبکی ان الوحی قد انقطع من السماء کہ آپ کی وفات سے ہمیشہ کے لیے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جبریل امین کی آمد و رفت بند ہو گئی۔ یہ دنیا وحی کی برکات سے محروم ہو گئی۔ اس کے یہ کلمات سن کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اتنا روئے کہ چیخیں نکل گئیں اور ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔

**نتائج:-**

۱۔ ام ایمنؓ کا مقام اور شان۔
۲۔ شیخینؓ کا اس کی زیارت کے لیے جانا۔
۳۔ فراق نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کا رونا۔

## ۲۵۱ :- یہ قبر میری ماں کی تھی۔

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مکہ و مدینہ کے مابین سفر پر تھے کہ آپؐ اچانک صحابہ کرامؓ سے علیحدہ ہو کر پہاڑ کے دامن میں بنی ایک قبر پر تشریف لے گئے۔ آپؐ وہاں دیر تک بیٹھے روتے رہے۔ اتنا روئے کہ آپؐ کی آواز بلند ہو گئی اور آپؐ کے رونے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ بھی ضبط نہ کر سکے وہ بھی شدید رونے لگے۔

اس کے بعد آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کس کی قبر ہے؟ یہ میری ماں حضرت آمنہ کی قبر ہے جب میں چھ سال کا تھا تو میں والدہ کے ہمراہ یہاں سے گزرا اور میری ماں یہاں وفات پا گئی تھیں۔ میں نے آج اللہ تعالیٰ

سے اس کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دے دی۔
پھر میں نے اپنے رب سے اس کی مغفرت کے لیے دعاء کی اجازت مانگی تو اس نے منع فرمادیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ پیغمبر ﷺ کی رقت قلب کا بیان۔
۲۔ والدہ کی قبر کی زیارت کرنا اور فراق میں رونا۔
۳۔ اس کی بخشش کے لیے دعاء کی اجازت نہ ملنا۔

## ۲۵۲ :۔ تو نے خود بیٹے کی حق تلفی کی ہے۔

ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص اپنے بیٹے کو پکڑے ہوئے حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا یا امیر المومنین ان ابنی ھذا یعقنی اے امیر المومنین! میرا یہ بیٹا میری نافرمانی کرتا ہے۔ میرے حقوق کا خیال نہیں رکھتا۔ اسے سمجھایئے۔ آپؓ نے اس نوجوان کو سمجھایا اور والد کے حقوق ادا کرنے کا فرمایا اور قیامت کے دن سے ڈرایا۔

یہ ساری بات سن کر وہ بیٹا بولا اور کہنے لگا یا امیر المومنین اما للا بن حق علیٰ والدہ؟ کہ اے امیر المومنین! کیا بیٹے کے بھی کچھ حقوق والد کے ذمہ ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ والد کی ذمہ داری ہے کہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے۔ اس کا اچھا نام رکھے۔ اس کی بہترین تربیت کرے۔ کتاب اللہ کا علم اس کو سکھائے۔

بیٹا کہنے لگا امیر المومنین! میرے باپ نے تو میرے حقوق کا کچھ خیال نہیں رکھا۔ ایک عام سی لونڈی سے شادی کر کے اسے میری ماں بنایا۔ میرا کوئی اچھا نام رکھنے کی بجائے میرا برا نام رکھا اور مجھے کتاب اللہ کی ایک آیت بھی نہیں سکھائی نہ کوئی تربیت دلائی۔

حضرت عمرؓ نے اس کے والد کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا ایسی ہی بات ہے؟ اس نے اثبات میں سر ہلایا تو آپؓ نے فرمایا پھر تو کس لیے شکایت کرتا ہے؟ کہ تیرا بیٹا نافرمان اور حق ناشناس ہے قد عقتہ قبل ان یعقک قم عنی تو نے پہلے خود اس کی حق تلفی کی ہے۔ میرے پاس سے اٹھ جا۔

پھر آپؓ نے اس کے باوجود بیٹے کو والد کے ادب واحترام اور اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ والد کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔

۲۔ اپنی ذمہ داری ادا نہ کر کے دوسرے سے توقع رکھنا عبث ہے۔

۳۔ بہر حال اولاد کو والدین کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔

## ۲۵۳:۔ عورت ٹھیک کہتی ہے عمرؓ نے غلط کہا

ایک دفعہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے۔ آپؓ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی بیٹیوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ اس سے معاشرہ کے اندر ایک خرابی پیدا ہو رہی ہے اس طرح آپؓ نے مہر کی زیادتی

کے مفاسد بیان کیے اور آئندہ کے لیے مہر کی زیادتی پر پابندی لگادی۔

مجمع میں سے اچانک ایک عام سی عورت کھڑی ہوگئی اور حضرت عمرؓ کو ٹوکا اور کہنے لگی ایعطینا اللہ قنطاراً ویمنعنا عمر کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں خزانے عطا فرمائے اور عمر کون ہوتا ہے اس پر پابندی لگانے والا؟

آپؓ نے پوچھا کہ یہ کیسے؟ وہ عورت کہنے لگی کیا قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا کہ اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنی چاہو اور پہلی عورت کو بہت مال (خزانہ) دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ مت لینا۔ (النساء)

حضرت عمرؓ نے جب اس عورت کی یہ قرآنی دلیل سنی اور غور کیا تو اسی مجمع میں فوراً آپؓ نے اپنے حکم کی منسوخی کا اعلان کیا اور فرمایا اخطاء عمر و اصابت امرءة عمرؓ سے غلطی ہوگئی اور عورت ٹھیک کہتی ہے۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عمرؓ کا عدل وانصاف اور معاشرہ میں آزادی رائے۔

۲۔ ایک عورت کی قرآن دانی۔

۳۔ حضرت عمرؓ کا خوف خدا اور بے نفسی۔

۴۔ اپنی غلطی کے اعتراف میں عظمت ہے۔

## ۲۵۴ :- اے دشمن خدا آج تیرے لیے ذلت ہے

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت پر پہلے پہلے ایمان لانے والوں میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے۔اس دور میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ لوگوں کی بکریاں اجرت پر چرایا کرتے تھے۔انکے ایمان لانے پر اہل مکہ نے ان پر بڑے ظلم بھی کیے۔ایک دفعہ آپؓ نے قریش کے مجمع میں قران کی تلاوت فرمائی تو ابو جہل ان پر برس پڑا۔انکو خوب مارا حتی کہ یہ بیچارے زخمی ہو گئے۔

جنگ بدر میں یہی ابو جہل انتہائی زخمی ہو کر لاشوں کے درمیان پڑا تھا۔ابھی وہ زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے دیکھ لیا۔فوراً اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر بیٹھ گئے۔اور تلوار سے اس کا گلا کاٹنے لگے۔

ابو جہل نے جب دیکھا تو پہچان لیا اور کہنے لگا او چرواہے! آج تو بڑی اونچی جگہ پر (یعنی سردار کے سینے پر) چڑھ گیا ہے۔تو وہی نہیں جو مکے میں ہماری بکریاں چرایا کرتا تھا۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا الحمد للہ الذی اخزاک یا عدو اللہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اے دشمن خدا آج تجھے ذلیل و رسواء کیا ہے۔

ابو جہل اس وقت بے بس تھا آپؓ جب اس کا سر کاٹنے لگے تو کہنے لگا کہ میرا سر کندھے کے پاس سے کاٹنا۔ تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ بڑی گردن والا سر کسی سردار کا ہے۔اور یاد رکھ! اپنے نبی کو میرا یہ پیغام دے دینا کہ میں آپ کی مخالفت و دشمنی کر کے کچھ پریشان نہیں ہوا۔ بلکہ جتنی نفرت مجھے آپ

سے زندگی میں تھی اس سے ستر گنا نفرت آپ اور آپ کے دین سے لیکر جا رہا ہوں۔

عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر کاٹا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لا کر ڈال دیا اور کہا ھذا رأس عدو اللہ ابی جھل اے اللہ کے رسول! یہ دشمن خدا ابوجہل کا سر ہے۔ آپؐ نے دیکھ کر فرمایا' الحمد للہ الذی اعز الاسلام واھلہ سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے آج اسلام اور اہل اسلام کو عزت و سربلندی عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کا آخری پیغام بھی آپ تک پہنچایا۔

تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے زیادہ متکبر اور سرکش تھا۔ موسیٰ کے فرعون نے تو دریا میں ڈوبتے ہوئے موت کے خوف سے اپنا موقف تبدیل کر دیا مگر یہ فرعون اپنے موقف پر پہلے سے بھی زیادہ سخت ہو گیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقام۔

۲۔ ابوجہل کی فرعونیت اور انانیت۔

۳۔ ابوجہل کی موت پر آپؐ نے خوشی کا اظہار کیا۔

## ۲۵۵:۔ آپ نے تین غلطیاں کی ہیں۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ منورہ کی گلیوں میں پہرہ دے رہے تھے کہ آپ نے اس اندھیری رات میں

ایک گھر میں روشنی دیکھی اور کچھ آوازیں سنیں۔ آپؓ قریب جا کر دروازے کے سوراخ سے انکو دیکھنے لگے اور انکی باتیں سننے لگے۔ آپؓ نے دیکھا کہ ایک کالے رنگ کا غلام اور اس کے ساتھی شراب نوشی کر رہے ہیں۔ آپؓ کو اس کا بڑا دکھ ہوا جی چاہا کہ انکو پکڑوں، مگر دروازہ بند تھا۔ دروازہ کھولنے کی ہر طرح کوشش کی مگر آپ ناکام رہے۔ آخر آپؓ دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے۔ اور انکو پکڑ لیا وہ انتہائی شرمسار ہو گئے۔

آپؓ نے جب انکو درہ سے سزا دینا چاہی تو وہ کالا غلام بول پڑا اور کہنے لگا۔ یا امیر المومنین قد اخطأت و انی تائب اے امیر المومنین میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ آپؓ نے پھر بھی مارنا چاہا تو اس نے کہا یا امیر المومنین ان کنت قد اخطأت فی واحدۃ فأنت اخطات فی ثلاث اے امیر المومنین! اگر میں نے ایک غلطی کی ہے تو آپ نے تین غلطیاں کی ہیں۔

آپؓ نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولا تجسسوا کہ کسی کی جاسوسی نہ کرو اور ٹوہ نہ لگاؤ۔ و انت تجسست اور آپ نے جاسوسی کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واتو البیوت من ابو ابھا کہ گھروں میں دروازوں کے راستے داخل ہو اور آپ دروازے کی بجائے دیوار پھلانگ کر داخل ہوئے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تسانسوا وتسلموا علی اھلھا کہ کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو اور جاؤ تو اسے سلام کرو اور آپ بغیر اجازت اور بغیر اسلام تشریف لے آئے۔

وہ کہنے لگا کہ یہ تو غلطیاں ہوئیں آپ کی۔ باقی رہی میری بات میں تو اب سچے دل سے توبہ کر چکا ہوں' آپؓ مجھے کیسے سزا دیں گے' جب کہ آپ کے پاس گواہ بھی کوئی نہیں۔

حضرت عمرؓ اس کی گفتگو سے متاثر ہوئے اور اسے معاف کر دیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت عمر کا عدل وانصاف اور رعایا کی خدمت۔
۲۔ اس غلام کی قرآن دانی اور عجیب اعتراضات۔
۳۔ آزادی رائے کا دور۔
۴۔ توبہ سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتا ہے۔

## ۲۵۶ :- تو جاهلیت میں دلیر تھا اور اب کمزور هو گیا هے؟

حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ انکے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کا موقف یہ تھا کہ چونکہ یہ لوگ اسلام کے ایک اہم رکن زکوٰۃ سے منکر ہو چکے ہیں اس لیے انکے ساتھ جہاد کرنا چاہیے اور لڑنا چاہیے۔

حضرت عمرؓ اس کے حق میں نہ تھے کہ ان سے ابھی قتال کیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس موقع پر بڑی جرأت اور ہمت دکھائی اور فرمایا کہ یہ لوگ مرتد ہیں ان سے قتال کرنا چاہیے اور فرمایا خدا کی قسم من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ قاتلتہ جو آدمی نماز اور زکوٰۃ کے بارے میں فرق کرے گا میں ضرور اس

سے جہاد کروں گا۔ اگر وہ لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں پھر بھی قتال کروں گا۔ واللہ لو منعونی عقالا لا قاتلنهم.

آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ لوگ میدان جہاد میں نہ نکلیں گے تو اللہ کی قسم میں اکیلا ہی نکل کھڑا ہوں گا۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میرے وجود کی بوٹی بوٹی ہو جائے' اس کو پرندے نوچیں یا جانور کھائیں او ینقص الدین وانا حی؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں زندہ بھی ہوں اور دین میں کمی کی جائے۔

اس موقع پر آپؓ نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا اے عمر! آج تو مجھے جہاد سے روک رہا ہے بڑی عجیب بات ہے أجبار فی الجاهلية وخوار فی الاسلام کہ تو جاہلیت کے زمانہ میں تو بڑا دلیر اور بہادر تھا اور اسلام میں آ کر کمزوری اور بزدلی دکھانے لگا؟ بعد ازاں صحابہ کرامؓ تیار ہوئے اور منکرین زکوٰۃ اور دیگر مرتدین سے جہاد کیا۔

### نتائج

۱۔ حضرت ابوبکرؓ کا جذبہ جہاد اور غیرت دینی۔

۲۔ منکرین زکوٰۃ بھی مرتدین میں شامل ہیں۔

۳۔ دین اسلام میں کمی برداشت نہیں کی جا سکتی۔

## ۲۵۷ :- اگر میں انکار کرتا تو وہ جانور مجھے کچا چبا جاتا

ابوجہل نے ایک دفعہ ایک غریب سے دیہاتی سے اونٹ خریدا اور اس

کے ساتھ چند دن کا ادھار کیا۔ جب وہ دیہاتی رقم لینے کے لیے آیا تو ابوجہل ٹال مٹول کرنے لگا۔ حتی کہ وہ دیہاتی بیچارہ بار بار چکر لگا کر تھک گیا۔

آخر ایک دن اس نے قریش مکہ کی مجلس میں حاضر ہو کر سب کو اپنی حالت زار سنائی کہ ایک غریب آدمی ہوں، مہربانی کر کے مجھے ابوجہل سے رقم لے دیں۔

قریش مکہ نے اس کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے کہا کہ وہ شخص دیکھتے ہو جو مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے (پیغمبر ﷺ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے) آپؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا **ھو الذی یستطیع ان یا خذ لک بحقک** کہ یہ ایک ہی ایسا شخص ہے جو تجھے تیرا حق دلا سکتا ہے۔ اس سے جا کر اپنی حالت بیان کر۔ وہ دیہاتی فوراً پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ساری بات بتائی۔ پیغمبر ﷺ فوراً اس مظلوم کے ساتھ چل پڑے۔

قریش یہ منظر دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب خوب تماشا بنے گا۔ ابوجہل تو انکو دیکھ کر راضی نہیں بھلا انکے کہنے پر رقم کیسے دے گا؟ ان کی تو وہ خوب بے عزتی کرے گا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا جھجک ابوجہل کے دروازے پر تشریف لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے باہر نکل کر جب آپؐ کو دیکھا تو اس کا رنگ فق ہو گیا اور کانپنے لگا اور پوچھنے لگا کہ کہیے کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا **اعط ھذا الرجل حقه** کہ اس آدمی کی رقم جو تیرے ذمے ہے دے دے۔ ابوجہل فوراً اندر گیا اور خاموشی سے رقم لا کر حاضر کر دی۔

قریش مکہ یہ حالت دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور شرمندہ بھی ہوئے کہ ہم نے کیا سوچا تھا اور ہوا کیا؟ اب لگے ابوجہل کو ملامت کرنے کہ تو اتنا بڑا بہادر

ہو کر اتنا جلدی ڈر گیا۔ ابوجہل کہنے لگا کہ خدا کی قسم جب انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو میں اسی وقت ہیبت اور رعب کیوجہ سے کانپنے لگا تھا۔ اور جب میں باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے سر مبارک کے اوپر ایک خوفناک جانور کھڑا ہے، جو منہ کھولے مجھے کھانے کے لیے تیار ہے۔ خدا کی قسم میں نے آج تک اتنا خوف ناک جانور نہیں دیکھا۔ واللہ لو ابیت لا کلنی اللہ کی قسم اگر میں انکار کرتا تو وہ جانور یقیناً مجھے چبا جاتا۔

**نتائج:-**

۱۔ آپ کی اخلاقی جرأت۔

۲۔ مظلوم کی حمایت کرنا ضروری ہے۔

۳۔ آپ کا معجزہ۔

## ۲۵۸ :- اگر تو جواب دے دیتا تو مجھے بڑی خوشی ہوتی۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کے جلو میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ اخبرونی عن شجرۃ تشبہ الرجل المسلم کہ مجھے بتاؤ کہ وہ کونسا درخت ہے جو مردِ مسلم کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے لا یتحات ورقھا صیفا ولا شتاءً اس کے پتے گرمی، سردی کسی موسم میں نہیں گرتے اور وہ بہترین پھل دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ سوچ میں پڑ گئے اور بڑے عجیب وغریب درختوں کے نام لینے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ

کھجور کا درخت ہو سکتا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ موجود ہیں میں انکی موجودگی میں کیسے جواب دوں؟ جب صحابہؓ جواب دینے سے عاجز آ گئے تو آپؐ نے خود بتا دیا "ھی النخلۃ" کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔

فرماتے ہیں جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے اپنے والد گرامی حضرت عمرؓ سے عرض کیا یا ابتاہ واللہ لقد کان وقع فی نفسی انھا النخلۃ اے ابا جان! بے شک میرے دل میں یہ بات آ چکی تھی کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ تو انھوں نے پوچھا کہ پھر تو نے جواب کیوں نہ دیا؟ تو میں نے عرض کیا کہ جب اتنے بڑے بڑے صحابہ کرامؓ خاموش تھے تو میں بھی خاموش رہا۔ بڑوں کی موجودگی میں بڑھ کر بولنا مناسب نہ سمجھا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تو وہاں جواب دے دیتا تو مجھے بڑی خوشی ہوتی اور میرا سر فخر سے بلند ہو جاتا کہ میرے بیٹے نے جواب دے دیا۔

**نتائج:-**

۱۔ آپ کی صحابہ کرامؓ سے بے تکلف گفتگو۔

۲۔ کھجور کے درخت کی عظمت وشان۔

۳۔ عبداللہ بن عمرؓ کا مقام اور بڑوں کا احترام۔

## ۲۵۹ :- میں اسے جھنم میں ڈالوں گا

ایک دفعہ ولید بن مغیرہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آیا۔ آپ نے موقع مناسب سمجھ کر اسے قرآن سنایا۔

قرآن مجید کو سن کر وہ بے حد متاثر ہوا پھر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا واللہ لقد سمعت من محمد کلاماً ما ھو من کلام الانس ولا

من الجن اللہ کی قسم میں نے محمد ﷺ سے جو کلام سنا ہے وہ نہ تو کسی انسان کا کلام ہے اور نہ جن کا۔ وان لہ لحلاوۃ وان علیہ لطلاوۃ وہ اندر سے بہت شیریں ہے اور باہر سے بھی بہت تروتازہ ہے۔ یعنی معنوی اور صوری حسن سے آراستہ ہے۔ وان اعلاہ لمثمر وان اسفلہ لمغدق اس کی شاخیں پھل دار ہیں اس کی جڑیں انتہائی مضبوط ہیں۔ وانہ لیعلو وما یعلی علیہ بے شک وہ بلند ہوگا اسے کوئی زیر نہیں کرسکتا۔ وما ھو قول البشر کیونکہ یہ کسی بشر کا کلام ہی نہیں ہے۔

ابوجہل نے جب اس کے تأثرات سنے تو بہت پریشان ہوا۔ اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں جا کر اسے سمجھاتا ہوں۔ پھر اس کے دروازے پر گیا اور جا کر کہنے لگا یا عم ان قومک یریدون ان یجمعوا لک مالا لیعطوکہ کہ اے چچا جان! اہل مکہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی مدد کے لیے چندہ جمع کریں اور صدقہ وغیرہ اکٹھا کر کے آپ کی مدد کریں۔

وہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا کیوں کیا بات ہے؟ میں تمہیں غریب اور بھوکا نظر آتا ہوں۔ واللہ مکے سے لیکر طائف تک میرے باغات ہیں ماں باپ کا میں اکیلا ہی فرزند ہوں۔ میری سالانہ آمدن تقریباً ایک کروڑ دینار بنتی ہے میں کوئی بھوکا ننگا ہوں۔ ابوجہل کہنے لگا تو محمد ﷺ کے پاس جاتا ہے اور ان سے کھانا کھا کر ان کی باتوں سے متاثر ہو گیا ہے۔ سارے لوگ تجھے لالچی اور گھٹیا سمجھ رہے ہیں۔

وہ کہنے لگا ابوجہل! تو خود بتا محمد ﷺ کو تم لوگ مجنوں کہتے ہو۔ کیا انکے اندر جنون والی کوئی بات ہے؟ آج تک ان سے کوئی مجنونانہ حرکت سرزد ہوئی ہے؟ ابوجہل بولا "لا واللہ" اللہ کی قسم ایسی تو کوئی بات نہیں۔

پھر اس نے کہا تم انکو شاعر کہتے ہو کیا تم نے کبھی انکو شعر کہتے ہوئے سنا ہے میں خود علم شعر کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ کیا انکا پیش کردہ کلام شعر ہے؟ ابوجہل بولا ''لا واللہ'' اللہ کی قسم ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا تم انکو کاہن کہتے ہو کیا ان میں کاہنوں والی کوئی بات ہے؟ ابوجہل بولا ''لا واللہ'' اللہ کی قسم ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

پھر ابوجہل نے خود ہی ولید سے کہا کہ تم مال اولاد میں سب سے بڑے ہو انکے بارے تم خود ہی کوئی فیصلہ کن بیان جاری کرو تمہارے پہلے بیان سے تو پوری قوم شدید پریشان اور غصے میں ہے وہ بولا ''دعنی افکر'' اچھا مجھے سوچنے دو۔

پھر سوچنے کا انداز بنا کر اور اداکاری کر کے کہنے لگا ان ھذا الا سحر یوثر ان ھذا الاقول البشر کہ یہ ایک ایسا جادو ہے جس سے لوگ متاثر ہو جاتے ہیں یہ کسی انسان ہی کا کلام ہے۔ اب پورے مکے میں اس کا یہ بیان جاری کر دیا گیا اور پہلے بیان کی تردید ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید میں سورۃ مدثر کی آیات نازل فرمائیں۔

انہ فکر وقدر فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر فقال ان ھذا الا سحر یوثر ان ھذا الا قول البشر ساصلیہ سقر وما ادراک ماسقر لا تبقی ولا تذر لواحۃ للبشر علیھا تسعۃ عشر. اس نے سوچا اور تجویز دی یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز دی پھر مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔ پھر تامل کیا' پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا' پھر پشت پھیری اور تکبر کیا پھر کہنے لگا یہ تو جادو ہے جو اگلوں سے منتقل ہوتا آیا ہے۔ یہ بشر ہی کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم عنقریب اس کو سقر

میں داخل کریں گے اور تم کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے۔وہ آگ ہے کہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی اور بدن کو جھلسا کر سیاہ کردے گی۔اس پر انیس داروغے ہیں۔

ولید بن مغیرہ نے جب یہ بات سنی کہ جہنم کے انیس داروغے ہیں تو کہنے لگا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے میں اکیلا ہی دس کو قابو کرلوں گا اور کیا تم سب لوگ باقی نو کو بھی قابو نہ کرسکو گے۔اور اس طرح ٹھٹھا کیا اور مذاق بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا **وما جعلنا اصحاب النار الا ملائکة وما جعلنا عدتھم الافتنة للذین کفروا** کہ ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے مقرر کئے ہیں اور انکی تعداد کفار کے لیے ایک آزمائش بنائی ہے۔

**نتائج:-**

۱۔ قرآن مجید کی عجیب تاثیر۔

۲۔ ولید بن مغیرہ کے ابتدائی سچے تاثرات۔

۳۔ ولید کا کبروغرور اور بناوٹ اور جھوٹ۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی تہدید اور دھمکی۔

## ۲۶۰ :- اگر تو تلاوت جاری رکھتا تو تیرے ساتھی بھی یہ منظر دیکھتے۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت اپنے مکان میں قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے تھے۔ انکا بیٹا یحیٰی پاس ہی سورہا تھا اور انکا سواری کا گھوڑا بھی اسی کمرہ میں بندھا ہوا تھا۔

تلاوت کے دوران اچانک ان کا گھوڑا مضطرب ہوگیا اور اچھلنے کودنے

لگا۔ یہ بڑے حیران ہوئے کہ اچانک گھوڑے کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے تلاوت بند کی تو گھوڑا پرسکون ہو گیا۔ پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑے کی وہی حالت ہو گئی اور وہ بدکنے لگا۔

آپ نے بار بار یہ تجربہ کیا تلاوت کیوجہ سے گھوڑا مضطرب ہو جاتا اور تلاوت بند کرنے سے آرام کر جاتا۔ آخر آپؓ نے اس لیے تلاوت بند ہی کر دی کہ کہیں گھوڑے کے اتنے زیادہ اچھلنے کودنے سے یحییٰ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔

تلاوت بند فرما کر باہر تشریف لے گئے کہ کہیں باہر کوئی چیز تو نہیں؟ آپ نے دیکھا کہ آسمان کی طرف ایک نور کا سائباں موجود ہے اور اس میں خوبصورت قمقمے روشن ہیں۔ فاذا ھی مثل الظلة فیھا امثال المصابیح اور یہ سارے کا سارا سائباں آسمان کی طرف اٹھتا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ آپ یہ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔

صبح کو پیغمبر ﷺ کی خدمت میں جا کر سارا واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا۔ اسید! جانتے ہو یہ کیا تھا؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کیا پتہ یہ کیا مسئلہ تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تلک الملائکة دنت لصوتک یہ اللہ کے فرشتے تھے جو آسمان سے تیرا قرآن سننے کے لیے اترے تھے۔ آپؐ نے مزید فرمایا ولو قرأت لاصبحت یراھا الناس اگر تو اسی طرح اپنی تلاوت صبح تک جاری رکھتا تو ان فرشتوں کو دوسرے لوگ بھی یقیناً دیکھ لیتے۔

**نتائج:۔**

۱۔ قرآن کی محفل میں فرشتوں کا نزول۔

۲۔ حضرت اسید بن حضیرؓ کی کرامت۔

۳۔ گھوڑے کو فرشتے نظر آ گئے۔

# ۲۶۱ :- اللہ کی قسم یہ فرشتہ ہے۔ شیطان نہیں۔

نزول وحی کے ابتدائی زمانہ میں ایک دفعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپؐ سے عرض کیا **اتستطیع ان تخبرنی لصاحبک اذجاء** کہ جب آپ کا وہ ساتھی آئے تو کیا آپ مجھے بتائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اب جب وہ آئے گا تو میں تجھے مطلع کروں گا۔

جب جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا **یا خدیجہ هذا جبریل** اے خدیجہ! یہ جبریل آ گیا ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا کہ اب آپ اپنا سر میری بائیں ران پر رکھیں اور دیکھیں کیا پھر بھی وہ آپ کو نظر آتا ہے؟ آپؐ نے اسی طرح کیا اور فرمایا بالکل وہ موجود ہے۔ پھر انھوں نے آپ کا سر دائیں ران پر رکھوایا اور پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا اب بھی موجود ہے۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ کا سر اپنی گود میں رکھا اور پوچھا تو آپؐ نے پھر بھی اثبات میں جواب دیا۔

پھر حضرت خدیجہؓ نے اپنے سر اور چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور پوچھا کہ اب بھی موجود ہے؟ آپؐ نے فرمایا اب نظر نہیں آ رہا ہے۔ حضرت خدیجہ کہنے لگیں **فابشر فواللہ انه ملک وما هو بشیطان** تو آپ کو خوشخبری ہو کہ یہ آنے والا فرشتہ ہے کوئی شیطان وغیرہ نہیں ہے۔

**نتائج:-**

ا۔ حضرت خدیجہؓ کی عقلمندی۔

۲۔ شیطان اور فرشتے کا فرق۔

۳۔ ابتداء وحی کے واقعات۔

## ۲۶۲ :- آپ مجھے فروخت کر کے گھاٹا ہی اٹھائیں گے

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زاہر نامی ایک دیہاتی دوست تھا۔ مدینہ منورہ کے مضافات میں رہتا تھا اور اپنی سبزی اور ترکاری بیچنے کے لیے مدینہ منورہ کے بازار میں اکثر آتا تھا۔ وہ کوئی اتنا خوبصورت نہ تھا بلکہ کچھ بدشکل ہی تھا۔ اکثر وہ آپؐ کی خدمت میں سبزی اور ترکاری ہدیۃً پیش کرتا اور آپؐ اس کو شہری سامان خورد ونوش عطاء فرماتے تھے۔

ایک دفعہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ان زاھرا بادیتنا ونحن حاضروہ کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔

ایک دفعہ یہ زاہر مدینہ منورہ کے بازار میں بیٹھا اپنا سامان بیچ رہا تھا کہ آپؐ خاموشی کے ساتھ پیچھے سے آگئے اور اسے پتہ چلے بغیر آپ نے پیچھے سے اس کی کولی بھر لی۔ وہ چونکہ آپؐ کو دیکھ نہ سکا اور کہنے لگا من ھذا ارسلنی ارے بھائی کون ہے؟ مجھے چھوڑ دے۔ پھر آپؐ کے ہاتھوں کی خوشبو سے آپؐ کو پہچان لیا اور کن انکھیوں سے کچھ دیکھ بھی لیا۔

فجعل یلصق ظھرہ بصدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔اب تو وہ اپنی پشت کو بڑے اہتمام کے ساتھ آپؐ کے سینے سے لگانے لگا۔ کہ یہ تلبس ہزار نعمتوں اور لذتوں سے بڑھ کر ہے۔

پھر آپؐ نے مزاحاً ارشاد فرمایا من یشتری ھذا العبد کہ یہ غلام کون

خریدنے کو تیار ہے؟ زاہر بھی مزاحاً کہنے لگا تجدنی کا سداً یا رسول اللہ مجھے بیچ کر آپ کیا حاصل کریں گے؟ میری کیا قیمت ہے؟ میں تو کھوٹا مال ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا لکن عند اللہ لست بکا سد بل انت عنداللہ غال لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو کم قیمت اور کھوٹا نہیں ہے بلکہ تو انتہائی قیمتی ہے۔ تیری قیمت میں جانتا ہوں یا اللہ جانتا ہے۔

**نتائج:۔**

۱۔ زاہر دیہاتی کے ساتھ آپؐ کی محبت۔

۲۔ آپؐ کا مزاح فرمانا۔

۳۔ مومن اللہ کے نزدیک قیمتی ہے۔

## ۲۶۳ :۔ سچے کے لیے نجات ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اقوام سابقہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ تین شخص سفر کر رہے تھے کہ راستے میں اچانک شدید بارش شروع ہوگئی۔ انھوں نے بارش سے بچنے کے لیے ایک غار میں پناہ لی کہ جب بارش تھم جائے گی تو نکل کر سفر شروع کر دیں گے۔

اچانک ایسا ہوا کہ بارش کے پانی سے ایک بڑا پتھر لڑھک کر غار کے منہ کے آگے آ گیا اور غار کا منہ بالکل بند ہوگیا۔ اب وہ پتھر اتنا بڑا تھا کہ انکے ہٹانے سے ہٹ نہ سکتا تھا۔ بڑا زور لگایا' لیکن پتھر نہ ہل سکا۔ اب غار کے اندر یہ شدید پریشان ہوئے اور اس بے کسی اور بے بسی کے عالم میں موت صاف نظر آنے لگی۔

جب ہر طرح سے مایوس ہو گئے تو ایک کہنے لگا کہ بھئی اس پتھر کو اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے ہٹائے تو ہٹائے لہٰذا خدا تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعاء مانگو اور

اپنے کسی اچھے عمل کا وسیلہ پیش کرو جو خالص خدا کی رضاء کے لیے کیا ہو۔

چنانچہ ایک نے اس طرح دعاء کی کہ اے اللہ! تجھے پتہ ہے کہ میں اپنے والدین کا انتہائی فرمانبردار تھا۔ شام کے وقت جب بکریاں چرا کر واپس آتا تو ان کا دودھ نکال کر سب سے پہلے والدین کو پلاتا اور اس کے بعد بیوی بچوں کو پلایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ میں شام کے وقت ذرا دیر سے واس آیا تو میرے والدین سو چکے تھے میں نے بکریوں کا دودھ دوہا اور لیکر انکی خدمت میں حاضر ہوا کہ جب جاگیں گے تو میں یہ دودھ انکو پیش کردوں گا۔ یا اللہ تو جانتا ہے اس وقت میرے بچے بھوک سے بلکتے رہے۔ لیکن میں نے انکی پرواہ نہ کی اور اپنی سابقہ روایت کو نہ توڑا۔ میں دودھ لیکر کھڑا رہا مگر میرے ماں باپ نیند سے بیدار نہ ہوئے حتی کہ ساری رات گزر گئی اور صبح ہوگئی۔ صبح جب ماں باپ نے آنکھ کھولی تو میں دودھ لیے کھڑا تھا۔

**فان کنت عملت ذالک لوجھک فافرج عنا** یا اللہ اگر میں نے یہ کام خالص تیری رضاء کے لیے کیا ہے تو یہ پتھر ہٹادے۔

چنانچہ اس کی دعاء سے وہ پتھر تھوڑا سا کھسک گیا اور روشنی وغیرہ اندر آنے لگی لیکن نکلنے کا راستہ نہ بنا۔

پھر دوسرے نے یوں دعاء کی کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میری ایک چچا زاد بہن تھی میں اس کے ساتھ بری نیت رکھتا تھا وہ کسی بھی انداز میں ماننے کے لیے تیار نہ تھی۔ ایک دفعہ اسے کچھ رقم کی ضرورت پڑی اس نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے انتہائی کمینگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی خواہش اس کے سامنے رکھ دی۔ اس نے مجبوراً ہاں کر دی۔ میں بڑا

خوش ہوا کہ آج اتنی مدت کے بعد یہ خواہش پوری ہو گی۔ اے اللہ تو جانتا ہے جب میں اس کے ساتھ برائی کرنے لگا تو اس نے مجھے تیرا خوف یاد دلایا اور بولی اتق اللہ اللہ سے ڈر اور اس مہر کو نہ توڑ۔

اے اللہ اس وقت مجھے اور کوئی مانع نہ تھا۔ میں محض تیرے خوف کی وجہ سے پیچھے ہٹ گیا۔ اگر میرا یہ عمل تیرے ہاں قبول ہے تو اس کے وسیلے سے یہ پتھر ہٹا دے۔ اس کی دعاء سے بھی پتھر تھوڑا سا مزید ہٹ گیا لیکن ابھی نکلنے کا راستہ نہ بنا۔

پھر تیسرا یوں گویا ہوا کہ اے اللہ! تجھے پتہ ہے کہ میں نے ایک دفعہ کچھ مزدوروں کو کام پر لگایا۔ میں نے سب کی مزدوری پوری پوری ادا کر دی ایک مزدور بن بتائے کہیں چلا گیا اور مزدوری وصول نہ کر سکا۔ میں نے اس کی رقم بحفاظت رکھنے کا ارادہ کیا۔ پھر میں نے اس کی رقم اس کی نیت کر کے اپنے کاروبار وغیرہ میں لگا دی۔ منافع ہوتا گیا اور میں اس کا حساب کرتا رہا۔ حتی کہ اس کے کھاتے میں بہت سی بکریاں' گائیں اور اونٹ جمع ہو گئے۔

مدت مدید کے بعد ایک دفعہ وہ میرے ہاں آیا اور اپنی مزدوری کا مطالبہ کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ سارا مال تیری مزدوری کے بدلے میں موجود ہے۔ وہ بڑا حیران ہوا پھر میں نے ساری بات اسے بتائی کہ درحقیقت یہ مال تیرا ہی ہے۔ چنانچہ میں نے وہ سارا مال اس کو دے دیا۔

یا اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضاء کے لیے کیا ہے تو اس پتھر کو ہٹا دے۔ اب اس کی دعاء سے بھی پتھر کچھ مزید ہٹ گیا اور نکلنے کا راستہ بن گیا۔ چنانچہ وہ اس مصیبت سے نجات پا گئے۔

آپ ؐ نے یہ واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا من صدق نجا جس نے سچ

بولا اس نے نجات پائی۔

**نتائج:-**

۱۔ عمل میں اخلاص بڑی عظیم نیکی ہے۔

۲۔ اعمال کا وسیلہ دیکر دعاء کرنا جائز ہے۔

۳۔ سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

## ۲۶۴ :- یہ آٹھ درھم کتنی برکت والے ھیں

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ بازار تشریف لے گئے۔ اس وقت آپؐ کے پاس آٹھ درہم تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ ان درہموں سے اپنے لیے ایک قمیض خریدیں۔ آپ نے دیکھا کہ ایک باندی راستے کے کنارے پر بیٹھ کر رو رہی ہے آپؐ نے سوال کیامابیکیک؟ کہ تو کیوں رو رہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے میرے گھر والوں نے دو درہم دے کر بازار سے سودا لینے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ دو درہم مجھ سے گم ہو گئے۔ میں سارا دن انکو تلاش کرتی رہی وہ نہ ملے۔ اب مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کیا بنے گا؟ آپؐ نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں یہ دو درہم مجھ سے لے لو اور سودا خرید کر چلی جاؤ۔ چنانچہ اس نے دو درہم لے لیے اور خوشی خوشی سودا خریدنے چلی گئی۔

آپؐ کے پاس پیچھے چھ درہم باقی رہ گئے۔ اب آپؐ نے چار درہم کی ایک قمیض خریدی اور اسے پہن لیا۔ آپ قمیض پہن کر جا رہے تھے کہ آپ نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو ننگا تھا اور آواز لگا رہا تھا کہ من کسانی کساہ اللہ من

خضر الجنة کہ جس نے مجھے لباس دیا اللہ اسے جنت کا لباس عطا فرمائے گا۔ آپؑ نے اپنی وہ قمیض فوراً اتاری اور اسے مرحمت فرما دی۔ اب آپؑ کے پاس دو درہم رہ گئے۔

آپؑ پھر بازار تشریف لے گئے اور بقیہ دو درہموں کی قمیض خریدی۔ آپؑ واپس آ رہے تھے، شام ہو چکی تھی کہ وہ عورت پھر روتی ہوئی آپ کو نظر آئی آپؑ نے پھر رونے کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگی کہ وقت کافی گزر چکا ہے اندھیرا پڑ چکا ہے، اب مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ گھر والے ناراض ہوں گے کہ سارا دن کہاں رہی اور دیر کیوں لگائی؟ اب وہ مجھے یقیناً ماریں گے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کوئی بات نہیں میں تمہارے ساتھ سفارش کے لیے چلتا ہوں۔ وہ عورت آپ کے ساتھ چلتی رہی، یہاں تک کہ مدینہ کے مضافات میں پہنچ گئی وہاں ہی اس نے جانا تھا۔

آپؑ نے اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام دیا۔ گھر والی عورتوں نے آپؑ کی آواز کو پہچان لیا مگر جواب نہ دیا۔ آپؑ نے پھر سلام کیا پھر انھوں نے جواب نہ دیا۔ پھر آپؑ نے تیسری مرتبہ بلند آواز سے سلام کیا۔ اب ان عورتوں نے جواب دیا۔ آپؑ نے پوچھا کہ کیا تم نے پہلے میرا سلام نہ سنا تھا؟

وہ کہنے لگیں سنا تھا، لیکن ہمارا دل چاہا کہ آپؑ بار بار ہمارے اوپر سلام کریں اور ہم اس سے برکت حاصل کریں۔

اب آپؑ نے اس باندی کی سفارش کی اور فرمایا کہ اسے دیر ہو گئی ہے میری وجہ سے اسے کچھ نہ کہنا۔ وہ عورتیں کہنے لگیں یا رسول اللہ وھبنا لک عقوبتھا وقد اعتقنا ھالممشاھا معک فھی حرۃ لوجہ اللہ اے اللہ کے رسول! ہم نے اس کی تقصیر بھی معاف کر دی اور آپؑ کے ساتھ آنے کی وجہ سے

اسے اللہ کی رضاء کے لیے آزاد بھی کر دیا۔

آپؑ اس باندی کو آزادی ملنے پر بڑے خوش ہوئے اور واپس تشریف لائے پھر فرمانے لگے کہ میں نے اتنے بابرکت آٹھ درہم آج تک نہیں دیکھے امن اللہ بھا خائفا اللہ نے انکی بدولت ایک خوف زدہ کوامن دیا و کسا بھا عاریتین اورانکی بدولت دوآدمیوں کولباس پہنایا۔ و اعتق بھا نسمۃ اور انکی بدولت ایک متنفس کوآزادی بھی مل گئی۔

**نتائج:۔**

۱۔ آپؑ کے اخلاق عالیہ۔

۲۔ آپ کی جود وسخاء۔

۳۔ عورتوں کی آپ سے عقیدت کہ بار بار سلام وصول کیا۔

۴۔ ضرورت مند کی مدد کرنی چاہیے۔

## ۲۶۵ :۔ اگر وہ میرا حساب لے گا تو میں بھی اس کا حساب لوں گا

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔آپؑ کے آگے آگے ایک دیہاتی آدمی بھی طواف کر رہا تھا۔اور بار بار کہہ رہا تھا یا کریم یا کریم اے اللہ تو کتنا کریم ہے؟آپؑ بھی اسی طرح یا کریم یا کریم فرماتے جاتے تھے۔

دیہاتی نے آپؑ کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہنے لگا کہ اے شخص تو میرا مذاق اڑاتا ہے اور میری نقل اتارتا ہے؟ جس طرح میں کہتا ہوں تو بھی اسی طرح

کہتا ہے؟ اگر تو مجھے اتنا معزز اور خوبصورت نظر نہ آتا تو میں یقیناً تیری شکایت اپنے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ سے کرتا۔

آپؐ نے پوچھا اما تعرف نبیک یا اخا العرب اے عربی بھائی کیا تو اپنے نبی کو پہچانتا ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں میں نے ابھی انہیں نہیں دیکھا۔ آپؐ نے سوال کیا فما ایمانک به تو اس پر کیا ایمان لایا؟ وہ کہنے لگا آمنت بنبوته ولم اره وصدقت برسالته ولم القه میں اس کی نبوت پر ایمان لایا حالانکہ اس کو دیکھا نہیں اور اسکی رسالت کی تصدیق کی حالانکہ اس کے ساتھ ابھی میری ملاقات نہیں ہوئی۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے اعرابی میں ہی تیرا نبی ہوں۔

اب وہ انتہائی پشیمان ہوا کہ میں نے کیا کیا آپ سے معافی معذرت وغیرہ کرنے لگا اور اب آپؐ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ آپؐ نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کرو یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔ اور میں کوئی بادشاہ وغیرہ نہیں ہوں۔ میں تو اللہ کا نبی ہوں بعثنی بالحق بشیرا ونذیراً اس نے مجھے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اب وہ اعرابی آپؐ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے کرم وبخشش کی باتیں کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً مجھے معاف کردے گا۔

اس وقت آپؐ پر جبریل امین کا نزول ہوا اور انھوں نے آکر اللہ کا پیغام دیا کہ اعرابی کو کہہ دیجئے لایغرنه حلمنا ولا کرمنا کہ ہمارے علم وکرم پر غرہ نہ ہوجائے فقد نحاسبه علی القلیل و الکثیر والفتیل والقطمیر ہم اس کا ذرے ذرے کا حساب لیں گے۔

آپؐ نے جب اس دیہاتی کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سنایا تو وہ بڑا حیران ہو کر سوال کرنے لگا أو یحاسبنی ربی یا رسول اللہ کہ اے اللہ کے رسول کیا

اللہ تعالیٰ اتنی اونچی شان رکھنے کے باوجود میرے ساتھ حساب کرے گا۔آپ ؐ نے فرمایا بیشک وہ قلیل وکثیر ہر چیز کا حساب لے گا۔انھا ان تک مثقال حبة من خردل اتینا بھا و کفی بنا حاسبین وہ تو سرسوں کے دانہ کے برابر بھی برائیوں کا حساب لے گا۔

اب وہ دیہاتی کہنے لگا اور جوش میں آ گیا۔وعزتہ وجلالہ ان حاسبنی لا حاسبنہ مجھے اس کی عزت وجلال کی قسم! اگر وہ میرے ساتھ حساب کرے گا تو میں بھی اس کے ساتھ حساب کروں گا۔

صحابہ کرامؓ اس کے یہ جملے سن کر کانپ گئے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔آپ ؐ نے پوچھا وعلیٰ ماذا تحاسب ربک؟ کہ تو اپنے رب سے کس چیز کا حساب کرے گا۔وہ کہنے لگا ان حاسبنی ربی علی ذنبی حاسبتہ علی مغفرتہ اگر وہ میرے گناہوں کا حساب کرے گا تو میں اس کی مغفرت کا حساب کروں گا۔وان حاسبنی علی معصیتی حاسبتہ علی عفوہ اگر وہ میری خطاؤں اور نافرمانیوں کا حساب کرے گا تو میں اس کی معافی کا حساب کروں گا۔وان حاسبنی علی بخلی حاسبتہ علی کرمہ اگر وہ میرے بخل کا حساب کرے گا تو میں اس کی جودوسخاء کا حساب کروں گا۔

اس کی یہ باتیں سن کر پیغمبر ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے حتیٰ کہ آپ ؐ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی۔

حضرت جبریل علیہ السلام فوراً تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اقلل من بکاءک فقد الھیت حملة العرش علی تسبیحھم کہ آپ اتنا نہ روئیں آپ کے رونے کی وجہ سے تو عرش اٹھانے والے فرشتے بھی بے قرار ہوگئے۔

اعرابی کو بتا دیجئے لا یحاسبنا ولا نحاسبه فانه رفیقک فی الجنة کہ نہ وہ ہمارا حساب لے اور نہ ہم اس کا حساب لیں گے۔ وہ جنت میں آپ کا ساتھی ہوگا۔

**نتائج:-**

۱۔ دیہاتی کا عامیانہ رویہ اور آپ کا اخلاق۔
۲۔ آپ کا خوف خدا سے رونا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش اور جود و کرم۔

## ۲۶۶ :- یہ آسمان کی خبریں دیتا ہے اپنی اونٹنی کا پتہ نہیں

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپؐ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ اس اونٹنی کی تلاش کے لیے نکلے۔ جگہ جگہ تلاش کیا مگر اونٹنی نہ ملی۔

قافلے میں ایک منافق زید بن اللصیت قینقاعی بھی تھا وہ صحابہ کرامؓ سے کہنے لگا الیس محمد یزعم انه نبی ویخبر کم خبر السماء وهو لایدری این ناقته کیا یہ محمد ﷺ دعوی نبوت کر کے تمہیں آسمان کی خبریں نہیں دیتے؟ ادھر تو یہ تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور ادھر انکو اپنی اونٹنی کا پتہ کوئی نہیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ ان رجلا قال هکذا کہ قافلے میں سے ایک شخص نے اس اس طرح بات کی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا واللہ انی لا اعلم الا ما علمنی اللہ اللہ کی قسم میں وہی

کچھ جانتا ہوں جس کی مجھے اللہ تعالیٰ خبر دے دیتا ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اونٹنی کے بارے میں بتلا دیا ہے وھی فی ھذا الوادی فی شعب کذا و کذا قد حبستها شجرة بزما مها وہ فلاں وادی میں فلاں جگہ موجود ہے اس کی مہار ایک درخت سے اٹک چکی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ تشریف لے گئے اور اس اونٹنی کو لے آئے۔

بعد ازاں آپؐ کے ایک صحابی حضرت عمارہ بن حزمؓ نے اس منافق کا پتہ چلا کر اسے اپنے خیمے سے نکال دیا اور فرمایا اخرج أی عدو اللہ من رحلی فلا تصحبنی کہ اے اللہ کے دشمن! میرے خیمے سے نکل جا اور مجھ سے دور ہو جا۔

**نتائج:۔**

۱۔ منافقین کی ریشہ دوانیاں۔

۲۔ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔

۳۔ آپؐ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

## ۲۶۷ :۔ یہ ابو ذر ھی ھوگا

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب صحابہ کرامؓ کے ہمراہ غزوہ تبوک کے لیے نکلے تو کچھ لوگ پیچھے رہ گئے۔ صحابہ کرامؓ بار بار آپ کو اطلاع دیتے تخلف فلان، تخلف فلان کہ فلاں فلاں پیچھے رہ گئے۔ آپؐ یہی جواب دیتے کہ اسے رہنے دو اگر اس میں کوئی بھلائی ہو گی تو یقیناً پیچھے سے آ کر مل جائے گا۔ اگر اس میں بھلائی نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح حضرت ابو ذر غفاریؓ بھی اپنے اونٹ کی سست رفتاری کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ صحابہ کرامؓ نے

آپ کو اطلاع دی تو آپؐ نے یہی ارشاد فرمایا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ چونکہ مخلص مومن تھے دل میں اسلام اور جہاد کا سچا جذبہ موجود تھا۔ جب انکا اونٹ ست پڑ گیا تو اونٹ کو وہیں چھوڑ دیا اور سارا سامان اپنے کندھے پر لاد کر پیدل چلنے لگے۔ آپؐ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ دور سے ایک شخص آ رہا ہے اور پیغمبر علیہ ﷺ کو بتایا کہ وہ دور ایک شخص آتا دکھائی دیتا ہے پتہ نہیں کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا "کن ابا ذر" ابوذرؓ ہی ہوگا۔

جب وہ نزدیک آئے تو صحابہ کرامؓ نے پہچان کر فرمایا یارسول اللہ هو واللہ ابو ذر اے اللہ کے رسولؐ واقعی یہ ابوذرؓ ہی ہیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا رحم اللہ ابا ذر یمشی وحدہ ویعیش وحدہ ویموت وحدہ و یبعث وحدہ کہ اللہ ابوذر پر رحم کرے اکیلا ہی چلتا آ رہا ہے۔ اکیلا ہی زندگی گزارے گا' اکیلا ہی مرے گا' اور اکیلا ہی قیامت کے دن اٹھے گا۔

کتب حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ذر غفاریؓ مال و دولت جمع کرنے کے بے حد مخالف تھے۔ اور اس سلسلہ میں انتہائی شدید نظریہ رکھتے تھے خود بھی بالکل سادہ اور بے تکلف زندگی گزارتے تھے اور دوسروں کو بھی سختی سے سادہ زندگی گزارنے کی تبلیغ فرماتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں بہت سختی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے انھیں بلا کر مشورہ دیا کہ آپ ربذہ چلے جائیں۔ ربذہ صحرائے عرب میں ایک انتہائی چھوٹا سا گاؤں تھا۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ چونکہ خود بھی تنہائی پسند کرتے تھے اس لیے اپنے اہل وعیال کو لیکر بخوشی ربذہ میں جا کر قیام پذیر ہو گئے۔ اور صبر و قناعت کے ساتھ انتہائی فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے رہے۔

۳۱ھ یا ۳۲ھ کے ایام حج میں حضرت ابوذر غفاریؓ شدید بیمار ہوئے حتی کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ آپؓ کے پاس صرف انکی زوجہ اور ایک لڑکی تھی۔ آپؓ پر جب نزع کی حالت طاری ہوئی تو انکی بیوی رونے لگی۔ آپؓ نے پوچھا روتی کیوں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ آپ یہاں ایک ویرانہ میں دم توڑ رہے ہیں، نہ میرے پاس اتنا کپڑا ہے کہ آپ کو کفن دے سکوں اور نہ میرے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہے کہ قبر کھود کر آپ کو دفن کر سکوں۔

آپؓ نے فرمایا کہ سنو! ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص صحراء میں جاں بحق ہوگا اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت آ کر شرکت کرے گی۔ اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ سب شہروں اور آبادیوں میں وفات پا چکے ہیں۔ لازمی طور پر اب اس پیشگوئی کا مصداق میں ہی ہوں۔ آپؓ نے اس وقت اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ آنے والے مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرے اور بیوی سے فرمایا کہ جب میں وفات پا جاؤں تو میری چار پائی گھر سے باہر نکال کر راستہ میں رکھ دینا کچھ لوگ آئیں گے۔ انھیں بتانا کہ یہ ابوذرؓ کی میت ہے۔ وہ لوگ مجھے غسل دیں گے۔ کفنائیں گے جنازہ پڑھیں گے اور دفن کریں گے۔ اور یاد رکھو میری تدفین کے بعد میرے مہمانوں کو کھانا ضرور کھلانا۔

چنانچہ آپؓ کی وفات کے بعد اسی طرح ان کی بیوی نے انتظار کیا تو کچھ لوگ دور سے گزرتے ہوئے دیکھے، انھیں اشارے سے بلایا اور بتایا کہ ھذا ابوذر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعینونی علی دفنہ کہ یہ صحابی رسول حضرت ابوذرؓ کا جنازہ پڑا ہے ان کے دفن کفن میں ہمارا ہاتھ بٹائیے۔

حضرت ابوذرؓ کا نام سنتے ہی قافلے والے بے تاب ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ماں باپ ابوذرؓ پر قربان ہوں۔اسی قافلے میں مشہور صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے وہ شدید رونے لگے اور فرمانے لگے صدق رسول اللہ کہ آج سے کئی سال پہلے اللہ کے رسول ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ سچ ہی ثابت ہوا۔ابوذرؓ نے اکیلے ہی زندگی گزاری اور آج اکیلے ہی وفات پائی اور قیامت کے دن اکیلے ہی اٹھیں گے۔اس کے بعد انکے غسل وکفن کا انتظام کیا انکی قبر کھودی اور انکا جنازہ پڑھایا۔ جنازہ وغیرہ سے فارغ ہو کر جب یہ جانے لگے تو حضرت ابوذرؓ کی بیٹی نے قسم دیکر کہا کہ میرے ابا جان کی طرف سے دعوت قبول فرمایئے اور میں نے ان کے حکم سے یہ کھانا آپ کے لیے تیار کیا ہے۔ضرور کھایئے۔

قافلے والے پکار اٹھے کہ ابوذرؓ کی وفات کے بعد بھی انکی سخاوت جاری ہے اور کھانا کھا کر انکو دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

**نتائج:-**

۱۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کی سادہ اور درویشانہ زندگی۔
۲۔ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی سچی ثابت ہوئی۔
۳۔ ابوذرؓ کی بعد از وفات بھی سخاوت۔
۴۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمودات پر یقین کامل۔

# ۲۶۸ :- مجھے ان سوالوں کے جوابات دیجئے-

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ روم کے بادشاہ نے اپنا ایک قافلہ مدینہ منورہ بھیجا اور اسے بہت سا مال دیا اور تین سوال بتائے اور کہا کہ اگر محمد ﷺ ان سوالوں کے جوابات دے دیں تو واقعی وہ سچے رسول ہیں۔انھیں یہ مال میری طرف سے ہدیہ دے دینا۔ اگر وہ وفات پا چکے ہوں تو یہ سوالات انکے قائم مقام خلیفہ سے پوچھنا تاکہ اسلام کی سچائی کا اندازہ لگایا جا سکے۔

چنانچہ یہ قاصد بہت سا مال لیکر مدینہ منورہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ تو اس وقت وفات پا چکے تھے آپؐ کے جانشین کے بارہ میں پوچھا تو لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کا پتہ دیا۔ وہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سوالات پوچھے تو حضرت ابو بکرؓ اس کے عجیب وغریب سوالات سن کر غضب ناک ہو گئے اور فرمایا ویلک لقد ازددت کفراً علی کفرک کہ تو ہلاک ہو جائے یہ کیا کفر پہ کفر بکتا جا رہا ہے یہ بھی کوئی سوال ہے؟

وہ شخص وہاں سے اٹھا تو لوگوں نے حضرت عمرؓ کا پتہ بتایا کہ ان سے پوچھو وہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سوالات پیش کیے انھوں نے بھی وہی جواب دیا' جو حضرت ابو بکرؓ نے دیا تھا۔

بعد میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ دونوں نے اس قاصد کے ساتھ کچھ انصاف نہیں کیا۔ اس نے سوالات پوچھے اور آپ نے جھڑک دیا۔انھوں نے پوچھا ھل تعلم انت جوابھا؟ کہ کیا آپ ان سوالوں کے جوابات جانتے ہیں؟ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا میں تو ان سوالوں کے

جوابات نہیں جانتا' ہاں البتہ اس شخص کو جانتا ہوں جو ان سوالوں کے جوابات دے سکتا ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ عرض کیا وہ علی بن ابی طالب ہیں۔

چنانچہ یہ تینوں اس شخص کو لیکر حضرت علیؓ کے ہاں تشریف لائے۔ اور اس شخص کی آمد اور سوالات کے بارہ میں بتایا۔ حضرت علیؓ نے اس شخص سے فرمایا سل ما بدالک کہ اپنے سوالات پیش کیجئے۔ اس نے کہا میرا پہلا سوال یہ ہے۔

اخبرنی عما لیس لله کہ مجھے وہ چیز بتایئے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں ہے؟

آپؓ نے فرمایا "لیس له شریک" اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اس نے دوسرا سوال کیا اخبرنی عمالا یعلمه الله ؟ کہ وہ بات بتایئے جو اللہ کو معلوم نہیں ہے؟ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ وہ وہی بات ہے جو تم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ فالله سبحانه لا یعلم ان له ولداً آپؓ کا اشارہ اس طرف تھا۔ قل اتنبئون الله بما لا یعلم فی السماوات ولا فی الأرض سبحانه وتعالیٰ عمایشرکون. پھر اس نے تیسرا سوال کیا کہ أخبرنی عما لیس عند الله کہ وہ کون سا کام ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہونا ناممکن ہے۔ آپؓ نے فرمایا لیس عنده ظلم العباد اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں فرمائے گا۔

حضرت علیؓ کی فقاہت سے سب حاضرین حیران ہو گئے اور اس شخص نے فوراً کلمہ پڑھ لیا اور اسلام قبول کر لیا۔

بعد ازاں اس نے وہ مال حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا آپؓ نے خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس مال کے سب سے زیادہ مستحق آپ ہی ہیں چنانچہ آپؓ نے وہ مال لیکر حضرت حسنؓ و حضرت

حسین رضؓ کو دے دیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ جہلاء کے عجیب وغریب سوالات ہوتے ہیں۔
۲۔ حضرت علی رضؓ کا علم اور تفقہ۔
۳۔ صاحب علم کے علم کا اعتراف کرنا چاہیے۔

## ۲۶۹ :۔ حضرت حذیفہ رضؓ کی عجیب گفتگو اور فقاہت علی رضؓ

تاریخ کی کتابوں میں اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت و ذہانت کا ایک اور واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات فرمائی اور ان سے حال احوال پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین میری تو یہ حالت ہے کہ۔

۱۔ فتنہ سے محبت کرتا ہوں۔
۲۔ حق کو ناپسند کرتا ہوں۔
۳۔ جو شئے تخلیق نہیں ہوئی اس کو مانتا ہوں۔
۴۔ جو چیز دیکھی نہیں اس کی گواہی دیتا ہوں۔
۵۔ وضوء کے بغیر بھی صلاۃ ادا کرتا ہوں۔
۶۔ پھر بھی زمین میں میرے پاس وہ کچھ ہے جو اللہ کے پاس آسمانوں میں نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ ان کی یہ عجیب باتیں سن کر شدید حیران ہوئے اور غضب ناک ہو گئے اور انھیں سخت سست کہا۔ پھر صحابی رسولؐ ہونے کا خیال آیا تو خاموش ہو گئے۔

حضرت عمرؓ اس سوچ میں بیٹھے تھے کہ حضرت علیؓ انکے پاس تشریف لائے اور پریشانی کی وجہ پوچھی۔ آپؓ نے بتایا کہ حذیفہؓ سے میں نے حال پوچھا تو اس نے اس طرح بتلایا۔ میں حیران ہوں کہ ایک صحابی رسولؐ کے اندر یہ تبدیلی کیسے اور کیوں آ گئی؟

حضرت علیؓ نے ساری بات سن کر فرمایا کہ اے امیر المومنین حذیفہؓ نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ حضرت عمرؓ چونک گئے اور فرمایا وہ کیسے!

آپؓ نے فرمایا کہ (۱) انھوں نے جو کہا کہ میں فتنہ سے محبت رکھتا ہوں تو فتنہ سے مراد مال و اولاد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انما اموالکم و اولادکم فتنۃ اور آپ جانتے ہیں کہ مال و اولاد سے ہر ایک محبت رکھتا ہی ہے۔

(۲) دوسری بات جو انھوں

نے فرمائی کہ میں حق کو ناپسند کرتا ہوں۔ حق سے مراد موت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ان ھذا لھو حق الیقین. ظاہر بات ہے کہ ہر آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے۔ (۳) تیسری بات جو انھوں نے فرمائی کہ میں اس چیز کو مانتا ہوں جو تخلیق نہیں ہوئی تو اس سے مراد کلام الٰہی ہے جو یقیناً مخلوقات میں شامل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ (۴) چوتھی بات جو انہوں نے فرمائی کہ میں ان دیکھی چیز کی گواہی دیتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کو کون دیکھ سکتا ہے لا تدرکہ الابصار تو اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی بن دیکھے ہی دی جاتی ہے۔

(۵) پانچویں بات جو انھوں نے فرمائی کہ میں بغیر وضوء کے صلاۃ ادا

کرتا ہوں تو صلوٰۃ سے مراد درود شریف ہے جو بغیر وضوء کے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

(۶) چھٹی بات جو فرمائی کہ میرے پاس وہ کچھ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بیوی اور اولاد وغیرہ نہیں ہے وہ تو اس سے پاک ہے۔ انی یکون له ولد ولم تکن له صاحبة.

حضرت عمرؓ نے جب حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے یہ جوابات سنے تو انکو آفرین کہی اور انکے علم و دانش کی تعریف فرمائی۔

**نتائج:۔**

۱۔ حضرت علیؓ کی فقاہت و ذہانت۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کی ایک دوسرے پر جزوی فضیلت۔

۳۔ حضرت حذیفہؓ کی دانش و بصیرت۔

## ۲۷۰ :۔ حدیث سناتے بے ہوش ہو جانا۔

ایک مرتبہ اشقیاء اصحی شام سے مدینہ منورہ آئے۔ دیکھا کہ ایک بزرگ مسجد نبوی میں بیٹھ کر لوگوں کو احادیث سنا رہے ہیں۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ آپ انکی مجلس میں خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے اور احادیث سنتے رہے۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو ان سے ملاقات کی اور درخواست کی کہ میں ملک شام سے آیا ہوں مجھے بھی خصوصی طور پر کوئی حدیث سنائیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں، اتنا کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد ہوش آیا تو پھر فرمایا کہ میں تجھے وہ حدیث سناتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہاں اس جگہ بیٹھے ارشاد

فرمائی تھی۔ اور اس وقت آپؐ کے پاس میرے سوا کوئی اور موجود نہ تھا۔ اتنا کہا اور پھر چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

پھر کافی دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمایا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو طلب فرمائیں گے۔ اتنا کہا تو پھر غش کھا کر بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش آیا تو بڑی مشکل کے ساتھ یہ حدیث پوری فرمائی۔

کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب فیصلہ کے لیے اتریں گے تو سب سے پہلے تین آدمیوں کو طلب کیا جائے گا۔ ۱۔ قرآن کا عالم و قاری۔ ۲۔ شہید۔ ۳۔ مالدار سخی۔

تو اللہ تعالیٰ سخی سے سوال فرمائیں گے کہ تو نے کیا کیا عمل کیے۔ وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ تو نے مجھے مال دیا تھا میں نے وہ مال نیکی کے کاموں میں بے دریغ خرچ کیا۔ غرباء و فقراء کو کھانے کھلائے مساجد، مدارس کو چندے دیے۔ یا اللہ اس سے بڑا عمل کون سا ہو سکتا ہے کہ اپنا مال تیری راہ میں لٹا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کذبت میرے بندے تو جھوٹ بولتا ہے۔ میں دلوں کے حالات جانتا ہوں۔ تو نے مال میری رضاء کے لیے خرچ نہیں کیا تھا بلکہ نام و نمود اور نمائش کے لیے خرچ کیا تھا۔ لوگوں کے دکھلاوے کے لیے خرچ کیا تھا تا کہ لوگ تیری تعریف و توصیف کریں۔

چنانچہ میرے بندے تیری نیت کے مطابق تجھے اس عمل کا بدلہ دنیا میں ہی مل چکا ہے۔ تیری تعریف و توصیف ہوگئی، تذکرے ہو گئے۔ آج یہاں آخرت میں تیرے لیے کچھ نہیں ہی۔ پھر فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اس مالدار سخی کو پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

اس کے بعد شہید کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے اسی طرح سوال کریں گے وہ جواب دے گا کہ اے اللہ! تو نے مجھے جان دی تھی میں نے وہ جان تیرے دین کی خاطر تیری راہ میں قربان کر دی اور شہید ہو گیا۔ اس سے بڑا عمل کون سا ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کذبت یا عبدی اے میرے بندے تو جھوٹ بول رہا ہے تو نے قتال میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے حصہ نہیں لیا تھا۔ بلکہ اپنی بہادری' جرأت و ہمت کے اظہار کے لیے حصہ لیا تھا۔ چنانچہ دنیا کے اندر تجھے تیری نیت کے مطابق اجر مل گیا۔ تیری بہادری و جانبازی کی تعریفیں ہو گئیں تمغے مل گئے۔ آج یہاں میرے ہاں تیرے لیے کچھ نہیں ہے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہو گا تو وہ اس کو بھی پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔

بعد ازاں عالم کو پیش کیا جائے گا۔ اس سے یہی سوال کیا جائے گا۔ وہ جواب دے گا کہ اے اللہ! تو نے مجھے علم دیا تھا میں قاری قرآن تھا۔ میں نے تیری رضاء کے لیے جگہ جگہ علم پھیلایا۔ قرآن کی تلاوت کی' لوگوں کو تیرا کلام سنا سنا کر انکے ایمان کو گرمایا۔ جگہ جگہ فرق باطلہ کے ساتھ مناظرے کیے۔ انکو شکست دیکر تیرے دین کی حقانیت کو ثابت کیا۔ اس سے بڑا عمل کون سا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کذبت یا عبدی میرے بندے تو جھوٹ بول رہا ہے۔ میں تو دلوں کی حالات بھی جانتا ہوں۔ تو نے وہ مناظرے مباحثے میرے دین کی سربلندی کیلئے نہیں کیے تھے اور نہ ہی وہ تلاوت وتقریر میری رضا کے لیے کی تھی۔ تو نے تو وہ اپنی علمیت جتانے کے لیے' ہم عصر علماء پر سبقت لے جانے کے لیے یہ سب کچھ کیا تھا کہ لوگ میرے علم سے متاثر ہو کر میری تعریف کریں۔ چنانچہ دنیا کے اندر تیری نیت کے مطابق تجھے بدلہ مل چکا ہے۔ دنیا میں تیری خوب تعریف ہو

چکی ہے لوگوں میں خوب پذیرائی ہوگئی اب یہاں آخرت میں میرے ہاں تیرے لیے کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ فرشتوں کو حکم ہوگا تو اس عالم کو بھی گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ پوری حدیث روتے ہوئے سنائی اور اشقیاء کے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے۔ فرمایا کہ اے اشقیاء! آپؐ نے مجھے یہ واقعہ بتا کر میرے زانو پر اس طرح ہاتھ مارا تھا اور فرمایا تھا کہ اے ابو ہریرہ! سب سے پہلے انہی تینوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔

**نتائج:-**

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی خدا خوفی۔

۲۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

۳۔ ریاکاروں کے لیے لمحہ فکریہ۔

## ۲۷۱ :- کھائیوں والے ہلاک ہو گئے

قرآن مجید کے اندر سورۃ البروج میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل علماء تفسیر کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ پرانے زمانے میں ایک کافر بادشاہ تھا اس کے پاس ایک کاہن تھا۔ جب وہ کاہن (جادوگر) بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ کوئی بچہ میرے سپرد کر دیں تا کہ میں اس کو اپنا فن اور علم سکھا سکوں۔

چنانچہ بادشاہ نے ایک ذہین وفطین لڑکا اس کے سپرد کر دیا اور وہ اسے تعلیم دینے لگا وہ لڑکا جب اس جادوگر کے پاس جاتا تو اس کے راستے میں ایک

راہب کا عبادت خانہ پڑتا تھا' جس میں وہ راہب ہمہ وقت دین عیسوی کے مطابق عبادت وغیرہ میں مشغول رہتا تھا (اس زمانے میں دین عیسوی ہی دین حق تھا)

لڑکے نے اس راہب کے پاس بیٹھنا شروع کر دیا اور اس کی باتیں وغیرہ سننے لگا اور بالآخر اس کی دعوت پر خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا۔ اب جب بھی وہ لڑکا جادوگر کے پاس دیر سے پہنچتا تو وہ اسے مارتا تھا کہ دیر سے کیوں آیا۔ راستے میں کیا کرتا رہا؟ وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دیتا کہ ایک ضروری کام کیوجہ سے دیر ہو گئی ہے اور جب گھر دیر سے آتا تو گھر والے اگر پوچھتے تو جواب دے دیتا کہ تعلیم کی وجہ سے دیر ہو گئی ہے۔

ایک دفعہ اس علاقے میں کوئی موذی جانور (شیر وغیرہ) آ گیا اور راستے میں بیٹھ گیا۔ اور سب لوگوں کا راستہ روک لیا۔ لوگ حیران پریشان کھڑے تھے کہ ادھر سے وہ لڑکا آ گیا اس نے ایک پتھر اٹھایا اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور اس پتھر سے مارا جائے۔ اور اگر جادوگر سچا ہے تو نہ مارا جائے۔ یہ کہہ کر وہ پتھر اس جانور کو مارا تو اللہ کی قدرت سے وہ شیر ایک ہی ضرب میں ہلاک ہو گیا۔ لوگوں میں شہرت ہو گئی کہ اس لڑکے کے پاس کوئی عجیب علم ہے۔

لڑکے نے یہ سارا واقعہ آ کر راہب کو بتایا تو اس نے کہا کہ اے بیٹے آج سے تو مجھ سے بھی سبقت لے گیا ہے۔ اگر تیرے اوپر کوئی آزمائش وغیرہ آئے تو میرا نام ذکر نہ کرنا۔

اسی طرح اس لڑکے کی کرامت سے کئی بیمار ٹھیک ہو گئے۔ رفتہ رفتہ اس لڑکے کی شہرت پورے علاقہ میں پھیل گئی۔

ایک دفعہ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر نے اس کی شہرت سنی تو تحفے تحائف

لیکر حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے ٹھیک کر دے تو یہ سب خزانے میں تجھے دے دوں گا۔لڑکے نے جواب دیا۔انی لا أشفی احدا انما یشفی الله تعالیٰ کہ میں تو کسی کو شفایاب نہیں کر سکتا۔شفاء دینا تو میرے اللہ کا کام ہے۔اگر تو اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید پر ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے تو میں تیرے لیے دعاء کرتا ہوں۔ اس نے یہ وعدہ کر لیا اور لڑکے نے اس کے لیے دعاء کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفاء عطا فرما دی اور وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

دوسرے دن وہ وزیر بادشاہ کے دربار میں آیا تو بادشاہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ تیری آنکھیں کس طرح درست ہو گئی ہیں؟ من رد علیک بصرک؟ کہ تیری نظر کس نے لوٹائی ہے؟ وزیر نے جواب دیا ”ربی“ کہ میرے رب نے۔ بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا ”اولک رب غیری کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا ربی وربک الله کہ میرا بھی اور تیرا بھی رب اللہ تعالیٰ ہے۔

اب اس بادشاہ نے اس وزیر کو ڈرانا دھمکانا اور مارنا شروع کر دیا اور پوچھنے لگا کہ تجھے یہ تعلیم کس نے دی ہے؟ یہ عقیدہ کس نے سکھایا ہے؟ وزیر نے مجبوراً بالآخر بتا دیا کہ یہ تعلیم مجھے اس لڑکے نے دی ہے اور اسی کی دعاء سے صحت یاب ہوا ہوں۔

اب بادشاہ نے لڑکے کو گرفتار کر لیا اور اس سے کہا کہ اے بیٹے! اب تم اس جادو میں خوب کامل ہو گئے ہو کہ اندھوں کو بینا اور بیماروں کو درست کرنے لگے ہو۔لڑکے نے جواب دیا انی لا اشفی احدا انما یشفی الله تعالیٰ۔ کہ میں تو کسی کو شفاء نہیں دے سکتا۔شفاء دینے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

بادشاہ نے اس لڑکے پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔ اسے بہت مارا اور پیٹا اور

پوچھا کہ یہ انوکھا عقیدہ تو نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟ لڑکے نے بالآخر مجبور ہو کر اس راہب کا پتہ وغیرہ بتا دیا۔

راہب کو فوراً گرفتار کر لیا گیا اور اس سے کہا گیا ارجع عن دینک کہ تو اپنے دین کو چھوڑ دے، ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے دین چھوڑنے سے انکار کر دیا تو ایک آرا لیکر اس سے اس راہب کے سر سے لیکر پاؤں تک دو ٹکڑے کر دیے گئے اور اسے شہید کر دیا گیا۔ پھر بادشاہ اس وزیر کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے بھی یہی حکم دیا کہ اپنا موقف و نظریہ بدل دے۔ اس نے بھی انکار کیا تو اسے بھی آرے سے دو ٹکڑے کر کے شہید کر دیا گیا۔ پھر بادشاہ نے لڑکے کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور اسے گرفتار کر کے اسے بھی یہی حکم دیا گیا کہ اپنے دین سے پھر جا۔ مگر اس نے بھی انکار کر دیا۔

اس وقت تک لڑکے کی شہرت اتنی ہو چکی تھی کہ بادشاہ سر عام اسے قتل نہ کر سکتا تھا۔ ورنہ عوام میں بغاوت پھیل جانے کا اندیشہ تھا۔ اس نے لڑکے کو اپنے چند فوجیوں کے حوالے کیا اور حکم دیا اسے فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے جائیں اور اسے دین سے پھر جانے کا حکم دیں۔ اگر مان لے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے وہاں سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔

چنانچہ جب وہ فوجی اس لڑکے کو گرانے لگے تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی اللھم اکفنیھم بماشئت اے میرے رب جس طرح چاہے مجھے ان سے نجات دے۔ اس دعاء کے ساتھ ہی اس پہاڑ پر شدید زلزلہ آیا اور وہ سب کے سب فوجی نیچے لڑھک کر ہلاک ہو گئے اور چند دنوں کے بعد لڑکا سفر کرتا کراتا پھر واپس آ گیا۔

بادشاہ اور عوام بھی حیران رہ گئے بادشاہ نے پوچھا کہ میرے فوجی کہاں

گئے؟ اس نے جواب دیا کہ ان سب کو میرے رب نے ہلاک کر دیا ہے اور مجھے میرے رب نے بچا لیا ہے۔ اس نے مزید فوجی بلائے ور انہیں حکم دیا کہ اسے گرفتار کر کے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور سمندر کے درمیان میں لے جا کر اسے سمندر میں پھینک دو۔

وہ فوجی اسے لیکر چلے۔ جب اس کو سمندر میں پھینکنے لگے تو اس لڑکے نے پھر وہی دعاء کی اللھم اکفنیھم بما شئت کہ اے اللہ مجھے ان سے بچا لے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ سمندر کی ایک ہی لہر اٹھی اوران سب فوجیوں کو بہا لے گئی اور لڑکا زندہ سلامت پھر ہنسی خوشی بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا' اور بتایا کہ میرے رب نے مجھے بچا لیا۔ یہ واقعہ بھی عوام کے اندر تیزی سے مشہور ہو گیا اور لوگ اپنے رب سے متعارف ہونے لگے۔ بادشاہ کو یہ بہت شاق گزرا کہ جتنا میں اللہ کی ربوبیت اور قدرت پر پردہ ڈالنا چاہتا ہوں اتنا ہی یہ عقیدہ واضح ہو رہا ہے۔ اس نے اس لڑکے کی ہلاکت کے لیے کئی تدابیر اختیار کیں اور ناکام رہا۔

بالآخر اس لڑکے نے لوگوں کو اپنے رب سے متعارف کرانے کے لیے ایک عجیب ترکیب سوچی۔ بادشاہ کو کہا کہ اس طرح تو مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکے گا اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تو سارے لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کرے اور مجھے سولی پر چڑھا کر پھر میرے ہی ترکش سے ایک تیر لیکر میری ہی کمان سے اسے چلائے اور تیر چلاتے وقت یہ کہے بسم اللہ رب الغلام کہ میں اللہ کا نام لیکر یہ تیر چلاتا ہوں جو اس لڑکے کا رب ہے۔ اس کے سوا تو کسی طرح بھی مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔

یہ ترکیب بتانے سے لڑکے کا مقصد یہ تھا کہ اگر میری موت سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کا چرچا ہو جائے تو یہ سودا سستا ہے۔

بادشاہ مجبور تھا اس نے سب عوام کو جمع کیا اور سب کے سامنے اسی طرح لڑکے کو سولی پر لٹکا کر **بسم اللہ رب الغلام** کہہ کر تیر چلایا وہ تیر لڑکے کی کن پٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ کن پٹی پر رکھا اور شہید ہو گیا۔ یہ منظر دیکھتے ہی سب لوگ بیک زبان ہو کر بولے **آمنا برب الغلام** کہ ہم بھی اس بچے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر جل بھن گیا کہ میں نے تو حق کی آواز کو دبانا چاہا تھا مگر یہ تو مزید پھیل گئی اور لوگ میری مرضی کے بغیر مسلمان ہو گئے۔ اب اس ظالم بادشاہ نے عوام کو دھمکی دی کہ اپنا دین چھوڑ دیں۔ جو دین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں وہ موت کے لیے تیار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کو استقامت عطاء فرمائی انھوں نے دین چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

بادشاہ نے لوگوں کو قتل کرنے کے لیے ایک دردناک طریقہ اختیار کیا۔ وہ یہ کہ بازاروں اور گلیوں میں گہری خندقیں کھدوائیں اور اس میں آگ جلائی۔ جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو بمعہ اپنے وزراء کے ایک انتہائی اونچے مقام پر براجمان ہو گیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے ان لوگوں کو آگ میں جھونکنا شروع کر دیا۔

ایک ایک مومن کو پکڑ کر لایا جاتا اسے دین سے برگشتہ ہونے کے لیے کہا جاتا' وہ انکار کرتا تو اسے جلتی آگ میں ڈال دیا جاتا وہ مومنین صبر و ثبات سے آگ میں کودتے گئے مگر عقیدہ توحید کو نہ چھوڑا۔

صرف ایک عورت ایسی آئی کہ جس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی اللہ تعالیٰ نے اس کے بچے کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے کہا **یا امہ اصبری فانک علی الحق** کہ اے میری ماں تو صبر کر بیشک تو حق پر ہے۔ چنانچہ اس عورت نے بھی آگ میں جلنا منظور کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ بروج میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

**نتائج:۔**

۱۔ دین حق پر استقامت کا سبق۔

۲۔ مصائب میں صبر کرنے کا سبق۔

۳۔ لڑکے کی کرامت اور استقامت۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے تعارف کی انوکھی ترکیب۔

## ۲۷۲ :۔ رومی چند سالوں میں غالب آجائیں گے

جزیرہ عرب کے شمال میں دو عظیم سلطنتیں روم اور فارس کی قائم تھیں۔ ایران کا تاجدار خسرو پرویز اور روم کا بادشاہ ہرقل تھا۔ ایرانی مجوسی اور آتش پرست تھے کسی آسمانی دین کے قائل نہ تھے جبکہ رومی حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار تھے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت ان دونوں سلطنتوں میں جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ قدرتی طور پر مکہ مکرمہ کے مظلوم مسلمانوں کی ہمدردیاں اہل روم کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ کم از کم ایک آسمانی دین کے قائل تو تھے اور اہل کتاب بھی تھے۔ جبکہ کفار قریش کی ساری ہمدردیاں ایرانیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ بھی انکی طرح لادین تھے۔

ان دونوں سلطنتوں میں نبوت محمدیؐ کے پانچویں سال یعنی ۶۱۳ء میں ایک خونریز جنگ چھڑ گئی۔ ایرانیوں نے دوطرفہ حملہ کیا اور اہل روم کو شکست فاش دی۔ عراق، شام، فلسطین ایشیائے کوچک غرضیکہ ہر جگہ سے صلیبی علم اتار دیا گیا اور

۶۱۴ء میں یروشلم پر بھی آتش پرست ایرانیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ساٹھ ہزار بے گناہ عیسائی قتل ہوئے۔ شہنشاہ ایران کے محل پر تیس ہزار مقتول سروں کی نمائش کی گئی۔

ایرانی فوجیوں کا بے پناہ سیلاب قسطنطنیہ کی دیواروں سے آٹکرایا۔ ہر علاقے میں آتش کدے تعمیر ہوئے اور سورج کی پرستش کو جبری طور پر رائج کیا گیا۔ القصہ سلطنت روم کے پرزے پرزے اڑ گئے۔ اور اس کے دوبارہ اٹھنے کی کوئی امید نہ رہی۔

اہل روم کی ذلت کا یہ عالم ہو گیا کہ ایرانیوں کے سپہ سالار نے قسطنطنیہ کے دروازے پر پہنچ کر یہ شرائط پیش کیں (۱) رومی خراج ادا کریں۔ (۲) ایک ٹالنٹ سونا، ایک ہزار ٹالنٹ چاندی اور ایک ہزار باکرہ لڑکیاں پیش کریں۔ (۳) ایک ہزار ریشم کے تھان اور ایک ہزار جنگی گھوڑے پیش کریں۔ رومیوں کی کمزوریوں کا یہ عالم تھا کہ وہ یہ شرائط بلا کم و کاست ماننے کے لیے تیار ہو گئے۔

جنگ کی اس صورت حال سے کفار مکہ بے حد خوش تھے اور بغلیں بجاتے تھے۔ وہ مسلمانوں کو طعنے دیتے تھے کہ جس طرح ہمارے جیسا عقیدہ رکھنے والے ایرانی تمہارے جیسا عقیدہ رکھنے والے رومیوں پر غالب آ گئے ہیں اسی طرح ہم بھی عن قریب تمہارے اوپر غالب آ جائیں گے اور تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دینگے۔ مسلمان بیچارے ان کی باتیں اور طعنے سن کر خاموش ہو جاتے تھے۔ کیونکہ حالات ایسے تھے کہ اب رومیوں کے غلبہ کا کوئی امکان نہ تھا۔

عین ان دنوں میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالات کے بالکل برعکس اللہ کے حکم سے رومیوں کے دوبارہ غلبہ کی پیش گوئی فرما دی۔

الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح

المومنون بنصر الله الخ. اہل روم نزدیک کے علاقے میں مغلوب ہو گئے۔ اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند ہی سال میں غالب آ جائیں گے۔ پہلے بھی اور پیچھے بھی خدا ہی کا حکم ہے اور اس دن مومن اللہ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے۔

ان آیات میں واضح طور پر اہل روم کے دوبارہ غلبہ کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ اور دوسری پیشگوئی یہ ہے کہ اس دن اہل ایمان بھی اللہ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناممکن باتوں کی واضح طور پر واقع ہونے کی خبر دے دی۔ اور ساتھ فرمایا وعد الله لایخلف الله وعده یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

رومیوں کے غلبہ کی یہ پیش گوئی دنیاوی عقل و تجربہ اور واقعات ظاہری کے لحاظ سے اس قدر ناقابل یقین اور ناقابل قیاس تھی کہ کفار مکہ نے اس کا بھی مذاق اڑایا۔ اور مسلمانوں کو طعنے دیے کہ دیکھو یہ بھی فتح مندی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

حتی کہ ایک کافر ابی بن خلف نے حضرت سیدنا ابو بکرؓ سے شرط لگائی کہ اگر واقعی تمہارے نبیؐ کی اطلاع کے مطابق نو سال کے اندر اندر رومی غالب آ گئے تو میں تجھے ۳۰۰ اونٹ دوں گا۔ اور اگر اس مدت میں غالب نہ آ سکے تو آپ کو ۳۰۰ اونٹ دینا ہوں گے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو وحی الٰہی کی صداقت پر اتنا یقین تھا کہ اس شرط کو بلا جھجک قبول کر لیا۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کہ اس پیشگوئی کے ٹھیک آٹھ سال بعد وہی ہوا جو قرآن پاک میں بتلایا گیا تھا۔ رومی دوبارہ اہل فارس پر غالب آ گئے اور جس دن رومیوں کے غلبہ کی مسلمانوں کو خبر ملی' یہ وہ دن تھا کہ اسی دن مسلمانوں نے میدان

بدر میں کفار مکہ کے ساتھ جنگ کر کے اللہ کی مدد سے فتح حاصل کی تھی۔ ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ کا وعدہ بھی بالکل پورا ہوا۔ اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے دوہری خوشی عطا فرمائی۔

حضرت ابوبکرؓ نے شرط جیت کر وہ اونٹ اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیئے۔

**نتائج:۔**

۱۔ قرآن مجید کی حقانیت۔

۲۔ آپ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

۳۔ صدیق اکبرؓ کا یقین کامل۔

۴۔ نبوت محمدیؐ کی صداقت کا تابندہ ثبوت۔

## ۲۷۳:۔ یہ چھڑی آپ کی امانت ہے

خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں حضرت بہلول رحمہ اللہ ایک مجذوب تھے۔ خلیفہ کے ہاں انکا اکثر آنا جانا تھا بادشاہ نے بھی دربانوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب بھی بہلول آئیں تو انھیں روکا نہ جائے۔

ایک دن ہارون الرشید کا دربار سجا ہوا تھا سب امراء و وزراء موجود تھے۔ حضرت بہلولؒ بھی تشریف لے آئے بادشاہ کو غالباً مذاق سوجھا۔ اس کے پاس ایک چھڑی تھی اس نے وہ چھڑی حضرت بہلولؒ کو دے دی اور کہا کہ یہ اس آدمی کو دینی ہے جو تجھ سے بھی زیادہ بے وقوف اور ناسمجھ ہو۔ بہلولؒ نے وہ چھڑی لے لی اور اپنے پاس رکھ لی۔ مجلس میں سے کسی آدمی کو بھی نہ دی حتی کہ مجلس کے اختتام پر وہ چھڑی اپنے گھر لے گئے۔

اس واقعہ کو کئی سال گزر گئے۔ ہارون الرشید بھی بھول گیا۔حتی کہ ایک دفعہ ہارون سخت بیمار ہوا۔ اتنا بیمار ہوا کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ بہلولؒ بھی اس کی عیادت کے لیے آئے۔ بادشاہ سے حال پوچھا تو بادشاہ نے سرد آہ بھر کر کہا کہ بہلولؒ! اب تو مجھے بڑا لمبا سفر درپیش ہے۔ بہلولؒ نے پوچھا بادشاہ سلامت کہاں کا سفر درپیش ہے؟ بادشاہ نے کہا آخرت کا۔ پھر بہلولؒ نے پوچھا واپسی کب ہو گی؟ بادشاہ بولا بھلا آخرت کے سفر سے بھی واپسی ممکن ہے؟ واپسی ہرگز نہ ہوگی۔

بہلولؒ نے پوچھا کہ اے بادشاہ سلامت! جب آپ یہاں اپنی مملکت میں سفر کرتے تھے تو لازمی طور پر کچھ سامان، لاؤ لشکر وغیرہ بھیج دیتے تھے۔ کیا آپ نے وہاں کے سفر کے لیے بھی کوئی فوج یا سامان وغیرہ آگے بھیجا ہے؟ بادشاہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا کہ آخرت کے سفر کے لیے میں کس طرح فوج آگے بھیج سکتا ہوں۔ وہاں تو اعمال ہی کام آئیں گے۔ افسوس ہے کہ میں اس سفر کے لیے خاطر خواہ تیاری نہ کر سکا۔ اور اعمال صالحہ کا توشہ بھی آگے نہ بھیج سکا۔

بہلولؒ فوراً اٹھے اور گھر تشریف لے گئے۔ وہ چھڑی اٹھا کر لے آئے اور بادشاہ کو دے دی کہ یہ آپ کی امانت میرے پاس موجود تھی۔ گویا بتا دیا کہ میرے خیال میں آپ ہی سب سے بڑے بے وقوف ہیں؛ جنھوں نے اتنے لمبے سفر کے لیے تیاری کچھ بھی نہیں کی۔ ہارون الرشید کو اب بات سمجھ آ گئی اور رو پڑا اور کہنے لگا بہلولؒ ہم تجھے بے وقوف سمجھتے تھے، آج پتہ چلا آپ تو بہت بڑے دانا ہیں اور بے وقوف ہم ہیں جنھوں نے اپنی عمر ضائع کر دی۔

**نتائج:۔**

۱۔ اصل مجذوب درحقیقت عقلمند آدمی ہوتا ہے۔

۲۔ آخرت کے سفر کی تیاری لازمی ہے۔

۳۔ بہلولؒ کی عجیب انداز میں خلیفہ کو نصیحت۔

## ۲۷۴:-یا رسول اللہ! دعاء کیجئے

حدیث شریف میں ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ **ھلک المال وجاع العیال فادع اللہ لنا** اے اللہ کے رسول! مال ومنال سب ہلاک ہو رہے ہیں بچے بھوکے مر رہے ہیں کتنے عرصہ سے بارش نہیں ہوئی۔ آپ دعاء فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ باران رحمت نازل فرمائے۔

آپؐ نے اسی وقت اللہ کے سامنے دعاء کے لیے ہاتھ پھیلا دیے۔

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب آپؐ نے ہاتھ اٹھائے تو اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ادنیٰ سا ٹکڑا بھی نہ تھا۔ آسمان بالکل صاف تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں **فوالذی نفسی بیدہ** مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ آپؐ نے ابھی اپنے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ پہاڑوں کی مانند بادل امڈ آئے۔ پھر ابھی آپؐ منبر سے نہیں اترے تھے **حتی رایت المطر یتحادر علی لحیتہ** کہ بارش کے قطرات آپ کی ڈاڑھی مبارک سے ٹپکنے لگے۔

لوگ بارش کی وجہ سے بھاگنے لگے۔ آپؐ مسکرا رہے تھے کہ ابھی تو بارش مانگی اور اب اس طرح بھاگ رہے ہیں۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ اس دن جمعہ تھا کہ بارش شروع ہوئی اور وقفے وقفے سے لگاتار برستی رہی یہاں تک ایک ہفتہ گزر گیا۔ اگلے جمعہ کو پھر وہی اعرابی یا کوئی اور آدمی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ **تھدم البناء وغرق**

المال فادع الله لنا اے اللہ کے رسول! اب تو بارش کی کثرت کی وجہ سے مکان بھی گرنے لگے، مال و متاع برباد ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیے کہ بارش تھم جائے۔ فرفع یدیه آپؐ نے پھر ہاتھ اللہ کی سامنے پھیلا دیئے اور کہا اللهم حوالینا ولا علینا آپؐ اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور دعاء مانگتے جاتے تھے۔ آپؐ نے جونہی ہاتھ پھیلائے اِدھر کا بادل اِدھر چلا گیا اور اُدھر کا اُدھر چلا گیا۔ مطلع صاف ہونے لگا۔

آپؐ نے فرمایا اللهم علی الاکام والضراب وبطون الأودية و منابت الشجر اے اللہ یہ بارش ٹیلوں پر برسا، پہاڑوں پر وادیوں پر اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسا۔ فاقلعت و خرجنا نمشی فی الشمس ابھی آپؐ نے ہاتھ منہ پر نہیں پھیرے تھے کہ بادل پھٹ کر رخصت ہو گئے اور ہم سورج کی روشنی میں چل کر گھر واپس آئے۔

**نتائج:۔**

۱۔ آپ کا معجزہ قبولیت دعاء۔

۲۔ بزرگوں سے دعاء کرانا جائز ہے۔

۳۔ بارش مانگنے کا طریقہ دعاء ہی ہے۔

## ۲۷۵:۔ ابوھریرہ! تیرے قیدی کا کیا بنا؟

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ صدقہ کا کچھ مال وغیرہ آیا۔ آپؐ نے ایک جگہ اس کا ڈھیر لگا دیا تا کہ مدینہ منورہ اور گردونواح کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔ آپؐ نے غلے کے اس ڈھیر پر حضرت ابو ہریرہؓ کو پہرہ دار مقرر کیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رات کے وقت جب میں پہرہ دے رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص آ کر اس ڈھیر میں سے چوری کر رہا ہے۔ میں نے فوراً اسے جا کر پکڑ لیا۔ کہ تجھے حضورﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ وہ شخص میری منت سماجت کرنے لگا کہ میں نے یہ چوری مجبوری کی حالت میں کی ہے انی محتاج وعلیّ عیال ولی حاجة شدیدة کہ میں بڑا بھوکا ہوں' میرے بال بچے بھوکے ہیں' میں سخت مجبور ہوں' مہربانی کر کے مجھے چھوڑ دیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا کام نہ کروں گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو اس کی منت وسماجت کرنے پر ترس آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔

صبح کی وقت جب حضرت ابو ہریرہؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سوال فرمایا یا ابا ھریرة مافعل اسیرک البارحة اے ابو ہریرہؓ! رات تیرے قیدی کا کیا بنا؟ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس نے بڑی منت سماجت کی تو میں نے چھوڑ دیا۔

آپؐ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے خیال رکھنا آج رات دوبارہ آئے گا آج اسے نہ چھوڑنا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اب تو مجھے اس کے آنے کا یقین تھا میں رات اس کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی رات گزری تھی کہ وہ شخص آ گیا اور پھر چوری کرنے لگا۔ میں نے جا کر پکڑ لیا اور سختی کے ساتھ پکڑ کر جکڑ لیا کہ میں تجھے رسول اللہﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

فرماتے ہیں اس دفعہ پھر اس نے میری منت سماجت کی کہ غلطی ہو گئی ہے۔ یہ سب میں نے مجبوری کی بناء پر کیا ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے چھوڑ دیں۔ میں نے آپ کا لیا تو کچھ بھی نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو اس کی منت وزاری پر پھر

ترس آ گیا اور پھر اس کو چھوڑ دیا۔

صبح کے وقت آپؐ نے پھر فرمایا یا ابا ہریرہ مافعل اسیرک البارحۃ؟ ابو ہریرہ رات تیرے قیدی کا کیا بنا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے سارا واقعہ ذکر کیا کہ آج رات پھر مجھے ترس آ گیا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے آج پھر آئے گا خیال رکھنا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں آج پھر اس کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ مجھے شدید غصہ بھی تھا کہ بار بار وعدہ کر کے توڑ دیتا ہے۔ آج میں اسے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ رات کے وقت وہ شخص آ گیا۔ اس نے آ کر چوری کرنا شروع کر دی۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ روزانہ جھوٹ بولتے ہو؟ آج میں قطعاً نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے بڑی منت کی، زاری کی، رویا دھویا مگر میں نے نہ چھوڑا۔

بالآخر وہ کہنے لگا کہ مجھے پکڑ کر آپ کو کیا ملے گا؟ میں نے کوئی مال تو ابھی لیا ہی نہیں۔ اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں آپ کو ایک ایسی کام کی بات بتاؤں گا، جو دین و دنیا کے اعتبار سے آپ کے لیے نفع مند ہو گی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آج اس نے کچھ اس طرح منت سماجت کی کہ میں نرم ہو گیا۔ پھر میں نے بھی سوچا کہ اس کو چھوڑنے سے اگر دین کی کوئی نفع مند بات مل جائے تو یہ بہتر ہے چنانچہ میں نے اس وعدہ پر اسے چھوڑ دیا۔

اس نے مجھے بتایا کہ رات کو تم جب اپنے بستر پر سونے کے لیے آؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔ پوری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ آپ کی حفاظت کے لیے مقرر ہو جائے گا۔ اور پوری رات شیاطین اور جنات آپ کے قریب نہ آنے پائیں گے۔

صبح کے وقت حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ واقعہ پھر آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ اور بتایا کہ اس طرح اس چور نے مجھے وظیفہ بتایا ہے۔ آپؐ نے سن کر ارشاد فرمایا اما انه قد صدقک وهو کذوب اے ابو ہریرہ! ہے تو وہ بہت بڑا جھوٹا اور فریبی، مگر یہ ایک بات سچی کر گیا ہے واقعی آیۃ الکرسی کی یہ خصوصیت ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا ذاک شیطان وہ شیطان تھا جو مسلسل تجھے دھوکے دے دے کر بالآخر ایک سچی بات کہنے پر مجبور ہو گیا اور اپنی کمزوری بتا گیا۔

**نتائج:۔**

۱۔ پہرہ دار مقرر کرنا سنت رسولؐ ہے۔

۲۔ آپؐ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

۳۔ آیۃ الکرسی کی فضیلت وشان۔

## ۲۷۶:۔ ماں کی گود میں کلام کرنا

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ تین بچوں نے ماں کی گود میں کلام کیا ہے۔ ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ جب انکی والدہ پر لوگوں نے تہمت لگائی تو حضرت مریم علیہا السلام نے بحکم الٰہی فرمایا کہ میرے بچے سے سوال کرو۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں بول پڑے انی عبد الله آتانی الکتاب الخ

آپؐ نے فرمایا کہ دوسرا بچہ جریج والا ہے جو اس کی برأت کے لیے بولا تھا۔ جریج کا واقعہ آپؐ نے یوں بیان فرمایا کہ وہ ایک انتہائی صالح اور پاکیزہ نوجوان تھا۔ ہمہ وقت اپنے صومعہ (عبادت خانہ) میں عبادت میں مصروف رہتا تھا۔

ایک دفعہ اس کی والدہ کسی کام کے لیے آئی تو وہ عبادت میں مصروف تھا۔ اس کی ماں نے باہر کھڑے ہو کر اسے آواز دی یا جریج یا جریج لیکن جریج تو عبادت میں مصروف تھا دل میں سوچا یا رب امی و صلاتی کہ اے اللہ ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف تیری عبادت نماز ہے میں کیا کروں؟

پس وہ نماز ہی میں مصروف رہا اور ماں کے بلانے کا کوئی جواب نہ دیا۔ ماں واپس چلی گئی۔ اسی طرح اس کی ماں دوسرے دن آئی اس نے پھر آواز دی۔ جریج آج پھر عبادت میں مصروف تھا اس نے عبادت کو جاری رکھا اور ماں کے بلانے کا کوئی جواب نہ دیا۔ اسی طرح تیسرے دن اس کی ماں آئی۔ بلایا اور اس نے عبادت کو جاری رکھا اور ماں کو کوئی جواب نہ دیا۔

جریج کی ماں کو یہ علم نہ تھا کہ بیٹا عبادت میں مصروف ہے۔ وہ غضب ناک ہو گئی اور ناراض ہو کر بیٹے کو بددعاء دی۔ اللھم لاتمتہ حتی ینظر الی وجوہ المومسات کہ اے اللہ! اسے اس وقت تک ہرگز موت نہ دینا جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔

وقت گزرتا رہا' جریج کی عبادت کے تذکرے بنو اسرائیل میں مشہور ہو گئے ان میں ایک بدکار عورت بھی تھی' جو حسن میں اپنی مثال آپ تھی وہ کہنے لگی کہ اگر تم چاہو تو میں اسے آزمائش میں ڈال دوں اور اس کے زہد اور تقویٰ کا امتحان کروں؟ پس وہ عورت خوب بناؤ سنگھار کر کے اس کے ہاں جانے لگی تاکہ اسے فتنہ میں مبتلا کرے لیکن جریج نے اس کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ کی۔ چنانچہ وہ ایک چرواہے کی طرف متوجہ ہوئی اور اس سے بدکاری کرا کر حاملہ ہو گئی اور لوگوں میں مشہور کر دیا کہ جریج واقعی غلط آدمی ہے۔ حتی کہ اس عورت کے ہاں جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے صاف اعلان کر دیا یہ بچہ جریج کا ہے۔

لوگ یہ سن کر مشتعل ہو گئے اور جریج کے پاس آ کر اسے خوب مارا پیٹا' بے عزت کیا' حتی کہ اس کی کٹیا بھی گرا دی اور جلا دی۔ جریج نے پوچھا بات کیا ہے؟ مجھے کوئی بات تو بتاؤ؟ انھوں نے کہا کہ تو نے اس فاحشہ عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے اور اس کے ہاں تیرا لڑکا بھی پیدا ہوا ہے۔ تو بظاہر تو بڑا نیک بنتا ہے مگر آج ہمیں تیری حقیقت کا پتہ چل گیا۔ اس نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ اسے لایا جائے۔ چنانچہ وہ بچہ اس کے پاس لایا گیا اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے انتہائی زاری کے ساتھ دعاء مانگی اور ماں کی نافرمانی نہ کرنے کا عہد کیا۔ پھر اس نے بچہ کے پیٹ میں ایک چوکا لگایا اور اس سے پوچھا یا غلام من ابوک؟ اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ خدا کی قدرت کہ وہ بچہ بول پڑا اور اس نے بتا دیا کہ فلاں چرواہا میرا باپ ہے۔

اب تو سب لوگ اپنے کیے پر نادم ہونے لگے اور جریج سے معذرت کرنے لگے کہ ہم نے آپ کی بے عزتی کر کے غلطی کی ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے کہ ہمیں معاف کر دیں۔ ہم اب آپ کا عبادت خانہ سونے کا بنا کر دیتے ہیں۔ اس نے کہا اس کی ضرورت نہیں۔ وہی مٹی کا ٹھیک ہے۔ چنانچہ انھوں نے از سر نو اسے صومعہ تعمیر کر دیا اور وہ عبادت میں مصروف ہو گیا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تیسرا بچہ جس نے ماں کی گود میں کلام کیا ہے وہ ایک ایسا بچہ تھا کہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر بڑی شان و شوکت سے گزرا۔ بچے کی ماں نے دعاء کی کہ اللھم اجعل ابنی مثلہ کہ اے اللہ میرے بیٹے کو بھی ایسا ہی بنانا۔ بچہ نے فوراً دودھ پینا چھوڑ دیا اور کہنے لگا اللھم لاتجعلنی مثلہ اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا یہ کہہ کر پھر دودھ چوسنا شروع کر دیا۔

تھوڑ دیر گزری کہ لوگ ایک لونڈی کو لیکر گزرے جسے وہ انتہائی ذلیل کرتے جاتے تھے' مارتے جاتے تھے' گالیاں دے رہے تھے اور کہتے جارہے تھے زنیت سرقت تونے زناء کیا' تونے چوری کی۔ اور وہ لونڈی کہتی جارہی تھی حسبی اللہ ونعم الوکیل.

بچے کی ماں نے جب یہ منظر دیکھا تو ڈر گئی اور فوراً بولی **اللهم لا تجعل ابنی مثلها** اے اللہ! میرے بیٹے کو ایسا نہ بنانا۔ اب پھر بچہ نے دودھ پینا موقوف کیا اور بول کر کہنے لگا۔ **اللهم اجعلنی مثلها** اے اللہ مجھے ایسا ہی بنانا۔

اس کی ماں بڑی حیران ہوئی اور اس نے بچے سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ بچے نے جواب دیا کہ وہ شخص جو گھوڑے پر سوار ہو کر بڑی شان وشوکت سے جارہا تھا وہ ایک سرکش اور ظالم شخص تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ مجھے ایسا نہ بنانا۔ اور وہ عورت جس کو لوگ مارتے جاتے تھے اور زناء وغیرہ کا الزام لگا رہے تھے وہ درحقیقت انتہائی پاکباز عورت تھی تو میں نے اللہ سے اس جیسا ہونے کی دعاء کی۔

**نتائج:-**

۱۔ نفلی نماز کے مقابلے میں ماں باپ کی اہمیت۔
۲۔ ماں کی بددعاء کا اثر۔
۳۔ جریج کی کرامت۔
۴۔ متکبرین کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔
۵۔ اللہ جسے چاہے جو چاہے جتادے۔
۶۔ ظاہری حال سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔
۷۔ نیک بندوں پر آزمائشیں آتی ہیں' صبر کرنا چاہیے۔

# ۲۷۷ :- گھر میں خدا اور رسولؐ کی محبت چھوڑ کر آیا ہوں۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے ۹ھ میں جب غزوہ تبوک کے لیے تیاری فرمائی تو اس وقت انتہائی نازک حالات تھے۔

لشکر اسلام نے بڑا لمبا سفر کرنا تھا۔ بڑے قوی دشمن سے مقابلہ تھا۔ سامان اور سواریوں کی کمی تھی۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے چندہ فرمایا۔

اس موقع پر تمام صحابہ کرامؓ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق چندہ لیکر حاضر ہوئے۔ یہی وہ موقعہ تھا جب حضرت عثمان غنیؓ نے نوسو اونٹ' ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار پیش کیے۔ حضرت عمرؓ کی عجیب کیفیت تھی دل میں سوچا کہ ہمیشہ ہر معاملہ میں مجھ سے میرے بھائی حضرت ابو بکرؓ سبقت لے جاتے ہیں۔ آج میں اتنا چندہ دوں گا کہ حضرت ابو بکرؓ سے بھی بڑھ جاؤ نگا۔ چنانچہ آپ گھر تشریف لے گئے اور سارے گھر کا اثاثہ جمع کیا پھر اس کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ گھر والوں کی ضروریات کے لیے رکھ دیا اور دوسرا حصہ خدمت نبویؐ میں لا کر پیش کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ بھی کچھ سامان اٹھا کر تشریف لا رہے ہیں۔ جب دیکھا کہ ان کا سامان میری نسبت کم معلوم ہوتا ہے تو دل میں خوشی ہوئی کہ آج نیکی کے کام میں میں یقیناً اپنے بھائی حضرت ابو بکرؓ سے نمبر لے جاؤ نگا۔ جب دونوں حضرات خدمت نبویؐ میں پہنچے تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا عمرؓ! کتنا مال لائے ہو اور کتنا گھر چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے جواباً عرض کیا یا رسول اللہ آدھا مال گھر چھوڑ آیا ہوں اور آدھا اللہ کے راستے پر دینے کے لئے لایا ہوں۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور قبول فرمالیا۔

پھر حضرت ابوبکرؓ سے سوال فرمایا کہ اے ابوبکر تم کتنا لائے ہو؟ اور کتنا چھوڑ کر آئے ہو؟ آپؓ نے جواباً عرض کیا یا رسول اللہ! میں یہ بتانا تو نہ چاہتا تھا مگر آپؐ نے پوچھا ہے تو بتا رہا ہوں الحمد للہ میرے اللہ نے مجھے توفیق دی میں گھر کا سارا اثاثہ لیکر آیا ہوں۔ آپؐ نے سوال فرمایا گھر میں بھی کچھ چھوڑا ہے؟ صدیق اکبرؓ نے جواب دیا گھر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت چھوڑ کر آیا ہوں۔ یعنی میرا اصل اثاثہ مال و دولت نہیں ہے' بلکہ خدا اور رسول کی محبت ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام انتہائی خوش ہوئے اور مال قبول کر لیا۔

اب حضرت عمرؓ کو تنبہ ہوا کہ میں نے ابوبکرؓ سے بڑھنے کی بے جا کوشش کی ہے۔ ابوبکر ابوبکر ہے اس سے سبقت لینا محال ہے۔

غالباً اسی موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے گھر کا سارا مال و متاع اللہ کی راہ میں خرچ کر کے معمولی ٹاٹ کا ایک لباس پہن لیا۔ اور وہ ٹاٹ بھی پھٹا ہوا تھا۔ آپؓ نے اسکو جوڑنے کے لئے جگہ جگہ درختوں کے کانٹے لگا رکھے تھے۔

اس موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپؐ سے پوچھا کہ ابوبکر کو کیا ہوا ہے کہ اس نے ٹاٹ کا لباس پہن رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا انفق ماله فی سبیل الله کہ اس نے اپنا سارا مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ انہیں اللہ کی طرف سے سلام پیش کیجئے اور پوچھیے کہ کیا وہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں؟

آپؐ نے فوراً حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا یا ابابکر ان الله یقرئک السلام ویقول لک اراض انت عنی فی فقرک هذا ام ساخط؟ کہ اللہ تعالیٰ تجھے سلام پیش فرماتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا اس حالت میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟

حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا أأسخط علی ربی؟ کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ اور پھر آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور بار بار فرمانے لگے۔ انا عن ربی راض' انا عن ربی راض کہ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درجات میں تفاوت۔
(۲) حضرت ابوبکرؓ کا جذبہ انفاق فی سبیل اللہ۔
(۳) اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔
(۴) حضرت ابوبکرؓ کو اللہ کے سلام آئے۔

## ۴۷۸:۔ ملک الموت سے ملاقات

ایک دفعہ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضر تھے۔ آپؑ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ مجھے بتا کہ تو کفار کی روح کس طرح قبض کرتا ہے۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ آپ میری اس حالت کا تحمل نہ کر سکیں گے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اصرار فرمایا تو حضرت عزرائیل نے عرض کیا کہ ایک لحظہ کیلئے آپ اپنا منہ دوسری طرف کیجئے' میں اس شکل میں حاضر ہوتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ انتہائی ڈراؤنا سیاہ فام آدمی (جس کا قد زمین سے لیکر آسمان تک ہے) کھڑا ہے۔ اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ اور اسکے جسم پر جتنے بال ہیں وہ بھی درحقیقت سیاہ فام آدمی کی شکل

میں ہیں اور انکے منہ سے بھی اسی طرح آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ ہاتھوں میں آگ کے بڑے بڑے گرز ہیں۔

حضرت عزرائیلؑ کی یہ شکل دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنے خوف زدہ ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو حضرت عزرائیل اپنی اصلی شکل میں آ چکے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اے ملک الموت! اگر کسی کافر کو بوقت موت کوئی مصیبت اور غم نہ پہنچے صرف تیری صورت ہی نظر آ جائے تو یہی سزا اس کے لئے کافی ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اب مجھے وہ شکل دکھا جس شکل میں آ کر تو مومنین کی روحوں کو قبض کرتا ہے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ ذرا منہ دوسری طرف پھیریے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے دیکھا کہ ایک انتہائی خوبصورت نوجوان سفید لباس میں ملبوس ہنستا' مسکراتا کھڑا ہے۔ ایک عجیب قسم کی خوشبو اس کے وجود سے آ رہی ہے۔ اس کا حسن و جمال دیکھ کر خود بخود اس سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اے ملک الموت! اگر کوئی مومن اپنی موت کے وقت اور کوئی آرام وسکون نہ دیکھے محض تیری شکل ہی دیکھ لے تو اسکے لیے یہی انعام کافی ہے۔

**نتائج**:۔

(۱) بوقت موت کفار کیلئے عذاب وعتاب۔

(۲) مومن کے لیے اعزاز واکرام۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام رفیع۔

# ۲۷۹ :- یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں ایک دفعہ فقراء صحابہ کرامؓ حاضر ہوئے یہ وہ صحابہ کرامؓ تھے جو ہمہ وقت مسجد نبوی کے چبوترے پر بیٹھے علم دین حاصل کرتے تھے۔ کھانے پینے کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا۔ اکثر اوقات جنگل سے لکڑیاں چن کر اور بازار میں بیچ کر گزارہ کرلیا کرتے تھے بعض اوقات شدید قسم کے فاقوں تک نوبت آ جاتی تھی۔ مال و دولت نام کی کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی۔ کبھی کبھی آپؐ کے پاس کوئی ہدیہ وغیرہ آ جاتا تو آپؐ انکو بھی شریک فرما لیتے تھے۔

ان غریب ومفلس صحابہ کرامؓ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ذھب اھل الدثور بالاجور کہ ہمارے مالدار بھائی سارے درجے اور اجر وثواب لے اڑے۔ ہم نیکی کے معاملے میں بہت پیچھے رہ گئے۔ آپؐ نے فرمایا کیوں کیا ہوا؟ انہوں نے جواباً عرض کیا کہ وہ لوگ یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ہماری طرح نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں۔ اس معاملہ میں تو ہم ان سے برابر ہی رہے۔ چونکہ ان کے پاس مال و دولت ہے اور ہم مال و دولت سے محروم ہیں اس لئے یتصدقون ولا نتصدق و یعتقون ولا نعتق وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے۔ وہ غلام آزاد کر لیتے ہیں اور ہم تو غلام آزاد نہیں کر سکتے۔ ہم تو نیکی کے معاملہ میں ان سے پیچھے رہ گئے۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا افلا اعلمکم شیئاً تدرکون بہ من سبقکم و تسبقون بہ من بعد کم کہ میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جس پر عمل کر کے تم اپنے سے اوپر والے درجات کے لوگوں سے جا ملو اور اپنے

سے کم درجات والوں سے بھی بڑھے رہو۔

وہ غریب صحابہ کرامؓ یہ بات سن کر انتہائی خوش ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسی بات تو ضرور بتلایئے اور جلد بتایئے۔

آپؐ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔

اس سے وہ بڑے خوش ہوئے اور یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بات مالدار صحابہ کرامؓ کو بھی معلوم ہوگئی اور انہوں نے بھی ہر نماز کے بعد یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔

جب ان فقراء کو اس بات کا پتہ چلا تو پھر آپؐ کی خدمت میں پریشانی کے عالم میں حاضر ہو گئے اور ساری بات عرض کر دی کہ **سمع اخواننا اهل الاموال بما فعلنا ففعلوا مثله** کہ ہمارے مالدار بھائیوں کو بھی اس وظیفہ کا علم ہو گیا ہے اور وہ بھی اس پر عمل کرنے لگے ہیں۔ آپؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا **ذالک فضل الله یوتیه من یشاء** کہ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطاء فرما دے اس کو کون روک سکتا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) صحابہ کرامؓ نیکیوں پر کس طرح حریص تھے۔
(۲) نیکی میں دوسرے پر سبقت لے جانے کا جذبہ محمود ہے۔
(۳) کلمات مذکورہ کی فضیلت و شان۔
(۴) صحابہ کرامؓ کے فقر و فاقہ کی حالت۔

## ۲۸۰ :- میں نے آج بڑا نفع کمایا

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب خیبر کو فتح کیا تو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا آپؐ نے وہ مال صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمادیا۔

اب لوگوں نے اپنے مال کو بیچنا شروع کر دیا تا کہ غیر ضروری اشیاء بیچ کر ضرورت کی چیزیں خرید سکیں۔ خرید وفروخت کا یہ سلسلہ جب بڑھا تو بعض صحابہ کرامؓ نے تجارت کر کے کافی نفع کمالیا۔

ایک آدمی پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوا اور خوشی خوشی عرض کرنے لگا یا رسول اللہ لقدر بحت ربحاً ماربح الیوم مثلہ احد کہ میں نے آج کی خرید وفروخت میں اتنا نفع کمایا ہے کہ اتنا کسی اور نے ہرگز نہ کمایا ہوگا۔

آپؐ نے فرمایا کیا کمایا ہے؟ وہ عرض کرنے لگا کہ میں برابر خرید و فروخت کرتا رہا حتی کہ میں نے شام تک تین سو اوقیہ چاندی (ایک من چار سیر) کمالی۔

آپؐ نے اس کی بات سن کر ارشاد فرمایا انا انبئک بخیر رجل ربح کہ میں تجھے وہ آدمی نہ بتاؤں جس نے تجھ سے بھی زیادہ نفع کمایا۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا یا رسول اللہ ضرور بتایئے وہ کون ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آدمی جس نے فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل ادا کر لئے اس نے تجھ سے بھی زیادہ نفع کمایا۔

**نتائج:-**

(۱) آپ کا طریقہ تعلیم و تربیت۔

(۲) نماز کی اہمیت وعظمت۔

(۳) عارضی اور دائمی نفع کا فرق۔

## ۲۸۱ :- حضرت! مجھے تو ڈر لگ رہا ہے

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے حال واحوال پوچھا۔

اس مجلس میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا' حضرت عزرائیل علیہ السلام نے بار بار اسکی طرف غور سے دیکھا۔ بوڑھا حیران تھا کہ یہ شخص تو میرا واقف نہیں ہے' مجھے کیوں اتنی توجہ سے دیکھ رہا ہے۔

جب حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو اس بوڑھے نے سوال کیا کہ اے حضرت یہ کون شخص تھا؟ آپ نے فرمایا! یہ ملک الموت تھا میرے ہاں حال واحوال پوچھنے آیا تھا۔

بوڑھے نے کانپ کر کہا کہ حضرت وہ تو مجھے بار بار گھور رہا تھا مجھے تو شدید ڈر لگ رہا ہے اس نے تو مجھے پہچان لیا ہے' کہیں میرا نمبر ہی نہ لگ جائے۔ اس لیے مجھے بچایئے آپؑ نے فرمایا کہ کیا مطلب؟ اس نے کہا کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے تابع کر دیا ہے آپ از راہ کرم ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے اٹھا کر آناً فاناً کسی دور دراز علاقے میں پہنچا دے۔ آپؑ نے اسکی خواہش کے مطابق ہوا کو حکم دیا۔ ہوا نے اسے اٹھا کر آناً فاناً ہندوستان کے علاقے میں کسی نامعلوم جزیرے پر ڈال دیا۔

ابھی وہ اس جزیرے پر پہنچا ہی تھا کہ فوراً حضرت عزرائیل علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور اسکی روح قبض کر لی۔

بعد ازاں جب پھر کسی دن حضرت عزرائیل علیہ السلام آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے انکے سامنے بوڑھے کا واقعہ بیان کیا کہ اس طرح وہ تمہارے بار بار دیکھنے کی وجہ سے ڈر گیا تھا۔ اور میں نے اسکے کہنے پر بذریعہ ہوا اسکو دور پہنچا دیا۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا تھا کہ اس کی روح فلاں وقت فلاں جزیرے سے جا کر قبض کرنی ہے۔ میں اسے دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ مجھے تو حکم یہ ہے اور وقت بالکل تھوڑا باقی ہے اور یہ شخص بڑی شان وشوکت کے ساتھ آپ کے پاس بیٹھا ہے۔ لیکن جب میں مقررہ وقت پر اس جزیرے میں پہنچا تو میں نے اسے وہاں موجود پایا اور اس کی روح قبض کر لی۔

**نتائج:-**

(۱) موت سے کسی کو مفر نہیں۔

(۲) موت کا وقت اور مقام متعین ہے جو ٹل نہیں سکتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب واقعہ۔

## ۲۸۲ :- اس مبارک جماعت کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کی یہ ڈیوٹی لگا رکھی

ہے کہ وہ مختلف مقامات پر پھر پھرا کر اللہ کا ذکر کرنے والے لوگوں کو تلاش کرتے ہیں اور پھر انہیں اپنے نورانی پروں کی لپیٹ میں لے کر ان پر اللہ کی رحمتیں برساتے ہیں۔

جب ان فرشتوں میں سے کسی فرشتہ کو کسی جگہ ذکر کرنے والے لوگ نظر آ جاتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ دوسرے فرشتوں کو بھی بلا لیتا ہے اور کہتا ہے ھلموا الی حاجتکم کہ ادھر آ جاؤ یہاں تمہارا مقصود موجود ہے۔ وہ سارے فرشتے وہاں جمع ہو جاتے ہیں فیحفو نھا بأجنحتھم الی السماء اور آسمان تک گھیرا ڈال کر انکو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔

جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے کے باوجود ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ من این جئتم کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! ہم تیرے ان بندوں کے ہاں سے آ رہے ہیں جو تیری تسبیح وتحمید وتکبیر کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں فھل راونی؟ کیا میرے ان بندوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ انہوں نے تجھے تو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیف لو رأونی اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو انکی کیا حالت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں پھر تو وہ تیری اس سے بھی زیادہ عبادت کرتے اس سے بھی زیادہ تسبیح وتحمید بیان کرتے۔

پھر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے سوال کرتے ہیں فما یسألون؟ کیا وہ لوگ مجھ سے کچھ مانگتے بھی تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ یا اللہ وہ تجھ سے جنت مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ! کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فکیف لو رأوھا اگر وہ جنت کو

دیکھ لیتے تو پھر کیا کرتے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ پھر تو وہ اس سے بھی زیادہ جنت کے طالب اور خواہش مند ہوتے۔ پھر اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں **فمم یتعوذون؟** کیا وہ کسی چیز سے پناہ بھی مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ہاں اے اللہ وہ جہنم سے پناہ مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بتاؤ! کیا ان لوگوں نے جہنم اور اسکے عذابوں کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو پھر کیا کرتے؟ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو پھر تو اور زیادہ اس سے ڈرتے اور پناہ مانگتے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ **اشھد کم انی قد غفرت لھم** تم گواہ ہو جاؤ میں نے اس مجلس کے سب لوگوں کی مغفرت فرمادی۔

یہ اعلان مغفرت سن کر ایک فرشتہ کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یا اللہ! فلاں آدمی تو ان میں سے نہیں ہے۔ وہ تو وہاں اپنے کسی کام کے لیے آیا ہوا تھا۔ کسی آدمی سے ملنا تھا یا اپنی کوئی حاجت تھی۔ اے اللہ! کیا تو نے اسکو بھی معاف کردیا؟ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے فرماتے ہیں **ھم القوم لایشقیٰ جلیسھم** کہ وہ اتنے مبارک لوگ ہیں کہ انکے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہا لہذا میں نے اس کو بھی بخش دیا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) فرشتے اہل ذکر کی مجالس کو تلاش کرتے ہیں۔

(۲) فرشتے غیب نہیں جانتے۔

(۳) کلمات تسبیح وتحمید وتکبیر کی فضیلت۔

(۴) نیک لوگوں کی صحبت کا فائدہ۔

# ۲۸۳ :- حضرت موسیٰؑ کا طمانچہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ ملک الموت حضرت موسی علیہ السلام کے گھر میں انسانی شکل میں داخل ہوئے۔ اور آپؑ سے کہا کہ میں آپ کی جان لینے کے لئے آیا ہوں آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت موسیٰؑ یہ سن کر جلال میں آ گئے **فلطمه ففقأ عينه** تو آپ نے اسکو زور سے ایک طمانچہ رسید کیا جس سے اسکی آنکھ پھوٹ گئی (شاید حضرت موسیٰؑ نے اسے انسان ہی سمجھا ہو) ملک الموت فوراً بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ! تیرے پیغمبر حضرت موسیٰؑ نے میری آنکھ پھوڑ دی اگر وہ تیرے پیغمبر نہ ہوتے تو شاید میں بھی بدلہ چکا دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے عزرائیلؑ جاؤ اور میرے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کو پیغام دے دو کہ وہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھ دے۔ جتنے بال اسکے ہاتھ کے نیچے آ جائیں گے اگر وہ چاہے تو میں اتنے سال اسکو زندہ رکھوں گا۔

چنانچہ ملک الموت نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا پیغام پہنچا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اتنے سال لمبی زندگی مل جانے پر پھر کیا ہوگا؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ پھر بھی موت تو لازماً آئے گی۔ آپؑ نے فرمایا کہ پھر ابھی میری جان قبض کر لو۔ پس اس نے آپ کو سونگھا اور روح قبض کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی آنکھ بھی درست فرما دی۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جلالی طبیعت۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی غیب کا علم نہ رکھتے تھے۔

(۳) جتنی بھی زندگی ہو بالآخر مرنا ہے۔

## ۲۸۴ :- ملک الموت کا پنجہ

ایک دفعہ خلیفہ منصور نے خواب میں حضرت عزرائیل علیہ السلام کو دیکھا اوران سے پوچھا کہ بتاؤ میری کتنی عمر باقی ہے؟ میرے ہاں کب روح قبض کرنے کے لیے آؤ گے؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ہاتھ سے اشارہ کیا جبکہ ہاتھ کی پانچوں انگلیاں کھلی ہوئی تھیں۔اور غائب ہو گئے۔

صبح ہوئی تو بادشاہ نے تمام علماء وحکماء کو جمع کیا اوران سے خواب کی تعبیر پوچھی ہر ایک نے اپنے اندازے اور سمجھ کے مطابق جواب دیا۔

کسی نے کہا اے خلیفہ! معلوم ہوتا ہے آپ کی عمر پانچ دن باقی رہ گئی ہے۔ بادشاہ تو یہ سن کر بڑا خوفزدہ ہو گیا۔ دوسرا بولا اس سے مراد پانچ ماہ ہے۔ خلیفہ پھر بھی پریشان! تیسرا گویا ہوا کہ اس سے مراد پانچ سال ہے۔اور آپ پانچ سال مزید زندہ رہ سکیں گے۔بادشاہ کسی بات پر بھی مطمئن نہ ہوا۔

بالآخر کسی نے مشورہ دیا کہ اسکے متعلق حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا جائے۔ چنانچہ جب آپؒ کے سامنے خواب بیان کیا گیا تو آپؒ نے ارشادفرمایا کہ عزرائیل کے پنجہ دکھانے کا مطلب یہ تھا کہ اے خلیفہ! آپ کا سوال ان پانچ چیزوں میں سے ایک کے متعلق ہے جنکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انکا علم مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ پھر آپؒ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ان اللہ عندہ علم الساعة و ینزل الغیث و یعلم ما فی الأرحام

و ماتدری نفس ماذا تکسب غداً و ما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر (لقمان)

بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، اور وہی بارش اتارتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں کے اندر ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔
(۲) ملک الموت کو بھی کسی کی موت کا وقت معلوم نہیں۔
(۳) حضرت امام ابو حنیفہؒ کا علمی مقام۔
(۴) سرکاری مولوی عموماً علم سے کورے ہوتے ہیں۔

## ۲۸۵ :۔ دونوں جہنم میں چلے جاؤ

بعض روایات میں یہ بات آئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سارے لوگوں کے سامنے دو گناہ گاروں کا فیصلہ فرمائیں گے کہ تم دونوں اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں چلے جاؤ۔ یہ فیصلہ سن کر ایک آدمی تو سیدھا جہنم کی طرف تیزی سے چل پڑے گا اور بلا روک ٹوک جہنم کی طرف رواں دواں ہو جائے گا۔

جبکہ دوسرا آدمی انتہائی آہستہ آہستہ بوجھل قدموں سے چل رہا ہوگا اور بار بار مڑ کر پیچھے دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ فوراً دونوں کو واپس بلا لیں گے۔ اور فرمائیں گے کہ تو بتا پیچھے مڑ مڑ کر کیا دیکھتا ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ! پیچھے مڑ کر تو اس

لیے دیکھتا ہوں کہ شاید تیری رحمت کو جوش آ جائے اور تجھے ترس آ جائے اور تو مجھے معاف فرما دے۔ میں تو اس امید پر بار بار پیچھے دیکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے جب تجھے میری رحمت کی اتنی امید ہے تو جا میں نے اپنی رحمت سے تجھے معاف کر دیا۔ اب تیرے لیے جنت کے دروازے کھلے ہیں۔

اسی طرح دوسرے آدمی سے اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے کہ تو اپنے حق میں جہنم کا فیصلہ سن کر تیزی سے اسکی طرف کیوں دوڑ پڑا۔ وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ! دوڑا تو اس لیے ہوں کہ میں نے دنیا کے اندر جی بھر کر تیری نافرمانی کی۔ اور تیرے ہر حکم کی خلاف ورزی کی۔ میں نے سوچا کہ آج یہ تیرا آخری حکم ہے کم از کم اسے تو خوش دلی سے مان لوں۔ چنانچہ میں تیرا یہ حکم سنتے ہی دوڑ پڑا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ جائے گی اور اس کی اس بات پر اسے بھی معاف کر کے جنت میں جانے کی اجازت دے دیں گے۔

**نتائج:-**

(۱) کسی حال میں بھی اسکی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت بے پایاں ہے۔

(۳) مشرک کے سوا ہر ایک کی مغفرت یقینی ہے۔

## ۴۸۶ :- پھر تو میں حدیث بیان کرنے کے قابل نہ رہا

مشہور محدث امام ترمذی رحمہ اللہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ ایک

دفعہ شاگردوں کے ہمراہ سفر پر جا رہے تھے۔ اونٹ پر سوار تھے کہ آپ نے ایک جگہ اپنا سر غیر معمولی حد تک نیچے جھکا لیا۔

شاگرد بڑے حیران ہوئے اور سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔

آپؒ نے جواب دیا کہ درخت کی خطرناک شاخ سے میں نے سر بچایا ہے۔

شاگرد بولے کہ حضرت! یہاں تو کوئی درخت وغیرہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ دور دور تک درخت کا نام و نشان نہیں ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ جوانی میں اس راستے کا سفر کیا تھا۔ یہاں ایک بڑا درخت تھا جسکی ایک شاخ خطرناک حد تک نیچے جھکی ہوئی تھی میں نے اسکے خطرے سے سر نیچا کیا ہے۔

شاگردوں نے کہا کہ حضرت! یہاں تو کسی قسم کا درخت موجود نہیں ہے اور نہ ہی درخت کے آثار ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ تمہارا خیال ہے کہ میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے؟ جاؤ آس پاس کے دیہاتوں سے بڑے بوڑھوں سے جا کر پتہ کرو اگر واقعی یہاں درخت نہ تھا تو پھر میرا حافظہ یقیناً کمزور ہو گیا ہے اور میں حدیث شریف روایت کرنے کے قابل نہیں رہا۔

شاگردوں نے دیہات کے بڑے بوڑھوں سے پتہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ واقعی کئی سال قبل یہاں ایک درخت اس قسم کا موجود تھا اور اسے آج سے بارہ سال قبل کاٹ دیا گیا تھا۔

یہ واقعہ سن کر امام صاحب کے شاگرد ورطہ حیرت میں ڈوب گئے اور امام صاحب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ الحمد للہ ابھی میرا حافظہ کمزور نہیں ہوا اور میرے اندر روایت حدیث کی صلاحیت موجود ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) امام ترمذیؒ کا حیران کن حافظہ۔

(۲) آپؒ کا بے مثال تقویٰ۔

(۳) روایت حدیث کے لیے کڑی شرائط۔

## ۲۸۷ :۔ چھوٹے محمد کا یہ حال ہے تو بڑے محمد کی کیا شان ہو گی۔

فقہ حنفی کے مشہور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ جب چودہ سال کی عمر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس میں شاگردی کے لیے حاضر ہوئے تو وہاں حفظ قرآن کی شرط تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا حافظہ دیا تھا کہ آپؒ نے صرف ایک ہفتہ میں قرآن مجید حفظ کر کے داخلہ کی شرط پوری کر لی۔

اور پھر صرف چار سال تک امام صاحب کے حلقہ درس سے اکتساب فیض کیا کہ انکی وفات ہوگئی۔ بعدازاں آپؒ نے انکے شاگرد امام ابو یوسفؒ سے بھی کسب فیض کیا۔ اور شیخین کے علوم کی حفاظت و اشاعت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔

چنانچہ آپ نے المبسوط، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر اور السیر الکبیر جیسی شہرہ آفاق کتب مرتب کیں۔

بر[illegible] میں مذکور ہے کہ ایک بہت بڑے عیسائی عالم نے امام محمدؒ کی کتاب المبسوط کا مطالعہ کیا تو وہ انکے علم و اجتہاد سے اتنا متاثر ہوا کہ اسکے دل میں اسلام کی صداقت کا یقین پیدا ہوگیا اور اس نے یہ کہتے ہوئے قبول اسلام کا اعلان

کردیا کہ جب مسلمانوں کے چھوٹے محمد کے علم کا یہ حال ہے تو انکے بڑے محمد (ﷺ) کی کیا شان ہوگی؟

**نتائج:۔**

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ کا علم واجتہاد۔

(۲) امام محمد کا حیرت انگیز حافظہ۔

(۳) فقہاء عظام کی عظیم دینی خدمات۔

## ۲۸۸:۔ اے کریم تیرا گزرا ہوا زمانہ کتنا موجب شکر ہے؟

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بزرگ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور دوران طواف دیکھا کہ ایک لڑکی اپنا بچہ اٹھائے ہوئے طواف کر رہی ہے۔ اور بار بار اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہہ رہی ہے کہ اے کریم اے میرے مولیٰ! ترا گزرا ہوا زمانہ کتنا موجب شکر ہے میں تو اسکے شکریہ سے عاجز ہوں۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے اسکی بات سن کر تجسس پیدا ہوا' میں نے بعد از طواف اس سے سوال کیا کہ اے بیٹی! دوران طواف تو اپنے گزرے ہوئے زمانہ کا جو ذکر کر رہی تھی یہ کیا واقعہ ہے؟

اس عورت نے بتایا کہ میں چند دن پہلے ایک کشتی میں سفر کر رہی تھی کہ دوران سفر وہ کشتی سمندری طوفان سے تباہ ہو گئی کشتی میں سوار سب آدمی ہلاک ہو گئے۔ خدا کی قدرت کہ میں اور میرا بچہ ایک تختہ پر زندہ باقی رہ گئے۔

وہ تختہ ہمیں لیکر سمندر میں ادھر ادھر تیر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک

اور تختے پر ایک حبشی بھی زندہ سلامت موجود ہے۔ صبح جب اس حبشی نے مجھے تختے پر تیرتے دیکھا تو وہ پانی کو ہٹاتا ہوا اپنا تختہ میرے قریب لایا اور میرے تختے پر سوار ہو گیا میں نے دل میں سوچا کہ یہ شخص شاید میرے لے فرشتہ رحمت بن کر آیا ہو اور پانی کو ہٹا کر شاید اس تختے کو کسی کنارے پر لے جانے کی کوشش کرے گا۔ خود بھی اس مصیبت سے نجات حاصل کرے گا اور مجھے بھی نجات دلائے گا۔

لیکن میرے خیال کے برعکس وہ شخص انتہائی غلیظ نکلا اور مجھ سے برائی کی خواہش کرنے لگا میں نے ہر چند منع کیا کہ خدا کا خوف کر' اور اتنی شدید مصیبت میں ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دے۔ ایسی حالت میں تو ہمیں زیادہ سے زیادہ گریہ وزاری سے دعاء کرنی چاہیے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی۔ مگر اس شخص پر اس طرح شیطنت سوار تھی کہ وہ معصیت پر بضد تھا۔ میں نے اپنے بچے کو چٹکی بھری اور وہ رونے لگا۔ تو میں نے اسے کہا کہ اچھا ذرا ٹھہر جا میں اس بچے کو سلا لوں کہ یہ رو رہا ہے۔

اس ظالم شخص نے فوراً میرے بچے کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا۔ میرا بچہ میری آنکھوں کے سامنے سمندر کی لہروں میں گم ہو گیا۔ یہ منظر میرے لیے بڑا کربناک تھا اس اضطرار کی حالت میں میں نے اپنے مولیٰ سے دل کی گہرائیوں سے دعاء کی کہ اے اللہ! اس بے کسی اور بے بسی کے عالم میں تو ہی مجھے اس ظالم سے بچا۔

میں یہ الفاظ کہہ رہی تھی کہ سمندر سے ایک بڑا جانور منہ کھولے ہوئے برآمد ہوا اور اس حبشی کا لقمہ بنا کر سمندر میں غائب ہو گیا۔

اب میں اکیلی رہ گئی نہ کوئی مونس نہ غمخوار' بچے کا بھی شدید غم اور اپنی جان کا بھی فکر تھا۔ دو تین دن کے بعد وہ تختہ تیرتا تیرتا ایک جزیرے پر لگ گیا میں

اس جزیرے پر اتر کر رہنے لگی۔ وہاں درختوں کے پتے وغیرہ کھا کر گزارہ کرتی رہی۔

کئی دنوں کے بعد مجھے سمندر میں ایک کشتی جاتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے ٹیلہ پر چڑھ کر کپڑا اہلایا اور کشتی والوں کو اشارہ سے بلایا۔ وہاں سے تین آدمی ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر میرے پاس آئے اور مجھے ساتھ بٹھا کر بڑی کشتی میں لے گئے۔

بڑی کشتی میں جب میں داخل ہوئی تو میری حیرانی کی انتہاء نہ رہی کہ ایک شخص میرے بچے کو اٹھائے ہوئے تھا۔ میں تو وارفتگی کے عالم میں بچے پر لپٹ گئی اسے پیار کرنے لگی۔ میں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ شاید تو پاگل تو نہیں ہے؟ یہ بچہ تیرا کس طرح ہو سکتا ہے؟

میں نے انہیں سارا قصہ سنایا تو انہیں یقین آ گیا اور وہ حیرت میں ڈوب گئے۔ اب انہوں نے بچے کے متعلق اپنا واقعہ بتایا کہ چند دن پہلے ہم اسی طرح سمندر میں سفر کرتے چلے آ رہے تھے کہ ایک بڑا جانور سمندر کے پانی کے اوپر آیا اور اسکی پشت پر یہ بچہ بڑے سکون کے ساتھ بیٹھا کھیل رہا تھا۔ ایک غیبی آواز آئی کہ اس بچے کو اٹھا لو۔ چنانچہ ہم نے آگے بڑھ کر وہ بچہ اٹھا لیا اور وہ جانور غائب ہو گیا۔

اب سب خدا تعالیٰ کی قدرت کے اس عجیب مظاہرے پر حیران تھے اور سب نے سچے دل سے عہد کیا کہ آئندہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

آج میں بیت اللہ میں پہنچی تو اللہ تعالیٰ کے اسی کرم و احسان کو یاد کر کے دعاء کر رہی ہوں۔

**نتائج:-**

(۱) اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا عجیب مظہر۔

(۲) مضطر کی دعاء قبول ہوتی ہے۔

(۳) تقویٰ اور پرہیزگاری ذریعہ نجات ہے۔

## ۲۸۹ :- اللہ کی قسم میں نے آپکا سلام نہیں سنا

حدیث شریف میں وارد ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات حسرت آیات سے صحابہ کرامؓ کو اسقدر صدمہ ہوا کہ جس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب سے مدینہ منورہ آباد ہوا اس سے زیادہ الم ناک واقعہ اس میں نہ رونما ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہوگا۔

بعض صحابہ کرامؓ اس موقعہ پر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ بعض کی آنکھیں پتھرا گئیں، بعض کی زبانیں گنگ ہوگئیں اور بعض صحابہ کرامؓ اپنی یادداشت کھو بیٹھے اور چلتے چلتے جنگلوں اور پہاڑوں میں پہنچ گئے۔

حضرت سیدنا عثمان غنیؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی شدید صدمہ سے دوچار ہوا ایک دفعہ اسی کیفیت میں سرراہ بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ حضرت عمرؓ میرے پاس سے گزرے انہوں نے گزرتے گزرتے مجھے سلام کیا۔ میں تو اپنی کیفیت میں بیٹھا تھا مجھے ان کے سلام وغیرہ کرنے کا کوئی پتہ نہ چلا۔

حضرت عمرؓ کو بڑا غصہ آیا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا وہ یہ شکایت لیکر سیدھے خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر الصدیقؓ کے ہاں پہنچے

اور انہیں بتایا کہ میرے بھائی عثمانؓ نے آج میرے سلام کا جواب تک نہیں دیا۔ ابھی تو رسول اللہ کو دنیا سے رخصت ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا اور ابھی سے ہمارے درمیان اتنا بعد پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ شکایت سنی تو فرمایا کہ معاملہ تو واقعی بڑا سنگین ہے چلو حضرت عثمانؓ سے جا کر اسکی وجہ پوچھتے ہیں۔

چنانچہ یہ دونوں حضرات چل کر میرے ہاں پہنچ گئے' سلام کیا اور بیٹھ گئے اب حضرت ابوبکرؓ نے سوال کیا کہ اے عثمان! **ماحملک علی ان لا ترد علیٰ اخیک عمر** آپ نے اپنے بھائی حضرت عمرؓ کا سلام قبول کیوں نہیں کیا؟ میں نے جواب دیا **ما فعلت** کہ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ مجھے سلام دیں اور میں انکے سلام کا جواب نہ دوں؟

یہ بات سن کر حضرت عمرؓ ذرا جوش میں آ گئے اور فرمایا **بلی واللہ لقد فعلت** اللہ کی قسم آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔ انکے قسم اٹھانے پر مجھے بھی جوش آیا تو میں نے بھی جواباً کہا **واللہ ماشعرت انک مررت ولا سلمت** کہ اللہ کی قسم مجھے نہ تو آپکے گزرنے کا پتہ ہے اور نہ سلام کا۔

اب جب ہم دونوں نے قسمیں اٹھا لیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ شدید حیران ہوئے کہ دونوں صحابی رسول ہیں' سچے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف قسمیں اٹھا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ انتہائی صاحب بصیرت اور معاملہ فہم تھے وہ بات کی تہہ تک پہنچ گئے اور فرمانے لگے کہ اے عثمان! ہو سکتا ہے آپ کسی فکر اور سوچ میں بیٹھے ہوں اور آپ انکے سلام کو سن نہ سکے ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ ہاں یہ بات تو تھی میں ایک گہری فکر میں تھا۔

حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ کیا سوچ رہے تھے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا

کہ توفی اللہ تعالیٰ نبیہ ﷺ قبل ان نسألہ عن نجاۃ ھذا الامر ۔ حضور ﷺ کی وفات ہوگئی اور ہم آپ سے یہ بھی نہ پوچھ سکے کہ اس معاملہ (دین اسلام) میں نجات کا دارومدار کیا ہے؟

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میری یہ بات سن کر فوراً حضرت ابوبکرؓ گویا ہوئے اور فرمایا کہ اے عثمان! اگر تو نے یہ مسئلہ نہ پوچھا تو کیا خیال ہے میں نے بھی نہ پوچھا ہوگا؟ قد سالتہ عن ذالک اللہ کی قسم میں نے یہ بات آپؐ سے پوچھ لی تھی۔ یہ بات سن کر میں فوراً اٹھا اور حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا بابی انت وامی انت احق بھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہی اس بات کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ مجھے جلدی سے بتایئے کہ اس دین اسلام میں نجات کا دارومدار کس چیز پر ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے آپؐ سے یہ سوال کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھامن قبل منی الکلمۃ التی عرضت علی عمی فردھا فھی لہ نجاۃ. کہ جس شخص نے اس کلمہ کو قبول کرلیا جو میں نے اپنے چچا ابوطالب پر اس کے انتقال کے وقت پیش کیا تھا اور اس نے اسکا انکار کر دیا تھا وہی کلمہ ذریعہ نجات ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) کلمہ طیبہ کی فضیلت۔

(۲) آپؐ کی وفات پر صحابہ کرامؓ کا حزن وملال۔

(۳) صحابہ کرامؓ کو دین کی فکر کس حد تک تھی؟

(۴) حضرت ابوبکرؓ کی شان وعظمت۔

(۵) زندہ ہوتے ہوئے بھی حضرت عثمانؓ سلام نہ سن سکے۔

(۶) ابوطالب نے کلمہ اسلام قبول نہ کیا تھا۔

## ۲۹۰ :- تم کتنی جلدی ہلاکت میں پڑ گئے ہو

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک بلند پایہ صحابی رسولؐ تھے۔ کتاب اللہ کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ دینی مسائل میں ان پر حد سے زیادہ اعتماد کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں دیکھا کہ کچھ لوگ مل کر آواز بلند اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں۔ ایک شخص انہیں کہتا ہے کہ اب سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔ وہ پڑھتے ہیں۔ پھر کہتا ہے اب سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ اب سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھو۔ وہ لوگ اسی طرح ذکر میں مشغول ہیں۔

آپؓ نے ان سے پوچھا کہ یہ تم کیا پڑھ رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تکبیر وتہلیل وتسبیح پڑھ رہے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا فعدوا من سیئاتکم کہ تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کرو۔ وہ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ یہ کون شخص ہے جو ہمیں اس طرح ذکر اللہ سے روکتا ہے۔ آپ نے فرمایا من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فأنا عبداللہ بن مسعود کہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ اب جان لے کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں۔

پھر آپ نے سختی سے ان کو ڈانٹا اور فرمایا ویحکم یا امۃ محمد ﷺ ما اسرع ھلکتکم افسوس ہے تم پر اے امت محمدیہؐ! کتنی جلدی تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو ھولاء صحابۃ بینکم متوافرون ابھی تک صحابہ کرامؓ بکثرت تم میں موجود ہیں۔ وھذا ثیابہ لم تبل وآنیتہ لم تکسر ابھی تک آپؐ کے کپڑے

بھی پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک آپ ؐ کے برتن بھی نہیں ٹوٹے وانتم مفتحی باب الضلالة اور تم نے گمراہی کا ایک دروازہ کھول لیا ہے۔ پھر قسم اٹھا کر فرمایا فوالذی لا الہ غیرہ لقد جئتم ببدعة ظلماء اولقد فقتم علی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں خدائے وحدہ لاشریک کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت جاری کر رکھی ہے۔ یا تم علم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بڑھ گئے ہو؟ تعلمون انکم لأهدی من محمد ﷺ واصحابه کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم آنحضرت ﷺ اور آپ ؓ کے صحابہ کرام ؓ سے زیادہ ہدایت پر ہو؟

اسی طرح ایک موقعہ پر آپ ؓ ایک مسجد میں تشریف لے گئے وہاں کچھ لوگ بلند آواز سے کلمہ شریف اور درود شریف پڑھ رہے تھے تو آپ ؓ نے ان لوگوں کو مسجد سے نکال دیا اور فرمایا ما اراکم الا مبتدعین کہ میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی غیرت ایمانی۔

(۲) اپنی طرف سے عبادت کی شکل تجویز کر لینا بدعت ہے۔

(۳) مبارک کلمات میں بھی اگر بدعت کا انداز اختیار کیا جائے تو انکا نور ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) اہل بدعت کو مسجدوں سے نکال دینا چاہیے۔

# ۲۹۱:- میرے لئے ابوسلمہؓ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میرے اور میرے شوہر حضرت ابوسلمہؓ کے درمیان حد درجہ کی محبت تھی۔

ایک دفعہ میرے شوہر حضرت ابوسلمہؓ گھر تشریف لائے تو بڑے خوش تھے۔ میں نے خوشی کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ میں آج رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سن کر آیا ہوں جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ پھر ایسی حدیث مجھے بھی سنایئے۔ حضرت ابوسلمہؓ فرمانے لگے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور اسکے بعد یہ دعاء مانگے **اللھم عندک احتسب مصیبتی ھذہ اللھم اخلفنی فیھا بخیر منھا** کہ اے اللہ میں اس مصیبت میں تجھ سے اجر کی امید رکھتا ہوں۔ اے اللہ تو مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بھی یہ دعاء یاد کر لی۔ چنانچہ جب میرے خاوند حضرت ابوسلمہؓ کا انتقال ہو گیا تو مجھے یہ حدیث یاد آئی کہ اس اتنی بڑی مصیبت کے وقت تو مجھے یہ دعاء ضرور پڑھنی چاہیے۔ لیکن پھر میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر کون مل سکتا ہے؟ مگر چونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد تھا میں نے یقین کے ساتھ یہ دعاء پڑھ لی۔ اور اس کا یہ ثمرہ ظاہر ہوا کہ عدت گزرنے پر مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نکاح کا پیغام ملا جن سے بہتر پوری دنیا میں کوئی نہیں۔ میں نے آپ ﷺ کے پیغام کو قبول کر لیا اور امہات المومنین میں شامل ہو

گئی۔

**نتائج:۔**

(۱) مصیبت میں صبر کر کے اللہ سے اجر کی امید رکھنی چاہیے۔

(۲) ام سلمہؓ کا یقین کامل۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا ہر فرمان سچا ہے۔

## ۲۹۲ :- اگر تو الہ ہوتا تو اس ذلت کا شکار نہ ہوتا

حضرت عمرو بن الجموحؓ یثرب کے عظیم سردار تھے نہایت سخی اور بہادر تھے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ ہر سردار کے لیے خصوصی بت ہوتا تھا جس کی وہ عبادت کیا کرتا تھا۔ حسب رواج انکا بھی ایک بت تھا جس کا نام مناۃ تھا۔

یہ صبح و شام اسکی عبادت کرتے' اسے خوشبو لگاتے اور ہر طرح اسکی سیوا کرتے تھے تقریباً ان کی عمر ساٹھ سال ہوگی کہ جب مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کوششوں سے ایمان کی کرنیں انکے گھر میں داخل ہوئیں۔ انکے تینوں بیٹے معوذ' معاذ اور خلاد حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ بیٹوں سے متاثر ہو کر انکی ماں ہند بھی مسلمان ہوگئی۔ سب گھر والوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی' ہر طرح سمجھایا بجھایا لیکن یہ مسلمان نہ ہوئے بلکہ غضب ناک ہو گئے۔

ایک دفعہ اپنے بیٹے سے سورۃ فاتحہ سنی تو کلام الٰہی سے کچھ متاثر ہوئے۔ بیٹوں نے موقع غنیمت جان کر انہیں پھر اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد کہنے لگے لست فا علا حتی استشیر مناۃ کہ

جب تک میں اپنے معبود مناۃ سے مشورہ نہ کرلوں میں یہ دعوت قبول نہیں کرسکتا۔

بیٹوں نے بہت سمجھایا کہ ابا جان! وہ تو ایک بے جان مورتی ہے **لایسمع ولایبصر** نہ سنتی نہ دیکھتی ہے آپ اس سے کیا مشورہ کریں گے؟

بہر حال انہوں نے اپنے بت کے سامنے کھڑے ہوکر سارا ماجرا کہہ سنایا اور اس سے مشورہ طلب کیا مگر کوئی جواب نہ آیا۔

حضرت عمرو بن الجموح پاؤں سے لنگڑے تھے جب سیدھے کھڑے ہوتے تھے تو دوسرا پاؤں زمین پر نہ لگا سکتے تھے۔ چنانچہ یہ ایک ہی پاؤں پر بڑی مشکل اور تکلیف کے ساتھ اپنے معبود کے سامنے کافی دیر تک ہاتھ باندھے کھڑے رہے۔ چنانچہ جب کچھ بھی جواب نہ آیا تو خود ہی تھک ہار کر کہنے لگے **لعلک قد غضبت** شاید تو ناراض ہوگیا ہے۔ میرے ساتھ کلام کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ چلو چند دنوں کے بعد جب تیرا غصہ ٹھنڈا ہو جائیگا تو میں پھر مشورہ کر لوں گا۔

انکے موحد بیٹے انکی یہ غیر عاقلانہ ادائیں دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے اور سوچتے تھے کہ کاش ہمارے والد صاحب کے ذہن سے اس بت کی عقیدت کسی طرح نکل جائے۔

ایک دفعہ انکے تینوں بیٹے مشورہ کر کے اپنے مخلص دوست حضرت معاذ بن جبلؓ کو ساتھ لیکر رات کی تاریکی میں انکے عبادت خانے میں آئے اور اس بت کو اٹھا لیا اور اسے باہر لے جا کر گڑھے میں پھینک دیا' جہاں بنو سلمہ گندگی وغیرہ پھینکتے تھے۔ صبح کے وقت جب یہ اپنے بت کے ہاں حاضری کے لیے گئے تو اسے وہاں موجود نہ پا کر بڑے پریشان ہوئے۔ سب گھر والوں سے بار بار پوچھا کہ رات کے وقت میرے معبود کو کس نے اٹھا لیا ہے؟ سب نے خاموشی اختیار کی' پھر

خود ہی اسے تلاش کرتے کراتے اس گڑھے پر پہنچے تو وہاں اپنے معبود کو بڑی ذلت کے ساتھ پڑے ہوئے دیکھا۔ اسے ادب و احترام سے اٹھایا' صاف کیا' نہلایا' خوشبو وغیرہ لگائی اور لاکر عبادت خانے میں سجا دیا۔

انکے بیٹوں نے دوسری رات پھر اس بت کے ساتھ یہی حشر کیا۔ چنانچہ پھر انہوں نے تلاش کیا اور بڑے غضب ناک ہوئے سب گھر والوں کو برا بھلا کہا۔ بالآخر وہ بت انہیں گندگی کے ایک ڈھیر سے گندگی میں لتھڑا ہوا مل گیا پھر صاف کر کے اسے لاکر رکھ دیا۔

یہ واقعہ انکے بت کے ساتھ کئی دفعہ رونما ہوا حتیٰ کہ یہ خود تنگ آ گئے اور بڑے حیران بھی ہوئے کہ یہ خود اپنے نفع و نقصان کا خیال کیوں نہیں رکھتا؟ چنانچہ ایک دن انہوں نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ اے میرے معبود! میں نہیں جانتا کہ رات کے وقت کون تیرے ساتھ یہ ناروا سلوک کرتا ہے **فان کان فیک خیر فادفع الشر عن نفسک** اگر تیرے اندر کچھ جرأت و ہمت ہے تو خود اپنا دفاع کر۔ یہ کہتے ہوئے ایک تلوار بھی اسکے پاس رکھ دی بلکہ گلے میں ڈال دی۔

یہ اپنے طور پر مطمئن تھے کہ اب تو میں نے اپنے معبود کو اسلحہ بھی مہیا کر دیا ہے اب یقیناً اس کا دشمن اسکے ہاتھوں سے بچ کر نہیں جائے گا۔

رات کے وقت انکے بیٹوں نے چپکے سے اٹھ کر اس کے گلے سے تلوار نکال لی اور اسے اٹھا کر باہر لے گئے اور ایک مرا ہوا بدبودار کتا اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیا اور اسے اسی گڑھے میں پھینک دیا۔

صبح سویرے یہ اسی طرح مناۃ کو تلاش کرنے نکلے۔ تلاش کرتے کرتے اسے وہاں گوڑھے میں انتہائی ذلت کے ساتھ مرے ہوئے کتے کے ساتھ اوندھا پڑا ہوا دیکھا۔ یہ منظر دیکھ کر انکے دل و دماغ میں ایک جھٹکا سا لگا' اسکی بے بسی کا

یقین پیدا ہو گیا اور بے ساختہ پکار اٹھے۔

واللہ لو کنت الھا لم تکن انت و کلب و سط بئر فی قرن

اللہ کی قسم اگر تو الہ اور معبود ہوتا' حاجت روا اور مشکل کشا ہوتا تو آج تو اس ذلت و رسوائی کے ساتھ اس مرے ہوئے کتے کیساتھ اس گڑھے میں نہ پڑا ہوتا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ اور انکے بیٹوں کی یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ انہیں مناۃ کی بے بسی کا یقین کامل ہو گیا اور اسی روز قبولیت اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور پھر اسی دین توحید کی خاطر غزوہ احد میں شرکت کر کے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔

**نتائج:۔**

(۱) نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) غیر اللہ کی بے بسی کے اظہار کے لیے انکے بیٹوں کی خوبصورت تدبیر۔

(۳) جو اپنے ذاتی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا وہ الہ اور معبود نہیں ہو سکتا۔

(۴) عذر کے باجود حضرت عمرو بن جموحؓ کی جنگ میں شرکت اور شہادت۔

## ۲۹۳ :۔ جس نے ہمارے ساتھ تجارت کی نفع ہی پایا۔

ایک بزرگ حضرت ربیع بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنے

ساتھیوں کے ہمراہ حج پر جا رہا تھا۔ دوران سفر ہم نے چند دنوں کے لیے کوفہ میں قیام کیا۔

کوفہ میں قیام کے دوران ایک دن میں شہر سے باہر گھومنے پھرنے کے لئے گیا تو کیا دیکھا کہ ایک مردہ خچر پڑا ہے اور ایک باپردہ خاتون اسکا گوشت چاقو سے کاٹ کاٹ کر تھیلے میں ڈال رہی ہے۔ میں یہ منظر دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ آخر اس عورت کو یہ حرام گوشت حاصل کرنے کی کیا مجبوری ہے۔

چنانچہ میں اسی تجسس کے لیے اسکے پیچھے چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عورت شہر کے ایک محلے میں آئی اور ایک پرانے مکان کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں بدنصیب تمہاری ماں ہی ہوں۔ دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ اسکی لڑکیاں نہایت شریف اور خستہ حال ہیں۔ اس عورت نے ان لڑکیوں کو وہ گوشت دیا اور کہا یہ لو اسے پکا لو اور کھا لو۔ میں غصے میں تلملا رہا تھا کہ یہ عجیب عورت ہے جو اپنی لڑکیوں کو حرام کھانے کو دے رہی ہے۔ میں اسی سوچ میں انکے گھر کے سامنے گھومتا رہا کہ کسی طرح انکو حرام کھانے سے منع کروں۔ دروازہ اندر سے بند ہے۔ پرایا گھر ہے۔ مرد تو کوئی موجود نہیں؛ جس سے بات کروں۔

تھوڑی دیر کے بعد جب انہوں نے گوشت بھون کر کھانا شروع کیا تو میں نے دروازہ کے سوراخ سے دیکھ لیا۔ اب مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے جذبات میں آ کر انکا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا اور کہا کہ یہ حرام ہے۔ مردار کا گوشت ہے۔ اسے نہ کھاؤ۔ خدا سے ڈرو۔

وہ عورت دروازہ پر آئی اور مجھے کہا کہ اے پردیسی تو ہمارے معاملے میں کیوں دخل دیتا ہے؟ جا اپنا کام کر۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ہم مقدر کے

قیدی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے ہیں۔ تین سال ہو گئے ہیں ان لڑکیوں کا والد فوت ہو گیا ہے۔ سب ترکہ وغیرہ ختم ہو گیا ہے۔ چار دن سے ہم فاقہ کا شکار ہیں۔ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ مسلسل فاقوں کیوجہ سے اب ہم حالت اضطرار میں ہیں اور یہ گوشت ہمارے لیے کھانا جائز ہے۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اس عورت کی یہ باتیں سنیں تو مجھے بڑا ترس آیا۔ روتا ہوا واپس آیا۔ میرے ساتھی مکہ مکرمہ جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے انہیں بتا دیا کہ میں حج کرنے تمہارے ساتھ نہ جاؤں گا۔ انہوں نے بہت پوچھا مگر میں نے کچھ نہ بتایا اور صرف اتنا ہی کہا کہ میرا ارادہ بدل گیا ہے۔ پھر کسی سال حج کرلوں گا۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ عجیب پاگل آدمی ہے۔

پھر میں نے رات کی تاریکی میں اپنا سارا مال اسباب، زادراہ وغیرہ اٹھایا اور اس بڑھیا کے گھر پہنچ گیا اور اپنا سارا آٹا دانہ انکو دے دیا۔ علاوہ ازیں میرے پاس سفر حج کے اخراجات کے لیے ایک تھیلی میں چھ سو درہم (چاندی کے سکے) بھی تھے وہ بھی میں نے انکو دے دیے۔

اس عورت نے مجھے دعاء دی کہ جزاک اللہ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے اسکا بدلہ دے۔ اسکی ایک لڑکی بولی احسن الجزاء کہ اللہ تجھے اسکا بہترین بدلہ جلد عطاء فرمائے۔ دوسری لڑکی بولی تقبل اللہ حجک کہ اللہ تیرا حج منظور وقبول فرمائے۔ تیسری لڑکی نے کہا یغفرک اللہ ویدخلک الجنۃ کہ اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے اور تجھے جنت میں جگہ دے۔ چوتھی نے دعاء دی یحشرک ویسرافقک اللہ مع جدنا کہ اللہ ہمارے جدامجد (نبی اکرمؐ) کے ساتھ تیرا حشر

کرے۔

سارا مال و اسباب دینے کے بعد میں خود کوفہ میں ہی رہا۔ کیونکہ اب میرے پاس حج کے لئے نہ زاد راہ تھا اور نہ خرچہ تھا۔ میں اس خیال میں تھا کہ حج کے بعد جب میرے ساتھیوں والا قافلہ آئے گا تو انکے ساتھ گھر واپس چلا جاؤنگا۔

چنانچہ کئی ماہ کے بعد لوگ حج سے واپس آنا شروع ہو گئے، حتیٰ کہ میرے والا قافلہ بھی آ گیا۔ میں انکے پاس حاضر ہوا۔ انہیں مبارکباد دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور ان سے دعاء کی درخواست کی۔ وہ کہنے لگے یہ دعاء کیسی؟ تو ہمارے ساتھ نہ تھا؟ ہم نے تجھے فلاں دن طواف میں دیکھا، تو نے ہمارے ساتھ سعی کی، منیٰ و عرفات میں بھی تو ہمارے ساتھ تھا۔ حتیٰ کہ حج کے بعد مدینہ منورہ بھی تو ہمارے ساتھ گیا۔ اور اب ہمیں کہتا ہے کہ میں حج پر گیا ہی نہیں ہوں۔

قافلے میں سے ایک اجنبی شخص نے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا ''لو میاں یہ اپنی تھیلی سنبھالو''۔ میں بڑا حیران ہوا کہ یہ تھیلی کیسی ہے۔ وہ کہنے لگا اب تجھے یاد نہیں ہے؟ مدینہ منورہ میں جب روضہ رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کر کے باب جبریل سے باہر نکل رہے تھے تو اژدھام کی کثرت کیوجہ سے تو نے یہ تھیلی میرے پاس چند دنوں کے لیے امانت رکھوائی تھی۔ پھر تو مجھے نظر ہی نہیں آیا اور یہ دیکھ لے جس طرح تو نے مجھے تھیلی دی تھی میں نے اسی طرح واپس کی ہے۔ اسے کھولا بھی نہیں ہے اور اسپر یہ اپنی لگی ہوئی مہر بھی دیکھ لے وہ بھی صحیح سلامت ہے۔ میں نے دیکھا تو اسپر لگی ہوئی مہر پر لکھا تھا من عاملنا ربح کہ جس نے ہمارے ساتھ تجارت کی وہ نفع میں رہا۔ مجھے مجبوراً وہ تھیلی لینا پڑی۔ میں نے اس تھیلی کو کھولا تو اس میں ۶۰۰ دینار (سونے کے سکے) تھے۔

قافلے کے ساتھ میں گھر آ گیا۔ سارا راستہ اسی سوچ میں رہا کہ یہ

معاملہ کیا ہے؟ میں نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گیا۔خواب میں مجھے رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے اس عورت پر جو ہمارے خاندان سے تھی ترس کھایا اور اپنا سارا مال واسباب اسکو دیکر اپنا حج قربان کر دیا۔تو اس عورت اور اسکی بچیوں نے تجھے دعائیں دی تھیں۔

اب میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تیرے حق میں انکی دعاؤں کو قبول کر لیا ہے۔اس عورت نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس کا بدلہ دے چنانچہ اس سارے خرچ کا بدل تجھے مل گیا ہے۔اسکی ایک بیٹی نے کہا تھا کہ اللہ تجھے اسکا بہترین بدلہ جلدی عطاء فرمائے۔چنانچہ اسکی دعاء کی قبولیت کے صدقے تجھے یہ ۶۰۰ دینار دیے گئے ہیں تو نے جو تھیلی ان کو دی تھی اس میں ۶۰۰ چاندی کے سکے تھے جبکہ اس تھیلی میں ۶۰۰ سونے کے سکے ہیں۔دوسری لڑکی نے کہا تھا کہ اللہ تجھے حج کا ثواب دے۔اللہ تعالیٰ نے اسکی دعاء قبول کرتے ہوئے ایک فرشتہ ہو بہو تیری شکل کا بنا کر اسکی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کرتا رہے گا اور اس کا ثواب تجھے ملتا رہے گا۔

تیسری بچی نے کہا تھا کہ اللہ تیری مغفرت کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرما دی ہے اور تجھے جنت کا مستحق بنا دیا ہے۔

چوتھی بچی نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نانا جان حضرت محمدؐ کے ساتھ تیرا حشر کرے اور جنت میں تجھے انکی سنگت نصیب فرمائے۔تو میں اللہ کا پیغمبر تجھے خواب میں بشارت دینے آیا ہوں کہ اس سیدہ کی دعاء بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہے اور تو جنت کے اندر میرا ساتھی ہوگا۔

**نتائج:۔**

(۱) مساکین وفقراء کی خدمت کرنا نفلی حج سے بہتر ہے۔

(۲) آپؐ کے خاندان کا اعزاز واکرام کرنا چاہیے۔

(۳) جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کی اس نے نفع کمایا۔

(۴) بار بار شوقیہ نفلی حج وعمرہ کرنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ۔

## ۲۹۴ :- سیڑھی اٹھا کر زمین پر رکھ دو

امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ انتہائی اعلیٰ درجے کے ذہین اور فقیہ تھے بڑے بڑے مشکل اور پیچیدہ مسائل منٹوں میں حل کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپؒ کے پاس مسئلہ لایا گیا کہ ایک عورت چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی عبور کر رہی تھی کہ اچانک اسکے خاوند کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو ایک قدم بھی اوپر چڑھی تو تجھے تین طلاق، اور اگر نیچے اتری تب بھی تین طلاق۔

وہ عورت وہاں کھڑی ہوگئی نہ اوپر جانے کی نہ نیچے اترنے کی۔ اب اسکا میاں بھی پریشان ہے۔ بہت سے علماء سے مسئلہ پوچھا گیا، مگر کوئی حل نہ نکل سکا۔ امام ابوحنیفہؒ سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ چند آدمی چلے جائیں اور عورت سمیت سیڑھی کو اٹھا کر زمین پر رکھ دیں، اور عورت زمین پر آ جائے اسطرح اسکے خاوند کی لگائی ہوئی پابندیاں نہیں ٹوٹیں گی، اور طلاق واقع نہ ہوگی چنانچہ ایسا کرنے سے مسئلہ حل ہوا۔

**نتائج:۔**

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ذہانت وفطانت۔

(۲) طلاق سوچ سمجھ کر دینی چاہیے۔

(۳) ایسی صورت میں مسئلے کا شرعی حل تلاش کرنا چاہیے۔

## ۲۹۵ :- کتے کی بھونک سے مسئلہ حل ہو گیا۔

ایک دفعہ لولوی قبیلہ کی جماعت کا کوفہ میں آنا ہوا۔ یہ لوگ حسب عادت شہر سے باہر خیموں میں رہنے لگے۔ ان میں سے ایک شخص کی بیوی انتہائی حسین و جمیل تھی اسپر ایک کوفی نوجوان عاشق ہو گیا۔ عورت بھی اسپر فریفتہ ہو گئی۔ ان کا باہم اتنا تعلق پیدا ہو گیا کہ اس کوفی نوجوان نے دعویٰ کر دیا کہ یہ عورت میری بیوی ہے جبکہ اس کا اصل خاوند بھی اسی بات کا مدعی تھا۔

جب معاملہ حد سے بڑھ گیا تو عورت سے سوال کیا گیا اس نے بھی کوفی کے حق میں اقرار کر لیا کہ میں اسی کوفی نوجوان کی بیوی ہوں۔ میرا اس لولوی قبیلہ کے شخص کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ خواہ مخواہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔

اس عورت کا اصل خاوند نہایت پریشان تھا کہ بیوی گنوا بیٹھا۔ اب اصل حقیقت سے پردہ اٹھے تو۔ کیسے اٹھے؟

چنانچہ یہ قضیہ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے پیش ہوا۔ امام صاحب نے ساری بات سن کر ارشاد فرمایا کہ اس کا فیصلہ لولوی قبیلہ کی قیامگاہ پر جا کر ہی ہو سکتا ہے کہ یہ بیوی کس کی ہے۔

چنانچہ آپؒ چند فقہاء اور چند عورتوں کو ساتھ لیکر لولوی قبیلہ کے خیمے کی پاس پہنچ گئے۔ کوفہ کے بہت سے آدمی بھی ساتھ چلے گئے کہ یہ مسئلہ کیسے حل ہوتا ہے۔ آپؒ نے ایک ایک عورت کو حکم دیا کہ اس لولوی کے خیمہ میں داخل ہو۔ چنانچہ جب بھی کوئی عورت قریب جاتی تو لولوی کا کتا اسے بھونکنے لگتا اور اسے خیمہ میں داخل نہ ہونے دیتا۔

پھر آپؒ نے اس متنازعہ عورت کو حکم دیا کہ وہ خیمہ میں جائے جونہی یہ خیمہ کے قریب گئی تو وہ کتا اسکو نہ بھونکا بلکہ دم ہلا کر اسکی خوشامد کرنے لگا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اب تو مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ یہ عورت واقعی اس خیمہ والے کی ہے اور عورت اسکے حوالے کر دی گئی۔ اور اہل کوفہ آپؒ کی ذہانت سے دنگ رہ گئے۔

## ۲۹۶ :- طلاق کا لاینحل مسئلہ

اسی طرح ایک اور واقعہ امام صاحب کی ذہانت و فطانت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص انتہائی پریشانی کے عالم میں آپؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے تین قسمیں اٹھائی ہیں۔ اب نجات کی کوئی صورت نہیں ہے۔ للہ مجھے کوئی حل بتایئے۔

آپ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ پہلی قسم تو یہ اٹھائی ہے کہ آج میں اگر کسی وقت بھی نماز نہ پڑھوں تو میری بیوی پر تین طلاق۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اگر آج میں اپنی بیوی سے جماع نہ کروں تو تب بھی تین طلاق۔ تیسری قسم یہ ہے کہ اگر میں غسل جنابت کروں تو بھی میری بیوی پر تین طلاق۔

تمام فقہاء اسکے متعلق حیران و سرگردان تھے کہ یہ مسئلہ کیسے حل کیا جائے۔

امام صاحبؒ نے ایک چٹکی میں مسئلہ حل کر دیا اور فرمایا کہ آج کا یہ دن کب ختم ہو گا سب نے کہا کہ غروب آفتاب پر آج کا دن ختم ہو جائے گا۔ آپ نے مسئلے کا حل یوں بیان فرمایا کہ صاحب واقعہ آج عصر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرے اسکے بعد بیوی سے جماع کرے اور جب سورج غروب ہو جائے تو فوراً

غسل کر کے مغرب کی نماز ادا کرے۔ اسکی کوئی شرط بھی ضائع نہ ہوگی اور طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔ تمام فقہاء امام صاحب کی ذہانت اور حاضر جوابی سے حیران رہ گئے۔

## ۲۹۷ :- رومی دانش مند اور امام ابو حنیفہؒ

ایک دفعہ ایک رومی دانشمند خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میرے پاس ایسے ایسے سوالات ہیں کہ آپکی پوری سلطنت کے علماء بھی جمع ہو کر ان کا جواب نہیں دے سکتے۔

خلیفہ بڑا پریشان ہوا اور تمام علماء وائمہ کبار کو بلایا تا کہ اس کا منہ بند کیا جا سکے۔ تمام علماء وفقہاء حاضر ہو گئے۔ رومی دانش مند نے اپنے لیے ایک بہترین منبر رکھوایا اور بڑی شان وشوکت سے اسپر بیٹھ کر سوالات بیان کیے۔

پہلا سوال یہ تھا کہ خدا تعالیٰ اگر ہے تو دکھایا جائے نظر کیوں نہیں آتا؟

دوسرا سوال یہ تھا کہ بتایا جائے کہ خدا تعالیٰ سے پہلے کون تھا؟

تیسرا سوال یہ تھا کہ بتاؤ خدا تعالیٰ کا رخ اور چہرہ کس طرف ہے؟

چوتھا سوال یہ تھا کہ بتاؤ اس وقت خدا تعالیٰ کیا کام کر رہا ہے؟

سارے عقلی سوالات تھے اور انکا جواب بھی عقلی ہی دینا تھا قرآن و حدیث کو تو وہ مانتا بھی نہیں تھا۔ مجمع میں موجود تمام علماء پر سکوت طاری ہو گیا۔

امام ابو حنیفہؒ آگے بڑھے اور فرمایا کہ میں جواب دینے کے لئے تیار ہوں نمبر وار اپنے سوال دہراؤ۔ اس نے سوال کیا کہ خدا اگر ہے تو دکھایا جائے۔ امام صاحب نے فوراً دودھ منگایا اور شکر منگائی اور سارے مجمع کے سامنے دودھ میں شکر

ملا دی اور اس رومی سے سوال کیا کہ کیا اس دودھ میں شکر ہے؟ وہ کہنے لگا بالکل ہے۔ آپ نے فرمایا اگر ہے تو مجھے دکھاؤ۔ شکر تو حل ہو چکی تھی وہ کیا دکھاتا۔ وہ کہنے لگا کہ شکر کی موجودگی کی دلیل یہ ہے کہ دودھ میٹھا ہو گیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ جس طرح شکر نظر نہیں آتی دودھ کا میٹھا ہونا اسکی موجودگی کی دلیل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی نظر نہیں آتا یہ سارا عالم کون و مکان اسکی موجودگی کی دلیل ہے۔

اس نے دوسرا سوال دہرایا کہ خدا سے پہلے کون تھا؟ آپؒ نے فرمایا تجھے گنتی آتی ہے؟ وہ کہنے لگا بالکل آتی ہے۔ فرمایا گنو وہ گننے لگا ایک' دو' تین' چار' پانچ' چھ' سات' آٹھ' نو' دس۔ آپؒ نے فرمایا کہ اب پیچھے کی طرف گنو' وہ فوراً گننے لگا دس' نو' آٹھ' سات' چھ' پانچ' چار' تین' دو' ایک۔ آپؒ نے فرمایا ایک سے پہلے گنو۔ رومی کہنے لگا کہ ایک سے پہلے تو کوئی گنتی نہیں ہے۔ صفر ہی صفر ہے عدد کوئی نہیں۔

آپؒ نے فرمایا کہ جب واحد مجازی سے پہلے کوئی چیز متحقق نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ جو واحد حقیقی ہے اس سے پہلے کیا چیز متحقق ہو سکتی ہے۔ یہ بات سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

اب اس نے تیسرا سوال دہرایا کہ خدا تعالیٰ کا رخ کدھر ہے۔ آپؒ نے ایک چراغ منگوایا اور اسے مجمع کے سامنے روشن کیا اور میز پر رکھ دیا اور اس سے سوال کیا کہ بتاؤ اس چراغ کا رخ کس طرف ہے۔ وہ کہنے لگا اسکا رخ تو سب کی طرف ہے آپؒ نے فرمایا کہ شمع مخلوق ہے ایک عارضی نور اور روشنی ہے۔ جب اسکے رخ کو متعین نہیں کیا جا سکتا تو خالق کے رخ کو کیسے متعین کیا جا سکتا ہے۔ اللہ نور السماوات والارض وہ تو زمین اور آسمان کا نور ہے۔

اس نے چوتھا سوال دہرایا کہ اس وقت خدا تعالیٰ کیا کر رہا ہے؟ آپؒ

نے فرمایا کہ اس کا جواب میں اس منبر پر چڑھ کر دوں گا تو نیچے اتر میں اس پر بیٹھتا ہوں۔ چنانچہ خلیفہ کے حکم سے اسے نیچے اتارا گیا۔ آپ فوراً اس منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے یہ کام کیا کہ تجھے اس منبر سے نیچے اتار دیا اور مجھے اس پر بٹھا دیا تجھے ذلت سے دوچار کیا اور مجھے عزت بخش دی۔

امام صاحب کے ان مسکت جوابات سے رومی دانش مند ذلیل وخوار ہوا اور سب لوگ آپ کی ذہانت وفقاہت کی تعریف کرنے لگے۔

## ۲۹۸ :- ایک آدمی منتخب کر لو

ایک دفعہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس مدینہ منورہ سے کچھ لوگ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ پوچھنے آئے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ امام کے پیچھے تمام مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے جبکہ امام صاحب کا موقف یہ تھا کہ صرف امام ہی سورۃ فاتحہ پڑھے گا۔

امام صاحب نے فرمایا کہ عقلی جواب دوں یا نقلی وہ کہنے لگے اگر عقلی جواب دیں تو سب کی سمجھ میں آجائے گا۔ آپؒ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے سب کے آنے کا مقصد یہی مسئلہ پوچھنا ہے یا کوئی اور بھی مقصد ہے وہ کہنے لگے ہم سب ایک ہی مقصد کے لیے حاضر ہوئے ہیں اسکے علاوہ ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے۔

آپؒ نے فرمایا کہ اس موضوع پر تم الگ الگ بات کرو گے یا ایک آدمی بات کرے گا؟ وہ کہنے لگے کہ جب سب کا مقصد ایک ہی ہے تو ہم میں سے ایک آدمی ہی بات کرے گا ہم سب خاموش بیٹھے رہیں گے اسکی بات ہماری سب کی بات ہوگی اسکی فتح سب کی فتح اسکی شکست سب کی شکست ہوگی۔

امام صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ تو ہو گیا۔ وہ کہنے لگے کیسے؟ آپؒ نے فرمایا کہ جب یہاں آپ کا مقصد ایک ہی ہے آپ نے اپنے میں سے ایک بہترین عالم کو اپنا نمائندہ بنانے کا ارادہ کیا اور خود خاموش رہنے کا پروگرام بنایا اسی طرح نماز بھی ہے۔ سب کا مقصد ایک ہی ہے سب کی طرف سے ایک ہی اپنی مناجات عرض کرتا ہے۔ اسکا پڑھنا سب کی طرف سے پڑھنا ہوتا ہے۔

اور یہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے من کان له امام فقراء ة الامام لـه قراء ة کہ مقتدی کے لئے فقط امام کی قرأت ہی کافی ہے۔ وہ لوگ آپ کا یہ جواب سن کر حیران رہ گئے اور لاجواب ہو گئے۔

## ۲۹۹ :- کشتی بننے کی وجہ سے دیر ہو گئی

اسی طرح ایک دفعہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ایک دہریہ سے مناظرہ طے پایا۔ دن، وقت، مقام سب کچھ طے ہو گیا۔

امام صاحب نے دریا کے پارے سے آنا تھا۔ آپؒ نے لوگوں کو اور اس دہریہ کو تسلی دے دی کہ میں ان شاء اللہ وقت مقررہ پر پہنچ جاؤنگا۔ مقررہ وقت پر سب لوگ وہاں پہنچ گئے مسلمانوں اور دہریوں کا ایک بے مثال ہجوم جمع ہو گیا۔ آخر خدا تعالیٰ کے وجود و عدم وجود پر مناظرہ تھا۔

وقت مقررہ پر وہ دہریہ بھی پہنچ گیا اور سٹیج سنبھال لیا۔ مگر امام صاحب وقت مقررہ پر نہ پہنچ سکے۔ جان بوجھ کر تاخیر کر دی اب جوں جوں تاخیر ہوتی جاتی ہے دہریہ تو بڑھ چڑھ کر بول رہا ہے کہ مسلمانوں کا اتنا بڑا امام ہار گیا ہے۔ میرے

مقابلے پر نہ آ سکا۔ اس صورت حال سے مسلمان بھی سخت پریشان تھے کہ آج ہمارے ساتھ کیا بنے گا؟

کافی دیر کے بعد امام صاحب بالآخر پہنچ گئے۔ آپ جونہی سٹیج پر تشریف لے گئے تو دہریہ نے سب سے پہلا سوال یہی کیا کہ آپ دیر سے کیوں آئے ہیں؟ جبکہ وقت مقرر ہو چکا تھا۔ آپ کا دیر سے پہنچنا ہی اسکی دلیل ہے کہ آپ شکست کھا چکے ہیں۔

امام صاحبؒ نے فرمایا میری مجبوری بھی سنو مجھے دریا کے پار سے آنا تھا اور کشتی میں سوار ہو کر آنا تھا۔ میں جب دریا کے اس کنارے پر پہنچا تو وہاں کوئی کشتی بھی۔ موجود نہ تھی تیر کر آنا بھی میرے لیے شدید دشوار تھا کرائے کی کوئی کشتی نہ ملنے کیوجہ سے کچھ دیر ہو گئی۔ وہ سوال کرنے لگا کہ پھر آپ کیسے آئے؟

آپ نے فرمایا کہ میں جب وہاں دریا کے کنارے کشتی کے انتظار میں کھڑا تھا تو میں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے پر لگے ہوئے درخت گرنا شروع ہو گئے اور چرنا شروع ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انکے پھٹے بن گئے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کشتی تیار ہونے لگی۔ کیل میخیں سب کچھ لگ گیا۔

پھر وہ کشتی دریا میں اتر گئی' میں اس پر سوار ہو گیا۔ میں تو چلانا جانتا نہ تھا۔ بہرحال اسکے چپو ہلنے لگے اور کشتی چلنے لگی اور وہ تمام مخالف ہواؤں اور موجوں کا مقابلہ کرتی ہوئی دریا کے اس کنارے آ لگی۔ میں اس سے نیچے اتر آیا اور تمہارے پاس پہنچ گیا اسطرح مجھے کچھ دیر ہو گئی۔

یہ سن کر دہریے نے بڑا شور مچایا کہ دیکھو مسلمانوں کا یہ امام کتنا بڑا جھوٹ بول رہا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود بخود درخت چر کر کشتی بن گئی؟ یہ تو کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ نہ کوئی مستری ہو' نہ کوئی بنانے والا ہو کشتی

کیسے بن سکتی ہے؟ پھر بغیر ملاح اور چلانے والے کے کشتی کیسے چل سکتی ہے؟مسلمانو! اپنے امام کو سمجھاؤ کہ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولے اور کچھ عقل کی بات کرے۔

مسلمان بھی حیران تھے کہ امام صاحب یہ کس طرح کی ان ہونی بات کر رہے ہیں۔ جب دہریہ اس وقعہ کی پر زور تردید اور مذمت کر چکا تو کہنے لگا کہ اب مناظرہ شروع کرو، تم باقی باتوں میں بھی اسی طرح جھوٹے نکلو گے۔

امام صاحب نے فرمایا کیسا مناظرہ؟ مناظرہ تو ختم ہو گیا الحمد للہ میں فتح یاب ہو گیا۔ اور تو شکست کھا گیا۔ وہ کہنے لگا یہ کیسے؟

آپ نے فرمایا کہ جب اتنی چھوٹی سے کشتی بغیر کسی بنانے والے کے نہیں بن سکتی اور بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چل سکتی تو کیا اتنا بڑا جہان، یہ زمین یہ آسمان بغیر کسی بنانے والے کیکیسے بن سکتا ہے؟اور کیا یہ اتنا بڑا نظام جو اربوں سالوں سے منظم طریقے پر چل رہا ہے بغیر کسی چلانے والے کے چل سکتا ہے؟ کوئی عقل کی بات کر تیری مت کیوں ماری گئی۔

یہ جواب سن کر دہریہ کا سر چکرا گیا اور اس نے وہاں سے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔ اہل حق کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور تمام مسلمان خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کرنے لگے اور امام صاحب کی ذہانت وفطانت کی داد د. ینے لگے۔

## ۳۰۰ :- جھوٹا آدمی منصب قضاء کا اهل نہیں ہو سکتا

خلیفہ ابوجعفر منصور نے اپنی حکومت کے استحکام اور عوام وخواص کو اپنی

طرف مائل کرنے کیلئے امام ابو حنیفہؒ کی علمی و عملی شہرت سے فائدہ اٹھانا چاہا اور امام صاحب کو عہدہ قضاء پیش کیا۔ امام صاحب چونکہ اس ظالم حکومت کے ساتھ تعاون کرنے کے حق میں نہ تھے اس لیے انکار کر دیا اور مجمع عام میں فرمایا دیا انـــــی لا اصلح کہ میں اسکی اہلیت نہیں رکھتا۔ خلیفہ نے جواباً کہا بل انت تصلح بلکہ آپ ضرور اسکی صلاحیت رکھتے ہیں۔

جب امام صاحب نے بار بار انکار کیا تو خلیفہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کذبت کہ تو جھوٹ بولتا ہے انت تصلح تو اسکا اہل ہے۔ امام صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر قاضی اور جج کیسے بن سکتا ہوں کیونکہ جھوٹا آدمی اس عہدے کا ہرگز اہل نہیں ہو سکتا۔

امام صاحب کے اس مسکت جواب سے ابو جعفر منصور شکست سے دو چار ہو گیا اور پھر اسی اپنی ذہنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے آپ پر بے شمار مظالم ڈھائے مگر آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہے (جزاہ اللہ عنا خیرا)

**نتائج:۔**

(۱) امام صاحب کی ذہانت و فطانت۔

(۲) وجود باری تعالٰی کے عقلی دلائل و براہین۔

(۳) فاتحہ خلف الامام کا عقلی تجزیہ۔

(۴) ظالم حکومت سے تعاون نہ کرنا چاہیے۔

## ۳۰۱:۔ اشرفیوں کی تھیلی دریا میں۔

مشہور محدث امام بخاریؒ نے ایک دفعہ کسی لین دین کے سلسلہ میں بازار سے ایک دکان سے ایک ہزار اشرفیاں (سونے کے سکے) وصول کیں۔ آپ نے

وہ تمام رقم گن کر ایک تھیلی میں ڈالی اور تھیلی کو اپنی کمر کے ساتھ باندھ کر چل دیے۔

ایک ماہر چور اور جیب کترا یہ سارا راز جان گیا کہ اس شخص کے پاس ایک ہزار اشرفیاں موجود ہیں۔ وہ آپ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ دریا کے کنارے پہنچے اور کشتی میں سوار ہو گئے۔ وہ بھی اسی کشتی میں سوار ہو گیا۔ آپ بھی کسی حد تک سمجھ گئے کہ یہ آدمی میرے پیچھے ہے۔

آپ نہایت سادہ اور درویشانہ انداز میں تھے اور وہ شخص انتہائی باوقار لباس میں تھا۔ آپ نے سادگی کے ساتھ تھیلی کو گھٹنے کے نیچے رکھ لیا اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ جب اس فریبی سے اور کوئی بات بن نہ پڑی تو اس نے چکر چلایا اور کشتی میں بیٹھے بیٹھے یک لخت شور مچانا شروع کر دیا کہ یہاں کہیں میری تھیلی گم ہو گئی ہے اسمیں پوری ایک ہزار اشرفیاں ہیں۔ تھیلی کا رنگ وغیرہ بھی بتایا۔

سب مسافر حیران تھے کہ اس بیچارے کی تھیلی کس ظالم نے چرالی ہے۔ کشتی کے مالک کو بلایا گیا اس نے کہا کہ فکر کی کوئی بات نہیں، ابھی تک کوئی مسافر تو کشتی سے نیچے اترا نہیں اس لیے سب کی تلاشی لے لیتے ہیں۔ چنانچہ تمام مسافروں کی تلاشی لی گئی۔ اس چور کا خیال تھا کہ جب ایک ہزار دینار اس درویش سے نکلیں گے تو سبھی لازمی طور پر میری حیثیت کو دیکھ کر مجھے ہی ان کا مالک تصور کریں گے۔ اسکی حیثیت تو بہت کم نظر آ رہی ہے۔ مگر جب تمام مسافروں کی تلاشی لی گئی اور خوب تلاشی لی گئی تو تھیلی کسی کے پاس سے برآمد نہ ہوئی۔ کشتی کا چپہ چپہ چھان مارا گیا، مگر تھیلی برآمد نہ ہوئی۔ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ تھیلی وغیرہ اسکے پاس نہ تھی، اس نے محض ڈرامہ بنایا ہے۔ سب نے اسکو لعنت ملامت کی، وہ تو شرمندگی کیوجہ سے دبک گیا۔ جب کشتی کنارے لگی تو سب لوگ اتر

گئے اور وہ فریبی پھر امام بخاریؒ کے پیچھے ہولیا اور پھر ان سے بغل گیر ہوا اور اندازہ کرلیا کہ اب انکے پاس تھیلی نہیں ہے۔ پتہ نہیں کہاں اڑادی؟

لاچار اس نے سارا راز ظاہر کر دیا اور آپ سے سوال کرنے لگا کہ آپ کے پاس تو ہزار دینار کی تھیلی تھی۔ جو فلاں بازار اور فلاں دکان سے آپ نے فلاں وقت وصول کی تھی۔ میں اس وقت سے آپکے پیچھے ہوں۔ مجھے کم از کم یہ تو بتا دیجئے کہ تم نے وہ تھیلی کہاں چھپائی ہوئی ہے؟

آپؒ نے جواباً فرمایا کہ وہ تھیلی تو میں نے بمعہ اشرفیوں کے دریا میں ڈال دی ہے۔ وہ ہکا بکا رہ گیا کہ اتنی قیمتی تھیلی آپ نے دریا میں ڈال دی؟ امام صاحب نے فرمایا "ہاں" اس سے بھی قیمتی چیز کو بچانے کیلئے مجھے وہ تھیلی دریا میں ڈالنا پڑی۔ جب تو نے شور مچایا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ میری تھیلی ہتھیانے کا پروگرام ہے۔ میں نے فوراً وہ دریا میں ڈال دی۔

اگر بالفرض وہ تھیلی میرے پاس سے نکلتی تو کچھ لوگ یقیناً میرے بارے میں مشکوک ہو جاتے۔ اگرچہ میں قوی دلائل سے ثابت کر سکتا تھا کہ یہ تھیلی میری ہی ہے لیکن پھر بھی کم از کم بعض لوگ تو میرے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاتے۔

میرے نزدیک اہمیت و قدر و قیمت اس دولت کی نہیں بلکہ اس اعتماد کی ہے جو مجھے برقرار رکھنا ہے۔ اگر میں خائن مشہور ہو جاؤں تو میری بیان کردہ احادیث نبویؐ سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اسطرح امت ایک بہت بڑے ذخیرہ حدیث سے محروم ہو سکتی ہے۔ اس لیے میں نے تھیلی کو جانے دیا اور اپنی حیثیت و اعتماد کو برقرار رکھا۔

**نتائج:۔**

(۱) امام بخاریؒ کی ذہانت وفطانت۔

(۲) علماء کو مواضع تہمت سے بچنا چاہیے تاکہ دین پر حرف نہ آئے۔

(۳) عزت واعتماد کے سامنے دولت ہیچ ہے۔

## ۳۰۲:- حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا گواہ۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے بادشاہ بن گئے تو آپ نے قحط سے نمٹنے کے لیے سات سال کے لئے غلہ اکٹھا کرلیا۔ قحط کے سالوں میں آپ یہ غلہ سستے داموں فروخت کرتے تھے۔ اور فقراء اور مساکین کو غلہ مفت تقسیم کرتے تھے۔ اور یہ سارا کام اپنی نگرانی میں فرماتے تھے۔

ایک دفعہ اسی طرح فقراء میں غلہ تقسیم ہو رہا تھا۔ فقراء اور مساکین کی لائن لگی ہوئی تھی۔ باری باری سب اپنا حصہ وصول کر رہے تھے اور گھروں کو جا رہے تھے۔

آپؑ نے دیکھا کہ ایک نوجوان انتہائی غربت اور خستہ حالی کے ساتھ حاضر ہوا، اپنے حصہ کا غلہ وصول کیا اور اسے ایک طرف رکھ کر دوبارہ لائن میں لگ گیا۔ آپ نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ اسکی ضروریات زیادہ ہوں۔ چلو لینے دو۔ دوسری دفعہ لینے کے بعد وہ پھر لائن میں لگ گیا آپؑ نے پھر بھی چشم پوشی فرمائی۔ چوتھی دفعہ جب وہ نوجوان قطار میں جا کر کھڑا ہوا تو آپؑ نے اسے بلوالیا اور اسپر

برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ تو بار بار ایسا کیوں کرتا ہے؟

وہ کہنے لگا کہ حضرت! اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ میں کون ہوں تو یقیناً آپ ایسا نہ کہیں آپؑ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ مجھے اپنا تعارف کرا' وہ کہنے لگا میں وہی بچہ ہوں جس نے آپکی پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔ جب کہ آپ پر زلیخا نے جھوٹا الزام لگا دیا تھا (قرآن مجید کی آیت وشھد شاھد من اھلھا الخ میں اسی گواہی کا تذکرہ ہے)۔

حضرت یوسف علیہ السلام اس نوجوان کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ اسکا انتہائی اکرام کیا اسے اپنے پاس شاہی مہمان بنایا اور اپنی طرف سے اسے کپڑوں کا قیمتی جوڑا بھی دیا۔ سواری کے لیے اعلیٰ نسل کا گھوڑا بھی دیا۔ کئی من غلہ اور کتنے دراہم وغیرہ دیکر رخصت کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر وحی فرمائی کہ اے یوسف جس شخص نے تیری پاکیزگی کی گواہی ایک دفعہ دی تو اسپر کتنا خوش ہوا اور کتنا انعام و اکرام دیا۔ بھلا جو شخص میری توحید کی گواہی دیتا ہے میں اسپر کتنا خوش ہوتا ہوں گا۔ وہ کس طرح میری عنایات سے محروم رہ سکتا ہے۔ اور ایک موذن یا ایک داعی پر میں کتنا لطف و کرم کرونگا۔

**نتائج:۔**

(۱) لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا بہت بڑا عمل ہے۔

(۲) اپنے حق میں گواہی دینے والے سے جب مخلوق خوش ہوتی ہے تو خالق کتنا خوش ہوتا ہوگا۔

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام بھی غیب کا علم نہیں رکھتے تھے۔

## ۳۰۳:- اگر تو دینے پر آیا ھے تو مجھے طلاق دے دے

دورِ نبویؐ کی بات ہے کہ ایک صحابی اور انکی بیوی مدینہ منورہ سے باہر ایک ڈیرے پر رہتے تھے۔ کھیتی باڑی کرنا ان کا کام تھا۔ دونوں میں باہم انتہائی پیار اور محبت تھی اور گھر میں خوش وخرم زندگی گزار رہے تھے۔

ایک دفعہ وہ صحابی کام کاج سے فارغ ہوکر عشاء کے بعد گھر واپس آئے شدید تھکے ہوئے تھے۔ اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے ٹھنڈا پانی لاکر پلاؤ۔ اور خود لیٹ گئے۔ بیوی ٹھنڈا پانی لینے کے لیے کنویں پر گئی اور جب واپس آئی تو وہ سو رہے تھے۔ بیوی سرہانے پانی لیکر اس انتظار میں کھڑی ہوگئی کہ جب آنکھ کھلے گی' پانی پیش کردوں گی وہ اسی طرح کھڑی رہی حتی کہ سحری کے وقت اس مرد کی آنکھ کھلی اور اس نے پانی پیش کیا۔

عورت کی یہ وفاداری اور خدمت دیکھ کر مرد بڑا حیران ہوا' اور پوچھا کہ تو ابھی تک اسی طرح کھڑی ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ عورت کو اگر خاوند پہاڑ اٹھانے کا بھی حکم دے تو اسے تیار ہوجانا چاہیے' اسکی نافرمانی نہ کرے۔

وہ خاوند اتنا خوش ہوا کہ اس سے کہا کہ آج میں تیری وفاداری سے بڑا خوش ہوا ہوں' تو مانگ کیا لینا چاہتی ہے۔ عورت بولی اللہ کا شکر ہے۔ اللہ کا دیا سب کچھ بہت ہے لیکن مرد برابر اصرار کررہا تھا کہ مانگ اور بول۔ کوئی زیور' لباس وغیرہ مانگ۔ حتیٰ کہ جب مرد کا اصرار حد سے بڑھا تو عورت بولی اگر تو دینے پر ہی آیا ہے تو مجھے طلاق دے دے۔ مرد یہ الفاظ سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ اسکے پاؤں کے

نیچے سے زمین نکل گئی کہ یہ تو نے کیا مطالبہ کیا ہے یہ تو کسی صورت میں بھی میں قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔

دونوں نے فیصلہ کیا کہ چلو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ دونوں میاں بیوی اسی وقت اس کا فیصلہ کروانے کے لیے مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ صبح کا وقت تھا اور ابھی اندھیرا کافی تھا میاں کو چلتے چلتے ٹھوکر لگی اور ایک گڑھے میں گر گیا' اسکے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

عورت نے اسکو اٹھایا' اپنا دوپٹہ پھاڑ کر اسکو پٹی باندھی۔ پٹی وغیرہ جب باندھ دی گئی تو خاوند بولا چلو اب آگے چلتے ہیں۔ عورت نے کہا نہیں اب ہم مدینہ منورہ نہیں جائیں گے بلکہ اپنے گھر واپس جائیں گے۔ میں طلاق کے مطالبہ سے دستبردار ہو گئی ہوں' اب مجھے طلاق کی ضرورت نہیں۔

خاوند نے پوچھا یہ ماجرا کیا؟ ہے ابھی تو طلاق کا مطالبہ کر رہی تھی اور ابھی اس مطالبہ سے دستبردار ہو گئی ہے۔ عورت کہنے لگی کہ میں نے ایک دفعہ رسول اللہ سے سنا تھا کہ ایمان لانے کے بعد مومن پر آزمائش وغیرہ ضرور آتی ہے جس شخص پر زندگی بھر کوئی تکلیف نہ آئے تو سمجھ لو اسکے ایمان میں شک ہے۔

میری تجھ سے شادی ہوئے پندرہ سال گزر چکے ہیں میں نے آج تک کبھی تجھے تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھا تھا بلکہ تجھے تو سر درد بھی نہ ہوا۔ میں نے سوچا کہ اسکے ایمان میں شک ہے اس لیے میں نے تجھ سے طلاق کا مطالبہ کیا۔ اب تیرا پاؤں پھسلا ٹانگ میں زخم آیا مجھے یقین آ گیا کہ تیرا ایمان مکمل ہو گیا ہے لہذا اب مجھے طلاق کی ضرورت نہیں۔

مرد اس کا استدلال سن کر حیران ہوا اور دونوں راضی خوشی گھر واپس آ گئے۔

**نتائج:-**

(۱) مصائب ایمان کی نشانی ہیں۔

(۲) رسول اللہؐ کے فرمان پر یقین کامل۔

(۳) بیوی کو میاں کی ہر ممکن خدمت کرنی چاہیے۔

## ۳۰۴:- نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئی دنوں سے فاقہ تھا۔ آخر کار نوبت یہاں تک آ گئی کہ آپ ایک دن بھوک کی شدت کی وجہ سے گھر میں نہ بیٹھ سکے اور عین دوپہر کے وقت بے قراری کے عالم میں گھر سے باہر تشریف لائے۔

آپ نے دیکھا کہ سامنے سے حضرت ابوبکرؓ بھی آ رہے ہیں۔ ادھر دیکھا تو فاروق اعظمؓ بھی تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ نے ان دونوں سے پوچھا **ما اخرجکما من بیوتکما ھذہ الساعۃ** کہ تم دونوں دوپہر کی اس سخت گرمی میں گھر سے کیوں نکلے ہو؟ دونوں نے جواب دیا **الجوع یارسول اللہ** اے اللہ کے رسول بھوک نے بے قرار کر کے باہر نکالا۔

آپؐ نے فرمایا **والذی نفسی بیدہ لاخرجنی الذی اخرجکما** مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے قبضہ میں میری جان ہے میں بھی اسی وجہ سے نکلا ہوں جس وجہ سے تم نکلے ہو۔

پھر یہ تینوں حضرات چلتے چلتے ایک انصاری کے باغ میں تشریف لائے

انصاری تو کنویں سے پانی لینے گئے ہوئے تھے اسکی بیوی نے ان معزز مہمانوں کو بصد اعزاز و احترام بٹھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ انصاری بھی ٹھنڈا پانی لیکر تشریف لے آئے انہوں نے آپکی ضیافت کے لیے کھجور کا ایک گچھا توڑ کر خدمت اقدس میں پیش کر دیا جس پر کچی، پکی اور تازہ کھجوریں موجود تھیں۔

ان حضرات نے اس خوشے سے اپنی مرضی کے مطابق کھجوریں کھائیں اور اوپر سے ٹھنڈا پانی نوش فرمایا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا بسر" و تمر" ورطب" وماء بارد" دیکھو اللہ تعالیٰ کا ہمارے اوپر کتنا احسان ہے کہ اس نے ہمیں کتنی چیزیں کھلا دیں۔ نیم پختہ کھجوریں بھی ہم نے کھائیں اور خشک کھجوریں بھی اور تازہ کھجوریں بھی کھائیں اور اوپر سے ٹھنڈا پانی بھی پیا۔ لتسئلن عن هذا النعيم يوم القيامة خدا کی قسم ان نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ الفاظ سنے تو ذرا جوش میں آ گئے اور وہ کھجوروں کا خوشہ زمین پر جھٹکا اور کہنے لگے اوفی هذا لمسئولون یارسول اللہ اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے دن ایسی معمولی نعمتوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ سوال فرمائے گا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا تم ان نعمتوں کو معمولی سمجھ رہے ہو؟ غور تو کرو تھوڑی دیر پہلے بھوک سے ہماری کیا حالت تھی؟ اب اللہ نے سب کچھ دے دیا یقیناً ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا اور ضرور ہو گا۔ اور خدا کے سامنے ان نعمتوں کے بارے میں ہمیں جواب دہ ہونا ہو گا کہ ان کا ہم نے کہاں تک شکریہ ادا کیا؟

**نتائج:-**

(۱) آپؐ اور صحابہؓ کا فقر اور افلاس۔

(۲) چھوٹی سے چھوٹی نعمت کے بارہ میں بھی سوال ہوگا۔

(۳) مہمانوں کی خدمت وضیافت کرنا بڑی نیکی ہے۔

## ۳۰۵:- اے موسیٰ! اگر تیری جگہ میں ہوتا تو معاف کر دیتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کے لیے ایک فاحشہ اور بدکار عورت کو کثیر رقم دیکر اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ مجمع عام میں موسیٰ علیہ السلام پر زناء کی تہمت لگا دے کہ موسیٰ علیہ السلام نے میرے ساتھ زناء کیا ہے۔

عورت کو ہر طرح تیار کرنے کے بعد ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ آپ ہمیں اپنے رب کے احکامات سنایئے' ہوسکتا ہے کہ ہمارے دل نرم ہو جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات پر بڑے خوش ہوئے کہ خود ہی احکامات الٰہی کے سننے کی انہوں نے اپیل کی ہے۔ چنانچہ سب بنی اسرائیل چھوٹے بڑے جمع ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیان شروع کر دیا۔ دوران بیان جب آپؑ نے زناء کی حرمت اور شناعت بیان کرتے ہوئے اسکی حد شرعی بیان کی تو ان معززین نے سوال کیا کہ اگر آپ خود زناء کریں تو؟ آپؑ نے فرمایا کہ اگر میں بھی زناء کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے گا۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے خود زناء کیا ہے اور اسکی گواہ وہ عورت خود موجود ہے۔

وہ لوگ فوراً اس فاحشہ عورت کو مجمع کے سامنے لیکر آئے کہ یہ ہے وہ عورت۔ آپ علیہ السلام نے اس عورت کو قسم دیکر پوچھا کہ سچ سچ بتا۔ اس عورت

پر خدا کا خوف کچھ اسطرح طاری ہوا کہ اس نے ساری حقیقت واضح کر دی کہ مجھے تو فلاں فلاں نے اتنی رقم اس بہتان کے بدلے دی تھی۔ لیکن اب میں خوف خدا کیوجہ سے توبہ کرتی ہوں۔

مخالفین شدید شرمندہ ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کی عزت اللہ تعالیٰ نے رکھ لی۔ وکان عنداللہ وجیھا وہ تو اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اب روتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے میرے پیغمبر! رونے کی کیا بات ہے۔ میں آپکو اختیار دیتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کو جو سزا مرضی ہے دیں۔ اشارہ کرنا آپ کا کام ہے اسکو عمل میں لانا میرا کام ہے۔ چاہیں تو انکے اوپر آسمان سے پتھر برسوائیں اور چاہیں تو انکو زمین میں دھنسا دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سجدہ سے سر اٹھایا تو زمین کو حکم دیا کہ انکو نگل جا۔ وہ لوگ خود بخود زمین میں دھنسنے لگے۔ جب وہ ایڑیوں تک دھنس گئے تو موسیٰ علیہ السلام کو پکارنے لگے کہ معاف کر دیں۔ آپ نے معاف نہ کیا اور زمین کو حکم دیا کہ انکو اور دھنسا پھر جب وہ گھٹنوں تک دھنس گئے تو زاروقطار رو رو کر حضرت موسیٰ سے معافی مانگنے لگے کہ معاف کر دیں آپ نے زمین کو حکم دیا کہ انکو اور دھنسا۔ پھر جب وہ گردنوں تک دھنس گئے تو حد سے زیادہ زاری کرنے لگے۔ آنسو بہا بہا کر معافی مانگنے لگے مگر حضرت موسیٰ نے زمین کو دھنسانے ہی کا حکم دیا حتیٰ کہ آپ کے حکم سے زمین نے ان کو نگل لیا۔

بعدازاں اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی کہ اے میرے پیغمبر چونکہ میں نے انکا معاملہ آپکے سپرد کر دیا تھا اس لیے میں نے اس معاملہ میں دخل نہیں دیا۔

میری عزت وجلال کی قسم اگر آپ کی جگہ میں ہوتا اور اسطرح آنسو بہا

کروہ مجھ سے معافی مانگتے تو یقیناً میں انکو معاف کر دیتا۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت موسیٰ کی عزت اللہ تعالیٰ نے رکھ لی۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی شان رأفت ورحمت۔

## ۳۰۶:- یہ تو میرا سابقہ خاوند تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک انتہائی امیر وکبیر شخص اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا کھانا کھارہا تھا کہ اچانک ایک فقیر نے آ کر دروازے پر دستک دی اور اللہ کے نام پر کچھ مانگا۔

اس شخص کو شدید غصہ آیا کہ اس فقیر نے آ کر میرے رنگ میں بھنگ ڈال دی۔ فوراً باہر گیا اور اس فقیر کو شدید جھڑکا۔ اسکی خوب بے عزتی کی اور دھکے دیکر رخصت کر دیا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد اسکے حالات بدلنا شروع ہو گئے کاروبار وغیرہ میں گھاٹے پڑ گئے' مکان' جائیداد سب کچھ بک گیا اور یہ کنگال ہو گیا حالات اتنے بگڑے کہ بیوی اور اپنے لیے دو وقت کی روٹی بھی میسر نہ تھی۔ لاچار بیوی کو طلاق دے دی۔

اسکی بیوی نے ایک اور امیر کبیر شخص سے نکاح کر لیا' جو انتہائی مالدار تھا۔ ایک دن یہ میاں بیوی دونوں ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ دروازے پر کسی فقیر نے آ کر صدا لگائی کہ میں تین دن سے بھوکا ہوں اللہ کے نام پر کچھ دے دو۔

میاں کو یہ فریاد سن کر بڑا ترس آیا اور اپنا کھانا جو خود کھا رہا تھا اٹھا کر بیوی

کو دیا کہ جاؤ اس فقیر کو دے آؤ۔ اسکی بیوی جب اس فقیر کو کھانا دینے گئی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ بھیک مانگنے والا اسکا سابقہ خاوند تھا' جسکو غربت و افلاس نے اس درجہ تک پہنچا دیا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ فقیر کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور بیوی بھی رونے لگی۔

جب آنسو بہاتی ہوئی اپنے موجودہ خاوند کے پاس آئی تو وہ بڑا حیران ہوا کہ فقیر کو روٹی دینے گئی اور رو کیوں رہی ہے؟ اس نے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ بولی کہ یہ فقیر میرا سابقہ خاوند تھا۔ ہم اس اس طرح بڑے عیش و نشاط کے ساتھ ایک کوٹھی میں رہتے تھے۔ ہر طرح کا آرام و سکون اور دولت حاصل تھی۔ اور یہ میرا خاوند جو اب اتنا عاجز اور ذلیل ہو چکا ہے اس دور میں اتنا سخت گیر اور متکبر تھا کہ اس نے ایک دن ایک فقیر کو جبکہ ہم فلاں مکان میں رہتے تھے بے حد جھڑکا اور مارا تھا اور اسکو بے عزت کر کے رخصت کیا تھا اسکے بعد اسکے حالات ابتر ہونے لگ گئے مال و دولت سب کچھ رخصت ہو گیا حتیٰ کہ میں نے بھی اس سے طلاق لے لی۔

بیوی جب یہ سارا واقعہ بیان کر چکی تو اس شخص کے آنسو بھی رواں ہو گئے اور وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم! وہ فقیر اور فریادی میں ہی تھا اور اس کے جھڑکنے اور مارتے وقت میں نے اللہ سے کشائش رزق کی دعاء کی تھی اور اسکے بعد میں امیر سے امیر تر ہوتا گیا مکان خرید لیا اور شادی وغیرہ کر لی۔ مجھے آج معلوم ہو رہا ہے کہ تو ہی اس شخص کی سابقہ بیوی ہے۔

**نتائج:-**

(۱) وقت ایک سا نہیں رہتا دولت ڈھلتی چھاؤں ہے۔

(۲) فقیر کو جھڑکنے کا انجام بد۔

(۳) مضطر کی دعاء قبول ہوتی ہے۔

## ۳۰۷ :- نہ خدائی کا دعویٰ کرنا نہ نبوت کا۔

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں انکا ایک مرید کافی عرصہ رہا اور تصوف وسلوک کی منازل طے کرتا رہا۔

بالآخر شیخ صاحب نے اسکو خلافت عطا فرمائی۔ مجمع عام میں اس کو اپنے ہاتھ سے سند فضیلت عطاء فرمائی اور دستار بندی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آج سے تم میرے نائب ہو۔ فلاں علاقہ میں جا کر لوگوں کو دین توحید کی دعوت دو اور انکی تربیت کرو۔

اس خلیفہ نے رخصت ہوتے وقت عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ خصوصی نصیحتیں فرمادیں جن کو میں وہاں جا کر حرز جان بنائے رکھوں۔

آپؒ نے فرمایا کہ صرف دو باتوں کا خیال رکھنا (۱) خدائی کا دعویٰ نہ کرنا۔ (۲) نبوت کا دعویٰ بھی نہ کرنا۔

یہ نصائح سن کر وہ خلیفہ بڑا حیران ہوا کہ حضرت آپ مجھ سے ایسی توقع رکھ سکتے ہیں؟ میں تو ان باتوں کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی آپ ذرا اسکی وضاحت فرمادیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو کہہ دے وہ اٹل ہو۔ ارادہ خداوندی پر مراد مرتب ہونا لازمی اور قطعی ہے۔ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون. اسکے ارادے اور مرضی ومنشاء کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان یہ ہے کہ جو فرما دیں وہی حق ہے اور اسکے سوا جو کچھ ہے باطل ہے۔ اسی طرح نبیؐ جو کر کے دکھلائے گا وہ بھی حق ہو گا غلطی کا صدور ان سے نہیں ہو سکتا۔

اگر تو نے جا کر لوگوں کو یہ کہا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی حق ہے تو یہ در پردہ نبوت کا دعویٰ ہے اور اگر تو یہ سمجھے کہ جو میں نے ارادہ کر لیا ہے وہی ہونا چاہیے اسکے خلاف ہرگز نہ ہو تو یہ در پردہ خدائی کا دعویٰ ہے اس سے بچنا چاہیے۔

اب خلیفہ صاحب اور حاضرین کو حضرت کی بات کا مطلب سمجھ آیا کہ حضرت کیا کہنا چاہتے تھے۔

**نتائج:-**

(۱) علماء کرام کے لیے جامع نصیحتیں۔

(۲) حضرتؒ کا انداز تربیت۔

(۳) کبر و غرو بہت ہی مہلک مرض ہے۔

## ۳۰۸ :- اگر اخلاص پیدا ہو جائے تو پھر کتنا نفع ہو

حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شہر میں اتفاقاً چند ڈاکو جا پہنچے مشورہ کیا کہ چونکہ اس شہر کے لوگ کافی امیر ہیں لہذا یہاں چوریاں کر کے مال اکٹھا کرنا چاہیے۔ انکے سردار نے کہا کہ ہمیں بڑی ہوشیاری سے کام لینا ہو گا اور اسکے لیے سب کے سب درویش بن جاؤ۔ کپڑے رنگ کروا لو اور ہاتھ میں تسبیح وغیرہ لے کر ہمہ وقت ذکر میں مصروف رہو۔ چنانچہ انہوں نے شہر کے ایک

کنارے پر ڈیرہ لگا لیا۔ سارا دن ذکر وغیرہ میں مشغول رہتے اور رات کے وقت چوری کرنے کیلئے نکل پڑتے۔ اور مال اکٹھا کر کے دوسرے شہر میں منتقل کر دیتے۔

کچھ عرصہ گزرا تو شہر میں ہر طرف انکی عبادت کی شہرت ہو گئی۔ لوگ معتقد ہونے لگے کہ بڑے اللہ والے ہیں کسی سے کچھ لیتے نہیں ہیں اور صرف اللہ اللہ کرتے ہیں۔ لوگ آ کر انکی زیارت کرتے اور مصافحہ سے مشرف ہوتے۔

یہ بات چلتی چلتی بادشاہ تک پہنچی۔ بادشاہ کا لڑکا سخت بیمار تھا۔ علاج سے کچھ افاقہ نہ ہو رہا تھا۔ اس کا ارادہ بنا کہ کیوں نہ ان بزرگوں سے دعاء کرائی جائے۔

چنانچہ ایک دن بادشاہ خود حاضر ہوا اور انکے سردار سے گزارش کی کہ میرا اکلوتا بیٹا سخت بیمار ہے، فالج کا مریض ہے اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور بچے کے لیے دعاء کریں تو میں مشکور ہوں گا۔

ڈاکوؤں کے سردار نے یہ دعوت قبول کر لی اور وہ سب بادشاہ کے گھر پہنچ گئے۔ وہاں اسکے لڑکے کی چارپائی کے اردگرد بیٹھ کر ذکر کیا اور پھر دعاء کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ بادشاہ کو متاثر کرنے کے لیے جھوٹ موٹ کے آنسو خوب بہائے اور نہایت گڑگڑا کر دعاء کی۔ ان کا آنسو بہانا اور گڑگڑانا تھا کہ اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور بادشاہ کے لڑکے کو کچھ افاقہ ہو گیا۔ انہوں نے اور آنسو بہائے تو بچہ کو کافی آرام آ گیا۔

واپس آ کر سب نے سوچا کہ آج ہم نے محض ریاکاری کرتے ہوئے جھوٹ موٹ کے آنسو بہائے ہیں اور ان کا یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت فرما دی۔ اگر ہم اخلاص کے ساتھ اسکے سامنے گڑگڑائیں تو پھر پتہ نہیں کیا نتیجہ نکلے گا۔

چنانچہ سب نے اعمال بد سے توبہ کر لی اور آئندہ کے لیے عبادت و

ریاضت کو شیوہ بنالیا اور درجہ ولایت تک پہنچ گئے۔

**نتائج:۔**

(۱) اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں۔

(۲) اللہ تعالیٰ آنسو بہانے کی کتنی قدر کرتا ہے۔

(۳) دعاء مانگنے والے کی دعاء ضائع نہیں ہوتی۔

## ۳۰۹:۔ تو پھر اللہ کدھر جائیگا۔

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اپنے شاگردوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کے نواح میں نکلے۔

کھانے کے وقت شاگردوں نے دسترخوان بچھایا اور جو کچھ موجود تھا حاضر کر دیا۔ وہاں قریب ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا' آپ نے اسے بلایا اور کھانے میں شرکت کی دعوت دی۔ اس نے انکار کر دیا۔ جب بار بار آپؓ نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ میں روزہ سے ہوں۔

حضرت عبداللہؓ بڑے حیران ہوئے کہ اتنی شدید گرمی کے دنوں میں تو چرواہا ہو کر روزہ رکھتا ہے؟ کیا تیرے ذمے کچھ روزوں کی قضاء تو نہیں ہے؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں بلکہ **واللہ انی ابادر ایامی هذه الخالية** کہ میں ایام خالیہ سے حصہ وصول کر رہا ہوں۔ آپؓ اسکے تقویٰ سے بڑے حیران ہوئے' اسکا امتحان لینے کے لیے کہا کہ مہربانی کر کے ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں دے دو ہم تجھے اس بکری کی قیمت بھی دیں گے اور گوشت بھی۔ چرواہا کہنے لگا کہ صاحب! یہ بکریاں میری نہیں ہیں میرے آقا کی ہیں۔ بھلا میں اسکی اجازت کے بغیر کیسے آپکو بکری دے سکتا ہوں؟

آپؓ نے فرمایا کہ اتنی ہزاروں بکریوں میں سے اگر ایک بکری تو نے ہمیں دے بھی دی تو تیرے آقا کو کیا پتہ چلے گا؟ اس طرح تجھے رقم بھی وصول ہو جائے گی اور منہ مانگی قیمت ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔ انہوں نے جب اسے ہر طرح سے گھیرا تو وہ چرواہا آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہنے لگا **فأین اللہ** کہ زمین پر تو ٹھیک ہے کسی کو خبر نہ ہو گی اللہ تعالیٰ کہاں جائے گا؟

اس کا یہ جملہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر گریہ طاری ہو گیا کہ اس چرواہے کا عقیدہ کتنا مضبوط ہے۔ بعدازاں پوری زندگی آپ اکثر اس چرواہے کا واقعہ اپنے احباب کے سامنے بیان فرماتے تھے کہ چرواہے نے کہا تھا ''**فأین اللہ**''.

**نتائج:-**

(۱) اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔

(۲) چرواہے کا تقویٰ اور پختہ عقیدہ۔

(۳) فارغ دنوں کی قدر کر کے آخرت کا ذخیرہ تیار کرنا چاہیے۔

## ۳۱۰:- خنزیر مظلوم کی پکار

حضرت مدنی قدس سرہ کے ایک شاگرد بیان فرماتے ہیں کہ آج سے کئی برس پہلے کابل کے جنگلات میں جنگلی جانور کثیر تعداد میں موجود تھے۔ خاص طور پر خنزیروں کی اتنی کثرت تھی کہ گزارہ مشکل تھا۔

کھیتی اور باغات وغیرہ کو رات کے وقت شدید نقصان پہنچاتے اور دن کو جنگل میں چھپ جاتے۔ بڑی دفعہ انکا شکار کیا گیا۔ وسیع پیمانے پر انہیں مارا بھی گیا۔ مگر انکی تعداد میں کوئی خاص فرق نظر نہ آیا۔ بالآخر تنگ آکر علاقے کے سب لوگوں نے فیصلہ کیا کہ اس جنگل کو ہی آگ لگا دی جائے تا کہ ''نہ رہے بانس نہ

بجے بانسری“

یہ فیصلہ کر کے علاقہ کے لوگوں نے ایک عظیم منصوبہ بنا کر ان تمام جانوروں کو بندوقوں کے فائروں سے ڈرا دھمکا کر ایک جنگل میں جمع کر لیا۔ پھر اس کا چاروں طرف سے گھیراؤ کر لیا۔ ہر طرف مسلح لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے اور پھر اس جنگل کو چاروں طرف سے آگ لگا دی۔ کہ اول تو یہ خنزیر اندر ہی جل کر مر جائیں گے۔ اگر باہر نکلیں گے تو ہم گولیوں سے بھون دیں گے۔

آگ جب چاروں طرف سے خوب بھڑک گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا خنزیر جو آدھا جلا ہوا تھا تیزی کے ساتھ باہر نکلا اور آسمان کی طرف منہ کر کے انتہائی دردناک انداز میں دو تین چیخیں لگائیں اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ سب لوگوں نے محسوس کر لیا کہ خنزیر نے اپنے درد والم کی فریاد اللہ تعالیٰ سے کی ہے۔

وہاں موجود کھڑے لوگوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی فریاد سن کر اسکی اسطرح مدد فرمائی کہ آناً فاناً تیز ہوائیں چلیں، کالے سیاہ بادل اُمڈ آئے اور چند ہی منٹ بعد موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور جنگل کی ساری آگ بجھ گئی اور لوگوں کا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) مضطر کی دعاء اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔

(۲) جو خدا خنزیر کی پکار سنتا ہے کیا وہ ہماری نہیں سنے گا؟

(۳) ہمیں ہر حال میں صرف اللہ کو پکارنا چاہیے۔

# ۳۱۱:- اب ایک ہی دروازہ باقی رہ گیا ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بادشاہ کو ایک ایسی خوفناک بیماری تھی کہ اسکا ذکر کرنا بھی محال ہے۔ بادشاہ نے ہر طرح کا علاج کرایا مگر کچھ بھی افاقہ نہ ہوا۔ تمام رعایا بھی اس نیک دل بادشاہ کی بیماری سے سخت پریشان تھی اور اسکی صحت یابی کی دعاء کر رہی تھی۔

بالآخر یونان کے حکماء سے بادشاہ نے رابطہ کیا تو وہ تمام حکماء اس بات پر متفق ہو گئے کہ اس تکلیف کی صرف ایک ہی دوا ہے۔ وہ یہ کہ ایک نوعمر لڑکا جو اِن صفات کا حامل ہو' اسکا تازہ کلیجہ لیکر دوا بنائی جائے۔ حکماء نے اس لڑکے کی ساری صفات اور خوبیاں بیان کیں۔ بادشاہ نے تلاش کا حکم دے دیا کہ مذکورہ صفات کا لڑکا جہاں سے بھی ملے ہر قیمت پر حاصل کیا جائے۔

تلاش بسیار کے بعد بالآخر ایک دہقان کا بچہ مذکورہ صفات کا حامل مل گیا۔ تمام رعایا خوش تھی کہ اب ہمارے بادشاہ کی جان بچ جائے گی۔

لڑکے کے ماں باپ کو بلایا گیا۔ ہر طرح سے انکو راضی کیا گیا کہ ایک بادشاہ کی جان بچانا گویا پورے عوام کی جان بچانے کے مترادف ہے۔ آپ کے ہاں اور لڑکے بھی موجود ہیں' ویسے بھی کسی کی زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ آپ کا یہ بچہ کسی حادثہ کا شکار ہو کر بھی مر سکتا ہے۔ آپ اسکی منہ مانگی رقم لے لیں تو تمہاری زندگی بن جائے گی۔ اگر آپ لوگ راضی نہ ہونگے تو بادشاہ آخر بادشاہ ہے' زبردستی بھی بچے کو اٹھوا سکتا ہے۔

اس طرح اسکے والدین کو قیمت لینے پر راضی کر لیا گیا۔ قاضی نے بھی

فیصلہ دے دیا کہ بادشاہ کی جان بچانے کے لئے ایک لڑکے کا خون بہانا جائز ہے۔

بالآخر لڑکے کو دربار میں حاضر کیا گیا۔ جلاد تلوار سے اسے قتل کرنے کے لیے تیار تھا۔ حکماء فوری طور پر اسکا تازہ کلیجہ حاصل کرنے کے منتظر تھے بادشاہ اور اسکے وزراء وغیرہ سب حاضر تھے۔

جلاد جب لڑکے کو قتل کرنے لگا تو لڑکے نے ایک دفعہ آسمان کی طرف سر اٹھایا اور چند آنسو بہائے اور پھر مسکرا دیا۔ بادشاہ نے جلاد کو روک کر لڑکے سے دریافت کیا کہ اس وقت مسکرانے والی کون سی بات ہے؟

وہ لڑکا بولا کہ بادشاہ سلامت بچوں کا ناز ماں باپ پر ہوتا ہے۔ میرے ماں باپ وہ ہیں جو مال و دولت کی خاطر میرے قتل پر راضی ہو چکے ہیں۔ مظلوم اپنا دعویٰ قاضی کے پاس لے جاتا ہے۔ میری حالت یہ ہے کہ قاضی صاحب نے بھی میرے قتل کو مباح قرار دے دیا ہے۔ بالآخر اپیل بادشاہ کے پاس کی جاتی ہے صورت حال یہ ہے کہ بادشاہ خود میرے خون کا پیاسا ہے۔ اس کی زندگی میری موت پر منحصر ہے۔

ایسی صورت میں میرے لیے سوائے اس اللہ کے اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ میں نے پہلے اپنی مظلومیت کو دیکھا تو رو دیا پھر اللہ تعالیٰ کی نیرنگی قدرت کا خیال آیا تو مسکرا دیا۔ اور اللہ سے عرض کی کہ مولیٰ تو تو میری موت کے بغیر بھی بادشاہ کو شفاء دے سکتا ہے۔ بچے کی بات سن کر بادشاہ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً اسکے قتل سے باز آ گیا۔ اسے بلا کر پیار کیا اور مال ومتاع دیکر رخصت کر دیا۔

کہتے ہیں کہ اسی ہفتہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی علاج کے بادشاہ کو صحت عطا فرما دی۔

**نتائج:-**

(۱) مضطر کی دعاء اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔

(۲) اس کے دروازے سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

(۳) وہ خود مسبب الاسباب ہے۔

## ۳۱۲ :- چغل خوری ایک عظیم گناہ

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ سخت قحط پڑ گیا۔ لوگ فقر و فاقہ کا شکار ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر طلب باراں کے لیے دعاء کے لیے باہر نکلے مگر بارش نہ ہوئی۔ اسی طرح دوسرے دن نکلے پھر تیسرے دن نکلے مگر بارش پھر بھی نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ کیا وجہ ہے کہ تو ہماری دعاء قبول نہیں فرما رہا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس مجمع میں ایک چغل خور موجود ہے اسکی موجودگی کیوجہ سے تمہاری دعاء قبول نہیں ہو رہی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ! تو اس چغل خور کی نشان دہی فرما دے تاکہ میں اسے مجمع میں سے باہر نکال دوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں خود تو چغل خوری سے منع کروں اور پھر خود ہی چغل خوری کروں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجمع میں اعلان کر دیا کہ ایک چغل خور کی نحوست کی وجہ سے بارش نہیں ہو رہی۔ مہربانی کر کے چغل خور خود بخود باہر نکل جائے۔ چغل خور یہ سن کر بڑا پریشان ہوا کہ اب تو میری بڑی بے عزتی ہو گی؛ چنانچہ اندر ہی اندر استغفار کرنے لگا کہ اے اللہ! تو مجھے شرمسار نہ کر اور مجھے

معاف فرمادے۔ اور میرا پردہ رکھتے ہوئے اپنی رحمت کی بارش نازل فرمادے۔
چنانچہ اسکی دعاء پر اللہ تعالیٰ نے فوراً رحمت کی بارش نازل فرمادی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے حیران ہوئے کہ مجمع میں سے کوئی آدمی باہر نکلا تو ہے نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بارش کیوں اتار دی؟ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ! اس چغل خور نے چغل خوری سے دل میں ہی توبہ کرلی ہے اور میں نے محض اسکی توبہ واستغفار کی لاج رکھتے ہوئے بارش نازل فرمادی۔

**نتائج:-**

(۱) چغل خوری عظیم گناہ ہے۔
(۲) سچی توبہ سے اللہ گناہ معاف کردیتا ہے۔
(۳) اللہ تعالیٰ کی شان ستاری وغفاری۔

## ۳۱۳:- چیونٹی کی دعاء اور باران رحمت

بعض تفاسیر میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے جن وانس کے لشکر سمیت باران رحمت کی دعا کے لیے باہر نکلے۔ جب اس میدان کے قریب تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ سب واپس چلے جاؤ۔ بارش کے لیے دعاء مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے سبکو واپسی کا حکم دیا۔ لوگ بڑے حیران ہوئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پہلے تو ہمیں لیکر آئے اور پھر بغیر دعاء کے واپسی کا حکم دے رہے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے جب انہوں نے اسکی وجہ پوچھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آج میں نے ایک

چیونٹی کی دعاء پر بارش برسانے کا ارادہ فرمالیا ہے' جو تمہارے آنے سے پہلے اس میدان میں حاضر ہوکر دعا کر رہی ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ چیونٹی دکھلائی جو اپنے ننھے بازو اٹھا کر پاؤں کے بل اللہ کے حضور کھڑی یہ دعاء کر رہی تھی۔

اللھم انی خلق من خلقک و لاغنی لی عن فضلک واسقنی برحمتک. اے اللہ میں بھی تیری مخلوق میں سے ایک ادنیٰ مخلوق ہوں۔ تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہوں۔ اے اللہ اپنی رحمت کی بارش نازل فرما کر میری پیاس بجھا۔

**نتائج:۔**

(۱) اللہ تعالیٰ ہر ایک کی دعاء سنتا ہے۔
(۲) اللہ کو پکارنے والی چیونٹی کی قدر و عظمت۔
(۳) اللہ تعالیٰ کی شان رحمت و رافت۔

## ۳۱۴ :۔ تخت سلیمانی اور سبحان اللہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت اللہ کے حکم سے ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔ تخت پر بڑی شان و شوکت کے ساتھ آپ تشریف فرما تھے اور سینکڑوں کی تعداد میں آپکے وزراء وغیرہ بھی اپنی اپنی کرسیوں پر براجمان تھے۔ انتہائی قیمتی جواہرات سے تخت مرصع تھا۔ خوبصورت پرندے تخت کے اوپر پر پھیلائے سایہ کئے ہوئے تھے۔

ایک دیہاتی اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا اس نے جب اس طرح اڑتے ہوئے تخت کو دیکھا تو بے ساختہ اسکی زبان سے نکلا ''سبحان اللہ''

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا کہ فوراً یہاں تخت اتار دو' اور اس دیہاتی سے ملاقات کرو۔ اس نے ایک ایسا جملہ بولا ہے جو تمہارے اس تخت سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اتر کر اس سے ملاقات کی اور پوچھا کہ تو نے کیا کہا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے اور تو کچھ نہیں کہا صرف آپکی شان وشوکت دیکھ کر ''سبحان اللہ'' کہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ تیرا ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا تخت سلیمانی سے زیادہ قیمتی ہے۔ کیونکہ یہ تخت فانی ہے اور سبحان اللہ باقی رہنے والا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کی قدر و قیمت۔

(۲) مال و دولت فانی ہے اور ذکر اللہ باقی ہے۔

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام کی معجزانہ شان وشوکت۔

## ۳۱۵ :۔ تہجد کے لیے ابلیس جگانے آیا

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا معاویہؓ اپنے دور خلافت میں باوجود ہر طرح کی ذمہ داریوں کے تہجد کی نماز باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔

ایک رات شدید تھکان کیوجہ سے آپؓ کی آنکھ نہ کھل سکی اور اس طرح آپؓ کی تہجد کی نماز قضاء ہوگئی۔ آپؓ اس افسوس میں سارا دن روتے رہے' توبہ استغفار کرتے رہے گریہ وزاری کرکر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہے۔

اگلی رات آپؓ اپنے خلوت خانے میں آرام فرما رہے تھے کہ جب تہجد کا وقت ہوا تو ایک شخص نے آکر آپؓ کو جگا دیا اور بتایا کہ تہجد کا وقت ہو چکا

ہے۔آپؓ بڑے حیران ہوئے۔اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ میں ابلیس ہوں۔آپ مزید حیران رہ گئے کہ تو تو تہجد سے روکنے والا ہے۔لوگوں کو ذکر اللہ سے منع کرنیوالا ہے۔تیرا تو کام ہے تہجد کے وقت تھپکیاں دے دے کر سلانا' آج تو مجھے جگانے کیسے آ گیا؟ سچ سچ بتا یہ ماجرا کیا ہے؟

ابلیس کہنے لگا بات دراصل یہ ہے کہ کل میں نے آپ کو تہجد سے غافل کر کے سلا دیا تھا۔اسکی وجہ سے آپ سارا دن روتے رہے' استغفار کرتے رہے۔اور اس رونے کی وجہ سے قرب خداوندی میں آپؓ کا درجہ اتنا بلند ہو گیا کہ تہجد پڑھنے سے بھی اتنا قرب الٰہی نہ ملسکتا تھا۔آج میں اس لیے جگانے آ گیا ہوں کہ اس سے تو بہتر ہے کہ آپ تہجد کی نماز پڑھ لیں۔تا کہ آپ کو کم سے کم فائدہ ہو۔

**نتائج:-**

(۱) شیطان مؤمن کا سخت ترین مکار دشمن ہے۔
(۲) نیکی ضائع ہونے پر افسوس کرنا بھی بڑی نیکی ہے۔
(۳) حضرت سیدنا معاویہؓ کی عظمتِ شان۔

## ۳۱۶ :- امام مالکؒ اور ادب نبویؐ

امام مالک بن انسؒ فقہ کے بہت بڑے امام ہوئے ہیں۔مدینہ منورہ میں آپکی رہائش تھی۔آپ مدینہ منورہ کا اس حد تک احترام کرتے تھے کہ ساری عمر مدینہ منورہ کے حرم کی حدود کے اندر قضاء حاجت نہیں کی۔

آپؒ کے پاس سواری کے لئے کئی گھوڑے تھے۔لیکن آپ نے کبھی مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھوڑے پر سواری نہیں فرمائی۔لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ انہی راستوں پر میرے محبوب کے قدم لگے ہیں۔مجھے شرم

آتی ہے کہ جہاں میرے آقا کے قدم لگے ہوں میں اس جگہ کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کروں۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص نے آپکی خدمت میں کہہ دیا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے آپؒ نے فتویٰ دیا کہ اسکوتیس درے لگائے جائیں اور کچھ عرصہ کے لیے قید بھی کر دیا جائے تا کہ اسکا دماغ ٹھیک ہو جائے۔

کسی نے سوال کیا کہ آپ نے اتنا سخت فتویٰ کیوں دیا ہے؟ آپؒ نے جواب دیا کہ یہ تو گردن زدنی کے قابل تھا۔ بھلا جس زمین پر میرے آقا کے مبارک قدم لگی ہوں وہ مٹی کس طرح خراب ہو سکتی ہے؟

آپؒ کے معروف شاگرد حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ دو زانو بیٹھ کر حدیث شریف کا سبق پڑھا رہے تھے۔ہم نے دیکھا کہ دوران سبق بار بار آپ کا رنگ کسی تکلیف کی وجہ سے زرد ہو جاتا تھا۔لیکن آپ نے حدیث نبویؐ کے احترام میں اپنے جسم کو حرکت نہ دی اور نہ ہی زبان سے کوئی آواز وغیرہ نکالی۔

سبق پڑھانے کے بعد آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ ذرا میری کمر دیکھنا۔ میں نے دیکھا تو آپ کی قمیض کے اندر ایک انتہائی زہریلا بچھو موجود تھا جس نے آپ کو سولہ مرتبہ ڈسا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! پہلے کیوں نہ بتایا۔ تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حدیث نبویؐ کے احترام میں بتانا مناسب نہ سمجھا۔ درس حدیث نبوی کی محفل کا احترام ایسے ہی ہے گویا کہ ہم رسول اللہؐ کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔

**نتائج:-**

(۱) امام مالکؒ کا جذبہ محبت رسول۔

(۲) حدیث نبوی کا احترام۔

(۳) دیار نبوی کا اعزاز و اکرام۔

## ۳۱۷ :- یہ عجیب امام ہے !

امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے عظیم امام ہیں، امام شافعیؒ کے شاگرد تھے امام شافعیؒ اپنی آخری عمر میں مصر آ گئے تھے۔

ایک دفعہ آپ کو پتہ چلا کہ میرے عظیم شاگرد احمد بن حنبل کا ادھر سے گزر ہو رہا ہے۔ آپؒ نے پیغام بھیجا کہ مجھے ملتے جانا۔ امام احمدؒ نے اپنے استاد کا حکم بسر و چشم قبول کیا اور اپنے آنے کا دن اور وقت وغیرہ طے کر دیا۔

امام شافعیؒ اور دیگر اہل مصر بڑے خوش تھے کہ وقت کا ایک عظیم عالم ہمارے شہر میں ورود فرما رہا ہے۔ آپؒ نے مصر کا ایک کثیر مجمع لیکر ان کا استقبال کیا اور پھر انہیں اپنے گھر لے آئے۔ امام شافعیؒ کی بچیاں بھی بڑی خوش تھیں کہ آج ہمارے گھر میں اتنا عظیم انسان جلوہ افروز ہوا ہے۔

مہمان محترم کے لیے اچھا کھانا تیار کیا گیا اور کافی مقدار میں کھانا انکے سامنے رکھا گیا جیسے عام طور پر رواج ہے۔

امام صاحب نے سارا کھانا کھا لیا اور برتن وغیرہ مکمل صاف کر دیے۔ جب انکے اٹھنے کے بعد امام شافعیؒ کی بچیاں برتن وغیرہ اٹھانے گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ انہوں نے تقریباً تین چار آدمیوں کا کھانا کھا لیا ہے۔ وہ بڑی حیران ہوئیں کہ جو آدمی اتنی مقدار میں کھانا کھائے وہ متقی اور پرہیزگار کیسے ہو سکتا ہے۔

بچیوں نے یہ بات اپنے والد گرامی کو بتائی تو وہ بھی بڑے حیران ہوئے کہ یہ تبدیلی انکے اندر کیسے آ گئی؟ مگر احترام کیوجہ سے ان سے نہ پوچھا۔

جب امام صاحب عشاء کی نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے تو بچیاں اس کمرے میں آئیں اور آپ کے لئے بستر وغیرہ بچھا دیا اور ایک لوٹا بھی بھر کر ساتھ رکھ دیا کہ تہجد کے وقت وضوء کرلیں گے۔

جب امام صاحب صبح کی نماز کے لیے تشریف لے گئے تو بچیاں پھر بستر وغیرہ تہہ کرنے کے لئے آئیں۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ لوٹا تو اسی طرح بھرا پڑا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ رات کو تہجد کے لیے نہیں اٹھے۔ انہوں نے پھر اسکا تذکرہ اپنے والد گرامی امام شافعیؒ سے کیا کہ یہ عجیب امام ہیں۔ جنہوں نے کھانا بھی خوب پیٹ بھر کر کھایا اور پھر رات کے وقت تہجد کے لیے بھی نہیں اٹھے۔

امام شافعیؒ نے بالآخر امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھ لیا کہ اتنی بڑی تبدیلی آپ کے اندر کیسے آئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب کھانا میرے سامنے آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ کھانا انوارات سے بھرپور ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ اتنا حلال اور پاکیزہ کھانا شاید دوبارہ مجھے نہ ملے۔ اس لیے میں نے خوب پیٹ بھر کر کھالیا کہ اس کی زیادہ سے زیادہ برکات مجھے حاصل ہوں۔

اور اس حلال اور پاکیزہ کھانے کی دو برکات میں نے دیکھی ہیں ایک تو یہ کہ آج رات میں نے عشاء کی نماز کے وضوء سے تہجد بھی پڑھی اور اسی وضوء سے صبح کی نماز بھی پڑھی۔ دوسری برکت یہ ہوئی کہ آج رات میں نے قران مجید کی ایک آیت کے اندر غور وفکر کیا تو میں نے اس آیت سے فقہ کے ایک سو مسائل اخذ کئے۔ امام شافعیؒ ان کا یہ جواب سن کر بے انتہاء خوش ہوئے۔

**نتائج:-**

(۱) حلال اور طیب کھانے کی برکات۔

(۲) امام احمد بن حنبل کا مقام۔

(۳) پاکیزہ ترین کھانا خوب رغبت سے کھانا چاہیے۔

## ۳۱۸ :- اللہ کی قسم میں نہیں مٹاؤں گا

۶ھ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس سفر میں آپکے ساتھ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرامؓ تھے۔ کفار مکہ نے مزاحمت کا پروگرام بنایا تو آپ کو حدیبیہ کے مقام پر رکنا پڑا۔ کافی دنوں تک آپؐ وہاں رکے رہے اور کفار مکہ کو ہر ممکن تسلی دی کہ ہمارا ارادہ محض ادائیگی عمرہ کا ہے نہ کہ شر و فساد کا۔

بالآخر فریقین چند امور پر متفق ہوئے اور صلح نامہ لکھا جانے لگا حضرت علیؓ کاتب تھے آپؐ نے فرمایا لکھو ھذا ما قاضیٰ علیہ محمد رسول اللہ جب حضرت علیؓ نے یہ جملہ لکھا تو فریق مخالف کے ایلچی سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ ہم آپکو چونکہ خدا کا رسول تسلیم نہیں کرتے اس لیے آپؐ اپنے نام کے ساتھ ''رسول اللہ'' کا لفظ نہیں لکھ سکتے بجائے ''محمد رسول اللہ'' لکھنے کے آپ ''محمد بن عبداللہ'' لکھوائیں اور یہ الفاظ آپکو کاٹنے پڑیں گے۔ چونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت باذن خداوندی صلح ہی میں بہتری سمجھتے تھے اور کسی بھی انداز میں ہونیوالی صلح کو ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے آپؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا ''امح رسول اللہ'' کہ اے علی! رسول اللہ کا لفظ مٹا دو۔

حضرت علیؓ کی آنکھوں میں آنسو ڈھلک پڑے اور فرط محبت وعقیدت میں جواب دیا واللہ لا امحوک ابدا اللہ کی قسم علیؓ کا قلم یہ الفاظ لکھ تو سکتا ہے مگر مٹا نہیں سکتا۔ اس لیے میں کسی انداز میں بھی مٹانے کو تیار نہیں۔

بعدازاں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ یہ

متنازعہ لفظ کہاں لکھا ہوا ہے؟ مجھے دکھاؤ۔ حضرت علیؓ نے جب یہ الفاظ دکھائے تو آپؐ نے خود اپنے ہاتھ سے انہیں مٹا دیا۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت علیؓ کا جذبہ محبت و عشق رسولؐ۔

(۲) آپؐ کے اخلاق عالیہ کی ایک مثال۔

(۳) آپؐ امی تھے پڑھنا لکھنا نہ جانتے تھے۔

## ۳۱۹ :- یہ مال نہ میرا ہے نہ میرے باپ کا

تاریخ کی کتب میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں جب بیت المقدس فتح کیا تو ایک عیسائی راہب نے سب سے آگے بڑھ کر آپؓ کو ایک رقعہ پیش کیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیسا رقعہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے جب رقعہ پڑھا تو فرمایا کہ ''یہ مال نہ میرا ہے نہ میرے باپ کا یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور سب مسلمانوں کا ہے'' حاضرین حیران تھے کہ آخر اس رقعہ پر کیا لکھا ہوا تھا؟

بعد میں کسی نے سوال کیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ میں اپنی جوانی میں ایک دفعہ تجارتی قافلہ کے ساتھ یہاں ملک شام آیا تھا۔ راستہ میں میرا کچھ سامان گم ہو گیا اور مجھے واپس لوٹنا پڑا۔ چنانچہ میں قافلہ والوں کو بتا کر اپنے اسباب کی تلاش میں واپس چل پڑا۔ میں اسی طرح مال تلاش کر رہا تھا کہ ایک گرجا میں سے ایک راہب نکلا میں اس سے ملا تو اس نے مجھے مسافر سمجھ کر میرے اوپر مہربانی کی؛

میرے لیے ٹھنڈا پانی وغیرہ لایا اور مجھے کھانا کھلایا۔ میرے کھانا کھانے کے دوران وہ مجھے بغور دیکھتا رہا گویا کہ مجھے پہچان رہا ہے۔

پھر وہ کہنے لگا کہ اس وقت میں تورات و انجیل کا سب سے بڑا عالم ہوں۔

تورات وانجیل کے بیان کے مطابق مجھے تیرے چہرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تو وہی شخص ہے جو ایک دن اس علاقے کو فتح کرے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ میرے ساتھ مذاق نہ کرو میں تو ایک عام سا اونٹ چرانے والا بدو ہوں اپنے مال کی تلاش میں نکلا ہوں۔ بھلا میرا اس معاملہ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

یہ علاقے وغیرہ فتح کرنا تو بادشاہوں کا کام ہوتا ہے' اور میں ایک غریب آدمی ہوں۔

فرماتے ہیں کہ پھر اس راہب نے مجھ سے میرا نام بمعہ ولدیت پوچھا میں نے اسے اپنا نام بتایا ''عمر بن خطاب'' وہ میرا نام سن کر پھڑک اٹھا اور کہنے لگا خدا کی قسم تو وہی ہے تیرا نام بھی تورات وانجیل میں مذکور ہے۔

بعدازاں اس نے مجھے کہا کہ مجھے یہ بات لکھ دو کہ اگر آپ نے اس علاقے کو فتح کر لیا تو یہ گرجا اور اتنا علاقہ میرے نام کر دو گے۔ میں ازراہ دلجوئی اسکی تحریر پر دستخط کر دیے۔ آج یہ شخص وہی رقعہ لیکر میرے پاس آیا ہے کہ اب مجھے یہ سارا علاقہ بطور جاگیر دے دو۔ تو میں نے اسکے جواب میں کہا کہ ان الارض للہ یہ سب زمین اللہ تعالیٰ کی ہے نہ میری ہے نہ میرے باپ کی ہے۔ یہ تو سب مسلمانوں کا حق ہے۔

**نتائج:-**

(۱) صحابہ کرامؓ کے اوصاف تورات وانجیل میں مذکور ہیں۔

(۲) حضرت عمرؓ کی عظمت شان۔

(۳) مفتوحہ علاقہ کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتا۔

## ۳۲۰ :- چالیس درختوں کے بدلے ایک درخت

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک کا واقعہ ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص کے گھر میں کھجور کا ایک درخت لگا ہوا تھا۔ اسکے پڑوس میں ایک انتہائی غریب آدمی کا گھر تھا۔ کھجور کے درخت کی کچھ شاخیں پڑوسی کے گھر میں جھکی ہوئی تھیں اور قدرتی طور پر اس کے گھر میں کچھ کھجوریں گر جایا کرتی تھیں۔

اس غریب آدمی کے بچے جو بھوک کے مارے ہوئے تھے ان کھجوروں کو اٹھا لیتے تھے اور کھانے لگتے تھے مگر وہ درخت کا مالک فوراً آجاتا تھا اور ان بچوں کے ہاتھوں سے وہ کھجوریں چھین لیتا تھا حتیٰ کہ بچوں کے حلق سے بھی کھجور نکال لیتا تھا اور بچوں کو جھڑکتا اور مارتا تھا۔ بیچارے بچے روتے رہتے مگر وہ ان سے کھجوریں چھین لیتا تھا۔

یہ حالت دیکھ کر ماں باپ خون کے آنسو روتے تھے اور اپنی بے بسی پر کڑھتے تھے۔ ایک دن اس غریب آدمی نے یہ سارا معاملہ رسول اللہؐ کے گوش گزار کیا۔ یہ واقعہ سن کر آپکا دل بھر آیا آپؐ نے فوراً کھجور کے اس مالک کو بلایا اور فرمایا کہ اگر تو مجھے یہ کھجور کا درخت دے دے تو میں تجھے جنت کے اندر اس سے

بہتر درخت کی ضمانت دیتا ہوں اس نے اس سودے سے انکار کر دیا۔

جب وہ جانے کے لیے اٹھا تو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں وہ درخت آپکی نذر کر دوں تو کیا میرے لیے بھی یہ بشارت ہے؟ آپ نے فرمایا ''ہاں بالکل ہے''۔

یہ صحابی اس شخص کے پیچھے چل پڑا اور اسے ہر طرح اس درخت کے بیچنے پر راضی کرتا رہا حتیٰ کہ چالیس درختوں کا باغ دیکر اس سے یہ ایک درخت خرید لیا۔اور پھر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخت آپکی نذر کر کے جنت کے درخت کی ضمانت لے لی۔آپ نے وہ درخت اس غریب شخص کو ہبہ کر دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) آخرت کی نعمتیں نہایت قیمتی ہیں۔

(۲) رسول اللہ کی زبان مبارک پر مکمل یقین ہونا چاہیے۔

(۳) پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔

(۴) صحابہ کرام کا جنت کے حصول کا شوق۔

# ۳۲۱ :- لبیک یا عبدی

بعض روایات اسرائیلیہ میں ہے کہ ایک بت پرست شخص نے عبادت کے لیے بت بنوایا اور اسے سامنے رکھ کر ہر وقت اسکی عبادت میں مصروف ہو گیا اور ہمہ وقت اسکو پکارنے لگا۔ ''یا صنم یا صنم'' کا وظیفہ جپنے لگا۔

ان الفاظ سے اپنے بت کو پکارتے پکارتے اس نے کتنی مدت گزار دی' مگر کوئی جواب نہ آیا۔ایک دن اسکی زبان تھرک گئی اس کے منہ سے یا صنم کی بجائے ''یا صمد'' نکل گیا۔جونہی اس نے پکارا ''یا صمد'' اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر

جواب دیا لبیک یا عبدی میرے بندے میں حاضر ہوں مانگ کیا مانگنا چاہتا ہے۔

فرشتوں نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ یہ کافر ہے۔ بت پرست ہے۔ اپنے بت کو پکار رہا ہے۔ غلطی سے اسکے منہ سے یا صمد نکل گیا آپ نے فوراً لبیک کیوں کہہ دیا؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے فرشتو! اگر وہ جھوٹے معبود کو پکارے اور جواب نہ آئے۔ اسی طرح سچے معبود کو پکارے اور پھر بھی جواب نہ آئے تو پھر سچے اور جھوٹے معبود میں کیا فرق رہا؟

میری تو یہ شان ہے **اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** جب بھی مجھے کوئی پکارنے والا پکارے تو میں اسکی پکار کو قبول کرتا ہوں۔ مجھے اپنے جلال کی قسم ہی وہ مجھ سے جو کچھ مانگتا میں فوراً اسکو دے دیتا۔

**نتائج:۔**

(۱) اللہ تعالیٰ بندے کی پکار کا جواب دیتا ہے۔

(۲) بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کتنی ہے۔

(۳) سچے اور جھوٹے معبود کا فرق۔

## ۳۲۲ :۔ کستوری والا بابا

بیان کیا جاتا ہے کہ بصرہ میں ایک بوڑھا شخص رہتا تھا جس کے جسم سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ لوگ اسکو کستوری والا بابا کہہ کر پکارتے تھے۔ لوگ حیران تھے کہ ہمارے جسم میں سے بدبودار پسینہ خارج ہوتا ہے جبکہ اس کے جسم سے کستوری کی خوشبو والا پسینہ خارج ہوتا ہے۔ کئی بار لوگوں نے اس سے اسکے

بارے میں پوچھا مگر وہ ٹال گیا' کسی کو کچھ نہ بتاتا تھا۔

ایک دفعہ ایک بزرگ بصرہ میں تشریف لائے وہ بھی بابا کے پسینے کی خوشبو سے انتہائی متاثر ہوئے اور دل میں طے کر لیا کہ میں ان سے اسکی وجہ ضرور پوچھوں گا۔ چنانچہ وہ بزرگ تین دن تک اسکے ہاں مہمان بنے۔ ہر طرح سے جانچا پرکھا کہ کہیں یہ کوئی خوشبو نہ لگاتا ہو؟ انہیں اندازہ ہو گیا کہ یہ کوئی خوشبو استعمال نہیں کرتا خود بخود اسکے وجود سے خوشبو آتی ہے۔ انہوں نے ہر طرح اس سے اسکی وجہ پوچھی' منت سماجت کی اور بالآخر خدا کا واسطہ دیا کہ مجھے یہ راز بتاؤ۔

کستوری والا بابا ان کے اصرار پر بالآخر ہار مان گیا اور اس نے اپنی کہانی اس انداز میں بیان کی۔

کہ میں ایک انتہائی امیر کبیر گھرانے میں پیدا ہوا۔ بچپن میں میں انتہائی خوبصورت اور حیادار تھا۔ ماں باپ نے مجھے کئی سال تک گھر میں ہی رکھا۔ اور باہر کی ہوا تک نہ لگنے دی۔ جب میں بالغ ہو گیا تو انہوں نے مجھے لوگوں سے مانوس کرنے کے لیے اور میری جھجک دور کرنے کے لئے مجھے ایک بزاز کے پاس بٹھا دیا' میں انتہائی حیادار اور شرمیلا نوجوان تھا' میں کبھی کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔

ایک دفعہ ایک انتہائی امیر ترین نوجوان لڑکی نے مجھے دیکھا تو میرے اوپر فریفتہ ہو گئی۔ میری خوبصورتی سے متاثر ہو کر بار بار اس دکان پر کپڑا لینے کے لیے آتی اور مجھ سے اشارے کنائے میں اظہار محبت کرتی تھی۔ میں تو ٹس سے مس نہ ہوا اور نہ ہی اسکی طرف کچھ التفات کیا۔

ایک دفعہ دکان پر اسکی بھیجی ہوئی ایک بڑھیا آئی۔ اس نے دکاندار سے کافی کپڑا خریدا اور اسکی گٹھڑی باندھی۔ گٹھڑی اتنی بڑی تھی کہ اس بڑھیا سے اٹھائی

نہ جاتی تھی اس نے دکاندار سے کہا کہ ذرا اس لڑکے کو یہ گٹھڑی اٹھوا کر میرے ساتھ بھیج دو مجھے گھر پہنچا آئے۔ دکاندار نے مجھے کہا تو میں نے وہ گٹھڑی اٹھالی اور اسکے ساتھ چل دیا مجھے تو معلوم نہ تھا کہ یہ بڑھیا اس لڑکی کی بھیجی ہوئی ہے۔ وہ بڑھیا مجھے ایک شاندار مکان کے اندر لے گئی اور مجھے یہ کہتی جا رہی تھی کہ ادھر آ جاؤ' ادھر لے آؤ۔ بالآخر مجھے ایک خوبصورت ترین کمرے کے پاس لے گئی؛ جس پر خوبصورت پردے لٹک رہے تھے اور مجھے کہا کہ بیٹا اس گٹھڑی کو اس کمرے میں رکھ دو۔

جونہی میں نے اس کمرے میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی حسینہ خوب آراستہ ہو کر میرے انتظار میں بیٹھی ہے۔ میرے اندر قدم رکھتے ہی کمرے کے دروازے باہر سے بند کر دیئے گئے۔ میں اندر محبوس تھا اس حسینہ نے مجھے پکڑا اور برائی کی دعوت دی' مجھے اس گھناؤنے فعل سے انتہائی وحشت ہوئی اور دل میں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد آ گیا ولا تقربوا الزنیٰ انه کان فاحشه کہ زناء کے قریب نہ جاؤ یہ انتہائی بے حیائی کا کام ہے۔

میں وہاں سے بھاگ بھی نہ سکتا تھا۔ تمام دروازے بند تھے اور باہر سخت پہرہ تھا۔ اچانک میرے دل میں ایک منصوبہ کا خیال آیا تو میں نے اس حسینہ سے کہا کہ اس کام سے پہلے مجھے ایک دفعہ اجابت کے لئے بیت الخلاء جانا ہے۔ ذرا مجھے باہر جانے دو تا کہ میں ضرورت سے فارغ ہو کر آ جاؤں۔ اس نے مجھے جواب دیا کہ باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے بیت الخلاء کا انتظام ادھر ہی ہے اور مجھے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کر دیا کہ ادھر چلے جاؤ۔

بیت الخلاء میں پہنچ کر میں نے ہر طرف سے بھاگنے کے لئے جائزہ لیا مگر انتہائی اونچی دیواریں تھیں اور بھاگنے کا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ بالآخر میں نے

ارادہ کیا کہ یہاں سے نیچے چھلانگ لگا دوں۔ پھر خیال آیا کہ یہ تو انتہائی بے وقوفی ہوگی اور یہ کام خودکشی کی مترادف ہوگا۔

میں نے ایک تدبیر سوچی اور اس پر عمل کرتے ہوئے بیت الخلاء کی ساری نجاست اپنے جسم پر خوب مل لی حتی کہ اپنے چہرے پر بھی وہ نجاست میں نے مل لی۔ اور پاگلوں کی طرح آوازیں نکالتا ہوا باہر آیا۔ باہر نوکرانی تولیہ وغیرہ لیکر کھڑی تھی میں نے اس کو دھکا دیا اور اول فول کہتا اس حسینہ کے کمرے میں پہنچ گیا۔ میرے ادھر ادھر بھاگنے سے اسکا سارا کمرہ بدبودار ہو گیا اور وہ مجھے دیکھ کر گھبرا گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ تو کوئی پاگل لڑکا ہے۔ بالآخر اس نے دروازہ کھلوا کر اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ مجھے باہر پھینک دیں۔

انہوں نے مجھے ایک پرانی بوری میں لپیٹا اور گھسیٹتے ہوئے باہر جنگل میں پھینک آئے۔ جب وہ سب چلے گئے تو میں وہاں سے اٹھا اور ندی پر جا کر اس نجاست کو دھویا کپڑوں وغیرہ کو دھویا' اور نہا دھو کر اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی دکان پر پہنچ گیا۔

میں اتنا نفیس مزاج تھا کہ باوجود نہانے کے مجھے اپنے آپ سے گھن آ رہی تھی۔ بار بار غسل کیا مگر وہم نہ جاتا تھا۔

رات میں نے خواب دیکھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام مجھے خواب میں ملے اور مجھے مبارکباد دی اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا اور پھر روئی کے چھوٹے سے پھاہے سے میرے وجود پر خوشبو لگا دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے میری رضاء کے لیے اپنے وجود کو بدبودار کیا۔ میں نے اب ہمیشہ کیلئے تجھے خوشبودار کر دیا۔ اس دن سے برابر میرے وجود سے یہ خوشبو آ رہی ہے۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ ساری کہانی سن کہ میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہ

جنت کی خوشبو ہے۔ جو کسی طرح ختم نہیں ہو سکتی۔

**نتائج:-**

(۱) اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف۔

(۲) زناء سے بچنے کا عجیب حیلہ۔

(۳) متقی کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام۔

## ۳۲۳ :- وہ روٹی کہاں گئی؟

بیان کیا جاتا ہے کہ ایکدفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفر کے لیے نکلے۔ ایک شخص آپکے ساتھ ہو لیا کہ میں بھی آپکا ہمسفر بن کر آپ کی خدمت میں رہونگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس تین روٹیاں تھیں راستے میں جب کھانے کا وقت ہوا تو آپؑ نے اسے کھانے کی دعوت دی ایک روٹی آپؑ نے خود کھائی اور ایک اسکو کھلائی ایک روٹی باقی بچ گئی جو آپ نے محفوظ کر کے رکھ دی کہ آگے کام آئے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ندی پر پانی پینے کے لیے گئے تو وہ روٹی غائب ہو گئی۔ واپس تشریف لائے تو اس سے پوچھا کہ وہ روٹی کہاں گئی؟ وہ مکر گیا اور کہنے لگا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ آپؑ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہیں اگر تو نے شدت بھوک کیوجہ سے کھالی ہے یا چھپالی ہے تو مجھے کم از کم بتا دے تشویش تو دور ہو جائے۔ مگر وہ پھر بھی مکر گیا۔ جب اگلی منزل پر آپ نے پڑاؤ کیا تو بھوک سخت لگ رہی تھی مگر بظاہر کچھ انتظام نہ تھا۔ آپؑ نے ایک ہرنی دیکھی جو اپنے دو بچوں کو لیکر جا رہی تھی آپؑ نے اسکے ایک بچے کو بلایا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ کا معجزہ کہ وہ فوراً اپنی ماں کی سنگت چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپؑ

نے اسے ذبح کیا' بھونا خود بھی کھایا اور اپنے ساتھی کو بھی کھلایا کھانے کے بعد آپ نے اسکی ہڈیوں کو مخاطب ہو کر فرمایا قم باذن اللہ وہ اللہ کی قدرت سے زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور آپکا اشارہ پا کر چھلانگیں لگاتا ہوا جنگل میں اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے یہ معجزہ دکھایا سچ سچ بتا وہ روٹی کہاں گئی؟ اس نے پھر بھی انکار کر دیا۔

پھر آپ آگے چلتے رہے۔ آگے دریا تھا اور اسے پار کرنے کے لیے کوئی کشتی وغیرہ موجود نہ تھی آپ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور دریا میں پانی پر اس طرح چلنے لگے۔ جس طرح خشکی پر چلتے ہیں۔ جب آپ نے دریا پار کر لیا تو اس سے پھر پوچھا کہ اس ذات کی قسم جس نے یہ معجزہ دکھایا ہے سچ سچ بتا وہ روٹی کہاں گئی؟ کسی نے لی؟ وہ بولا میں نے ہرگز نہیں لی اور نہ ہی مجھے پتہ ہے۔

آپ آگے چلتے رہے یہاں تک کہ پہاڑی علاقہ آ گیا آپ نے وہاں چھوٹی بڑی کنکریوں کا ایک اچھا خاصہ ڈھیر لگایا اور فرمایا خدا کے حکم سے سونا بن جا۔ تو وہ سب کنکریاں سونے اور جواہرات میں تبدیل ہو گئیں۔ پھر آپ نے اسکے تین حصے کیے اور اپنے ساتھی سے فرمایا کہ ایک حصہ تیرا ہے ایک میرا ہے اور ایک اسکا ہے جس نے روٹی لی۔

اب وہ بولا کہ وہ روٹی تو میں نے لی تھی۔ لہٰذا اس طرح میرے دو حصے بنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں یہ سارا خزانہ ہی تو رکھ لے اب اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنگت چھوڑ دی اور خزانہ سمیٹنے میں لگ گیا کہ کسی طرح اس خزانے کو اپنے گھر منتقل کروں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے وہاں چھوڑ کر آگے سفر پر چلے گئے وہ شخص وہاں خزانہ سمیٹ ہی رہا تھا کہ دو شخص وہاں سے گزرے۔ انہوں نے اتنا بڑا خزانہ

دیکھا تو لالچ میں آ گئے اور کہنے لگے کہ یہ خزانہ تو ہمارا ہے۔ اس نے ہر طرح دلائل دیے۔ مگر وہ دو تھے اور یہ ایک تھا۔ بالآخر بات اس پر ختم ہوئی کہ تینوں برابر حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

پھر سوچا کہ تقسیم کرنے میں کچھ دیر لگے گی' بھوک سخت لگ رہی ہے کیوں نہ پہلے کھانا کھا لیا جائے۔ اور پھر ایک شخص کو کھانا لانے کے لیے شہر بھیجا۔ وہ کھانا لینے کے لیے گیا تو سارے راستے میں یہی سوچتا رہا کہ کاش یہ سارے کا سارا خزانہ مجھے مل جائے بالآخر یہ طے کیا کہ خود یہاں شہر سے کھانا کھالوں اور بقیہ کھانے میں زہر ملا دوں جب وہ دونوں زہر ملا کھانا کھائیں گے تو مر جائیں گے اور خزانہ خود بخود میرے حصے میں آ جائے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بقیہ کھانے میں زہر ملا دیا۔

پیچھے وہ دونوں بھی اسی سوچ میں تھے کہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ خزانہ حاصل کریں۔ چنانچہ انہوں نے پروگرام بنایا کہ کیوں نہ اس تیسرے کو کسی بہانے سے قتل کر دیا جائے اور پھر ہم یہ خزانہ آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے۔ جونہی وہ کھانا لیکر آیا یہ اس پر برس پڑے کہ اتنی دیر لگا کر کیوں آیا؟ ہم کب کا انتظار کر رہے ہیں چنانچہ اسی بہانے سے اس سے لڑ پڑے اور اسے قتل کر دیا۔

اسکے قتل کے بعد خود اطمینان سے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ کھانا کھاتے ہی زہر کے اثر سے یہ بھی وہاں ڈھیر ہو گئے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ مال پڑا ہے اور اسکے چاہنے والے موت کی آغوش میں ہیں۔ واپسی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب وہاں سے گزرے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مال اسی طرح پڑا ہے اور اسکے پاس تینوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھ لو دنیا کی محبت کا یہ انجام ہے۔ خود مر گئے اور مال یہیں چھوڑ گئے۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات۔

(۲) مال و دولت کی محبت اور لالچ کا انجام۔

(۳) جھوٹ بولنے کا انجام۔

## ۳۲٤ :- کبوتر ذبح کر کے لاؤ

اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کامل کے پاس بہت سے شاگرد رہتے تھے۔ جو ان سے سلوک و مراقبہ کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ ایک نوجوان بعد میں آیا مگر بہت جلد ترقی کرتا چلا گیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ اتنی جلدی اسکو یہ کیفیات حاصل ہو گئیں۔ ولی اللہ کی نظر خاص بھی اسی پر تھی۔ دوسرے سالکین کو شبہ ہونے لگا کہ شاید اس کو اپنا خلیفہ بنائیں گے اور وہ اس سے کسی حد تک حسد کرنے لگے کہ یہ ہمارے راستے میں رکاوٹ بن گیا ہے۔

پھر جس دن انتخاب خلیفہ کا وقت آیا تو سب منتظر تھے کہ کس کس کو خلافت ملتی ہے۔ اس ولی اللہ نے انکے امتحان کے لیے کبوتروں کا ایک ٹوکرا اور چھریوں کا ڈھیر منگوالیا۔ سب کو ایک ایک چھری اور ایک ایک کبوتر دے دیا۔ کہ اسے ذبح کر کے لاؤ مگر ذبح وہاں کرنا ہے جہاں کوئی نہ دیکھے۔

وہ سارے کے سارے کبوتر لیکر ادھر ادھر جنگل میں نکل گئے ایک دوسرے سے چھپ کر کبوتروں کو ذبح کیا۔ جب واپسی کا وقت آیا تو وہ نوجوان اپنے ہاتھ میں زندہ کبوتر لیکر حاضر ہوا اور اسے ذبح نہ کیا۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں جہاں بھی گیا ہوں ایک دیکھنے والا دیکھ رہا تھا۔ اس لیے میں اسے ذبح نہیں کر سکا۔ اس بزرگ نے اسے اس امتحان میں کامیاب قرار دیا اور دوسروں کو بتایا کہ میں

یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر اور ناظر ہونے کا عقیدہ کس کے دل میں راسخ ہو چکا ہے۔ چنانچہ سب نے اسکے مراقبے کو پسند کیا اور اسے خلافت کا مستحق قرار دیا گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) انتخاب خلیفہ کے لئے عجیب امتحان۔

(۲) اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

(۳) اس عقیدے کا ہر وقت استحضار رکھنا چاہیے۔

(۴) یہی عقیدہ ولایت کی بنیاد ہے۔

## ۳۲۵:۔ بایزید بسطامیؒ ہار گئے

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ زندگی بھر کسی شخص نے بھی کسی معاملہ میں مجھے اس طرح شکست نہیں دی جس طرح بلخ کے ایک نوجوان نے دی۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں اس سے ہار گیا۔

شاگردوں نے پوچھا کہ حضرت اصل واقعہ کیا ہے؟ فرمایا کہ ایک دفعہ بلخ کا ایک نوجوان حج کو جاتے ہوئے میرے پاس حاضر ہوا جو انتہائی متوکل اور صابر نوجوان تھا۔ اس نے مجھ سے سوال کیا کہ زہد کی حقیقت آپ کے نزدیک کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جب ہمیں ملے تو کھالیں اور جب نہ ملے تو صبر کریں۔ اس نے کہا ایسے تو ہمارے ہاں بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں۔ جب ملے کھا لیتے ہیں اور جب نہ ملے تو صبر کر لیتے ہیں یہ تو کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔

میں نے پوچھا تو پھر تمہارے ہاں زہد کی حقیقت کیا ہے؟ وہ کہنے لگا جب ہمیں نہ ملے تو پھر بھی حمد و شکر کریں اور جب ملے تو دوسروں پر ایثار کر دیں۔ یہ ہے

زہد کی حقیقت۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت بایزیدؒ کی بے نفسی۔

(۲) زہد کی اصل حقیقت واضح ہوگئی۔

(۳) ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

## ۳۲۶:- مجھے اس کا علم نہیں

ایک دفعہ حضرت امام بخاریؒ بغداد میں تشریف لائے۔ وہاں کے محدثین انکا ذکر پہلے سن چکے تھے کہ وہ بہت بڑے حافظ حدیث ہیں۔ انہوں نے امام بخاریؒ کا امتحان لینے کا پروگرام بنایا وہ اس طرح کہ ایک مجلس میں ہر ایک محدث نے آپکے سامنے دس دس حدیثیں بیان کیں۔ اور ہر حدیث کی سند کو توڑ موڑ کر اسکے کئی حصے کر کے مختلف حدیثوں کے ساتھ لگا دی۔ اور اسی طرح احادیث کے متون کو بھی توڑ موڑ کر مختلف سندوں کے ساتھ جوڑ دیا۔ گویا جس طرح بھی وہ جوڑ توڑ کر سکتے تھے کر لیا۔

امام بخاریؒ کے سامنے جب بھی کوئی حدیث پڑھی جاتی تو آپؒ جواب میں فرماتے "لااعرفہ" مجھے اسکے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ اسی طرح دس محدثین نے آپ کے سامنے ایک سو احادیث پڑھیں آپ نے ہر ایک کے جواب میں فرمایا "لااعرفہ"۔

جب سب محدثین اپنی حدیثیں بیان کر چکے تو امام بخاریؒ کھڑے ہوئے اور پہلے محدث کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ نے پہلی حدیث اس طرح پڑھی ہے اور اسے ساری حدیث اس کی طرز پر پڑھ کر سنائی پھر اسکی اصلاح کرتے ہوئے

فرمایا کہ اس حدیث کی سند اسطرح ہے اور اسکا متن یہ ہے۔ علی ہذا القیاس پھر دوسری غلط حدیث سنائی پھر اسکی تصحیح فرمادی۔

اسی طرح آپ نے سو کی سو احادیث پہلے غلط انداز میں پڑھ کر سنائیں اور پھر درست انداز میں بیان فرمادیں۔

آپؒ کا یہ غیر معمولی حافظہ اور علم دیکھ کر سب محدثین دنگ رہ گئے اور آپ کو امام فی الحدیث ماننے پر مجبور ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمیں تعجب اس بات پر نہیں کہ امام صاحب نے غلطی پہچان لی اور اسکی اصلاح کر دی بلکہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ کس طرح ایک ہی بار سن کر آپ نے وہ ساری غلط احادیث بعینہ یاد کرلیں اور پھر اسی ترتیب سے وہ احادیث سنا کر پھر انکی اصلاح کر دی۔

**نتائج:-**

(۱) امام بخاریؒ کی عظمت شان۔

(۲) سلف صالحین کا بے مثال حافظہ۔

(۳) سلف صالحین کا شغف بالحدیث۔

## ۷۷ :- یہ خوشی سے لے لے اور خاموشی سے چلا جا

یک دفعہ ایک شخص سیدنا حضرت معاویہؓ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ اور دربان کو آ کر کہا کہ امیر المومنین کو اطلاع دیں کہ آپکا باپ شریک اور ماں شریک بھائی ملنے کے لیے آیا ہے۔

دربان نے فوراً آپؓ کو اطلاع کر دی۔ آپؓ بڑے حیران ہوئے کہ مجھے

تو ایسا کوئی بھائی یاد نہیں۔ خیر اسے آپ نے بڑے اعزاز کے ساتھ اندر بلایا اور اس سے پوچھا کہ مجھے تو معلوم نہیں آپ کس طرح میرے بھائی ہیں۔ وہ کہنے لگا دیکھئے آپ کا ابا اور میرا ابا ایک ہی ہے یعنی آدم علیہ السلام۔ اور اسی طرح آپکی اور میری ماں یعنی حوا علیہا السلام بھی ایک ہی ہے۔ اس لحاظ سے میں آپ کا بھائی ہوں۔ اور آپ کی زیارت وملاقات کے لیے حاضر ہوا ہوں یہ سن کر آپ مسکرائے اور غلام کو حکم دیا کہ اس میرے بھائی کو ایک درہم دے دیا جائے۔ وہ کہنے لگا اپنے بھائی کو صرف ایک ہی درہم دے رہے ہو؟

آپؓ نے فرمایا کہ یہ ایک درہم خوشی سے لے لے اور خاموشی سے چلا جا اگر تیرے میرے دوسرے بھائیوں کو خبر ہوگئی جو آدم وحوا کی اولاد ہیں اور میں انکو دینے بیٹھ گیا تو تیرے حصے میں یہ ایک درہم بھی نہیں آئے گا۔ اس طرح آپ نے اسے کمال ذہانت سے لاجواب کر دیا۔ اور وہ ایک ہی درہم لے کر چلتا بنا۔

**نتائج:-**

(۱) سیدنا معاویہؓ کی ذہانت۔

(۲) آپؓ کا حلم وکرم۔

(۳) ہر ایک ذہین سے کوئی ذہین تر موجود ہے۔

## ۳۲۸:- جو چوھے کی حفاظت نہ کر سکا وہ اسم اعظم کی کیا حفاظت کریگا؟

ایک بزرگ یوسف بن حسینؒ نے سنا کہ حضرت ذوالنون مصریؒ اسم اعظم

جانتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں اسکے حصول کے لیے آپکی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ کئی سال تک انکی خدمت میں رہا۔ بالآخر ان سے اسم اعظم کی بابت سوال کیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر کافی عرصہ خدمت کی اور پھر سوال کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اسم اعظم کے لیے اہلیت چاہیے حوصلہ اور حلم چاہیے۔ میں پھر خدمت میں لگ گیا اور بار بار انہیں باور کرایا کہ میں اسم اعظم کی حفاظت کر سکتا ہوں۔

ایک دفعہ وہ میرے پاس گھر سے ایک طباق لائے۔ اسپر سرپوش تھا اور وہ ایک کپڑے میں بندھا ہوا تھا اور مجھے فرمایا کہ فسطاط کے علاقہ میں اس اس نام کے میرے ایک دوست رہتے ہیں' انکو میری طرف سے یہ تحفہ دیکر آؤ اور خبردار یہ امانت ہے اسکی حفاظت کرنا۔

چنانچہ میں وہ طباق لیکر چل پڑا اور سارے راستے میں یہی سوچتا رہا کہ آخر یہ کونسی شئے ہے جو حضرت نے اتنی دور اپنے دوست کے لیے بھیجی ہے؟

مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے دریا کے پل پر بیٹھ کر اس طباق کو کھولا کہ دیکھوں تو سہی؟ جونہی میں نے سرپوش اٹھایا اندر سے ایک چوہا کود کر نکل گیا۔

مجھے سخت غصہ بھی آیا اور حیرانی بھی ہوئی کہ حضرت نے میرے ساتھ یہ کیا مذاق کیا ہے؟ میرے ہاتھ ایک چوہا روانہ کر دیا؟ میں اسی غصہ اور حیرانی کے عالم میں واپس لوٹ آیا کہ اب آگے جانا بے سود ہے۔

جب میں حضرت کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے میرے چہرے سے سارا حال سمجھ لیا اور فرمایا کہ ہم نے تیرا امتحان لیا تھا کہ تیرے ہاتھ میں ایک چوہا بطور امانت دیا۔ تو اسکی حفاظت نہ کر سکا اور اسمیں خیانت کی۔ بھلا میں تیرے ہاتھ اسم اعظم کی امانت کیسے دے دوں؟ میرے پاس سے چلا جا۔ تو اسم اعظم لینے کا مستحق نہیں ہے۔

**نتائج:-**

(۱) بزرگوں کا امتحان کا عجیب طریقہ۔

(۲) ہر حال میں امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے۔

(۳) ہر کام کے لیے اہلیت شرط ہے۔

## ۳۲۹:- کیا نماز پڑھنے سے مجھے گناہ ملے گا؟

حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک شخص نے نماز عید سے قبل نفل نماز پڑھنا چاہی تو آپؓ نے اس شخص کو نوافل پڑھنے سے روکا۔

وہ شخص بڑا حیران ہوا کہ آپ مجھے ایک انتہائی نیکی اور ثواب کے کام سے منع فرما رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ میں کوئی برا کام تو نہیں کر رہا' نماز ہی پڑھنے لگا ہوں انی اعلم ان اللہ تعالیٰ لایعذب علی الصلوۃ مجھے یقین ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس نماز کیوجہ سے مجھے عذاب تو نہیں دے گا۔ یعنی ثواب اگر نہ بھی ملا تو عذاب بھی تو نہ دے گا۔

آپؓ نے فرمایا بھلا اس کام پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا کیسے ثواب مل سکتا ہے؟ بلکہ آپ کی مخالفت کیوجہ سے عذاب ہی کا خطرہ ہے؟

وہ کہنے لگا یعذبنی اللہ علی الصلوۃ؟ کیا اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب دے گا؟ آپ نے فرمایا ''ہاں'' یعذبک لمخالفتک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے اللہ تعالیٰ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کی مخالفت کیوجہ سے عذاب دے گا۔

یعنی جو کام آپؐ نے نہیں کیا ہم اسے نیکی سمجھ کر کریں گے تو مخالفت رسول کیوجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔

**نتائج:-**

(۱) سنت نبویؐ کا مقام اور بدعت کی پہچان۔

(۲) خلاف سنت نیکی کا کام بھی موجب عذاب ہے۔

(۳) عید سے قبل نفل پڑھنا بدعت ہے۔

## ۳۳۰:- اے عمرؓ! ان سے دعاء کرانا

ایک دن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ایسے بندوں کو پسند کرتا ہے جو انتہائی متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے وجود کو بنانے سنوارنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی۔ انکے بال بکھرے ہوئے اور چہرہ غبار آلود ہوتا ہے۔ شدت بھوک کیوجہ سے پیٹ کمر سے لگا ہوتا ہے۔ اگر خوبصورت مال دار عورتوں سے نکاح کرنا چاہیں تو کوئی قبول نہ کرے۔ اگر کہیں چلے جائیں تو کوئی تلاش نہ کرے۔ اگر آجائیں تو کسی کو خوشی نہ ہو۔ اگر بیمار ہوں تو کوئی عیادت کو نہ جائے۔ اگر مر جائیں تو لوگ جنازہ پر نہ جائیں۔ زمین پر تو یہ لوگ گم نام ہوتے ہیں مگر آسمانوں میں ان کی شہرت ہے لو اقسم علی اللہ لابرہ اللہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر کوئی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ انکی قسم پوری فرما دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ایسے کسی آدمی سے ہماری ملاقات ہو سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا میری امت میں سے اویس قرنی ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں صحابہ کرامؓ نے سوال کیا ان کی علامت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا

''اویس بن عامرؒ'' یمنی لوگوں کے ساتھ قرن سے آئیں گے۔ انکی پہچان یہ ہے کہ پہلے انکو برص کی بیماری تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے انکی وہ بیماری دور فرمادی البتہ انکے مونڈھے پر ایک درہم کے برابر سفیدی باقی ہے۔ وہ اپنی والدہ کی خدمت کیوجہ سے یہاں حاضر نہیں ہو سکتے۔ اے عمرؓ! اے علیؓ! اگر تمہاری ان سے ملاقات ہوجائے تو ان سے اپنے لیے دعاء مغفرت کرانا۔

آپؐ کے اس فرمان کے بعد حضرت عمرؓ بیس برس تک انکی تلاش میں رہے حتیٰ کہ آپؓ نے اپنی زندگی کے آخری سال حج کے موقع پر سارے مجمع میں سے اہل یمن کو الگ ہونے کا حکم دیا۔ سب اہل یمن کھڑے ہوگئے۔ پھر آپؓ نے فرمایا یمن والوں میں سے مراد کے علاقے کے لوگ کھڑے رہیں اور باقی بیٹھ جائیں۔ پھر فرمایا کہ خاص قرن کے لوگ کھڑے رہیں اور باقی بیٹھ جائیں۔ اس طرح کرتے کرتے صرف ایک آدمی کھڑا رہ گیا جو حضرت اویس قرنی کا چچا تھا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم اویس کو جانتے ہو؟ وہ کہنے لگا آپ کون سے اویس کو اتنی اہمیت کے ساتھ تلاش کرنا چاہتے ہیں؟ ہاں میرا ایک بھتیجا ہے جس کا نام اویس ہی ہے مگر وہ تو اس قابل نہیں کہ آپ اسکو پوچھیں۔ ہمارے اندر انتہائی کنگال اور فقیر ہے انتہاء درجے کا احمق ہے' بلکہ بالکل دیوانہ ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا ایسی بات نہیں ہے بلکہ میں نے تو خود رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ صرف انکی سفارش پر قبیلہ مضر اور قبیلہ ربیعہ کی تعداد کے برابر لوگ جنت میں جائیں گے۔ پھر فرمایا اچھا بتا وہ تیرا بھتیجا کہاں ہے؟ کیسے مل سکتا ہے؟ اس نے بتایا کہ اس وقت وہ عرفات کے جنگل میں ہمارے اونٹ چرا رہا ہے وہ اس لائق ہی نہیں کہ ہم اسے اپنے ساتھ رکھیں۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ بات سنی تو فوراً حضرت علیؓ کو ساتھ لیکر جنگل میں

پہنچے وہاں دیکھا کہ ان کے اونٹ ادھر ادھر چرتے پھرتے ہیں اور وہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات انکے پاس پہنچے اور سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ وہ کہنے لگے اونٹوں کا چرواہا۔ آپؓ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ وہ کہنے لگے ''عبداللہ'' یعنی اللہ کا بندہ۔

آپؓ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے تو سبھی ہیں وہ نام بتایئے جو آپکی والدہ نے رکھا ہے۔ وہ کہنے لگے تمہیں میرے ساتھ کیا غرض ہے؟ کیا چاہتے ہو؟ میں کون ہوں کیا ہوں؟ مجھے نہ چھیڑیے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے آپکی تعریف کی تھی۔ چہرے مہرے اور رنگ ڈھنگ سے تو ہم نے اندازہ کرلیا ہے کہ آپ وہی اویس ہیں' جس کی تعریف رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی۔ مزید فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ انکے مونڈھے پر برص کا نشان باقی رہ گیا ہے ذرا مہربانی فرما کر اپنا مونڈھا دکھا دیجیے۔ جب انہوں نے مونڈھا کھولا تو وہ سفیدی واقعتاً موجود تھی ان دونوں حضرات نے بڑھ کر اسکا بوسہ لے لیا۔ اور فرمایا کہ بے شک آپ اویس ہی ہیں۔ ہمارے لیے دعائے استغفار کیجیے۔ وہ کہنے لگے میں تو سب کے لیے دعائے استغفار کرتا ہوں۔

دعاء کرنے کے بعد حضرت اویسؒ تے فرمایا کہ میرا حال اور میری کیفیت تو آپ پر ظاہر ہوگئی ہے' آپ بتائیں آپ کون ہیں؟ حضرت عمرؓ بولے میں خلیفۃ المسلمین عمر بن خطابؓ ہوں۔ اور یہ رسول اللہ کے چچازاد بھائی علیؓ بن ابی طالب ہیں۔

یہ سن کر حضرت اویس نے کھڑے ہو کر انکا استقبال کیا اور خوب اکرام

کیا اور انکو دعائیں دیں۔ بعدازاں حضرت عمرؓ نے پیش کش فرمائی کہ تھوڑی دیر یہاں ہی رکیے گا تا کہ میں مکہ مکرمہ سے آپکے لئے کچھ کپڑے زاد راہ اور سامان خورد ونوش لاؤں۔

حضرت اویسؒ کہنے لگے اے عمرؓ! اب کے بعد شاید تمہاری ملاقات مجھ سے نہ ہو سکے۔ میں تمہارے دیے ہوئے کپڑوں کو کیا کروں گا؟ یہ میرے پاس اونی چادر اور تہبند ہے۔ مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ انکے پھٹنے تک زندہ بھی رہونگا یا نہیں۔ میرے پاس یہ جوتا ہے' مجھے پتہ نہیں اسکے ٹوٹنے تک زندہ رہونگا یا نہیں۔ مجھے روزانہ اونٹ چرانے کی مزدوری چار درہم ملتی ہے۔ مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ آج کی مزدوری کو کھا کر مروں گا یا بن کھائے مر جاؤں گا۔

اے امیر المومنین! میرے اور تمہارے آگے آنے والی ایک ہیبت ناک گھاٹی ہے اس سے وہی پار ہو گا جو انتہائی ہلکا پھلکا رہے گا۔ لہذا تم دنیا سے محبت نہ رکھو بلکہ ہلکے پھلکے رہ کر زندگی گزارو۔ دنیا میں جتنے پھنسو گے آخرت میں اتنا ہی پریشان ہونا ہو گا۔

یہ نصائح سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اپنا درہ زمین پر مار کر فرمایا اے عمر کاش تجھے تیری ماں نہ جنتی۔ کل قیامت کے دن خدا کو کیسے حساب دے گا۔ بعدازاں حضرت عمرؓ نے ان سے اجازت لی اور حضرت اویس نے جنگل کی راہ لی۔ اونٹ والوں کے اونٹ انکے سپرد کر کے ( کہ اب میرا راز فاش ہو گیا ہے ) کسی نامعلوم جگہ پر چلے گئے اور عبادت میں لگ گئے حتی کہ گمنامی میں ہی وصال ہو گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) متقی فقراء اور غرباء کا مقام۔

(۲) والدہ کی خدمت کا اجر وثواب۔

(۳) آپ کا معجزہ اخبار بالغیب۔

## ۳۳۱ :- تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے مگر میں دھوکا نہ دوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں اہل فارس کے ساتھ لڑائیاں ہوئیں۔ چنانچہ ایرانیوں کے لشکر کا ایک سردار ہرمزان مغلوب ہو گیا اور اس نے جزیہ دینا بھی منظور کر لیا۔ اور پھر مسلمانوں کو دھوکہ دیکر بغاوت کر ڈالی اور مقابلے پر اتر آیا' مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا مگر اللہ کے فضل سے فتح ہوگئی اور ہرمزان کو قید کر لیا گیا اور اسے حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

اس وقت اسکے سر پر مرصع تاج اور بدن پر ریشم کا قیمتی جوڑا تھا۔ کمر سے ہیرے جواہرات سے مرصع تلوار لٹک رہی تھی بیش بہا خزانے اسکے پاس تھے۔

جب یہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ لایا گیا تو صاف ظاہر تھا کہ اسے اسکی بغاوت کے بدلے قتل کیا جائیگا اور سارا مال چھین کر بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ہرمزان تو نے ہمارے ساتھ بار بار بدعہدی کی ہے۔ اب یقیناً تجھ سے اسکا بدلہ لیا جائیگا۔ اگر تجھے قتل کر دیا جائے تو کیا تیرا کوئی عذر باقی رہ جائے گا؟ ہرمزان کہنے لگا کہ مجھے خوف ہے کہ شاید آپ میرا عذر سننے سے پیش تر مجھے قتل کر دیں' کم از کم مجھے اپنی بات کھل کر کرنے کا موقعہ دیں۔

آپؓ نے وعدہ فرما لیا کہ ایسی کوئی بات نہیں' تجھے تیرا عذر پیش کرنے

سے پہلے کچھ نہ کہا جائیگا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ قبل اس کے کہ میں اپنی بات شروع کروں مجھے پانی پلایا جائے۔آپؓ نے فوراً پانی منگوا کر اسکو دیا۔ وہ پھر کہنے لگا کہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کہیں اس پانی کے پینے سے پہلے مجھے قتل نہ کرادیں۔آپؓ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہیں جب تک تو یہ پانی نہ پی لے تجھے کچھ نہیں کہا جائیگا۔

اب ہرمزان نے پانی کا پیالہ نیچے گرادیا اور کہنے لگا کہ میں یہ پانی نہیں پینا چاہتا اور نہ ہی اپنا عذر بیان کرنا چاہتا ہوں۔اور آپؓ نے مجھے یہ دونوں کام کرنے تک امان بخشی ہے۔اس لیے آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔حضرت عمرؓ کو اسکی اس چالاکی پر بہت ہی غصہ آیا کہ کیا کیا جائے؟ حضرت انسؓ فوراً بول اٹھے کہ اے امیر المومنین یہ سچ کہتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب تک پورا حال بیان نہ کرلو اور یہ پانی نہ پی لو کسی قسم کے خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے۔لہذا اب اسے حسب وعدہ امان مل چکی ہے۔حضرت انسؓ کے کلام کی تائید دیگر اہل مجلس نے بھی کردی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ''اے ہرمزان بے شک تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے لیکن میں تجھے دھوکہ نہ دونگا کیونکہ اسلام نے ہمیں ایفائے عہد کی تعلیم دی ہے'' اس حسن سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہرمزان نے صدق دل سے ایمان قبول کرلیا۔اور کہنے لگا میں سنتا تھا کہ مسلمان بات کے پکے اور وعدے کے سچے ہوتے ہیں۔میں نے بھی اسی لیے یہ چال چلی تھی۔آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مسلمان دھوکہ نہیں کرتے۔

اس کے مسلمان ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے دو ہزار سالانہ اسکی تنخواہ مقرر فرمادی۔

**نتائج:-**

(۱) ہرمزان کی ذہانت۔

(۲) ایفائے عہد کا نادر نمونہ۔

(۳) اسلام اخلاق سے پھیلا ہے۔

## ۳۳۲ :- میں تجھے امین بنانا چاہتا ہوں

بیان کیا جاتا ہے کہ عضدالدولہ کے زمانہ میں ایک شخص نے وقت کے قاضی القضاۃ پر اعتماد کر کے اسکے پاس بیس ہزار دینار امانت رکھے۔اور خود حج پر چلا گیا۔ بعدازاں روم کے ساتھ ہونے والے جہاد میں شریک ہوگیا پھر زخمی ہوکر رومیوں کا قیدی بن گیا اور چار سال تک قید میں رہا۔

اس طرح وہ تقریباً دس برس کے بعد اپنے شہر واپس لوٹا اور قاضی سے اپنی امانت طلب کی۔ قاضی کا دل بے ایمان ہوگیا کہ اتنی بڑی رقم اسکو کیوں واپس کروں۔ اس نے اسکے پہچاننے سے بھی انکار کر دیا' بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر مجھے زیادہ تنگ کروگے تو گرفتار کرادونگا اور پاگل خانے بھجوادوں گا۔

وہ شخص بڑا پریشان ہوا کہ رقم بھی اتنی بڑی ہے اور میرے پاس ثبوت بھی کوئی نہیں کیا کروں؟ ادھر ادھر احباب سے مشورے کرتا رہا کہ اب کیا کیا جائے۔

کسی ذریعے بادشاہ کے مقرر کردہ ایک مخبر کو اسکی اطلاع مل گئی اس نے اس شخص سے سارا حال پوچھا اور جاکر بادشاہ کو بیان کر دیا کہ قاضی صاحب کے اوپر یہ الزام ہے۔ بادشاہ نے خفیہ طور پر اس شخص کو بلوایا اور اس سے ساری داستان سنی اور کہا کہ اب اپنی زبان بند رکھو۔ میں جب بھی بلاؤں اس وقت تم جہاں بھی ہو جس حال میں بھی ہو چلے آنا۔

بعدازاں بادشاہ نے ایک دن قاضی القضاۃ کو علیحدگی میں بلایا اور اس سے خفیہ ملاقات کی۔ اور اسے کہا کہ میری زندگی کا کوئی پتہ نہیں۔ شہزادوں کی طرف سے خطرہ ہے کہ اپنی بہنوں کو حصہ نہ دیں گے۔ اس لیے میں شہزادوں سے چوری کچھ جواہرت اور نقدی آپ جیسے متدین اور متقی کے پاس امانت رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کام کے لیے ایک تہہ خانہ خالی کرالیں۔ میں وہاں پر لاکھوں کروڑوں کا سامان رکھوا دیتا ہوں۔ اور اسکی چابی آپکے پاس ہوگی۔ اور یہ خزانہ بظاہر آپکا ہی ہوگا۔ میرے مرنے کے بعد آپ میری بیٹیوں کے حوالے کر دینا۔ میرے اور آپکے اور اس علام الغیوب کے سوا جو دلوں کے حالات جانتا ہے۔ کسی کو بھی اس کی خبر نہ ہوگی۔

قاضی صاحب یہ بات سن کر دل میں بڑے خوش ہوئے کہ بڑھاپے میں خداوند کریم نے سن لی اور اس قدر مال مفت میں ملنے والا ہے۔ بیس ہزار دینار بھی خدا نے گھر بیٹھے دلوائے اور یہ کروڑوں روپے بھی آنے والے ہیں۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ نہ کوئی دستاویز ہے اور نہ کوئی گواہ۔

بادشاہ نے قاضی کے سامنے حسب وعدہ ایک سو چالیس صندوقوں میں دینار اور تین صندوقوں میں بیش قیمت ہیرے اور جواہرات وغیرہ بھر کر اپنے پاس رکھوا لیے اور کہا کہ آج ہی رات کو یہ امانت آپ تک پہنچ جائے گی۔ یہ ساری چیزیں دیکھ کر قاضی صاحب از حد خوش ہوئے اور پھولے نہ سما رہے تھے۔

اس کے بعد بادشاہ نے اس مظلوم کو بلوایا اور کہا کہ ابھی جا کر قاضی صاحب سے اپنی رقم کا مطالبہ کرو۔ نہ مانے تو ذرا بلند آواز سے تقاضا کرو۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور قاضی صاحب سے اپنی رقم کا مطالبہ کیا اور زور زور سے بولنے لگا۔ قاضی صاحب ڈر گئے کہ اگر اسکی آواز کسی نے سن لی تو بادشاہ تک اطلاع پہنچ

جائے گی اور بادشاہ کا اعتماد مجھ سے اٹھ جائیگا اور اتنے بڑے خزانے سے میں محروم ہو جاؤنگا۔ اس سے کہنے لگے کہ آہستہ بولو یہ ساری رقم میں نے تمہارے ہی فائدہ کے لیے رکھی ہوئی تھی۔ تمہارا ہی مال ہے۔ بڑی خوشی سے لے جاؤ۔

چنانچہ اس شخص نے فوراً مزدوروں کو بلوایا اور دیناروں کی تھیلیاں اٹھوا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت! آج تو قاضی صاحب نے بڑی عزت کی ہے اور فوراً رقم بھی دے دی ہے۔

بادشاہ بات کی تہہ تک پہنچ گیا کہ واقعی قاضی نے خیانت کی تھی۔ اسکو قرارواقعی سزا دی گئی اور عہدہ قضاء سے برطرف کر دیا گیا۔

**نتائج:-**

(۱) بادشاہ کی نیک نیتی اور مظلوم کی ہمدردی۔

(۲) بادشاہ کی ذہانت وفطانت۔

(۳) امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے۔

## ۳۳۳ :- یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر ہے

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت مبارکہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی مجلس میں نمایاں حیثیت دیتے تھے۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے کبار صحابہ کرامؓ جو جنگ بدر میں شامل ہوئے تھے انکے ساتھ بٹھاتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ عمر میں ان سے انتہائی چھوٹے تھے۔ بعض صحابہؓ نے یہ محسوس کیا کہ یہ نوعمر لڑکا اتنی بڑی بڑی علمی مجلسوں میں ہمارے برابر

کیوں بٹھایا جاتا ہے حالانکہ اس جتنے تو ہمارے بیٹے ہیں۔

حضرت عمرؓ کو جب اسکی اطلاع ملی تو فرمایا کہ میں اس نوجوان کے علمی مرتبہ کو جانتا ہوں اس لیے اسے یہ مقام دیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپؓ نے مجھے انکی مجلس میں بلایا اور سب سے سوال کیا **ماتقولون فی قول اللہ اذا جاء نصر اللہ** کہ تم سورۃ اذا جاء نصر اللہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اسمیں کیا راز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کا حکم دیا؟ سب صحابہ کا یہی جواب تھا کہ فتح ونصرت ملنے کیوجہ سے اللہ تعالیٰ نے تسبیح وتحمید اور استغفار کا حکم دیا ہے۔

پھر آپؓ نے مجھ سے پوچھا **أکذالک تقول یا ابن عباس؟** اے ابن عباس کیا تیری بھی یہی رائے ہے؟ میں نے کہا ''نہیں'' میں اس سے متفق نہیں ہوں۔ آپ نے پوچھا بتایئے پھر آپکی کیا رائے ہے؟ میں نے جواب دیا **ھو اجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** اس میں رسول اللہ ﷺ کو انکی وفات کی اطلاع دی گئی ہے۔ کہ جب کام مکمل ہو جائے تو یہ آپکی وفات کی علامت ہے۔ چنانچہ آپ کثرت سے اب تسبیح وتحمید اور استغفار شروع کر دیں۔

حضرت عمرؓ نے فوراً انکی بات کی تصدیق فرما دی۔ سب صحابہ کرامؓ اس بچے کا یہ علمی نکتہ سن کر دنگ رہ گئے اور انکے علمی مقام کا اعتراف کرنے لگے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا علمی مقام۔

(۲) آخری عمر میں نیکیوں کی کثرت کرنی چاہیے۔

(۳) بزرگی بہ علم است نہ بسال۔

## ۳۳۷ :- میرے پیسے پورے ہو گئے

جلیل القدر صحابی رسول حضرت ربیع بن زیاد حارثیؓ کے ایک غلام کا نام فروخ تھا۔ بیشتر معرکوں میں انکا یہ غلام انکے ساتھ رہا اور خوب داد شجاعت دی۔ اور بہت سا مال غنیمت بھی حاصل کیا۔ حضرت ربیعؓ نے ایک موقعہ پر اپنے اس غلام کے کارہائے نمایاں دیکھ کر اسے بہت سے انعامات سے نوازا اور آزاد بھی فرما دیا۔ فروخ کی عمر اس وقت تیس برس کی ہو گی جب وہ آزاد ہو کر مدینہ منورہ میں آ کر رہائش پذیر ہوئے۔ مال و دولت انکے پاس بکثرت تھی یہاں آ کر مکان بھی بنا لیا اور شادی بھی کر لی۔

ایک جمعہ کو مسجد نبوی کے خطیب سے جہاد کے موضوع پر تقریر سنی تو پھر اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔ اپنی بیوی سے آ کر تذکرہ کیا' وہ کہنے لگی ٹھیک ہے آپ جہاد پر جائیں مگر میرے پیٹ میں آپ کی امانت ہے ہم دونوں کو کس کے سہارے پر چھوڑ کر جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ ہی کے بھروسہ پر تمہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اسباب کے درجے میں آپ نے اپنی بیوی کو تیس ہزار دینار۔ (تقریباً ۱۲۵ کلو سونا) دیے کہ ان میں سے اپنی اور بچے کی ضروریات پر خرچ کر لینا۔ اور خود اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے چلے گئے۔

بعد ازاں انکے گھر میں بچہ پیدا ہوا جسکا نام والدہ نے ربیعہ رکھا ربیعہ کی پرورش اسکی والدہ نے انتہائی اچھے انداز میں کی۔ اسے علم و ادب سکھایا اور بڑے بڑے علماء کے پاس بھیج کر عالم بنایا۔ ربیعہ نے حضرت انس ابن مالکؓ، سعید بن المسیبؒ، مکحول الشامیؒ اور سلمہ بن دینارؒ جیسی نابغہ روزگار ہستیوں سے کسب فیض کیا۔ حتیٰ کہ اس کے علم و فضل کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

ربیعہ کے والد گرامی فروخ کو جہاد پر گئے کئی سال بیت چکے تھے اور کسی طرف سے بھی انکی کوئی خبر نہ آئی۔ اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ یقیناً وہ جام شہادت پی چکے ہیں۔ ام ربیعہ نے اس خبر پر یقین کر لیا اور اپنے خاوند کی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی۔ اب اسکی امیدوں کا سہارا اس کا یہی بیٹا تھا جو اسکی توجہات سے اب اس پایہ کا عالم بن چکا تھا کہ اطراف واکناف سے لوگ کھچ کھچ کر اسکے حلقہ درس میں شامل ہو رہے تھے اور مسجد نبوی کے حلقوں میں سے اسکا حلقہ بلند پایہ تصور کیا جاتا تھا۔

ربیعہ کی عمر تیس برس کی تھی کہ ایک رات نماز عشاء کے بعد ایک ساٹھ سالہ بوڑھا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ یہ اسلام کا وہی مجاہد فروخ تھا جو تقریباً تیس برس جہاد میں گزار کر آج اپنے گھر کو لوٹ رہا تھا۔ اس نے سوچ بچار سے کام لیتے ہوئے اپنا گھر تلاش کر لیا۔ گھر کا دروازہ قدرے کھلا تھا وہ اجازت لیے بغیر اندر داخل ہو گیا۔

ربیعہ نے جب دیکھا کہ ایک غیر آدمی بلا اجازت اور بلا جھجک گھر میں داخل ہوا ہے تو اس نے غیرت میں آ کر فوراً تلوار کھینچ لی اور للکار کر کہا اتقحم منزلی؟ و تھجم علی حریمی؟ کیا تو میرے گھر پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور میرے گھر کی عزت و ناموس کو تباہ کرنا چاہتا ہے؟ تو کون ہے؟ یہاں کیوں آیا ہے؟ یہ کہتے ہوئے اس بوڑھے کو پکڑ لیا اور جکڑ لیا کہ میں تجھے تیری اس بے باکانہ جرأت کیوجہ سے والی مدینہ کے سپرد کرونگا؟ ساسلمک الیٰ الوالی یا عدو اللہ۔ بوڑھا بولا میں کوئی دشمن نہیں ہوں اور نہ ہی کسی بری نیت سے آیا ہوں و انما ھو بیتی بلکہ یہ تو میرا گھر ہے۔ یہ جھگڑا سن کر آس پاس کے لوگ بھی جمع ہو گئے اور فروخ کو پکڑ لیا۔ فروخ پکار رہے تھے یا قوم اسمعوا الیٰ ھذا البیت

بیتی اشتریتہ بمالی یاقوم انا فروخ لوگو! میری بات تو سنو! یہ میرا ہی تو گھر ہے جسے میں نے قیمتاً خرید اتھا میں فروخ ہوں' فروخ۔

ربیعہ کی والدہ نے جب یہ شور سنا تو صحن میں آ گئی اور اپنے خاوند کو پہچان لیا اور فوراً بولی دعہ یا ربیعہ دعہ یا ولدی انہ ابوک کہ ربیعہ اسے چھوڑ دو یہ تو تمہارا والد ہے۔ بعد ازاں ربیعہ اپنے والد کے گلے ملے اور انکا ہر طرح اکرام کیا۔

فروخ نے اپنی بیوی سے اپنا سارا تیس سالہ حال بیان کیا او ربیوی کو مزید چار ہزار دینار پیش کئے اور کہا کہ وہ رقم جو میں نے تیرے پاس رکھی تھی وہ کہاں ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ اب ہم اس ساری رقم سے اپنے لیے ایک بیش قیمت باغ خریدیں اور بقیہ زندگی آسودگی سے گزاریں۔ بیوی کہنے لگی فکر نہ کرو' وہ ساری رقم محفوظ ہے چند دنوں میں ہی میں وہ رقم آپکے سامنے پیش کردوں گی۔

صبح کی اذان ہوئی تو فروخ نیند سے بیدار ہوئے اور بیوی سے پوچھا کہ ہمارا بیٹا ربیعہ کہاں گیا؟ وہ کہنے لگی وہ تو تہجد کے وقت سے ہی مسجد نبوی میں چلا گیا ہے۔

فروخ جب نہا دھو کر مسجد میں پہنچے تو جماعت ادا ہو چکی تھی انہوں نے اکیلے ہی نماز پڑھی۔ بعد ازاں مسجد نبوی میں درس وتدریس کا ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا۔ کوئی شیخ درمیان میں بیٹھے علم حدیث پڑھا رہے ہیں اور شاگردوں کا ایک جم غفیر آس پاس کاغذ' قلم لیے موجود ہے۔ اتنا بڑا علم کا حلقہ دیکھ کر یہ انتہائی حیران ہوئے۔ اور کوشش کی کہ میں اس عظیم محدث کی زیارت کروں' مگر اژدھام کیوجہ سے زیارت نہ کر سکے۔ پھر اپنے قریب کھڑے ایک شخص سے سوال کیا کہ یہ حضرت کون ہیں؟

اس نے جواب دیا کہ آپ شاید مدینہ منورہ کے رہنے والی نہیں ہیں یہ مدینہ کے مشہور محدث بے مثال فقیہ ایک عظیم تابعی ہیں اگرچہ یہ عمر میں چھوٹے ہیں مگر علم کے لحاظ سے پورے مدینہ میں انکی برابری کرنے والا کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالک بن انسؒ ابوحنیفہ النعمانؒ یحییٰ بن سعیدؒ سفیان ثوریؒ اوزاعیؒ اور لیث بن سعدؒ جیسے فقہاء اور محدثین انکے حلقہ درس میں شامل ہیں۔

فروخ نے سوال کیا ان کا اسم گرامی کیا ہے؟ اس شخص نے جواباً کہا کہ . انکا نام ربیعہ ہے لوگ انہیں انکی بے مثال فقاہت کیوجہ سے ربیعۃ الرائی کے نام سے پکارتے ہیں فروخ نے پوچھا وما اسم ابیہ انکے والد کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا انکے والد گرامی کا نام فروخ ہے جو ایک عظیم مجاہد ہیں۔ سنا ہے کہ رات ہی کو وہ مدینہ پہنچے ہیں یہ الفاظ سن کر فروخ کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو بھر آئے۔

فروخ جب واپس گھر تشریف لائے تو بیوی سے اپنے بیٹے کی علمی عظمت اور مقام رفیع کا تذکرہ کیا۔ بیٹے کا یہ مرتبہ دیکھ کر وہ خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔

انکی بیوی نے کہا کہ رات تم نے تیس ہزار دیناروں کے بابت سوال کیا تھا۔ اب بتاؤ آپکو تیس ہزار سے محبت ہے یا بیٹے کے اس علمی مقام سے؟ فروخ نے جواباً کہا اللہ کی قسم میری نظر میں میرے بیٹے کا یہ شرف و مقام دیناروں سے کئی گنا زیادہ قیمتی ہے۔ بیوی نے جواب دیا اگر سچ پوچھو تو یہی آپکے تیس ہزار دینار ہیں۔

میں نے وہ ساری رقم اس بیٹے کی تربیت پر خرچ کی اور آج یہ اس مقام تک پہنچا۔ فروخ فرط مسرت سے رو پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم میرے پیسے پورے ہو گئے۔

**نتائج:-**

(۱) فروخ کا بے مثال جذبہ جہاد۔

(۲) مال کی بجائے علم زیادہ قیمتی ہے۔

(۳) عظیم ماں کی عظیم سوچ۔

## ۳۳۵ :- کاش کہ یہ بادشاہ اپنے باپ کا ہوتا

بیان کیا جاتا ہے کہ جب نزار بن معد کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے متروکہ مال کو چاروں بیٹوں پر تقسیم کر دیا اور ساتھ یہ وصیت کر دی اگر اس معاملہ میں کوئی نزاع وغیرہ پیدا ہو جائے تو میرے دوست افعیٰ سے جو نجران کا بادشاہ ہے فیصلہ کروالینا۔

چنانچہ ان چاروں بھائیوں کا اپنے والد کی وفات کے بعد جائداد کی تقسیم میں جھگڑا پیدا ہو گیا اور یہ چاروں بادشاہ مذکور سے فیصلہ کروانے کے لیے چل پڑے۔ یہ چاروں اتنے ذہین تھے کہ دوران سفر ایک بھائی کی نظر ایک قطعہ زمین پر پڑی جہاں سے کسی جانور نے گھاس چری تھی تو اس نے کہا کہ جس اونٹ نے یہاں گھاس چری ہے وہ کانا ہے۔ دوسرا بھائی کہنے لگا وہ اونٹ لنگڑا بھی ہے تیسرا بولا وہ بدکا ہوا ہے چوتھے نے کہا کہ اس کی دم بھی کٹی ہوئی ہے۔

ابھی انہوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ انہیں ایک شخص ملا جو اپنی سواری کا اونٹ کھو چکا تھا اور انتہائی پریشانی کے عالم میں اپنے اونٹ کو تلاش کر رہا تھا۔

اس شخص نے ان چاروں سے اپنے اونٹ کے بارے میں پوچھا کہ کہیں تم نے میرا اونٹ دیکھا ہے؟ ایک بھائی بولا کیا تیرا اونٹ ایک آنکھ سے کانا ہے؟ اس نے کہا بالکل کانا ہے۔ دوسرا بولا کیا وہ لنگڑا بھی ہے؟ اس نے اسکا بھی اقرار کیا۔ تیسرا کہنے لگا کیا وہ دم کٹا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ چوتھے نے کیا کیا وہ بدکا ہوا ہے؟ اس نے اسکی بھی تصدیق کر دی۔ اور کہنے لگا واللہ یہ سب صفات میرے اونٹ کی ہیں مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو تیرے اونٹ کو دیکھا بھی نہیں ہے۔ اسے انکی بات پر یقین نہ آیا اور انہیں چمٹ گیا کہ میرا اونٹ تمہارے پاس ہی ہے مجھے دے دو۔

انہوں نے قسم اٹھا دی کہ ہم نے اسے دیکھا بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا کہ میں تمہاری قسم پر کیسے اعتماد کروں جبکہ تم نے میرے اونٹ کی ساری علامات بیان کر دی ہیں۔ میں تو اب بادشاہ سے تمہاری شکایت کروں گا کہ ان لوگوں نے میرا اونٹ کہیں چھپا رکھا ہے۔

چنانچہ جب یہ افعی جرہمی بادشاہ کے ہاں پہنچے تو اس بڈھے نے پکار کر بادشاہ سے کہا کہ آپکے ان مہمانوں نے میرا اونٹ چرایا ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اونٹ کی ساری علامتیں انہوں نے میرے سامنے بیان کر دیں ہیں اور پھر تعجب اس بات پر ہے کہ انکار بھی کرتے ہیں۔ کہ ہم نے اس اونٹ کو دیکھا بھی نہیں ہے۔ افعی نے ان چاروں بھائیوں سے سوال کیا کہ جب تم نے اسکو دیکھا بھی نہیں ہے۔ تو اسکی تمام علامات کیسے بیان کیں؟

ایک بھائی کہنے لگا کہ میں نے دیکھا کہ ایک سمت سے گھاس چری گئی ہے اور دوسری طرف کی گھاس کو نہیں چھیڑا گیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ اونٹ یقیناً کانا ہے۔ دوسرا بھائی بولا کہ میں نے اسکے قدموں کے نشانات کو دیکھا تو ایک قدم کا

نشان مکمل نہیں تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس پاؤں سے وہ لنگڑا ہے۔ تیسرا بولا کہ میں نے دیکھا کہ اسکی مینگنیاں ایک ہی جگہ اکٹھی پڑی ہیں میں نے سوچا کہ اگر اس اونٹ کی دم موجود ہوتی تو اسکے دم ہلانے سے مینگنیاں بکھر جاتیں ثابت ہوا کہ اسکی دم کٹی ہوئی ہے۔ چوتھے نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ زمین کا ایک ایسا حصہ جہاں گھاس خوب گنجان ہے وہاں سے کچھ گھاس کھائی گئی اور پھر دوسری ایسی جگہ کی گھاس کھائی گئی جو اس سے خراب اور بدتر جگہ ہے اور وہاں گھاس بھی کم ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ بدکا ہوا ہے۔ ورنہ وہ ایک ہی جگہ سے گھاس کھاتا رہتا۔

افعی نے جب ان کا یہ بیان سنا تو انکی ذہانت سے بڑا متاثر ہوا اور اس بڈھے کو کہا کہ ان کا تیرے اونٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جا' اور کہیں اور جا کر تلاش کر۔

پھر ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیسے آئے ہو؟ وہ بولے کہ ہمارے والد صاحب تمہارے والد صاحب کے دوست تھے انہوں نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی چنانچہ ہم آپکو اپنا حکم مان کر فیصلہ کروانے آئے ہیں۔ آپ کے والد صاحب بہت اچھے آدمی تھے۔ بچپن میں ایک دفعہ ہم اپنے والد کے ہمراہ ان سے ملنے بھی آئے تھے۔

وہ کہنے لگا کہ تم خود اتنے ذکی اور ذہین ہو' میں تمہارا فیصلہ کس طرح کر سکتا ہوں؟ بہرحال اس نے انکی رہائش اور کھانے کا انتظام کیا اور ایک غلام انکی خدمت پر لگا دیا۔ جب وہ طعام وشراب سے فارغ ہوئے تو ایک بھائی کہنے لگا کہ آج تک میں نے ایسی عمدہ شراب نہیں دیکھی کاش کہ یہ قبر پر لگے ہوئے انگور سے نہ بنائی جاتی۔ دوسرا بولا کہ گوشت بڑا اعلیٰ پکا ہوا تھا کاش کہ اس بکری کو کتیا کا دودھ نہ پلایا جاتا جس کا یہ گوشت ہے۔ تیسرا کہنے لگا کہ روٹی تو انتہائی اچھی پکی ہوئی تھی

مگر کاش کہ آٹا ایک حائضہ سے نہ گندھوایا جاتا۔ چوتھا بولا کہ بادشاہ نے خدمت تو بڑی کی ہے کاش کہ یہ اپنے باپ کا بیٹا ہوتا حرام کا نہ ہوتا۔

انکی یہ ساری گفتگو بادشاہ کے غلام نے بغور سنی اور بڑا حیران ہوا اور بادشاہ کو جا کر بتایا کہ انہوں نے ایسی گفتگو کی ہے۔

بادشاہ نے فوراً ناظم شراب خانہ کو بلا کر پوچھا کہ آج جو شراب تم نے مہیا کی تھی وہ کس طرح حاصل کی گئی ہے۔ وہ بولا یہ اس انگور سے بنائی گئی ہے جو آپکے والد صاحب کی قبر پر لگا ہوا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت اس سے زیادہ نفیس شراب موجود نہ تھی۔

پھر بادشاہ نے بکری کے بارے میں چرواہے سے تحقیق کی تو اس نے اقرار کیا کہ اس بکری کے پیدا ہوتے ہی اسکی ماں مر گئی تھی۔ میں نے مجبوراً اسکو چند دن کے لیے کتیا کا دودھ پلایا تھا۔ اور اس وقت پورے ریوڑ میں یہی ایک بکری صحت مند اور فربہ تھی جسکو ان مہمانوں کے لیے ذبح کیا گیا ہے۔

پھر بادشاہ نے محل میں جا کر اس کنیز کی تحقیق کی جس نے آٹا گوندھا تھا تو پتہ چلا کہ وہ واقعی ان دنوں میں وہ حائضہ ہے۔

پھر تلوار لیکر بادشاہ اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا اور اس سے پوچھا کہ سچ سچ بتا میرا باپ کون ہے؟ تو اسے مجبوراً بتلانا پڑا اور کہنے لگی کہ تیرے باپ سے تو کوئی اولاد ہونے کی توقع نہ تھی۔ مجھے اس بات سے بڑی گرانی تھی کہ اسکے بعد حکومت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ اس لیے میں نے مجبوراً ایک ایسے شخص کو اپنے اوپر قدرت دے دی جو ہمارے یہاں مہمان ہوا تھا اور اس سے اس سلطنت کا وارث پیدا ہوا۔

اس ساری تحقیق کے بعد بادشاہ انکی ذہانت پر بڑا حیران ہوا۔ اور ان

سے آ کر سوال کیا کہ خدارا مجھے بتاؤ کہ یہ کیا راز ہے؟ تم نے یہ باتیں کس طرح معلوم کر لی ہیں؟

ایک بھائی بولا کہ آپکو معلوم ہے کہ شراب جب پی جاتی ہے تو یہ سرور لاتی ہے اور غم زائل ہو جاتا ہے اس شراب کا اثر میں نے اسکے برخلاف پایا تو میں نے اندازہ لگالیا کہ یقیناً یہ قبرستان کے درخت سے بنائی گئی ہے۔

دوسرے نے کہا کہ بھیڑ بکری اور دیگر حیوانات کے گوشت کی یہ خاصیت ہے کہ گوشت نیچے اور چربی اوپر ہوتی ہے۔ سوائے کتے کے گوشت کے۔ جسکی چربی نیچے اور گوشت اوپر ہوتا ہے اس سالن میں کچھ چربی نیچے موجود تھی میں نے اندازہ لگالیا کہ گوشت میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ بکری کا ہے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس بکری نے کتیا کا دودھ پیا ہو۔

تیسرے نے کہا کہ روٹی کی خاصیت ہے کہ انگلیوں سے توڑنے سے اسکے باریک ریزے ہو جاتے ہیں ماسوائے حائضہ کے گوندھے ہوئے آٹے کے۔ یہ روٹی ذرا چڑ چڑیلی تھی تو میں نے اندازہ کرلیا کہ یہ آٹا کسی حائضہ عورت نے گوندھا ہے۔

اب بادشاہ نے چوتھے سے سوال کیا کہ تجھے کس طرح پتہ چلا کہ بادشاہ حرامزادہ ہے۔ اس نے کہا کہ بچپن میں میں ایک دفعہ اپنے والد کے ہمراہ آپکے والد صاحب کا مہمان بنا تھا انہوں نے کھانا ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھایا تھا۔ جبکہ آپ نے کھانا غلام کے ہاتھ بھیج دیا اور خود ہمارے ساتھ بیٹھ کر نہیں کھایا میں نے اندازہ کرلیا کہ اسکی عادتیں باپ سے مختلف ہیں لہذا یہ اسکا بیٹا نہیں ہوسکتا۔

افعی انکی یہ باتیں سنکر شدید حیران ہوا اور فوراً ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ کا فیصلہ کرسکوں۔ آپ یہ فیصلہ خود کریں یا کسی

اور سے کروائیں اور پھر انکو وہاں سے باعزت رخصت کر دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) اہل عرب کی ذہانت وفطانت۔

(۲) ہر چیز کا مشاہدہ دقیق نظر سے کرنا چاہیے۔

(۳) کھانا مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا چاہیے۔

## ۳۳۶ :۔ افسوس کہ میرا راز فاش ہو گیا

بیان کیا جاتا ہے کہ جب مشہور بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وفات ہونے لگی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جسکے اندر یہ صفات ہوں۔

(۱) بلوغ سے لیکر آج تک نماز باجماعت قضاء نہ ہوئی ہو۔

(۲) عصر کی سنتیں (جو غیر موکدہ ہیں) آج تک نہ چھوڑی ہوں۔

(۳) بلوغ سے لیکر آج تک جسکی تہجد قضاء نہ ہوئی ہو۔

(۴) آج تک غیر محرم پر جسکی نگاہ نہ پڑی ہو۔

کہا جاتا ہے کہ انکے جنازے میں لاکھوں کا مجمع تھا۔ فقراء امراء ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔ حسب وصیت اعلان کیا گیا کہ جس شخص کے اندر یہ چار صفات ہوں' آگے بڑھے اور جنازہ پڑھائے۔

جنازہ رکھا ہوا ہے کوئی آگے نہ آیا۔ بار بار اعلان کیا گیا کہ کوئی ان صفات کا حامل ہے تو سامنے آجائے ورنہ جنازہ تو یونہی رکھا رہے گا۔ کافی دیر تک جب کوئی شخص جنازہ پڑھانے کیلئے باہر نہ آیا۔ تو اس وقت کے فرماں روا خواجہ سلطان شمس الدین التمش جو ہندوستان کے بادشاہ تھے اور حضرت قطب الدین

بختیار کاکیؒ کے مرید تھے آنسو بہاتے ہوئے باہر آئے اور فرمانے لگے کہ افسوس کہ میرا راز فاش ہوگیا۔ پھر آپ کا جنازہ پڑھایا۔

**نتائج:-**

(۱) تقویٰ اور پرہیز گاری کا اعلیٰ معیار۔

(۲) اس وقت کے بادشاہ کتنے نیک تھے۔

(۳) ریا کاری سے بچنا چاہیے۔

## ۳۳۷:- ھارون الرشید لاجواب ھو گیا

خلیفہ ہارون الرشید انتہائی حاضر جواب اور ذکی و ذہین شخص تھا۔ ایک روز اس نے اقرار کیا کہ میں باوجود اتنی ذہانت و فطانت کے تین شخصوں سے مار کھا گیا اور انہوں نے مجھے لاجواب کر دیا۔

ایک تو سہیل کی ماں جو اپنے بیٹے کی موت پر انتہائی گریہ وزاری کر رہی تھی میں نے اسکی دلجوئی کے لیے کہا کہ اتنا غم نہ کر۔ آج سے اسکی بجائے مجھے اپنا بیٹا سمجھ لے میں تجھے اس سے زیادہ عزت و احترام اور آسائش و آرام سے رکھوں گا۔ وہ کہنے لگی کہ ایسے فرزند کی موت پر میں کیوں نہ گریہ وزاری کروں جس کے باعث مجھے تیرے جیسا با اقبال و فرماں بردار فرزند ہاتھ آئے۔ پس میں اس عورت کا یہ جواب سن کر لاجواب ہو گیا۔

دوسرا وہ شخص جس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں موسیٰ بن عمران ہوں اسے میرے سامنے حاضر کیا گیا' میں نے اسے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تو ید بیضاء اور عصاء وغیرہ کے معجزات تھے تو بھی کوئی ایسا معجزہ دکھا۔ وہ کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ معجزات اس وقت دکھائے تھے جبکہ

فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور کہا تھا "انا ربکم الاعلی" اے خلیفہ تو بھی فرعون کی طرح دعویٰ خدائی کرتا کہ میں تجھے معجزات دکھاؤں پس اسکی بات سے بھی میں لاجواب ہو گیا۔

تیسرا ایک دیہاتی شخص میرے پاس اپنے علاقے کے گورنر کی شکایت لیکر آیا کہ اسے تبدیل کیا جائے۔ میں نے جواباً اسے کہا کہ وہ شخص تو انتہائی عادل اور پرہیز گار ہے۔ وہ تو میرے تمام گورنروں سے زیادہ نیک آدمی ہے۔ وہ دیہاتی کہنے لگا تو پھر ضروری ہے کہ اسکے عدل کا فائدہ تمام مخلوق کو پہنچایا جائے۔ صرف ہمیں ہی اسکے فائدے کے ساتھ مخصوص کر کے دوسرے لوگوں کو اسکی امانت و دیانت سے کیوں محروم کر دیا گیا ہے۔

ہارون الرشید کہتا ہے کہ میں اسکے اس جواب سے لاجواب ہو گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) ہر ذہین سے بالاتر بھی ایک ذہین ہوتا ہے۔

(۲) آدمی کو اپنی شکست مان لینی چاہیے۔

(۳) ہارون الرشید کا عدل و انصاف۔

## ۳۳۸ :۔ یہ روٹی میرے قابل نہیں ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت کے بہت بڑے امام، متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بغداد میں رہنے کے باوجود اس سرزمین کی گندم کی روٹی نہ کھاتے تھے بلکہ موصل سے آٹا منگوا کر اسکی روٹی بنا کر کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس زمین کو حضرت عمرؓ نے غازیوں کے لیے وقف کیا ہے۔

آپکے ایک بیٹے ایک دفعہ ایک سال تک اصفہان کے قاضی رہے جو انتہائی نیک اور پرہیزگار تھے۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے تھے۔ لوگوں کے درمیان ہر طرح سے انصاف کرتے تھے غرضیکہ انکے اتنا متقی اور پرہیزگار ہونے کے باوجود امام احمدؒ انکی حکومتی ملازمت کیوجہ سے ان سے کچھ لیکر نہ کھاتے تھے۔

ایک دن حضرت امام صاحب کے لیے روٹی پکائی جارہی تھی کہ خادم کو اس کے لیے خمیر کی ضرورت پڑی۔ اس نے تھوڑا سا خمیر آپکے اس صاحبزادے سے لیا اور روٹی پکالی۔ آپ کے سامنے جب روٹی لائی گئی تو آپؒ نے پوچھا کہ یہ روٹی کیسی ہے؟

خادم نے جواب دیا کہ خمیر آپکے صاحبزادے صالح سے لیا گیا ہے آپؒ نے فرمایا کہ اس نے ایک سال تک اصفہان میں قضاء کی ہے۔ اسکی روٹی میرے حلق کے قابل نہیں ہے اسے لے جاؤ۔ خادم نے پوچھا کہ پھر اس روٹی کو کیا کریں؟

آپ نے فرمایا کہ اسے رکھ دو جب کوئی سائل آئے تو اس سے کہہ دینا کہ خمیر صالح کا ہے اور آٹا احمد کا۔ اگر پسند کرتے ہو تو لے لو۔

وہ روٹی چالیس دن تک پڑی رہی کوئی سائل ہی نہ آیا۔ بالآخر ایک دن خادم نے وہ روٹی اٹھا کر دریائے دجلہ میں پھینک دی کہ مچھلیاں کھا جائیں گی۔ آپ کو جب اسکا علم ہوا تو آپ نے دریائے دجلہ کی مچھلی کھانا چھوڑ دی کہ شاید اس مچھلی نے اس روٹی سے کچھ کھایا ہو۔

**نتائج:۔**

(۱) امام احمد بن حنبلؒ کا تقویٰ۔

(۲) حکومتی ملازمت کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔

(۳) مشتبہ چیز سے بھی بچنا چاہیے۔

## ۳۳۹:- یہ بہشت کا پانی ہے

امیر ماموں کے عہد کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی ریتلے تھل میں رہا کرتا تھا۔ اس علاقے کے سب کنویں کھاری تھے حتیٰ کہ بارش کا پانی بھی زمین کے شور کیوجہ سے کھاری ہو جاتا تھا۔ وہاں کے لوگوں نے میٹھے پانی کا ذائقہ بھی نہ چکھا تھا۔

ایک دفعہ اس علاقے میں قحط پڑا سب لوگ ادھر ادھر نکل گئے۔ اس دیہاتی نے بھی اس علاقے سے ہجرت کی۔ جب یہ اعرابی اپنے علاقے کی حدود سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک گڑھے میں بارش کا پانی جمع ہے۔ اس نے اسمیں سے کچھ پیا تو بڑا حیران ہوا کہ دنیا میں اتنا میٹھا پانی بھی ہے؟ ہو نہ ہو یہ بہشت کا پانی ہے جو پروردگار نے میری خاطر جنت سے اتارا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں سے مشک بھر کر ماموں بادشاہ کی خدمت میں پیش کروں۔ وہ یقیناً یہ پانی لیکر مجھے انعام واکرام سے نوازے گا۔

امیر ان دونوں کوفہ کے گردونواح میں دریائے فرات کے کنارے شکار کھیل رہا تھا۔ چنانچہ یہ دیہاتی اس پانی سے مشک بھر کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے؟ وہ کہنے لگا میں فلاں علاقہ سے آیا ہوں اور اپنے ساتھ ایک تحفہ بھی لایا ہوں جو کسی بادشاہ کو بھی میسر نہ ہو گا۔ یہ جنت کا پانی ہے۔ بادشاہ نے ایک چلو اس سے پیا اور باقی پانی کوزوں میں بھروالیا۔ پھر اس سے پوچھا بتا تیری کیا حاجت ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں قحط سے بے حال ہو گیا ہوں آپ میری کچھ مدد کریں۔

بادشاہ نے کہا ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ تو یہیں سے واپس اپنے گھر لوٹ جا' آگے سفر نہ کر۔ اس نے یہ بات منظور کر لی بادشاہ نے وہ مشک سونے سے بھر کر اسے دے دی اور اسے رخصت کر دیا۔

بعد میں اسکا لایا ہوا پانی ضائع کر دیا۔ وزراء نے پوچھا کہ اسے یہیں سے واپس کر دینے میں جناب کی کیا حکمت تھی؟ بادشاہ کہنے لگا کہ وہ بیچارہ بڑی چاہت کے ساتھ میرے پاس اس پانی کو جنت کا پانی سمجھ کر لایا تھا۔ اگر وہ چند قدم آگے بڑھتا اور دریائے فرات کا پانی چکھ لیتا تو اسے شرمندگی اٹھانا پڑتی' اور مجھے حیاء آئی کہ کوئی شخص میرے پاس تحفہ لا کر شرمندہ ہو اور اس کا دل ٹوٹے۔

**نتائج:-**

(۱) دیہاتی کی سادگی اور کم علمی۔

(۲) مامون کی دل جوئی اور قدر شناسی۔

(۳) ہدیہ دینے والے کا دل نہ توڑنا چاہیے۔

## ۳۷۰ :- ایک گھڑی عدل کی قیمت

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ نے حج کا ارادہ کیا۔ ارکان دولت سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ مملکت کے لیے بادشاہ مثل جان کے ہے۔ کئی مہینے تک جب آپ سفر میں رہیں گے تو یقیناً نظام سلطنت میں کئی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔

بادشاہ نے کہا کہ پھر حج کا ثواب کیسے حاصل کیا جائے؟ ارکان دولت نے جواب دیا کہ کسی ایسے شخص سے جس نے کئی حج کیے ہوں' ایک حج کا ثواب قیمتاً لے لیا جائے۔

چنانچہ ایک انتہائی متقی اور پرہیزگار انسان تلاش کر لیا گیا جس نے پیدل چل کر ساٹھ حج کیے تھے۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ مجھے ایک حج کا ثواب دے دو اور جو چاہو مال و دولت مجھ سے لے لو۔

وہ بزرگ کہنے لگے کہ میں نے ہر حج کے لیے جو قدم اٹھایا ہے اس ایک قدم کی قیمت اگر مال و دولت کی شکل میں لینا چاہوں تو آپکی پوری بادشاہی اسکے سامنے ہیچ ہے۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا کہ جب میری پوری سلطنت آپکے ایک قدم کی برابری بھی نہیں کر سکتی تو یہ معاملہ کیسے طے ہوگا۔

وہ درویش فرمانے لگے کہ ایسی کوئی بات نہیں میرے تمام حجوں کی قیمت آپکے نزدیک بہت آسان ہے۔ بادشاہ حیران ہو کر بولا وہ کس طرح؟ فقیرؒ نے کہا جب کسی مظلوم کی تم نے دادرسی کرتے ہوئے اسکے ساتھ عدل و انصاف کیا ہے تو اس ایک گھڑی کا ثواب مجھے دے دو اور میں تمہیں ساٹھ حجوں کا ثواب بخشنے کے لیے تیار ہوں۔

ان کا مقصد یہ بتانا تھا کہ بادشاہ کے لیے عدل کرنا بذات خود بہت بڑی نیکی اور عبادت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ عدل کرنیوالا بادشاہ قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے جگہ پائے گا۔

**نتائج:-**

(۱) بادشاہ کا عدل کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔

(۲) عادل بادشاہ عرش کے سایہ میں جگہ پائے گا۔

(۳) ہر ایک کو نیکی کا حریص ہونا چاہیے۔

# ۳۴۱ :- سید زادے کا احترام

کہتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ فنون سپہ گری میں بڑے ماہر تھے خاص طور پر پہلوانی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ بادشاہ وقت کے خصوصی پہلوان تھے اور کوئی شخص بھی کشتی میں انکو شکست نہیں دے سکتا تھا۔

ایک دفعہ بادشاہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں تمہارے پہلوان سے لڑوں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمارا پہلوان بہت زبردست ہے تم دبلے پتلے آدمی ہو تم اسکا کیا مقابلہ کرو گے۔ مگر وہ شخص نہ مانا اور برابر اصرار کیا کہ اپنے پہلوان کو میرے ساتھ مقابلہ میں نکالو۔ اگر میں جیت جاؤں تو مجھے انعام دینا' وہ جیت جائے تو اسے دے دینا۔

بالآخر بادشاہ مقابلہ کرانے کے لیے تیار ہو گیا۔ سب امراء وزراء' اور عوام الناس اکٹھے ہو گئے۔ حضرت جنید خم ٹھونک کر مقابلے کے لیے نکلے۔ جب دونوں ایک دوسرے کو پکڑنے لگے تو اس شخص نے چپکے سے ان کے کان میں کہا ''میں سید ہوں محتاج ہوں' آگے تمہاری مرضی'' ہوا یہ کہ حضرت جنید لڑتے لڑتے گر پڑے۔ بڑا شوروغل ہوا کہ بادشاہ کا پہلوان ہار گیا۔ بادشاہ نے اس ہار کو تسلیم نہ کیا اور دوبارہ کشتی کروائی۔ دوسری بار بھی حضرت جنید گر پڑے۔ حتی کہ تیسری بار مقابلہ ہوا پھر بھی حضرت جنید گر پڑے۔ اور وہ شخص جیت گیا۔

لوگ بڑے حیران تھے کہ اتنا بڑا پہلوان ہو کر آج شکست کھا گیا اور وہ شخص اس سے اعزاز چھین کر لے گیا۔ آخر بادشاہ نے اس نووارد کو انعام واکرام سے نوازا۔ ہر طرف اسی کے چرچے ہونے لگے۔ اور حضرت جنید کی شہرت کو سخت دھچکا لگا۔

آخر کار بادشاہ نے علیحدگی میں حضرت جنید سے پوچھا کہ آج تو نے کیا کیا؟ مجھے بتا اصل بات کیا تھی؟ آپ نے اصلی حال بیان کر دیا تو بادشاہ بڑا متعجب ہوا کہ مجمع عام میں اپنی ذلت برداشت کر لی اور سید زادے کو اعزاز دیدیا۔ فی الحقیقت یہ بڑی پہلوانی اور بہادری ہے۔

اسی شب اللہ تعالیٰ نے خواب میں حضرت جنید کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب فرمائی۔ آپؐ نے حضرت جنید کو شاباش دی کہ تو نے ہماری اولاد کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے۔ آپؐ کی زیارت کا حضرت جنید پر کچھ ایسا روحانی اثر ہوا کہ صبح کو شاہی ملازمت ترک کر دی اور تمام شاہی انعامات واپس کر کے فقراء کی زندگی اختیار کر لی اور اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ کی بیعت کر لی۔ پھر زہد و تقویٰ میں اتنا کمال حاصل کیا کہ اولیاء اللہ میں ایک بلند مقام پالیا۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت جنیدؒ کی بے نفسی اور تواضع۔

(۲) خوش عقیدہ سید زادے کا احترام ضروری ہے۔

(۳) آپﷺ کی زیارت کیوجہ سے زندگی میں انقلاب پیدا ہو گیا۔

## ۳۴۲ :- آئندہ نمک پورا ڈالنا

کہتے ہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر اپنی بادشاہت کے زمانے میں انتہائی سادہ اور محتاط زندگی گزارتے تھے۔ خاص انکے ذاتی باورچی خانہ میں دو وقت کی سادہ روٹی اور کھچڑی پکتی تھی جو ساری کی ساری بادشاہ سلامت کے سامنے دسترخوان پر چلی جاتی تھی۔ اس لیے انکے باورچی چند ہی روز میں ترک ملازمت کر کے چلے جاتے تھے۔ یا کسی اور جگہ تبادلہ کرا لیتے تھے کیونکہ یہاں رہتے ہوئے

انہیں بھی یہی سادہ غذا ہی میسر آتی تھی۔

بار بار کے استعفوں سے تنگ آ کر بادشاہ نے ایک باورچی سے معاہدہ کیا کہ کم از کم ایک سال تک ملازمت کرنا ہوگی' اور اس عرصہ میں استعفیٰ قبول نہ ہوگا۔ ناواقف باورچی نے یہ شرط بخوشی منظور کر لی۔ مگر جب اس پر اصل حقیقت کھلی تو وہ پریشان ہو گیا۔ بالآخر تنگ آ کر اس نے سوچا کہ بادشاہ کو اسقدر ناراض کرو کہ خود ہی نکال دے۔

ایک دن اس نے کھچڑی میں بہت زیادہ نمک ڈال دیا کہ وہ کڑوی ہو گئی بادشاہ نے کھچڑی کھا لی مگر باورچی کو کچھ نہ کہا۔ دوسرے دن باورچی نے بالکل نمک نہ ڈالا بادشاہ نے اس دن بھی کچھ نہ فرمایا۔

تیسرے دن باورچی نے نمک صحیح مقدار کے مطابق ڈالا۔ بادشاہ نے صرف نظر اٹھا کر باورچی کو دیکھا اور فرمایا کہ صاحب نمک ڈالنے کا ایک ڈھنگ اختیار کر لو۔ بار بار نمک کی مقدار کیوں بدلتے ہو۔ باورچی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جان کی امان پاؤں تو ایک عرض کروں۔ بادشاہ نے فرمایا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگا کہ میں سات بچوں کا باپ ہوں' شاہی باورچی کہلاتا ہوں اور میری حالت یہ ہے کہ فاقوں مرتا ہوں۔ میں نے یہ سمجھ کر ملازمت اختیار کی تھی کہ یہاں کھانا اتنی وافر مقدار میں پکے گا کہ اوروں کے کام بھی آئے گا۔ مگر میری تو ساری تنخواہ بال بچوں کے کھانے پر خرچ ہو جاتی ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اس خادم کا معاہدہ توڑ دیں اور مجھے آزاد کر دیں۔

بادشاہ نے پوچھا آزادی کی خواہش ہے یا روپے کی ضرورت ہے؟ عرض کرنے لگا روپے کی زیادہ ضرورت ہے۔ فرمایا اچھا آج آدھ پاؤ کھچڑی زیادہ پکا لینا۔ باورچی کچھ نہ سمجھا اور آدھ پاؤ کھچڑی زیادہ پکا لی۔ بادشاہ نے اپنے حصے کی

کھچڑی کھا کر باقی ماندہ کھچڑی کے سات حصے کیے اور باورچی کو حکم دیا کہ طشتری میں ایک ایک حصہ رکھ کر میرے ساتوں وزیروں کو ہمارا یہ الش پہنچا دو۔

چونکہ وزراء کو آج تک ایسا تحفہ نہ ملا تھا وہ انتہائی خوش ہوئے۔ اور ہر ایک وزیر نے باورچی کا شاندار استقبال کیا اور اسے ایک ایک لاکھ روپے نقد انعام دیا۔

باورچی یہ سات لاکھ روپے اور کافی ساز وسامان حاصل کرنے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہو گزارے کی کوئی صورت بنی؟ وہ عرض کرنے لگا کہ اب تو عمر بھر کے لیے بے فکری ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے فرمایا ''آئندہ کھچڑی میں نمک صحیح اندازہ سے ڈالا کرنا''

**نتائج:-**

(۱) مسلمان بادشاہوں کی سادگی۔

(۲) اورنگزیبؒ کے اخلاق عالیہ۔

(۳) باورچی کے لیے ایک لطیف تدبیر۔

## ۳۴۳ :- اللہ کا وعدہ سچا ہے

ایک دفعہ امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک سائل نے آ کر سوال کیا۔ آپکے گھر میں اس وقت کسی شدید ضرورت کے پیش نظر چھ درہم رکھے تھے۔آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسینؓ کو بھیجا کہ جا کر اپنی ماں سے کہو کہ ان میں سے ایک درہم دے دے۔

چنانچہ صاحبزادے گئے اور واپس آ کر فرمایا کہ اماں جان نے کہا ہے کہ شاید آپکو یاد نہیں رہا' یہ چھ درہم تو آپ نے خود ایک ضرورت کے لیے رکھوائے

ہیں۔آپؓ نے فرمایا کہ اسوقت تک بندے کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک اسے اپنے اللہ کے فرمان پر اعتماد نہ ہو۔ جاؤ اور اپنی والدہ سے کہو کہ وہ سارے درہم بھیج دیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ سارے درہم بھیج دیے اور حضرت علیؓ نے وہ سب اس سائل کو دے دیے۔ سائل آپکو دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

ابھی آپؓ وہاں ہی تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی وہاں سے گزرا جسکے پاس ایک اونٹ تھا اور وہ اسے بیچنا چاہتا تھا۔ آپؓ نے اس سے قیمت پوچھی تو اس نے کہا ایک سو چالیس درہم۔ آپ نے یہ قیمت قبول فرما کر وہ اونٹ خرید لیا اور اس شخص سے کہا کہ اسے یہاں باندھ دو۔ تھوڑی دیر کے بعد آ کر قیمت لے جانا۔ چنانچہ وہ آدمی اونٹ باندھ کر چلا گیا۔ اتنے میں ایک اور آدمی آیا اس نے پوچھا کہ یہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا ہے۔ وہ کہنے لگا کیا آپ اسے بیچتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ''کہو کیا دیتے ہو؟'' اس شخص نے اونٹ کو بغور دیکھا اور کہنے لگا کہ دو سو درہم منظور ہیں؟ آپؓ نے یہ قیمت منظور فرما کر اس سے لے لی۔ وہ آدمی اونٹ کو کھول کر چلا گیا۔

آپ نے فوراً اس شخص کو بلایا جس سے اونٹ خریدا تھا اور اسے ایک سو چالیس درہم ادا کر کے بقیہ ساٹھ درہم گھر بھیج دیے۔

حضرت فاطمہؓ یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ ابھی چھ درہم بھیجے تھے اور ساٹھ درہم آگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت علیؓ تشریف لائے اور یہ عقدہ کھولا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها کہ جو ایک نیکی کرے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں۔

ہم نے چھ درہم اللہ کے راستے میں خرچ کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق ہمیں دس گنا بغیر کسی محنت و مشقت کے عطاء فرما دیے۔

**نتائج:-**

(۱) ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے فرمان پر مکمل اعتماد ہونا چاہیے۔

(۳) حضرت علیؓ کی جود وسخاء۔

## ۳۴۴ :- یہ انگور اس سائل کو دے دو

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب اپنی مرض الوفات میں تھے تو میں انکی خدمت میں موجود تھا۔ شدت مرض کیوجہ سے آپ کچھ کھاتے پیتے نہ تھے اور سخت کمزوری ہوگئی تھی۔

ایک دفعہ آپؓ نے انگور کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ میں جلدی میں گیا اور ایک باغ کے مالک سے انگوروں کا ایک خوشہ ایک درہم میں انکے لیے خرید لایا۔ جب وہ انگور دھو کر میں نے انکی خدمت میں پیش کر دیے تو ایک سائل آ گیا اور اس نے آ کر سوال کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ خوشہ اٹھا کر اسے دے دو۔

وہ سائل انگور لیکر چلا گیا۔ مجلس میں سے ایک آدمی اٹھا اور اس سائل کے پیچھے جا کر اس سے خوشہ ایک درہم میں خرید لیا۔ اور پھر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ابھی آپ نے وہ انگور چکھے بھی نہ تھے کہ ایک اور سائل نے آ کر سوال کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ انگور اس سائل کو دے دو۔ چنانچہ آپ کے حکم سے وہ انگور اسکو دے دیے گئے۔ اور وہ انگور لے کر چلتا بنا۔ مجلس میں سے پھر ایک شخص اٹھا اور اس نے جا کر اس سائل سے وہ انگور قیمتاً خرید لیے اور آپکی خدمت میں پیش کر دیے۔ انگور آپکے سامنے رکھے ہی تھے کہ پھر وہ پہلے والا سائل پھرتا پھراتا

آ گیا اور سوال کیا آپ نے پھر انگور اسکو دے دیے۔

پھر مجلس میں سے ایک شخص اسکے پیچھے گیا اور اس سے وہ انگور خرید لیے اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ وہ سائل پھر آنا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اسے منت سماجت کر کے روکا کہ حضرت کا آخری وقت ہے۔ انہوں نے انگور کھانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ آپ مہربانی کر کے اب آ کر ان سے سوال نہ کریں اور انہیں یہ انگور کھانے دیں۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ اسطرح ہم نے آپکو انگوروں کے چند دانے کھلائے۔ اگر آپ کو پتہ چل جاتا کہ سائل کو روکا گیا ہے تو یقیناً آپ ان انگوروں کو نہ چکھتے۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت ابن عمرؓ کی جود و سخاء۔
(۲) موت کے وقت بھی ایثار۔
(۳) اہل مجلس کی دانشمندی۔

## ۳۴۵ :- میں آپ سے بار بار دعاء لینا چاہتا تھا

حدیث شریف کی کتابوں میں یہ بات آتی ہے کہ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سعد بن عبادہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے آپ نے اجازت لینے کی غرض سے انکو سلام کیا اور فرمایا السلام علیکم یا آل سعد کہ اے سعد کے گھر والو تم پر سلامتی ہو۔

حضرت سعدؓ تو خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے کہ آج میرے غریب

خانہ پر سردار دو جہان تشریف لائے ہیں اور پھر مجھے سلام کی صورت میں دعاء دے رہے ہیں۔

انہوں نے آہستگی سے جواب دیا **وعلیک السلام ورحمۃ اللہ** جو آپؐ نے نہ سنا پھر آپؐ نے دوسری مرتبہ اسی طرح سلام دہرایا۔ حضرت سعدؓ نے پھر آہستگی سے جواب دیا جو آپ نے نہ سنا۔ حتیٰ کہ آپؐ نے تیسری مرتبہ سلام دیا' حضرت سعدؓ نے پھر آہستگی سے جواب دیا جو آپؐ نے نہ سنا۔

تین بار سلام دینے کے بعد آپ نے جواب نہ سنا تو خیال فرمایا کہ شاید گھر میں کوئی آدمی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ واپس چل پڑے۔

حضرت سعدؓ نے جب دیکھا کہ آپ واپس جا رہے ہیں تو دوڑ کر خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تو تین مرتبہ سلام کیا اور جواب نہ پا کر واپس چل پڑا حضرت سعدؓ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپکا ہر سلام سنا مگر جواب آہستہ دیا جسکو آپ نے نہیں سنا۔

میں نے یہ چاہا کہ آپ بار بار میرے اور میرے اہل خانہ کے لیے سلام جیسی دعاء ارشاد فرماتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کے بار بار دعاء دینے سے میرے گھر میں رحمت و برکت زیادہ ہوگی۔ چنانچہ پھر آپؐ انکے گھر تشریف لے گئے اور انہوں نے آپ کی خوب میزبانی کی بعدازاں آپؐ نے ان کے لیے مزید دعائیں فرمائیں۔

**نتائج**:۔

(۱) حضرت سعدؓ کی محبت رسولؐ۔

(۲) دیوار کے پار کا سلام آپؐ نے نہ سنا۔

(۳) صحابہ کرامؓ آپ کی دعاؤں کے کتنے خواہشمند تھے۔

## ۳۴۶ :- مجھے دونوں باغات مل چکے ہیں

سیدنا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک خوبصورت نوجوان انتہائی عبادت گزار تھا۔ ہر وقت مسجد میں رہتا اور عبادت میں لگا رہتا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد اپنے والدین کی خدمت میں گھر کی طرف جایا کرتا تھا۔ اسے روزانہ ایک عورت کے دروازے کے سامنے سے گزرنا پڑتا تھا۔ اتفاقاً وہ عورت اس نوجوان پر فریفتہ ہوگئی۔ اکثر اسکے راستے میں کھڑی رہتی اور اسے پھسلانے کی کوشش کرتی تھی۔

ایک دفعہ وہ عورت اس نوجوان کے پھسلانے میں اس حد تک کامیاب ہوگئی کہ یہ جوان اس عورت کے پیچھے چل پڑا۔ جب دروازہ پر پہنچا تو عورت کمرے میں داخل ہوگئی اور یہ ابھی داخل ہونا ہی چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسکا دھیان اس آیت کی طرف چلا گیا۔ **ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون**. یقیناً جو لوگ پرہیز گار ہیں جب شیطان ان پر حملہ کرتا ہے تو وہ فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں اور انکی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

جونہی یہ آیت اس جوان کی زبان پر جاری ہوئی وہ اسی جگہ اللہ کے خوف کیوجہ سے گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ ان لوگوں نے اسکو ہوش میں لانے کی بڑی کوشش کی مگر اسے ہوش نہ آیا۔ بالآخر اسے اٹھا کر اسکے گھر کے سامنے آ کر ڈال دیا۔

اسکا والد اسکی تلاش میں تھا وہ فوراً اسے اٹھا کر گھر لایا۔ کافی دیر کے بعد

جب اس جوان کو ہوش آیا تو اسکے والد نے سارا حال پوچھا اس نوجوان نے اپنے والد کو ساری بات بتلا دی۔ والد نے سوال کیا کہ وہ کونسی آیت تھی جو تیری زبان پر جاری ہوگئی اس نوجوان نے پھر وہی آیت پڑھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حتیٰ کہ خدا کے خوف کا اسپر اتنا غلبہ ہوا کہ اسکی روح پرواز کر گئی۔

رات ہی کو اسے غسل دیا گیا اور کفن دفن کا انتظام کر دیا گیا۔ صبح کے وقت حضرت عمرؓ کو اس نوجوان کی اس طرح کی موت کا علم ہوا تو وہ اسکے باپ کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا کہ تم نے مجھے رات کے وقت اسکے جنازے کی اطلاع کیوں نہ دی؟ اس نے کہا امیر المومنین! رات کا وقت تھا اس لیے ہم نے آپکو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اب مجھے اسکی قبر پر لے چلو۔

جب حضرت عمرؓ اور دیگر لوگ اس نوجوان کی قبر پر پہنچے تو آپؓ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربه جنتان کہ جو آدمی اپنے رب کے سامنے کھڑا کیے جانے سے ڈرا اسکے لیے دو جنتیں (باغات) ہیں۔

حضرت عمرؓ کی کرامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدت کاملہ سے اس نوجوان تک یہ کلمات پہنچا دیے۔ اور اسکا جواب بھی حضرت عمرؓ تک پہنچا دیا۔ وہ یہ تھا کہ اے عمر! میرے رب نے حسب وعدہ مجھے جنت کے دو باغ عطاء فرما دیے ہیں۔

**نتائج:-**

(۱) متقی اور پرہیز گار کے لیے عظیم انعام۔

(۲) نوجوان کی خدا خوفی اور تقویٰ۔

(۳) حضرت عمرؓ کی کرامت۔

## ۳۴۷ :- میری گردن نیچے سے کاٹنا

سید نا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سابقون الاولون میں سے تھے۔ مکی دور میں ایک دفعہ جبکہ مشرکین مکہ کا ظلم وستم زوروں پر تھا' چند صحابہ کرامؓ نے یہ مشورہ کیا کہ ابھی تک غالباً قریش مکہ نے یہ قرآن مجید ہم سے نہیں سنا۔ فمن رجل یسمعھموہ؟ کون ہے جو انکے سامنے قرآن بلند آواز سے پڑھے تا کہ وہ قرآن سن لیں اور حجت پوری ہو جائے۔

عبداللہ بن مسعودؓ جنکا قد چھوٹا اور جسم کمزور تھا' لوگوں کی بکریاں چرانے والے اور پردیسی تھے' کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں آج مشرکین کو قرآن سناؤں گا۔ سب صحابہؓ حیران رہ گئے؟ کہ آپ کا نہ کوئی کنبہ' نہ قبیلہ' نہ وجود میں اتنی طاقت اور سکت۔ آپ انکا مقابلہ کیسے کریں گے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمانے لگے "دعونی فان اللہ سیمنعنی" مجھے آپ جانے دیں اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائے گا۔

بالآخر آپ نے بآواز بلند مشرکین مکہ کے سامنے قرآن پڑھا اور بے تحاشا مار کھائی۔ اور زخمی ہو کر واپس آئے۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ اس لیے تو ہم نے آپکو منع کیا تھا کہ آپ کی کمزور سی جان ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کڑک کر فرمانے لگے اللہ کی قسم یہاں تگڑی جان کی ضرورت نہیں' تگڑے ایمان کی ضرورت ہے اور جو مزہ قرآن سنا کر مار کھاتے ہوئے مجھے آیا زندگی بھر نہیں آیا۔

بعدازاں تو انکا معمول بن گیا۔ اکثر مشرکین کے سامنے قرآن پڑھتے اور ابوجہل وغیرہ آپکو مارتے۔ کئی دفعہ ابوجہل سے تو تو میں میں ہوئی۔ لیکن یہ باز نہ آئے۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہیں موقعہ دیا کہ جنگ بدر کے موقع پر جب جنگ وغیرہ تھم گئی تو یہ مشرکین کی لاشوں میں پھر رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ اللہ و رسول کا دشمن ابوجہل ان لاشوں میں زندہ موجودہ ہے اور زندگی کے آخری سانس لے رہا ہے۔

آپ فوراً اسکی طرف لپکے اور اپنا پاؤں اسکی گردن پر رکھ کر دبایا۔ اور فرمایا الحمد لله الذی اخزاک یا عدوا الله تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آج تجھے ذلیل کیا اور اسلام کو عزت عطاء فرمائی۔

ابوجہل نے کہا تو کون ہے؟ فرمایا میں وہی بکریاں چرانے والا عبداللہ بن مسعود ہوں اور لپک کر آپؓ اسکے سینہ پر چڑھ گئے۔ ابوجہل کہنے لگا۔ لقد ارتقیت مرتقی صعبا یا راعی الغنم او بکریاں چرانے والے! آج تو بڑی اونچی جگہ چڑھ کر بیٹھ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی میرے اللہ کی شان ہے۔

پھر آپؓ نے تلوار نکالی اور ابوجہل کا سر کاٹنے لگے تو اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہنے لگا کہ کاش کہ آج مجھے کوئی بڑا آدمی قتل کرتا۔ کم از کم لوگ یہ تو نہ کہتے کہ ابوجہل اتنے بڑے سردار کو ایک بکریاں چرانے والے غلام نے قتل کیا۔ پھر ابوجہل کہنے لگا کہ اے ابن ام عبد! میرا سر کندھوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ پتہ چلے کہ یہ سردار کا سر ہے۔ اور خبردار! یاد رکھنا میں آج کسی پچھتاوے کا شکار نہیں ہوں بلکہ پہلے سے زیادہ اپنے موقف اور نظریے پر پکا ہوں۔ اور اپنے نبی کو جا کر بتا دینا کہ جتنی دشمنی مجھے آپ سے زندگی میں تھی اس سے ستر گنا دشمنی اور غیض وغضب لیکر دنیا سے جا رہا ہوں۔ مجھے اپنے اسلام دشمنی کے گزرے ہوئے زمانے پر کچھ بھی افسوس نہیں ہے، بلکہ فخر ہے۔

بعدازاں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسکا سر تن سے جدا کر دیا۔ اور

اسے اٹھا کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لا کر ڈال دیا اور کہنے لگے ھذا راس عدو اللہ ابی جھل کہ یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے۔ آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا الحمد للہ الذی اعز الاسلام واھلہ سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطاء فرمائی۔

پھر جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سارا واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون تھا' جو حضرت موسیٰ کے فرعون سے بڑھ کر تھا۔ وہ تو جب ڈوبنے لگا تو ہار مان گیا تھا۔ لیکن اس نے مرتے دم تک ہار نہیں مانی۔

**نتائج:۔**

(۱) وقت ایک سا نہیں رہتا۔

(۲) ابوجہل کا غرور و تکبر۔

(۳) اللہ تعالیٰ چڑیوں سے باز مرواتا ہے۔

(۴) قتل ابوجہل پر آپؐ کی خوشی اور انبساط۔

## ۳۴۸:۔ تیرے اور میرے درمیان اسلام حائل ہو چکا ہے

دور جاہلیت میں حضرت مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ مکرمہ کی ایک حسینہ عناق نامی عورت سے ناجائز تعلقات تھے۔ کافی عرصہ یہ تعلقات بڑی مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ عہد وفاء کیا ہوا تھا۔ خدا کی قدرت کہ حضرت مرثدؓ نے اسلام قبول کر لیا اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ

تشریف لے گئے۔

ایک دفعہ اپنے کسی کام کی غرض سے مکہ مکرمہ گئے وہ عورت تو آپکے فراق میں گھل رہی تھی۔ فوراً موقعہ پا کر حاضر ہو گئی اور آپ کو گناہ کی دعوت دی۔ آپؓ نے جواباً فرمایا کہ اب میرے اور تیرے درمیان اسلام حائل ہو چکا ہے۔ اور اسلام نے زناء کرنا حرام ٹھہرایا ہے۔ اس لیے میں اب یہ کام نہیں کر سکتا۔

اس نے آپکو سب وعدے وغیرہ یاد دلائے۔ مگر آپ نے محض خدا کے خوف سے انکار کر دیا۔ جب اس کا اصرار حد سے بڑھا تو آپؓ نے فرمایا کہ صرف ایک صورت ہے کہ میں تجھ سے نکاح کر لوں اور پھر میاں بیوی بن کر رہیں۔

وہ عورت نکاح کے لیے فوراً تیار ہو گئی اور کہنے لگی کہ میں نکاح کر کے آپکی بیوی بننے کے لیے تیار ہوں۔

آپؓ نے جواب دیا کہ میں ایسے نکاح تھوڑا ہی کروں گا۔ پہلے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھوں گا۔ تو مشرکہ ہے اور میں مسلمان ہوں پتہ نہیں یہ نکاح جائز بھی ہے یا نہیں؟

پھر آپؓ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ سے نکاح کی اجازت مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فیصلہ فرما دیا۔

**لا تنکحوا المشرکات حتی یومن** کہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ آپؓ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ سن کر سر تسلیم خم کر دیا اور اس عورت کو پیغام بھیج دیا کہ میں اب تیرے ساتھ نکاح کرنے کیلئے بھی تیار نہیں۔ صرف ایک ہی صورت ہے کہ تو ایمان لے آئے اور پھر نکاح ہو سکتا ہے۔

**نتائج:-**

(۱) حضرت مرشد کا سچا اسلام۔

(۲) آپ کا خوف خدا اور خوف آخرت۔

(۳) مشرکہ (غیر کتابیہ) سے نکاح کی ممانعت۔

## ۳۴۹ :- یہ ایک بکری کا بدلہ ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ اور مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ خدا کی قدرت کہ اثناء راہ قافلہ سے بچھڑ گئے اور اکیلے چلنے لگے۔

جب بھوک اور پیاس کی شدت سے بے چین ہوئے تو ایک بڑھیا کے خیمہ کے پاس جا کر رکے اور اس سے کہا کہ تیرے پاس پانی ہے؟ وہ بولی ہاں ہے؟ تینوں شاہزادے اپنی سواریوں سے اترے تاکہ پانی وغیرہ پی لیں۔ بڑھیا کے پاس ایک چھوٹی سی بکری بندھی تھی وہ کہنے لگی کہ اسکا دودھ دوہ کر پی لو۔ جب دودھ نکال کر پی لیا تو پوچھا کہ کچھ کھانے کے لیے بھی ہے؟

وہ بولی میرے پاس سوائے اس بکری کے اور کچھ نہیں ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اسکو ذبح کر کے صاف کر دے تو میں پکا دوں گی۔ انہوں نے بکری ذبح کر دی اور گوشت بنا کر اسکے حوالے کیا۔ اس نے پکا دیا۔ تینوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور سہ پہر کے وقت تک اسکے پاس ٹھہرے۔

جب چلنے لگے تو بڑھیا سے کہا کہ ہم لوگ قریشی ہیں۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ اب حج کے لیے جا رہے ہیں۔ موسم حج کے بعد ہمارے ہاں آنا

ہم ان شاء اللہ تیرے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔

شام کے وقت جب اسکا خاوند گھر آیا تو دیکھا کہ بکری ذبح ہو چکی ہے۔ بڑا حیران ہوا اور پریشان ہوا۔ بڑھیا نے سارا واقعہ بتایا تو کہنے لگا یہ تو نے اچھا نہیں کیا مہمانوں کی خدمت دودھ سے بھی کی جا سکتی تھی۔ آخر ہمارے پاس ایک ہی بکری تھی جسکے دودھ پر ہمارا گزارہ تھا تو نے وہ بھی انہیں کھلا دی۔

مدت مدید کے بعد ایکدفعہ یہ دونوں میاں بیوی محنت ومزدوری کی غرض سے مدینہ منورہ آئے۔ وہاں پہنچ کر سارا دن پہاڑوں' چراگاہوں اور راستوں میں پھرتے' اونٹ کی مینگنیاں جمع کرتے اور انکو بیچ کر گزارہ کرتے۔

اتفاقاً ایک دن یہ بڑھیا مینگنیاں چنتے چنتے سیدنا حضرت حسنؓ کے گھر کے سامنے سے گزری آپؓ اسوقت گھر کے دوازے پر بیٹھے تھے۔ آپؓ نے اس بڑھیا کو پہچان لیا مگر بڑھیا نہ پہچان سکی۔

آپؓ نے اس بڑھیا کو بلایا اور پوچھا مجھے پہچانتی ہو؟ اس نے انکار کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں وہی ہوں۔ ہم فلاں سال حج کے ایام میں تیرے مہمان بنے تھے اور تو نے ہمارے لیے بکری ذبح کی تھی۔ اب بڑھیا نے پہچان لیا اور دعائیں دینے لگی۔

اب آپؓ نے اس بڑھیا کے احسان کے بدلے اسے ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار دیے اور اپنے خادم کو ساتھ بھیجا کہ اسے سیدنا حسینؓ کے پاس لے جائے۔ جب یہ بڑھیا انکے پاس پہنچی تو انہوں نے سوال کیا کہ میرے بھائی نے کیا دیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہزار دینار اور ہزار بکریاں۔ آپؓ نے بھی اسی قدر اسکو دلوایا۔ اور پھر اپنے خادم کو ساتھ بھیجا کہ اسے عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس لے جائے۔ انہوں نے پوچھا کہ حضرات حسنین علیہما السلام نے تجھے کیا دیا ہے؟

اس نے بتایا کہ دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں۔ انہوں نے اپنے پاس سے مزید دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں دیں۔ اور فرمایا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو میں اتنا دیتا کہ حضرات حسنین علیہا السلام کو دینا مشکل پڑ جاتا۔

غرضیکہ وہ بڑھیا چار ہزار دینار اور چار ہزار بکریاں لیکر اپنے خاوند کے پاس آئی اور کہا کہ یہ اس ایک بکری کا عوض ہے' جسے سرداران جنت نے کھایا تھا۔ اس کا خاوند ان شاہزادوں کی یہ عطاء دیکھ کر حیران رہ گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) احسان کا بدلہ احسان ہے۔

(۲) بڑھیا کی مہمان نوازی اور ایثار۔

(۳) ان تینوں حضرات کی جود وسخاء۔

## ۳۵۰ :۔ ایک گم نام اور مزدور شہزادہ

عبداللہ بن فرج ایک بزرگ ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے ایک دیوار بنانے کے لیے ایک مزدور کی ضرورت پڑی۔ میں مزدوروں کے اڈے پر آیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں آخر میں ایک انتہائی شریف النفس نوجوان بیٹھا ہے' جس نے اونی لباس پہن رکھا ہے اور اسکے ہاتھ میں ایک زنبیل ہے۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ مزدوری کرو گے؟ وہ بولا بالکل کرونگا۔ میں نے اسکی اجرت پوچھی تو کہنے لگا "بدرھم و دانق" کہ ایک درہم اور ایک دانق مزدوری ہوگی۔ میں نے اسے ساتھ چلنے کو کہا تو وہ کہنے لگا "علی شریطة" کہ میری ایک شرط ہے وہ یہ کہ ظہر کی نماز اور عصر کی نماز باجماعت مسجد میں جا کر ادا کرونگا۔ میں نے اسکی یہ شرط منظور کر لی وہ میرے ساتھ میرے گھر آیا اور سارا دن انتہائی دیانتداری سے کام

کرتا رہا۔ کسی سے کوئی بات چیت نہ کی' بلکہ اللہ کا ذکر ہی کرتا رہا اور نمازوں کے اوقات میں نماز ادا کی۔

شام کے وقت میں نے اسکی طے شدہ مزدوری اسے دے دی اور وہ رخصت ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد مجھے پھر مزدور کی ضرورت پڑی تو میری بیوی نے مشورہ دیا کہ وہی نوجوان اگر مزدوری کے لیے آج بھی مل جائے تو بہتر ہے فانه قد نصحنا فی عملنا کیونکہ اس نے اس دن انتہائی اچھے انداز میں کام کیا تھا۔

چنانچہ میں اسکی تلاش میں نکل کھڑا ہوا لیکن وہ مجھے مزدوروں کے اڈے پر نہ ملا۔ میں نے اسکا حلیہ وغیرہ بتا کر دوسرے مزدوروں سے اسکے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ تو ہفتہ میں صرف ایک دن مزدوری کرتا ہے۔ اور وہ بھی شنبہ یعنی ہفتہ کے دن۔ انکے بتانے کے مطابق میں مقررہ دن بازار میں گیا تو وہ مجھے مل گیا میں نے اسے مزدوری کیلئے کہا تو وہ کہنے لگا قد عرفت الاجرة والشرط کہ آپکو میری مزدوری اور شرط کا تو علم ہے؟ میں نے کہا بالکل معلوم ہے۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ آیا اور اسی طرح دیانت داری سے کام کیا۔

اسکے کام میں کچھ اسطرح برکت تھی کہ اس نے گویا ایک دن میں کئی دنوں کا کام کر دیا۔ شام کے وقت میں نے خوش ہو کر اسے دو درہم مزدوری دی تو اس نے زیادہ لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میری ضرورت وہی ہفتہ وار ایک درہم اور ایک دانق ہے۔ روزانہ میرا ایک دانق خرچ ہے۔ اس سے زیادہ اگر مجھے درکار ہوتا تو میں زیادہ دن مزدوری کر لیتا۔ اس طرح وہ نوجوان معمولی سی یہ اجرت لیکر رخصت ہو گیا' مگر میرے دل میں گھر کر گیا۔ اگلے ہفتہ تک میں نے اپنے کام کو موخر کیا اور مقررہ دن اسکی تلاش میں نکلا مگر وہ مجھے نہ ملا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ تو کئی

دنوں سے بیمار ہے۔

میں نے اسکی رہائش کا پتہ پوچھا اور وہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ شدید بیمار ہے۔ اس نے اپنے سر کے نیچے ایک اینٹ رکھی ہوئی ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اور اسکا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس نے اپنا سر ہٹا لیا اور کہنے لگا۔

یا صاحبی لا تغترر بتنعم فالعمر ینفد و النعیم یزول

واذا حملت الی القبور جنازۃ فاعلم بانک بعدھا محمول

میرے دوست دنیا کی نعمتوں سے دھوکہ میں نہ پڑ۔ عمر ختم ہوتی جا رہی ہے اور سب نعمتیں ختم ہو جائیں گی۔ جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان میں جائے تو یہ سوچ لے کہ ایک دن تیرا بھی اسی طرح جنازہ اٹھایا جائیگا۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ اے عبداللہ جب میری روح نکل جائے تو براہ مہربانی مجھے غسل دیکر انہی پرانے کپڑوں میں مجھے کفن دے دینا۔ اور میری یہ لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو بطور اجرت دے دینا۔ اور میری یہ انگوٹھی خلیفہ وقت ہارون الرشید تک پہنچا دینا۔ اور خیال رکھنا یہ امانت انہی کے ہاتھوں میں دینا کسی اور کو نہ دینا۔ جب انکی سواری نکلے تو یہ انگوٹھی انکو دکھانا' وہ خود ہی تجھے بلا لیں گے۔

جب وہ نوجوان فوت ہو گیا تو میں نے اسکی وصیت کے مطابق اسکے کفن دفن کا انتظام کیا اور پھر خلیفہ وقت تک وہ امانت پہنچانے کے لیے بغداد چلا گیا۔ میں ہارون الرشید کی سواری نکلنے کے انتظار میں راستہ میں بیٹھ گیا جب بادشاہ کی سواری گزری تو میں نے زوردار آواز میں کہا کہ **یا امیر المومنیں لک عندی ودیعۃ ولوحت بالخاتم** کہ اے امیرالمومنین! میرے پاس آپ کی ایک امانت ہے اور انگوٹھی سامنے کی۔ بادشاہ نے جب انگوٹھی دیکھی تو پریشان سا ہو گیا اور اپنی سیر و سیاحت کا پروگرام ملتوی کر دیا اور دربان کو حکم دیا کہ اس آدمی کو

میرے ہاں پہنچا دو۔

چنانچہ میں بادشاہ کے گھر میں اسکے پاس حاضر ہو گیا۔ امیر المومنین نے مجھے اپنے قریب کر لیا اور فرمایا من انت؟ کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا عبداللہ بن الفرج کہ میرا نام عبداللہ بن فرج ہے۔ پھر سوال کیا ھذا الخاتم من این لک؟ کہ یہ انگوٹھی تیرے پاس کیسے پہنچی۔ میں نے اول سے آخر تک اس مزدور نوجوان کا سارا واقعہ انہیں بتا دیا۔

میری بات سن کر ہارون الرشید زار و قطار رونے لگا اور میرے ہاتھوں کو جن سے میں نے اس نوجوان کو غسل دیا تھا چومنے لگا اور بار بار سینے سے لگانے لگا۔ اور مجھ سے کہا کہ مجھے اس نوجوان کی قبر تک لے جاؤ گے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ہر طرح حاضر ہوں۔ پھر میں نے جرأت کر کے پوچھ لیا یا امیر المومنین من ھو منک؟ اے امیر المومنین! وہ نوجوان آپکا کیا لگتا تھا؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ وہ میرا بیٹا تھا۔ پھر میں نے ہر طرح سے معذرت کی کہ میں اس سے مزدوری وغیرہ کا کام لیتا رہا۔ اور میں نے سوال کیا ”کیف صار الی ھذا الحال؟“ کہ اسکی یہ حالت کیسے ہو گئی تھی؟

خلیفہ نے جواب دیا کہ یہ نوجوان انتہائی نیک، طینت، متقی اور زاہد تھا بہت اچھی طرح تربیت پائی تھی قرآن پاک بھی حفظ کیا تھا۔ یہ ہمہ وقت بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور اکثر قبرستان جا کر اپنی موت کو یاد کرتا تھا۔ کبھی کبھی میری (بادشاہ کی) مجلس میں وزراء اور امراء کے سامنے فقیرانہ لباس میں آ جایا کرتا تھا اور ہمیں دنیا سے بے رغبتی کا سبق دیتا تھا۔

ایک دن اراکین سلطنت کے مشورہ سے میں نے اسکی اس حالت پر اسے تنبیہ کی کہ تو نے مجھے سب لوگوں کے سامنے ذلیل کر رکھا ہے۔ اس نے مجھے تو

کوئی جواب نہ دیا اور اپنی ماں سے جا کر کہا کہ میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ ابا جان کو مزید ذلیل نہ کروں اور یہاں سے ہجرت کر جاؤں۔ چلتے ہوئے میرے مشورہ سے اسکی ماں نے اسے یہ قیمتی انگوٹھی دی تھی کہ بوقت ضرورت فروخت کر کے اپنے کام میں لائے۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ دوبارہ مجھے نہ مل سکے گا اور بادشاہ کا بیٹا ہونے کے باوجود مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالے گا۔ افسوس کہ اس نے میری بادشاہت سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور اس طرح پردیس میں لاوارث ہو کر فوت ہو گیا۔ افسوس کہ آج میرے دکھ میں شریک ہونے کیلئے اسکی ماں بھی زندہ نہیں ہے۔ میرا یہ لڑکا دنیا سے کتنا بے رغبت تھا کہ مرتے وقت یہ قیمتی انگوٹھی بھی ہمیں واپس کر گیا۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ خلیفہ کہ یہ دردناک باتیں سن کر مجھے بھی رونا آ گیا۔ اسکے بعد خلیفہ نے میری معیت میں اسکی قبر پر جانے کا ارادہ کیا۔ رات کے اندھیرے میں میں نے خلیفہ کو لے جا کر اسکی قبر دکھائی اور خلیفہ ساری رات اسکی قبر کے سرہانے بیٹھ کر زاروقطار روتا رہا۔ اور بڑے دردناک شعر پڑھتا رہا۔

بعدازاں مجھ سے وعدہ لے لیا کہ جب میں چاہونگا تو مجھے اس کی قبر تک لے جائے گا' میں نے یہ وعدہ کرلیا۔

اس کے بعد اکثر خلیفہ اپنے اس بیٹے کی قبر کی زیارت کرتے تھے اور ساری ساری رات رونے میں گزار دیتے تھے۔

**نتائج:۔**

(۱) نوجوان کا زہد اور تقویٰ۔

(۲) اسکی گم نامی اور فقر کی زندگی۔

(۳) رزق حلال کمانا اور کھانا۔

(۴) امانت جوں کی توں واپس کر دینا۔

## ۳۵۱ :- بچے کی بسم اللہ اور باپ کی مغفرت

امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبر پر گزر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر منکشف فرما دیا کہ صاحب قبر کو شدید عذاب ہو رہا ہے آپؑ کو بڑا دکھ ہوا' خیر آپ آگے چلے گئے۔

چند دنوں کے بعد آپ اس سفر سے واپس تشریف لائے اور اسی قبر کے پاس سے آپکا گزر ہوا۔ اب آپ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ صاحب قبر پر رحمت نازل ہو رہی ہے اور وہ گویا جنت کی نعمتوں سے مالا مال ہے اور فرشتے اسکے پاس نورانی طبق لیے کھڑے ہیں۔ آپؑ کو بڑا تعجب ہوا کہ چند دن قبل یہ مردہ شدید عذاب میں مبتلا تھا' اب اچانک کیسے اسکی حالت تبدیل ہوگئی؟

آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بار الہا یہ کیا معاملہ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ! یہ بندہ گنہگار تھا اور واقعی عذاب کا سزاوار تھا اس نے اپنے پیچھے ایک بیوہ چھوڑی تھی جسکے پیٹ کے اندر اس کی امانت تھی۔ اسکی وفات کے بعد اس نے بچہ جنا۔ پھر جب وہ تھوڑا بڑا ہوا تو اسے مکتب میں بھیجا گیا اور استاد نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی۔ اس بچے کے بسم اللہ پڑھنے سے مجھے حیاء آئی کہ اس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لے اور میں زمین کے اندر اسکے باپ کو عذاب دوں۔ پس اس بچے کے بسم اللہ پڑھنے کیوجہ سے میں نے اس کے والد سے عذاب اٹھا لیا اور معاف کر دیا۔

**نتائج:-**

(۱) بسم اللہ کی برکات۔

(۲) اولاد کی نیکیوں کا صلہ ماں باپ کو بھی ملتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی شان رحمت۔

## ۳۵۲۔ حضرت عثمان غنی کا دردناک خطاب

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا جب باغیوں نے محاصرہ کرلیا تو آپؓ گھر میں قید ہو کر رہ گئے۔ وہ لوگ اتنے منظّم تھے کہ آپکے گھر میں کھانے پینے کی بھی کوئی چیز نہ جاسکتی تھی۔ حتیٰ کی چالیس دن تک آپ پر پانی بھی بند رہا اور آپ تلات قرآن پاک سے اپنی پیاس بجھاتے تھے۔

ایک دن آپؓ نے اپنے گھر کی دیوار سے جھانک کر باغیوں سے ایک تاریخی خطاب کیا۔ اس خطاب میں آپ نے ان سے سوال کیا کہ انشدکم اللہ والاسلام میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر اور دین اسلام کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں کہ بتاؤ اس مسجد نبوی کی جگہ جب تنگ تھی اور رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی توسیع کے لیے جگہ خریدنے پر ترغیب دی تھی اور خریدنے والے کو جنت کی بشارت دی تھی تو یہ جگہ کس نے خرید کر مسجد کے لیے وقف کی تھی؟ باغیوں نے بیک زبان ہو کر جواب دیا کہ واللہ انت اللہ کی قسم آپ نے یہ جگہ وقف کی تھی۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ افسوس کہ آج مجھے ہی اس مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

پھر آپؓ نے پوچھا کہ بتاؤ مدینہ منورہ میں جب میٹھے پانی کی قلت تھی

لوگوں کو یہودی قیمتاً پانی دیتے تھے آپ ﷺ نے کنواں خرید کر وقف کرنے کی ترغیب دی تھی اور وقف کرنے والے کو جنت کی بشارت دی تھی تو بئر رومہ کس نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا؟ تمام باغیوں نے جواب دیا کہ "آپ نے" پھر آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ آج مجھے پینے کے لیے پانی کا ایک گھونٹ بھی دستیاب نہیں ہے۔

پھر سوال کیا بتاؤ! جیش عسرہ میں جہاد کے لیے چندہ کس نے دیا؟ سب نے کہا کہ آپ نے۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ افسوس کہ جو عثمان اسلام کی خاطر مال خرچ کرنیوالا ہے آج اس پر بیت المال سے مال لینے کا الزام لگا دیا گیا۔

پھر سوال فرمایا کہ بیعت رضوان میں رسول اللہؐ نے کس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا تھا؟ سب نے کہا "آپ کے ہاتھ کو" پھر فرمایا کہ افسوس ہے کہ آج اسی ہاتھ پر خیانت کا الزام لگا دیا گیا ہے۔

پھر آپؓ نے نہایت دردمندی کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اے باغیو! تم جانتے ہو کہ از روئے اسلام کسی شخص کو تین وجوہ سے قتل کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ارتداد کیوجہ سے۔ اور میں آج بھی اسی کلمہ پر قائم ہوں جو میں نے رسول اللہؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر مکہ مکرمہ میں پڑھا تھا۔ پھر سوچو میرا قتل تمہارے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

(۲) قتل ناحق کیوجہ سے۔ اور میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ کسی کو قتل کرنا تو درکنار میں نے آج تک کسی کو طمانچہ بھی نہیں مارا۔ پھر بتاؤ میرا قتل تمہارے لیے کیسے روا ہو سکتا ہے؟

(۳) زناء کیوجہ سے۔ اور میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ زناء کرنا تو بڑی دور کی بات ہے میں جب سے بالغ ہوا ہوں کسی غیر محرم پر میں نے نظر بھی

نہیں ڈالی۔ پھر میرا قتل تمہارے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

افسوس کہ آپ کا یہ خطاب سن کر بھی باغیوں کا دل نہ پسیجا اور بالآخر ان ظالموں نے آپؓ کو شہید کر دیا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عثمانؓ کی فضیلت و شان۔

(۲) آپؓ کی مظلومیت۔

(۳) آپؓ کا درمندانہ خطاب۔

## ۳۵۳ :- مجھے مغفرت کی امید نہیں ہے

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاوت قرآن کی حالت میں جس بیدردی کے ساتھ شہید کیا گیا اس کی مثال تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔

آپؓ مسلسل روزے رکھ رہے تھے اور رات دن تلاوت و نماز میں مصروف تھے ایک دن دوپہر کے وقت قیلولہ فرمایا تو خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یا عثمان افطر عندنا الیوم کہ اے عثمان آج روزہ میرے ہاں آ کر افطار کرنا۔ آپ سمجھ گئے کہ آج شہادت کا دن ہے۔

فوراً اللہ کی رضاء کے لیے اپنے تمام غلام آزاد کر دیے۔ پاجامہ پہن لیا کہ کہیں لڑائی میں میرا وجود ننگا نہ ہو جائے اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔

باغی آپکے گھر کی پچھلی جانب سے داخل ہوئے آپ پر شدید حملہ کیا حضرت نائلہؓ جو آپ کی زوجہ تھیں انہوں نے مزاحمت کی تو انکے ہاتھ کی انگلیاں

کاٹ دی گئیں۔ اور ایک ظالم نے آپکے سر پر لوہے کی لٹھ ماری۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ توکلت علی اللہ آپ کا خون قرآن مجید کے اوراق پر گرا' اور آپکو پے درپے وار کر کے شہید کر دیا گیا۔ شہادت کے بعد بھی آپکی نعش مبارک کی بے حرمتی کی گئی۔ پسلیوں کو توڑا گیا اور داڑھی کو نوچا گیا۔

ایک بدبخت آیا اس نے آپکی داڑھی مبارک کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور آپکے منہ پر زوردار طمانچہ مارا۔ حضرت نائلہ کی چیخ نکل گئی اور بددعاء دی یبس اللہ یدک واعمی بصرک ولاغفرلک ۔ کہ اللہ تیرے ہاتھ کو خشک کر دے اور تیری آنکھوں کو اندھا کر دے اور تیری مغفرت نہ کرے۔

حضرت امام محمد بن سیرینؒ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک اندھا اور لولا لنگڑا آدمی بھی طواف کر رہا ہے۔ اور بار بار کہتا ہے کہ اللھم اغفرلی وما اظن ان تغفرلی اے اللہ میری مغفرت فرمادے اور مجھے امید نہیں ہے کہ میری مغفرت کی جائیگی۔

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں اسکے ان کلمات سے بڑا حیران ہوا کہ یہ شخص یہاں اللہ کے گھر میں آکر بھی اللہ کی رحمت سے اتنا مایوس کیوں ہے؟ میں نے اسے جا کر پکڑ لیا اور اس سے سوال کیا کہ تو ایسی عجیب دعاء کیوں مانگ رہا ہے۔

اس نے بتایا کہ میں ان بدنصیبوں میں سے ہوں' جنہوں نے خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنیؓ کو بیدردی کے ساتھ شہید کیا تھا۔ اور میں ہی وہ بدبخت ہوں جس نے فوت شدہ عثمان غنیؓ کی داڑھی کو پکڑ کر نوچا تھا۔ انکے منہ پر طمانچہ مارا تھا۔ انکی زوجہ حضرت نائلہؓ نے مجھے تین بددعائیں دی تھیں۔ پہلی یہ کہ اللہ تیرا ہاتھ شل کر دے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس دن سے میرا یہ ہاتھ شل ہو کر لکڑی کی طرح ہو

گیا ہے۔ دوسری بد دعاء یہ تھی کہ اللہ تجھے اندھا کر دے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اندھا کر دیا ہے۔ تیسری بد دعاء یہ تھی کہ اللہ تیری مغفرت نہ کرے۔ دو بد دعائیں تو میں نے زندگی میں دیکھ لیں کہ پوری ہو گئی ہیں۔ اور تیسری مرنے کے بعد پوری ہو جائے گی۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ مجھے امید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کرے گا۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت عثمان غنیؓ کی مظلومانہ شہادت۔

(۲) مظلوم کی بد دعاء سے بچنا چاہیے۔

(۳) قاتلین عثمان غنیؓ کے لیے دنیا و آخرت میں ذلت ہے۔

## ۳۵۴ :۔ کیا مجھے اپنے خدا سے شرم نہیں آتی؟

کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو ورغلا کر جب زلیخا کمرے میں لے گئی اور کمرے کے دروازے وغیرہ بند کر کے آپکو برائی کی دعوت دینے لگی تو وہاں اس نے دیکھا کہ اسکا سنگ مرمر کا بنا ہوا حسین بت موجود تھا۔ زلیخا نے فوراً کپڑا لیکر اس بت کے منہ پر ڈال دیا کہ یہ میرا معبود کیا کہے گا؟

دراں لحظ رویش بپوشید وسر مبادا کہ زشت آیدش در نظر

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو فوراً دل میں خیال آیا کہ یہ عورت اپنے جھوٹے معبود سے کتنی حیاء کرتی ہے۔ اسے اپنے معبود کا کتنا پاس ہے؟

پھر جب زلیخا نے آپکو برائی کی دعوت دی اور اصرار کیا تو آپ نے اسی چیز کو دلیل بنایا اور فرمایا۔

تو در روئے سنگے شدی شرمسار مرا شرم نیاید ز پروردگار

کہ تو تو ایک پتھر کے سامنے شرمسار ہو گئی جو نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے۔ کیا مجھے اپنے پروردگار سے شرم نہیں آتی؟ جو لطیف وخبیر ہے۔ اور دلوں کے پوشیدہ راز بھی جانتا ہے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کی خدا خوفی۔

(۲) اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور دیکھ رہا ہے۔

(۳) پتھر کے بت نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔

## ۳۵۵:۔ ماں کے دودھ اور تقویٰ کا اثر

بیان کیا جاتا ہے کہ کابل کے بادشاہوں میں امیر دوست محمد خان ایک نیک دل اور دیانت دار بادشاہ تھا۔ اسکے زمانہ میں کسی دوسرے بادشاہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا اور فوج لیکر چڑھ دوڑا۔ امیر صاحب کو اس سے بڑا صدمہ ہوا اور اپنے شہزادے کو فوج دیکر بھیجا کہ جا کے اس دشمن کا مقابلہ کرے۔

ایک دن امیر صاحب کو کسی نے یہ خبر دی کہ آپ کے بیٹے نے شکست کھائی ہے اور واپس بھاگتا ہوا آ رہا ہے اور دشمن اسکے تعاقب میں ہے۔ امیر صاحب کو اس بات کا بڑا صدمہ ہوا کہ اب کیا بنے گا۔

اس فکر و غم میں شاہی محل میں داخل ہوئے تو بیگم نے غم وفکر کی وجہ پوچھی امیر صاحب نے ساری صورت حال سے بیگم کو مطلع کیا۔ بیگم نے فوراً کہا کہ یہ

بالکل جھوٹ ہے۔ امیر صاحب بولے جھوٹ کیسے؟ مجھے باقاعدہ سرکاری پرچہ نویس نے اطلاع دی ہے اور آپ اسے جھوٹ سمجھ رہی ہیں۔ بیگم کہنے لگی آپکا پرچہ نویس بھی جھوٹا ہے اور آپکا محکمہ سی آئی ڈی بھی جھوٹا ہے یہ غلط خبر ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔ شہزادہ فرار ہو کر نہیں آ سکتا۔ یا فتح یاب ہوگا یا پھر شہادت پائے گا۔

امیر صاحب خاموشی سے محل سرائے میں واپس چلے آئے کہ اس عورت کو میں کیا جواب دوں۔ دوسرے دن امیر صاحب بڑے خوش ہو کر شاہی محل میں تشریف لائے اور کہا بیگم! تجھے مبارک ہو جو تو نے کہا تھا' وہ بات سچی نکلی۔ کل کی بات غلط تھی بلکہ آج تصدیق شدہ خبر آئی ہے کہ شہزادہ فتح یاب ہو کر کامیاب و کامران واپس آ رہا ہے۔

بیگم بولی الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے میری بات سچی کر دی۔

اب امیر صاحب نے بیگم سے سوال کیا کہ آخر تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ وہ پہلی خبر بالکل جھوٹی تھی اور تم نے اتنی جرأت کے ساتھ اسے جھوٹا کیسے قرار دیا تھا؟

بیگم بولی امیر صاحب! یہ ایک راز ہے جسکو میں نے اب تک کسی کے سامنے نہیں کھولا اور نہ اسے کھولنا چاہتی ہوں۔ اب امیر صاحب بیگم کے سر ہو گئے کہ مجھے یہ راز بتاؤ۔ بالآخر بیگم کو بتانا پڑا کہ مجھے کیونکر یہ یقین تھا کہ شہزادہ فتح پا کر آئے گا یا شہادت پائے گا۔ فرار ہو کر یا شکست کھا کر واپس نہیں آ سکتا۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ بچہ جب میرے پیٹ میں تھا میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اس سارے عرصہ میں رزق حلال کی کمائی ہی پیٹ میں جائے گی اور رزق حرام کا ایک لقمہ بھی اندر نہ جانے دوں گی۔ چنانچہ میں نے اس عہد پر پورا پورا عمل کیا اور حرام کا لقمہ تو کجا ایک مشتبہ لقمہ بھی پیٹ میں نہ جانے دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس بچہ کی پیدائش کے بعد میں نے اسے کسی دوسری دودھ پلانے والی ملازمہ کے سپرد نہ کیا بلکہ اپنا دودھ پلایا۔ اور دودھ پلانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب یہ روتا تو پہلے میں وضوء کرتی پھر دو رکعت نماز نفل پڑھتی۔ اسکے بعد اسے دودھ پلاتی اور ہمہ وقت ذکر و تلاوت جاری رکھتی اور اسکے لیے دعائیں کرتی رہتی اسطرح دودھ بھی پاک اور خون بھی پاک۔ اور میرا یقین ہے کہ پاکیزہ غذا سے اخلاق بھی پاکیزہ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ پشت دکھا کر آنا اور بزدی کرنا یہ کمینے اخلاق میں سے ہے۔ شجاعت اور بہادری پاکیزہ اخلاق میں سے ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ جب اسکے خون میں ناپاکی نہیں تو اسکے افعال ناپاک ہو جائیں؟ امیر صاحب یہ وجہ تھی جسکی بناء پر میں نے وہ دعویٰ کیا تھا۔

**نتائج:-**

(۱) امیر دوست محمد خان کی بیوی کا تقویٰ اور پرہیزگاری۔
(۲) پاکیزہ غذا سے پاکیزہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔
(۳) بادشاہ کی بیوی ہوکر اتنا تقویٰ واقعی قابل تعجب ہے۔

## ۳۵۶:- ھائے معتصم تو کھاں ھے؟

عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایشیائے کوچک کے شہر عموریہ میں ایک مسلمان عورت اور ایک رومی عیسائی کے درمیان بازار میں کسی سامان تجارت پر بولی لگ گئی۔ عورت سمجھ دار تھی زیادہ بولی دیکر سامان خرید لیا۔ رومی عیسائی کو سرعام شرمندہ ہونا پڑا۔ اس نے غصہ میں آکر عورت کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ عورت فوراً چیخی "وامعتصماہ" ہائے معتصم۔ رومی عیسائی نے مذاق کیا کہ یہاں معتصم تیرے کیا کام آسکتا ہے؟ وہاں ایک عربی مسلمان یہ سارا

منظر دیکھ رہا تھا اس سے یہ بات برداشت نہ ہو سکی۔ اس نے رومی سے بدلہ لینا چاہا تو لوگوں نے چھڑا دیا۔

پھر عربی غیرت مند مسلمان نے ارادہ کر لیا کہ میں ضرور یہ واقعہ معتصم باللہ تک پہنچاؤ نگا۔ پھر اس نے رخت سفر باندھا اور خلیفہ کے دربار میں پہنچا اور یہ سارا واقعہ خلیفہ کے گوش گزار کیا۔ خلیفہ نے یہ واقعہ سنا تو اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بے اختیار کہنے لگا۔ لبیک لبیک یا اختی میں حاضر ہوں میری بہن۔

پھر لشکر تیار کر کے بلاد روم کا قصد کیا اور عموریہ کا محاصرہ کیا جو کئی ماہ تک جاری رہا۔ رومی فوج نے تنگ آ کر قلعہ کے دروازے کھول دیے اور لڑائی لڑی۔ رومیوں کے ساتھ شدید ترین لڑائی ہوئی اور کافی جانی و مالی نقصان کے بعد جا کر عموریہ فتح ہوا۔

فتح کے بعد معتصم نے اس عورت کو تلاش کیا اور اس رومی کافر کو بھی حاضر کیا۔ دونوں کو حاضر کر کے خلیفہ نے آنسو بہاتے ہوئے عورت سے کہا۔ اے میری بہن تو نے طمانچہ کھا کر مجھے پکارا تھا۔ آج اتنے عرصے کے بعد میں تیری مدد کے لیے حاضر ہو گیا ہوں۔ مجھے اس دیر سے آنے کی معافی دے دے۔ اور یہ تیرا دشمن سامنے کھڑا ہے اس سے تو اپنا بدلہ لے سکتی ہے۔

عورت فرط جذبات میں چلائی کہ اے رومی! دیکھ لے میرا بھائی معتصم آ گیا' میرا بھائی آ گیا۔

اب خلیفہ نے کہا کہ تو اس سے جس طرح چاہے بدلہ لے۔ عورت نے جواب دیا قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا مسلمان کا شیوہ ہے۔ میں نے اسکو اللہ کی رضاء کے لیے معاف کر دیا۔

**نتائج:-**

(۱) قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی غیرت ایمانی۔

(۲) مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔

(۳) ایک عورت کی پکار پر خلیفہ نے کتنا تردد کیا۔

## ۳۵۷ :- موسیٰ علیہ السلام سے افلاطون کا سوال

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ افلاطون حکیم نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک عجیب سوال کیا۔ وہ یہ کہ اگر آسمان کو کمان فرض کر لیا جائے اور مصائب و آفات کو اس کمان سے نکلنے والے تیر شمار کیا جائے اور خدا تعالیٰ کو تیر انداز مان لیا جائے تو ان مصائب سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ عقل کا جواب تو مایوسی کے سوا کچھ نہیں کہ آدمی نہ تو آسمان کے دائرے سے باہر جا سکتا ہے۔ نہ خدا کی دسترس سے باہر نکل سکتا ہے اس لیے لامحالہ اسے یہ تیر کھانے پڑیں گے۔

مگر موسیٰ علیہ السلام تو خدا کے پیغمبر تھے۔ ان کا تعلق خالق عقل سے تھا۔آپؑ نے فرمایا کہ مصائب کے تیروں سے بچاؤ کی بہت آسان صورت ہے اور وہ یہ کہ آدمی تیر انداز کے پہلو میں آکر کھڑا ہو جائے۔ نہ تیر لگے گا نہ اثر کریگا۔

اور پہلوئے خداوندی سے مراد ذکر اللہ اور یاد حق ہے جس میں محو ہو کر آدمی کلیتًا اپنے آپکو خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس لذت جان سپاری کے ہوتے ہوئے مصائب و آفات

کی مجال ہی کیا رہ جاتی ہے کہ وہ قلب ذاکر کو بے چین کر سکیں اس حالت میں ذاکر کے قلب کی ہر تشویش و پریشانی مبدل بہ سکون وطمانیت ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** خبردار ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے ہی دل چین پاتے ہیں۔

**نتائج:۔**

(۱) اللہ کے ذکر سے سچی طمانیت ملتی ہے۔

(۲) وحی کا علم عقل کے علم سے بالاتر ہے۔

(۳) بندہ عقل کو کبھی راحت اور بندہ خدا کو کبھی پریشانی نہیں مل سکتی۔

## ۳۵۸:۔ شیر خدا رضؓ کی ذہانت و فطانت

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے غضب کی قوت فیصلہ عطاء کر رکھی تھی بڑے بڑے لاینحل مسائل اور عقدے منٹوں میں حل فرما دیتے تھے۔

ایک دفعہ آپ کے پاس دو آدمی اپنا جھگڑا لیکر حاضر ہوئے۔ دونوں نے بتایا کہ ہم دونوں سفر میں نکلے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں جبکہ دوسرے کے پاس فقط تین روٹیاں تھیں۔ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا اور روٹیاں نکال کر کھانے لگے۔ اچانک وہاں ایک اور آدمی نمودار ہوا جس کے چہرے پر بھوک کے اثرات تھے ہم نے اسے بھی کھانے میں شریک کر لیا۔ اس طرح ہم تینوں نے مل کر وہ آٹھ روٹیاں ختم کر دیں۔

مہمان نے جاتے ہوئے ہمیں آٹھ دینار ہدیہ دیے کہ دونوں آپس میں

تقسیم کر لینا۔ پانچ روٹیوں والے نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ میری پانچ روٹیاں تھیں اس لیے ان میں سے پانچ دینار تو میرے ہوئے اور چونکہ میرے اس ساتھی کی تین روٹیاں تھیں اس لیے تین دینار اسکے ہو گئے بس معاملہ صاف ہو گیا۔

مگر دوسرا شخص جسکی تین روٹیاں تھیں وہ بضد تھا کہ یہ دینار ہمیں آدھے آدھے تقسیم کرنے چاہیے۔ فی آدمی چار چار ملنے چاہیے۔

حضرت علیؓ نے جب یہ ساری بات سنی تو تین روٹیوں والے کو ناصحانہ مشورہ دیا کہ جو کچھ تیرا بھائی تجھے خوشی سے دے رہا ہے اسے لے لے اور مجھ سے فیصلہ نہ کرا۔ وہ بضد ہوا کہ نہیں میں پورا پورا عدل وانصاف چاہتا ہوں اب آپ نے فیصلہ کرتے ہوئے۔ فرمایا کہ تیری تین روٹیاں تھیں ان تین روٹیوں میں سے ہر روٹی کو تین آدمیوں نے کھایا اگر ہر روٹی کے تین ٹکڑے کیے جائیں تو کل کتنے ٹکڑے بنے وہ بولا ”نو ٹکڑے“ پھر آپؓ نے فرمایا۔ کہ تیرے اس بھائی کی پانچ روٹیاں تھیں انکے کتنے ٹکڑے بنے وہ بولا ”پندرہ ٹکڑے“ آپ نے فرمایا کل کتنے ٹکڑے ہو گئے وہ کہنے لگا ۱۵+۹=۲۴ ٹکڑے۔

آپؓ نے فرمایا ان چوبیس ٹکڑوں کو تین آدمیوں نے برابر کھایا ہے۔ ہر ایک نے آٹھ ٹکڑے کھائے ہیں۔ تیری روٹیوں کے کل نو ٹکڑے تھے ان میں سے مہمان کے حصے میں صرف ایک ٹکڑا آیا۔ اسکی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے تھے ان میں سے مہمان کے حصے میں سات ٹکڑے آئے۔ اس طرح اگر تو عدل چاہتا ہے تو سات دینار یہ لے گا اور ایک دینار تجھے ملے گا۔ اب وہ لالچی آدمی اپنا سا منہ بنا کر رہ گیا اور اسے ایک ہی دینار لینا پڑا۔

اسی طرح حضرت علیؓ کے پاس ایک دفعہ تین شخص آئے۔ جن کا کاروبار سانجھا تھا ایک نے کاروبار میں ۱/۲ حصہ رقم لگائی تھی دوسرے نے ۱/۹ حصہ رقم لگائی

تھی جبکہ تیسرے نے ۱/۳ حصہ رقم لگائی تھی۔ اس رقم میں سے انہوں نے بار برداری کے لیے اونٹ خریدے اور بیچے اور سب کچھ چلتا رہا۔ بالآخران تینوں کا ایک دفعہ جھگڑا ہو گیا فیصلہ یہ ہوا کہ اب ہمیں الگ الگ ہو جانا چاہیے۔ باقی مال تو انہوں نے تقسیم کر لیا مگر اونٹوں کو تقسیم کرنا مشکل تھا کسی نے کہا کہ اونٹوں کو بیچ کر قیمت تقسیم کر لو۔ مگر تینوں بضد تھے کہ اونٹ ہی لیں گے کوئی آدمی رقم لینے کے لیے تیار نہ تھا۔ مشکل یہ کہ اونٹوں کی تعداد سترہ تھی جو کسی طرح بھی برابر تقسیم نہ ہو سکتی تھی۔

یہ فیصلہ آپؓ کے پاس لایا گیا آپؑ نے تھوڑا سا توقف کیا اور فرمایا کہ اونٹوں کو یہاں لیکر آؤ۔ اونٹ آ گئے جو تعداد میں سترہ تھے آپؓ نے فرمایا ایک اونٹ بیت المال سے لا کر ان میں کھڑا کر دیا جائے اب کل اونٹ اٹھارہ ہو گئے۔

آپ نے ایک کو بلایا اور پوچھا تیرا کتنا حصہ ہے؟ وہ بولا میرا ۱/۲ حصہ ہے آپ نے فرمایا۔ ۱۸ میں سے ۱/۲ یعنی ۹ اونٹ تو لے لے۔

دوسرے کو بلایا اور فرمایا تیرا کتنا حصہ ہے وہ بولا ۱/۹ آپؓ نے فرمایا پھر دو اونٹ تو لے لے۔ تیسرے کو بلایا اور فرمایا تیرا کتنا حصہ ہے وہ بولا ۱/۳ آپ نے فرمایا پھر چھ اونٹ تیرے حصے میں آتے ہیں۔ اسطرح سب نے اونٹ لے لیے اور کل ۹+۲+۶ = ۱۷ اونٹ تقسیم ہو گئے۔ باقی ایک اونٹ بیت المال کا بچ گیا آپ نے فرمایا کہ اسے لے جا کر بیت المال میں واپس کر دو۔ اسطرح تمام لوگ آپؓ کے فیصلے سے حیران و ششدر رہ گئے۔

**نتائج:۔**

(۱) حضرت علیؓ کی فقاہت و ذہانت۔

(۲) حدیث نبوی کے مطابق آپ اقضیٰ تھے۔

(۳) قوت فیصلہ ایک خداداد نعمت ہے۔

## ۳۵۹ :- بے شک حضرت محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ماہ صفر ۱۱ھ کے آخری عشرہ میں بیمار ہوئے۔ ۲۸ صفر بروز بدھ کو آپؐ جنت البقیع سے واپس تشریف لائے تو آپکے سر مبارک میں شدید درد تھا۔ یہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی باری کا دن تھا۔ بیماری کے ان ایام میں بھی آپ برابر حسب معمول ازواج مطہرات کے ہاں قیام فرماتے رہے۔ جب مرض کی شدت ہوئی تو سوموار کے دن آپؐ تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں منتقل ہو گئے۔

بیماری کے ان ایام میں آپؐ بدستور نمازیں خود پڑھاتے رہے۔

وفات سے چار دن پہلے ظہر کے وقت جب ذرا سکون ہوا تو سر پر سات مشکیں پانی کی ڈلوائیں اور حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے، نماز پڑھائی اور پھر آخری خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

ان عبدا خیرہ اللہ بین ان یوتیہ من زھرۃ الدنیا ماشاء و بین ماعندہ فاختار الآخرۃ و ما عندہ. کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا کی ناز و نعمت کو اختیار کرے اور چاہے تو اس چیز کو اختیار کرے جو اللہ کے پاس ہے۔ پس اس بندے نے آخرت کو پسند کر لیا اور اللہ تعالیٰ کے پاس نعمتوں کو پسند کر لیا۔

یہ بات سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ رو پڑے فذرفت عیناہ وبکی لوگ

حیران تھے کہ ابوبکر کو کیا ہو گیا۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ سمجھ چکے تھے کہ اس بندہ سے مراد آپؐ کی ذات عالی ہے۔ اب آپ ہمارے درمیان زیادہ دیر نہیں رہیں گے۔ حضرت ابوبکر کہنے لگے بل نفدیک بابائنا و امھا تنا کہ ہم آپؐ پر اپنے ماں و باپ قربان کرتے ہیں۔

اس خطبہ میں آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے کچھ فضائل و مناقب بیان فرمائے پھر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجدا کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے جنہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدگاہ بنا لیا۔

اسی دن (جمعرات کے دن) بوقت عشاء آپ شدید بیمار ہوئے۔ بار بار نماز کی تیاری فرماتے اور پھر غشی ہو جاتی۔ پھر پوچھتے اصلی الناس؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ حضرت عائشہؓ جواب دیتیں کہ نہیں یا رسول اللہ وھم ینتظرونک وہ تو آپکے انتظار میں بیٹھے ہیں۔

بالآخر جب آپؐ مرض کی شدت کیوجہ سے بار بار کی تیاری کے باوجود مسجد میں تشریف نہ لا سکے تو فرمایا مروا ابابکر ان یصلی بالناس کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ میری جگہ نماز پڑھائے۔ یہ عشاء کی نماز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی۔

ہفتے والے دن ایک مرتبہ پھر آپ بوقت نماز مسجد میں حضرت عباسؓ و علیؓ کے سہارے تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس وقت جماعت کروا رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا تو آپؐ نے منع فرما دیا۔ اور انکے ساتھ بیٹھ کر بقیہ نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر کی حیثیت مکبر کی ہو گئی۔

اتوار والے دن آپؐ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ گھر میں ایک حبہ بھی نہ چھوڑا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس آخری رات ہم نے

چراغ کے لیے تیل بھی ادھار الیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا کہ میں اس حال میں اپنے رب سے نہیں ملنا چاہتا کہ میرے گھر میں دولت دنیا موجود ہو۔

سوموار کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ مصلی نبویؐ پر صبح کی جماعت کرا رہے تھے کہ آپؐ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرامؓ کے اس طرح نماز پڑھنے کا منظر دیکھتے رہے۔ ثم تبسم رسول اللہؐ ضاحکا پھر آپؐ نے تبسم فرمایا۔ صحابہ کرامؓ فرط جذبات میں قریب تھا کہ نماز توڑ دیتے مگر آپؐ نے پردہ نیچے گرا دیا صحابہ کرامؓ خوش تھے کہ آج آپکی طبیعت اچھی ہے بعض صحابہ کرامؓ نے اپنے کاموں پر جانے کی اجازت لے لی۔

سوموار کے دن بوقت چاشت آپؐ پر عالم نزع شروع ہوا۔ بار بار غشی ہو رہی ہے۔ بار بار پانی میں ہاتھ ڈال کر چہرے پر پھیرتے ہیں اور فرماتے ہیں لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ موت کی بڑی تلخیاں ہوتی ہیں۔ اللھم اعنی علی سکرات الموت اے اللہ سکرات موت میں میری مدد فرما۔ پھر فرماتے ہیں اللھم الرفیق الاعلیٰ اے اللہ میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں سمجھ گئی کہ اذن لا یختارنا کہ اب آپ دنیا کو اختیار نہیں کریں گے بلکہ آخرت کو پسند فرما رہے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ رو پڑیں اور کہنے لگیں واکرب باہ ہائے میرے ابا کی تکلیف! آپؐ نے تسلی دی اور فرمایا لیس علی ابیک کرب بعد الیوم کہ آج کے بعد تیرے ابا پر کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔

حضرات حسنؓ و حسینؓ کو بلوایا اور انکو چوما' پیار کیا اور الوداع کیا۔ بار بار فرمایا لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجدا حضرت

عائشہ فرماتی ہیں میں سمجھ گئی کہ آپ یہود ونصاریٰ پر لعنت کر کے یحذر امتہ اپنی امت کو تنبیہ فرمارہے ہیں کہ میری وفات کے بعد میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ آپ نے یہ بھی دعاء مانگی اللھم لاتجعل قبری و ثنا یعبد کہ اے اللہ میری قبر کو بتوں کی طرح نہ پجوانا۔ اس وقت آپ حضرت عائشہؓ کے سینے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ اوپر کیا ثم نصب یدہ الیمنیٰ اور فرمایا اللھم الرفیق الاعلیٰ۔

اچانک میں نے دیکھا کہ آپ کی نظر چھت پر گڑ گئی فاشخص بصرہ الی السقف پھر آپ کا ہاتھ نیچے گر گیا ومالت یدہ۔

جسم مبارک ڈھلک گیا اور مجھے ایک عجیب قسم کی خوشبو آئی۔ میں سمجھ گئی کہ یہ آپؐ کی روح مبارک کی خوشبو ہے۔

پھر میں نے آپکو چارپائی پر لٹا دیا اوپر کپڑا ڈال دیا گیا۔

صحابہ کرامؓ کو اطلاع ہوگئی کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کو آپکی وفات کا سن کر شدید صدمہ ہوا۔ گویا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

حضرت علیؓ روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ حضرت فاطمہؓ بلک بلک کر رونے لگیں۔ حضرت عباسؓ شدید صدمہ سے دوچار ہوئے۔ صحابہ کی یہ حالت ہوگئی کہ فکانوا کا قوام لیس فیھم الارواح گویا انکے اندر سے روح کھینچ لی گئی ہے۔ حضرت عثمانؓ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ بالکل خاموش بیٹھے ہیں۔ گویا کوئی ہوش بھی نہیں ہے۔

بعض صحابہ کرامؓ کے ہوش وحواس شدت غم کیوجہ سے اڑ گئے اور انہوں نے بدحواسی کے عالم میں جنگل کی راہ لے لی۔ پتہ ہی نہیں کہاں جا رہے ہیں۔

کیوں جا رہے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کہتی ہیں یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من جنة الفردوس ماواہ یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ.

آج میرے ابا نے اللہ کا بلاوا قبول کر لیا اور ہم سے رخصت ہو گئے۔ آج میرے ابا ہمیں چھوڑ کر جنت کو سدھار گئے۔ آج کے بعد جبریل کا آنا جانا بند ہو گیا ہم اسے بھی آپکی موت کی اطلاع دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ اگرچہ انتہائی مضبوط دل کے مالک تھے، مگر ان پر اس صدمہ جانکاہ کیوجہ سے عجیب اثر پڑا۔ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے اور کہنے لگے کہ ابھی آپؐ کی وفات نہیں ہوئی۔ ابھی آپؐ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ منافقین سے قتال کریں گے وغیرہ۔

حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کی کیفیت یہ ہو گئی کہ مسجد نبوی میں آ کر اعلان کر دیا کہ آپؐ کی وفات نہیں ہوئی۔ کون کہتا ہے کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ پھر تلوار ہاتھ میں لے لی اور کھڑے ہو گئے اور پُر جوش انداز میں کہنے لگے من قال ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قدمات ساضرب عنقہ کہ جو آدمی کہے گا کہ حضرت محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں میں اپنی اس فاروقی تلوار سے اسکی گردن اڑا دوں گا۔

صحابہ کرامؓ مسجد نبوی میں بیٹھے زار و قطار رو رہے ہیں اور حضرت عمرؓ بار بار تلوار لہرا رہے ہیں، کسی کو دم مارنے کی جرات نہیں ہے۔ عجیب صورت حال ہے صحابہ کرامؓ گھٹنوں میں سر ڈالے زار و قطار رو رہے ہیں ان کے سینے ہنڈیا کی طرح ابل رہے ہیں اور بولنے کی سکت نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کو جونہی آپؐ کی وفات کی اطلاع ملی تو فوراً تشریف لائے

دیکھا کہ مسجد نبوی میں عجیب سماں ہے۔ صحابہ کو دیکھا۔ حضرت عمرؓ کو دیکھا۔ خاموشی سے مسجد سے ہوتے ہوئے اندر حجرہ عائشہ میں چلے گئے۔ آپکے رخ انور سے چادر ہٹائی اور فرمایا وانبیاہ واخلیلاہ واصفیاہ ہائے آج میرا نبیؐ میرا خلیلؐ میرا دوست مجھ سے جدا ہو گیا۔

پھر آپ کی جبین اطہر پر بوسہ دیا اور فرمایا بابی انت وامی طبت حیاً ومیتا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپکی زندگی بھی پاکیزہ تھی اور موت بھی پاکیزہ ہے۔ لن یذیقک اللہ موتتین اللہ تعالیٰ آپکو دو موتوں کا ذائقہ نہیں چکھائے گا۔ وانقطع لموتک مالم ینقطع لموت احد من الانبیاء من النبوۃ آپ کی وفات سے آج نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ جو کسی نبی کی موت سے نہیں ہوا تھا۔ یعنی آج سے وحی کا سلسلۂ جبریل کی آمد و رفت بند ہو گئی۔

پھر آپؓ آنسو بہاتے ہوئے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ اب آپ حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا علی رسلک یا عمر اے عمر اپنی جگہ پر بیٹھ جا۔ اجلس یا عمر اے عمر بیٹھ جا۔ لیکن حضرت عمرؓ ہیں کہ انہیں ہوش بھی نہیں ہے۔

پھر آپ منبر نبوی پر تشریف لے گئے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ ان اللہ عمر محمداً صلی اللہ علیہ وسلم وابقاہ حتی اقام دین اللہ و اظہر امر اللہ و بلغ رسالۃ اللہ وجاھد فی سبیل اللہ. کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو دین کے لیے زندگی اور بقاء عطاء فرمائی تھی یہاں تک کہ آپؐ نے اپنا فریضہ پورا کر دیا دین کو قائم فرما دیا۔ اللہ کے احکامات کو پورا پورا پہنچا دیا۔ اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ جب آپکی ذمہ داری پوری ہو گئی ثم توفاہ اللہ علی ذالک پھر اللہ تعالیٰ نے آپکو وفات دے دی۔ اور آپؐ ہمیں ایک روشن راستے پر چھوڑ گئے ہیں۔

قرآن وسنت جیسی عظیم نعمتیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اللہ کے نبی کو تو جانا ہی تھا وہ چلے گئے ہیں۔

فمن کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قدمات و من کان منکم یعبد اللہ رب محمد فان اللہ حیّ لایموت. پس تم میں سے جوشخص حضرت محمدؐ کی عبادت کرتا تھا اور انہیں اپنا معبود مانتا تھا وہ سن لے اسکا معبود تو فوت ہوگیا۔

اور جو تم میں سے انکے رب اللہ تعالیٰ کو معبود مانتا تھا اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے اس پر موت نہیں آئے گی۔ ہمیشہ رہنا تو اللہ کی شان ہے۔

اسکے بعد آپ نے قرآن مجید کی وہ آیات تلاوت کیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کا تذکرہ ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل الخ' انک میت و انهم میتون. کل شی هالک الا وجهه وغیرہ۔ ان آیات کی تلاوت سے حضرت عمرؓ سے غفلت کا پردہ اٹھ گیا اور یقین ہو گیا کہ آپؐ وفات پاگئے ہیں۔

بعدازاں صحابہ کرامؓ نے بوجھل دلوں سے آپکو غسل دیا' اور کفن دفن کا انتظام کیا۔ آپ کی قبر مبرک وہاں ہی بنائی گئی جہاں آپ فوت ہوئے تھے۔ تھوڑے تھوڑے صحابہ کرامؓ حجرہ مبارک میں جاتے اور جنازہ پڑھ کر واپس آتے۔

سب صحابہ کرامؓ کے جنازہ پڑھنے کے بعد بدھ کی رات کو آپکو دفن کیا گیا۔ حضرت فاطمہؓ نے دفن کرنے والے صحابہ کرامؓ کو ایک جملہ کہا اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ التراب. کہ تمہارے دلوں نے کیسے گوارہ کرلیا کہ اپنے نبیؐ پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈال کر آگئے ہو۔

یہ جملہ سن کر صحابہ کرامؓ کی چیخیں نکل گئیں۔

**نتائج:۔**

(۱) آپؐ بھی باوجود اتنی شان کے موت سے مستثنیٰ نہیں۔

(۲) سارا اختیار و قدرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(۳) فراق نبوی سے صحابہ کرامؓ کو شدید صدمہ ہوا۔

(۴) آپؐ نے دنیا کی بجائے آخرت کو پسند فرمایا۔

(۵) کسی کی بھی قبر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) آپؐ آخری نبی ہیں۔

(۷) صدیق اکبرؓ کی عظمت و شان واضح ہے۔

(۸) حضرت عائشہؓ کا مقام واضح ہے۔

## ۳۶۰ :- اللہ تعالیٰ تجھ سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

حجاج بن یوسف ایک بہت بڑا ظالم گورنر تھا۔ تھوڑی تھوڑی بات پر بے گناہ آدمی کو قتل کروا دیتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ خون میں لت پت ہو کر تڑپ تڑپ کر مرنے والے کو دیکھتے ہوئے مجھے مزہ آتا ہے۔ اس طرح اس نے لاکھوں بے گناہ لوگوں کو اپنے سامنے قتل کروا دیا۔

جب اسکی موت کا وقت قریب آیا اور وہ بستر مرگ پر پڑا جان دے رہا تھا تو اسکی ماں شدید پریشان تھی۔ اور وہ کہنے لگی کہ بیٹا تو نے دنیا میں بڑے ظلم کیے ہیں۔ لاکھوں آدمی بے گناہ قتل کیے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ آخرت میں تیرے ساتھ کیا بنے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہیں کرے گا اور تجھے اپنے کیے کی سزا بھگتنا

ہو گی۔ وہ اپنی ماں سے کہنے لگا کہ اماں جان! اگر قیامت والے دن اللہ تعالیٰ میرا سارا کیس آپکے حوالے کر دے کہ آپ جو چاہیں فیصلہ کریں تو آپ میرے حق میں کیا فیصلہ کریں گی؟

ماں بولی بیٹا! میں تو آخر تیری ماں ہوں۔ میرا دل تو برداشت نہیں کرتا کہ تجھے آگ کے حوالے کر دوں۔ کوئی نہ کوئی صورت ایسی نکالوں گی کہ تو بچ جائے۔

حجاج کہنے لگا ماں! جس خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اب میں جانے والا ہوں اسکا اعلان ہے کہ میں اپنے بندے سے اسکی ماں سے بھی ستر گنا زیادہ محبت کرنے والا ہوں۔

مجھے اسکی ذات عالی پر یقین ہے کہ وہ مجھے معاف کر دے گا۔ میں اسکی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔

**نتائج:۔**

(۱) اللہ تعالیٰ ماں سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

(۲) حجاج کا اللہ کی ذات عالی پر توکل اور بھروسہ۔

(۳) ناامید ہونا گناہ ہے۔

(۴) ندامت بھی توبہ ہے۔

## ۳۶۱:۔ عمرؓ! اٹھو اور جواب دو۔

غزوہ اُحد میں ایک دفعہ تو مسلمانوں کو فتح ہو گئی اور کفار بھاگ نکلے۔ مسلمان بے فکری سے مال غنیمت جمع کرنے لگ گئے۔ جبل رماۃ پر مامور تیر اندازوں کی اکثریت نے مرکز چھوڑ دیا اور مسلمانوں کی خوشی میں آ کر شریک ہو

گئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھ صرف دس آدمی وہاں پہرہ دیتے رہے۔

خالد بن ولید جو اس وقت کفار کے ساتھ تھے نے درہ کو خالی دیکھ کر مسلمانوں کی پشت پر سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اپنے ہمراہیوں سمیت شہید کر دیے گئے۔ اس ناگہانی اور یکبارگی حملہ سے مسلمانوں کے اوسان خطا ہو گئے اور انکی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ کفار نے موقع پا کر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شدید حملہ کیا۔ آپؐ نے آواز دی **الي عباد الله' الي عباد الله** اس طرح بکھرے ہوئے صحابہؓ کو جمع فرمایا۔

کفار میں سے ابن قمیئہ' عتبہ بن ابی وقاص' ابی بن خلف اور ابن شہاب زہری نے آپؐ پر بڑے خطرناک وار کیے۔ یہی وہ موقعہ تھا کہ جب محض آپ کا دفاع کرتے ہوئے سات انصاری صحابہؓ نے جام شہادت نوش کیا۔

صحابہ کرامؓ کے مؤثر دفاع کے باوجود آپ کی پیشانی مبارک زخمی ہو گئی' ہونٹ کٹ گیا' دندان مبارک شہید ہو گئے۔ خود کے کیل جبڑے میں گھس گئے اور چہرہ انور لہولہان ہو گیا۔ آپ خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے **لن يفلح قوم شجوا راس نبيهم.** اسی موقعہ پر آپؐ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے غش کھا کر ایک گڑھے میں گر گئے۔

شیطان لعین نے زور دار آواز لگا دی **الا ان محمداً قد قتل** کہ لوگو! محمد قتل کر دیے گئے۔ یہ آواز سن کر صحابہ کرامؓ کی رہی سہی ہمت بھی ختم ہو گئی۔

حضرت ابوبکرؓ ' حضرت عمرؓ ' حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ آپ کو بڑی مشکل سے اٹھا کر ایک محفوظ مقام پر لے گئے۔ جہاں حضرت علیؓ ' حضرت فاطمہؓ اور دیگر صحابہؓ نے آپ کی مرہم پٹی کی۔

اس جنگ میں تقریباً ستر مسلمان شہید ہوئے' باقی سب زخموں سے چور

اور نڈھال تھے چالیس آدمی تو اتنے شدید زخمی تھے کہ جو نہ زندوں میں ہیں، نہ مردوں میں۔

لڑائی تھم جانے کے بعد جب کفار مکہ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر آواز لگائی أفی القوم محمد؟ کیا تم لوگوں میں محمدؐ زندہ موجود ہیں؟ حضرت عمرؓ جوش میں آ گئے اور اسکو جواب دینے لگے تو آپؐ نے منع فرما دیا۔ کہ رہنے دو۔ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ تین بار آواز لگانے کے بعد ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ واقعی آپؐ وفات پا چکے ہیں۔ اس نے خوشی اور مسرت سے ایک قہقہہ لگایا پھر زوردار انداز میں پوچھا أفی القوم ابن ابی قحافه؟ کیا تمہارے اندر ابن ابی قحافہ (ابوبکرؓ) زندہ موجود ہیں؟ اب بھی پیغمبرؐ نے جواب دینے سے منع فرما دیا۔ ابوسفیان نے یہ سوال تین بار دہرانے کے بعد پھر خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت عمرؓ بے تاب ہیں کہ جواب دوں، مگر آپؐ کی اجازت نہیں ہے۔ ابوسفیان نے پھر پوچھا أفی القوم ابن الخطاب؟ کیا تمہارے اندر ابن خطاب (عمرؓ) زندہ سلامت موجود ہے؟ آپؐ نے پھر جواب دینے سے منع فرما دیا۔

واپسی جواب نہ پا کر ابوسفیان کی خوشی کی انتہاء نہ رہی اور اس نے پر مسرت لہجے میں کہا اما هولاء فقد قتلوا فلو کانوا احیاءً لأ جابوا یقیناً یہ سب قتل ہو چکے ہیں اگر زندہ ہوتے تو یقیناً جواب دیتے۔

پھر اپنی کامیابی کو ہبل کی مدد کا مرہون منت سمجھتے ہوئے زوردار نعرہ لگایا اعل هبل، اعل هبل کہ ہبل بلند ہو گیا، ہبل اور اسکے ماننے والے کامیاب ہو گئے۔ ہبل زندہ باد۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شرکیہ نعرہ کی تاب نہ لا سکے اور فوراً حضرت عمرؓ کو حکم دیا اٹھو اور جواب دو الله اعلیٰ واجل کہ سب بلندی اور طاقت اللہ کے

لیے ہے۔ یہ جواب سن کر ابوسفیان بولا لنا عزیٰ ولا عزیٰ لکم کہ ہمارے ساتھ عزیٰ کی مدد ہے اور تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا جواب دو اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم اللہ تعالیٰ کی حمایت و نصرت ہمارے ساتھ ہے تمہارے ساتھ نہیں ہے۔

ابوسفیان حضرت عمرؓ کی آواز پہچان گیا اور سمجھ گیا کہ یہ لوگ ابھی زندہ ہیں۔ پھر اس نے بآواز بلند کہا یوم بیوم بدر قتلانا وقتلا کم سواء کہ آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے' اب تمہارے اور ہمارے مقتول برابر ہو گئے؟ حضرت عمرؓ نے برجستہ جواب دیا "لا" ہرگز نہیں' برابر کس طرح ہو گئے قتلا کم فی النار وقتلانا فی الجنۃ. تمہارے مقتول جہنم کا ایندھن بن گئے اور ہمارے مقتول جنت میں خدا کے مہمان بن گئے۔ اس کے بعد ابوسفیان مایوس ہو کر چلا گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) آپ کا تردید شرک کا جذبہ۔
(۲) حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی۔
(۳) شرکیہ کلمہ پر خاموشی اچھی نہیں۔
(۴) شہداء جنت میں زندہ ہیں۔
(۵) ابوبکرؓ و عمرؓ کی اہمیت۔

## ۳۶۲:۔ جنت سے واپسی کی تمناء

آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کو کتنا نقصان پہنچا۔ ستر جلیل القدر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ باقی سب زخمی تھے۔ پھر عسرت اور تنگی کا یہ عالم تھا کہ کفن کے لیے کپڑا ابھی موجود نہ تھا۔ عم رسول سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اور مبلغ اسلام سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ اور پھر انکو کفن کا کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے اذخر گھاس میں لپیٹ کر قبر میں رکھ دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دل شدید دکھی تھے۔ اور مدینہ منورہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں سے کوئی نہ کوئی آدمی شہید نہ ہوا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ کی تسلی کے لیے شہداء اُحد کے اُخروی حالات بیان فرما دیے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتا ھم اللہ من فضلہ و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الخ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انکو مرے ہوئے نہ سمجھنا بلکہ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں۔ اور ان کو رزق مل رہا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں اور جو لوگ انکے پیچھے رہ گئے اور شہید ہو کر ان میں شامل نہیں ہو سکے وہ انکی نسبت بھی خوشیاں منا رہے ہیں کہ قیامت کے دن انکو بھی نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کی تشریح فرماتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی جوف طیر خضر۔ کہ جب تمہارے بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انکی روحیں جنت کے سبز پرندوں میں رکھ دیں۔ ترد انھار الجنۃ وتأکل من ثمارھا وہ جنت کی نہروں کا پانی پیتے ہیں اور جنت کے پھل وغیرہ کھاتے ہیں۔ وتسرح من الجنۃ حیث شاء ت اور جنت میں بلا روک ٹوک سیر کرتے ہیں۔ وتاوی الی قنادیل من ذھب معلقۃ تحت العرش اور وہ اللہ تعالیٰ

کے عرش بریں کے نیچے لگی ہوئی سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی یہ ساری نعمتیں انہیں بلا روک ٹوک دیکر پھر انہیں اپنا دیدار کرایا فاطلع علیھم ربھم اطلاعة. اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت بھری نظروں سے انکی طرف دیکھا اور فرمایا ھل تشتھون شیئاً؟ اے شہیدو! تمہیں کچھ اور چاہیے؟ مانگو کیا مانگتے ہو۔ میں سب نعمتیں دینے کے لیے تیار ہوں۔

انہوں نے جواب دیا ایّ شئی نشتھی ونحن نسرح من الجنة حیث شئنا اے اللہ! جب تو نے ہمیں جنت دے دی تو اس سے آگے ہم کیا مانگیں؟ اللہ تعالیٰ نے ان شہداء سے یہ سوال بار بار فرمایا کہ مانگو جو مانگنا ہے۔ پھر ان شہداء نے آپس میں مشورہ کیا کہ اللہ تعالیٰ بار بار پوچھتا ہے کچھ نہ کچھ مانگنا چاہیے۔

پھر وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے یا رب نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرة اخریٰ اے اللہ! ہماری خواہش ہے کہ ہماری یہ روحیں جنت کے ان سبز پرندوں سے اٹھا لے اور ہمارے ان جسموں میں لوٹا دے جو قبروں میں موجود ہیں۔ یعنی ہمیں دوبارہ دنیا کی زندگی دے۔ تاکہ ہم دوبارہ تیرے راستے میں قتال کریں' جہاد کریں اور ہمارے جسم تلواروں اور تیروں سے چھلنی ہو جائیں اور دوبارہ ہم شہادت سے سرفراز ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا انی قضیت انھم لایرجعون کہ یہ تو میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ قیامت سے پہلے روحیں ان جسموں میں نہ لوٹائی جائیں گی۔ اور کچھ مانگو۔ پھر ان شہداء نے عرض کیا کہ اے اللہ! پھر ہمارے ان حالات کی اطلاع ہمارے دنیوی بھائیوں کو دے دے تاکہ ان کا شوقِ شہادت ماند نہ پڑ جائے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورة آل عمران کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

**نتائج:-**

(۱) شہید کا مقام وعظمت۔

(۲) شہداء جنت میں زندہ ہیں۔

(۳) قبروں میں پڑے ابدان روح سے خالی ہیں۔

(۴) قیامت سے پہلے اس بدن عنصری میں روح نہیں آسکتی۔

(۵) قتال فی سبیل اللہ کی عظمت۔

## ۳۶۳:- سیدھا جنت میں چلا جا

قرآن مجید کی سورۃ یاسین کے اندر اللہ تعالیٰ نے اصحاب قریہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک بستی (انطاکیہ) کے اندر اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبر بھیجے تاکہ وہ انکو شرک وکفر سے بچنے اور توحید ورسالت کے ماننے کی دعوت دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دو رسولوں کی نصرت واعانت کے لیے ایک تیسرا رسول بھی بھیج دیا۔ ان رسولوں نے اس قوم کو واضح انداز میں خدا کا پیغام پہنچایا۔

بستی والوں نے ان کو جھٹلا دیا بلکہ ان کا مذاق بھی اڑایا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو تم پیغمبر کس طرح بن گئے؟ یہ تو تم نے سب جھوٹ بنا رکھا ہے۔ رسولوں نے جواب دیا کہ خدا شاہد ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بول رہے۔ باقی ہمارا کام ہے تمہارے تک خدا کا پیغام پہنچا دینا اور راہ حق دکھانا۔ ہم اپنا کام کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب وتوہین کی وجہ سے بستی والوں پر بارش بند ہو گئی اور قحط کی شکل پیدا ہو گئی۔ اب بستی والوں نے کہا کہ ہم تمہاری آمد کو منحوس سمجھتے ہیں۔ تمہارے آنے کے بعد ہمارے اوپر مصائب آنا شروع ہو گئے۔ حالانکہ وہ مصائب رسولوں کے آنے سے نہیں بلکہ ان کو جھٹلانے سے آئے تھے)۔

پھر بستی والوں نے انکو دھمکی دی لئن لم تنتھوا لنرجمنکم ولیمسنکم منا عذاب الیم اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت دکھ دینے والا عذاب دیں گے۔

جب ان انبیاء کرامؑ کے قتل کے منصوبے بن رہے تھے تو انکی نصرت کے لیے بستی کے آخری کنارے سے ایک موحد آدمی آیا جس کا نام حبیب تھا اور قوم کا نجار تھا۔ جو اس سے قبل ان رسولوں کا معجزہ دیکھ کر ان پر ایمان لا چکا تھا۔ اس شخص نے آ کر ان رسولوں کی تائید کی اور قوم کو سمجھایا کہ ان رسولوں کی بات مان لو یہ تم سے کوئی معاوضہ تو طلب نہیں کرتے۔ پورے اخلاص کے ساتھ تمہارے ہی فائدے کے لیے راہ حق دکھاتے ہیں اور جو کچھ بتاتے ہیں بالکل برحق ہے۔

بستی والوں نے اس غریب کو ڈرایا دھمکایا مگر وہ باز نہ آیا۔ اس نے توحید الٰہی پر دلائل بھی دیے۔ اور انکے معبودوں کی بے بسی کا اعلان بھی کر دیا کہ یہ نہ تو کچھ کر سکتے ہیں' نہ کروا سکتے ہیں۔ اور پھر بڑے دھڑلے اور بے باکی کے ساتھ اپنے ایمان کا اعلان بھی کر دیا انی امنت بربکم فاسمعون۔

ان لوگوں نے حبیب نجار کو شدید اذیت دی۔ ہر طرح تکلیف پہنچائی۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ برسر بازار اسے اتنا مارا کہ وہ شہید ہو گیا۔ لوگ جب اسے مار رہے تھے تو وہ اس وقت بھی انکے لیے دعاء مانگ رہا تھا رب اھد قومی اے رب میری قوم کو ہدایت دے۔ مگر ان پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور اسے مار ہی دیا بلکہ اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالا اسطرح کہ اسکی انتڑیاں بازار میں بکھری پڑی تھیں وجود کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

جونہی اس نے شہادت پائی اللہ تعالیٰ نے اسکے لیے جنت کے دروازے کھول دیے قیل ادخل الجنة حکم ہوا میرے بندے یہ جنت میں نے تیرے

لیے سجائی ہے اس میں داخل ہو جا۔

جنت میں جانے کے بعد بھی قوم کی بے راہ روی کا غم اسکے قلب میں موجزن تھا۔ وہاں بھی کہہ رہا تھا یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین. کاش کہ میری قوم جان لیتی کہ میرے پروردگار نے مجھے مغفرت کا کیسا اچھا تحفہ دیا اور کس طرح میرا اعزاز واکرام کیا۔

بعدازاں اس قوم کی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کیوجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب بھیج کر اسے ہلاک کر دیا۔

**نتائج**:-

(۱) انبیاء کرامؑ بشر ہوتے ہیں۔
(۲) حق کی نصرت کرنی چاہیے۔
(۳) شہید جنت میں زندہ ہوتا ہے۔
(۴) حبیب نجار کی اپنی قوم سے ہمدردی۔
(۵) اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے دلائل۔

## ۳۶۴:- مولوی کا مُکاّ

بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ علماء کرام کو تنگ کرنا اور ان سے اوٹ پٹانگ سوال کر کے انہیں زچ کرنا۔ ان کا مقصد حصول علم نہیں ہوتا بلکہ اپنی بڑائی کا اظہار ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اسی طرح ایک منچلا آدمی ایک مولوی صاحب کے پاس چلا گیا اور ان سے سوالات کرنے لگا۔ اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ بتائیے خدا تعالیٰ موجود ہے؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ "بالکل" وہ تو ہر جگہ موجود ہے وہ

کہنے لگا پھر نظر کیوں نہیں آتا۔ اگر وہ موجود ہے تو دکھایئے۔ مولوی صاحب نے سمجھایا کہ وہ ذات عالی نظر نہیں آتی بلکہ اپنی قدرتوں سے پہچانی جاتی ہے۔ اس نے مولوی صاحب کی ایک نہ سنی اور برابر یہی کہتا رہا کہ اگر موجود ہے تو دکھایئے۔

پھر اس نے دوسرا سوال کیا کہ مولوی صاحب! شیطان کس چیز سے بنایا گیا ہے؟ مولوی صاحب نے جواب دیا ''آگ سے'' پھر کہنے لگا کہ قیامت کے دن شیطان کو بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا اور اسے بھی عذاب ہو گا؟ مولوی صاحب نے فرمایا بالکل شیطان بھی دوزخ مین جائے گا اسے بھی عذاب دیا جائیگا۔ اب وہ مسکرایا اور کہنے لگا کہ شیطان بھی آگ کا بنا ہوا ہے اور جہنم میں بھی سراسر آگ ہے۔ بھلا آگ کو اگر آگ میں ڈال دیا جائے تو عذاب کیسا؟ مولوی صاحب نے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ اسے جہنم کی آگ سے عذاب دے۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ مگر اس شخص کا برابر یہی اصرار تھا کہ آگ کو آگ میں ڈالنے سے عذاب کیسا؟

پھر اس نے تیسرا سوال تقدیر کے متعلق کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہر ہونے والے کام کو پہلے سے لکھ دیا ہے؟ مولوی صاحب نے بتایا کہ بالکل لکھ دیا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پہلے سے لکھ دیا ہے اور طے کر دیا ہے تو پھر ہمیں کیوں سزا دیتا ہے۔ پھر ہمارے اوپر کیا گلہ؟ مولوی صاحب نے متانت سے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مجبور محض نہیں بنایا بلکہ اچھے برے کا اختیار دیا ہے۔ اور اس کا علم اتنا محیط ہے کہ سب کچھ ہونے سے پہلے اسے معلوم تھا کہ کیا ہو گا اور کیا نہ ہو گا۔ اس لیے اس نے لکھ دیا ہے۔ تقدیر پر اعتراض کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے علم محیط پر اعتراض کرنا ہے۔ مگر وہ شخص برابر یہی رٹ لگائے بیٹھا ہے کہ جب تقدیر الٰہی میں سب کچھ طے ہو چکا ہے تو پھر ہمیں سزا کیوں دی جائے گی؟

اس شخص کی ضد اور ہٹ دھرمی پر مولوی صاحب کو غصہ آیا۔ کہ اتنا بے باک ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھی اعتراض کر رہا ہے۔ اسی غصہ کے عالم میں مولوی صاحب نے اسے ایک زوردار مکا رسید کیا۔ مولوی صاحب کی صحت بھی اچھی تھی' غصہ بھی شدید تھا اور مکا بھی صحیح نشانے پر لگا۔ گویا کہ موسیٰ کے مکے کی یاد تازہ ہو گئی۔

مکا کھانے سے تو اس شخص کی چیخیں نکل گئیں۔ اور درد کے مارے آہ و بکاء کرنے لگا۔ مولوی صاحب دوسرا مکا مارنے ہی والے تھے کہ وہ جان بچا کر بھاگا اور سیدھا قاضی کی عدالت میں پہنچ گیا۔ اور قاضی صاحب کو بتایا کہ دیکھو آج کل کے مولویوں کا یہ حال ہے کہ مسئلہ پوچھیں تو مارتے ہیں' بے عزتی کرتے ہیں۔ میں نے فلاں مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھا' وہ اپنی کم علمی کیوجہ سے مجھے مطمئن نہ کر سکے اور مجھے مارنا شروع کر دیا۔ شکر ہے میں جان بچا کر بھاگ آیا ورنہ وہ تو مجھے جان سے مار ہی دیتے۔

قاضی صاحب بڑے حیران ہوئے اور مولوی صاحب کو بلوایا اور ان سے اس بارہ میں سوال کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو اس شخص کو اس کے سوالوں کا جواب دیا ہے۔ قاضی صاحب حیران ہوئے کہ جواب دینے کا یہ عجیب انداز ہے؟

مولوی صاحب بولے "ایسے کو تیسا" اور وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ اس نے پہلا سوال یہ کیا تھا کہ خدا تعالیٰ اگر موجود ہے تو دکھاؤ۔ اب یہ شخص درد سے کراہ رہا ہے۔ آنسو بہا رہا ہے۔ اور بار بار کہہ رہا ہے کہ مجھے سخت درد ہے۔ یہ مجھے درد دکھائے میں اسے خدا تعالیٰ دکھا دوں گا۔ وہ شخص کہنے لگا مولوی صاحب درد دکھایا نہیں جا سکتا آثار و علامات سے پتہ چلتا ہے دیکھیے جگہ سرخ ہو چکی ہے'

میں رو رہا ہوں وغیرہ۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ جس طرح درد نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ اسکی موجودگی کا پتہ آثار و علامات سے چلتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی نہیں دیکھا جا سکتا اسکی موجودگی کا پتہ اسکی قدرتوں سے چلتا ہے۔

فرمانے لگے کہ اس کا دوسرا سوال یہ تھا کہ شیطان بھی آگ سے بنا ہے اور جہنم بھی آگ سے بنی ہے۔ آگ کو آگ میں ڈالنے سے عذاب کیسا؟ دیکھیے یہ بھی چمڑے سے بنا ہے میرا مکا بھی چمڑے سے بنا ہوا ہے۔ پھر چمڑے کو چمڑے سے لگانے سے تکلیف کیسی؟

فرمانے لگے کہ اسکا تیسرا سوال یہ تھا کہ جب سب کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے تو پھر ہمیں سزا کیوں؟ ہمارے اوپر پھر کیا گلہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر میں لکھا جا چکا تھا کہ مولوی صاحب اس شخص کو مکا ماریں گے۔ پھر یہ آپکے پاس شکایت لگانے کیوں آ گیا۔ جب تقدیر میں لکھا جا چکا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟

قاضی صاحب نے مولوی صاحب کی یہ باتیں سنیں تو مسکرا دیے اور وہ شخص حیران رہ گیا۔

**نتائج:۔**

(۱) علماء کرام کو بے جا تنگ نہیں کرنا چاہیے۔
(۲) خواہ مخواہ اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔
(۳) ایسے کو تیسا۔
(۴) جواب کسی طرح بھی دیا جا سکتا ہے۔

## ۳۶۵:- اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہو گیا۔

مدنی دور میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعض دفعہ معاشی طور پر انتہائی مشکل وقت آیا فقر و افلاس کیوجہ سے کئی دنوں تک کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ جو کی روٹی بھی آپؐ نے پوری عمر دو وقت پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

ایسا ہی ایک موقعہ تھا کہ آپؐ چار دن سے فاقہ سے تھے۔ نہ آپؐ کے پاس کوئی کھانے کی چیز اور نہ ازواج مطہرات کے پاس۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھوک سے بیتاب ہو کر گھر سے باہر نکل گئے۔ ظہر کے وقت واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا هل اصبتم بعدی شیئاً؟ کیا کوئی چیز گھر میں (ہدیہ وغیرہ) آئی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے نفی میں جواب دیا تو آپؐ پھر باہر چلے گئے' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف لے گئے' وضوء کیا یصلی ھھنا مرۃ ویصلی ھھنا مرۃ ویدعو کبھی یہاں نماز پڑھتے ہیں اور کبھی وہاں اور اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگتے ہیں۔

عصر سے پہلے آپؐ پھر گھر میں تشریف لائے اور سوال فرمایا هل اصبتم بعدی شیئاً؟ کیا میرے بعد کوئی چیز آئی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے پھر نفی میں جواب دیا۔ آپؐ پھر باہر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے آپ کی بے قراری دیکھی نہ جا رہی تھی مگر میرے بس میں کچھ نہ تھا۔

فرماتی ہیں کہ سورج غروب ہونے سے پہلے میرے دروازے پر حضرت عثمان غنیؓ تشریف لائے۔ اور سوال کیا یا امتاہ أین رسول اللہ؟ کہ رسول اللہ ﷺ

کہاں ہیں؟ میں ان سے کسی کام کی غرض سے ملنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ انہیں مختصر جواب دوں' اور عرض کروں کہ آپ گھر میں نہیں ہیں۔

مگر پھر میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کی بے قراری کا خیال آیا اور میں نے دل میں سوچا ھذا رجل من اغنیاء المسلمین کہ یہ شخص مسلمانوں میں سے کافی مالدار ہیں۔ ہوسکتا ہے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء کا جواب بن کر آئے ہوں۔ لعل اللہ تعالیٰ ساقه الینا. میں نے انہیں خوش آمدید کہا' گھر میں بٹھایا۔ پھر انہوں نے آپؐ کے متعلق سوال کیا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔

اب میں نے انکے سامنے ذرا کھول کر بات بیان کر دی۔ ماطعم آل محمد من اربعة ایام شیئاً کہ محمدؐ کے گھر والوں نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا۔ فبکی عثمان حضرت عثمانؓ کی چیخ نکل گئی اور فرمایا مقتاللدنیا تباہی ہو دنیا کے لئے۔ آپؓ آنسو بہاتے ہوئے جلدی سے باہر نکلے اور تھوڑی دیر کے بعد غلاموں کے کندھوں پر اٹھوائے سامان خورد ونوش لے کر آ گئے۔ وہ سامان کیا تھا احمال من الدقیق واحمال من الحنطة واحمال من التمر و شاة مسلوخة وثلاث مائة درهم فی صرة آٹے' گندم اور کھجوروں کی کئی بوریاں تھیں۔ ایک بھنی ہوئی بکری تھی اور ایک تھیلی میں تین سو درہم تھے۔

یہ سامان میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کلوا انتم هذا واصنعوا لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم. کہ خود بھی کھاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی کھلاؤ پھر فرمایا کہ ابھی میں اور سامان بھی بھیجوں گا۔ ثم اقسم علي ان لایکون مثل هذا الا اعلمته ایاه پھر مجھ سے قسم لے لی کہ آئندہ ایسے حالات میں انکو

ضرور اطلاع دونگی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ تو چلے گئے میں نے کھانا وغیرہ تیار کر دیا۔ برتن میں ڈال کر رسول اللہؐ کے لیے رکھ دیا کہ جوں ہی آپ آئیں گے فوراً کھانا پیش کر دوں گی۔

تھوڑی دیر کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا هل اصبتم بعدی شیئًا؟ میں نے مسکرا کر عرض کیا' اللہ نے آپ کی دعاء قبول فرمالی۔ یہ دیکھیے کھانا تیار ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ سارا سامان دیکھ کر حیران ہو گئے اور سوال فرمایا یا حمیراء من این هذا؟ اے عائشہ! یہ کہاں سے آیا؟ میں نے عرض کیا من عثمانؓ بن عفان کہ حضرت عثمانؓ نے بھیجا اور پھر میں نے سارا واقعہ آپؐ کے سامنے بیان کر دیا۔ آپ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ فرماتی ہیں میں یہ دیکھ کر حیران ہو گئی کہ اتنا بہترین کھانا آپ کے سامنے موجود ہے' آپ نے ایک لقمہ بھی نہیں توڑا اور اٹھ کر مسجد میں تشریف لے گئے فما جلس حتی خرج الی المسجد. میں نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا کہ آپؐ مسجد میں کیا کرنے گئے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ دونوں ہاتھ اللہ کے حضور اٹھا کر دعاء مانگ رہے ہیں۔ اللهم انی قد رضیت عن عثمان فارض عنه. اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ تین دفعہ آپؐ نے یہ دعاء مانگی اور پھر واپس آ کر کھانا تناول فرمایا۔

**نتائج:۔**

(۱) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عسرت بھری زندگی۔

(۲) حضرت عثمانؓ کی جود وسخاء اور عظمت شان۔

(۳) مشکل وقت میں صبر وصلوٰۃ سے کام لینا چاہیے۔

# ۳۶۶:- مسجد نبوی میں پیشاب

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کے جلو میں مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک اعرابی آیا' اور آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اسے پیشاب کی حاجت ہوئی تو مسجد کے اندر ہی پیشاب کرنے کے لیے بیٹھ گیا اور پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ کرامؓ نے شور مچایا اور اسے مارنے کے لیے دوڑے۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو فوراً منع فرما دیا کہ اسے کچھ نہ کہو' اسے پیشاب کرنے دو۔ **لاتزرموہ دعوہ** پھر فرمایا **انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین** کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو نہ کہ تکلیف دینے والے۔

جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہاں پانی انڈیل دو۔ اور اسے پیار سے اپنے پاس بلایا۔ وہ ڈرتا ہوا اور کانپتا ہوا آیا کہ میرے ساتھ اب کیا بنے گا؟ آپ نے اسے بڑے پیار سے سمجھایا **ان ھذہ المساجد لم تبن لھذا انما بنیت لذکر اللہ** کہ یہ مسجدیں مقدس مقام ہوتی ہیں ان میں ایسے کام نہیں کیے جاتے۔ یہاں تو اللہ کو یاد کیا جاتا ہے' عبادت کی جاتی ہے۔

پھر آپؐ نے اسکی آمد کا سبب پوچھا وہ کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپؐ کے پاس بہت سا مال ہے اور آپ بڑے کھلے دل سے عطاء کرتے ہیں۔ میں تو کچھ لینے کی غرض سے آیا تھا۔ آپؐ نے اسے کپڑوں کا جوڑا بھی دیا اور سواری کے لیے گھوڑا بھی دیا۔ اور ساتھ بکریوں کا ایک ریوڑ بھی دیا۔ اسے کھانا کھلایا اور باعزت رخصت کیا۔ آپؐ کے اخلاق عالیہ دیکھ کر اسکی آنکھوں میں آنسو

آ گئے اور فوراً مشرف با سلام ہو گیا۔

پھر اپنے قبیلہ میں جا کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ وہ لوگوں کو اپنی بیوقوفی اور جاہلانہ اداء بھی بتاتا تھا اور آپ کا خلق عظیم اور جود وسخاء بھی۔ اور کہتا تھا کہ اللہ کی قسم! اتنی بڑی گستاخی پر واللہ مازجرنی ولا فضحنی ولا لطمنی آپؐ نے مجھے نہ جھڑکا نہ بے عزتی کی اور نہ ہی مارا۔ بلکہ پیار سے مجھے سمجھایا۔ واللہ مارأیت احسن معلمامن رسول اللہ. اللہ کی قسم میں نے آپؐ سے زیادہ کوئی شفیق استاد نہیں دیکھا۔ آمنوا بالنبی الذی لا یرجع السیئۃ بالسیئۃ لوگو! اس نبی پر ایمان لے آؤ جو برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتا ہے۔

اسکی دعوت وتبلیغ کا اتنا اثر ہوا کہ اگلی دفعہ جب یہ دیہاتی مدینہ منورہ آیا تو تین سو آدمیوں کو ساتھ لایا۔ جنہوں نے آپؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اسلام قبول کر لیا۔

**نتائج:-**

(۱) آپؐ کے اخلاق عالیہ اور آپ کی جود وسخاء۔

(۲) اسلام اخلاق سے پھیلا ہے۔

(۳) جگہ ناپاک ہو جائے تو پانی بہا دیا جائے۔

## ۳۶۷:- ان شاء اللہ کیوں نہ کہا؟

مشرکین مکہ نے ایک دفعہ یہود مدینہ سے مشورہ کیا کہ ہمیں کچھ ایسے سوالات بتائیے جو ہم اس مدعی نبوت سے کر سکیں۔ اور سوال ایسے ہوں کہ جنکے جوابات ماسوائے سچے نبی کے اور کوئی نہ دے سکے۔

یہود مدینہ تورات وانجیل کے عالم تھے انہوں نے کافی سوچ بچار کے

بعد تین سوالات پیش کیے۔ اور کہا کہ یہ سوالات سچے اور جھوٹے میں فرق کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر وہ دو سوالوں کے تفصیلی جوابات دے دیں اور ایک سوال کا تفصیلی جواب نہ دیں تو سمجھ لو وہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ وگرنہ وہ جھوٹے ہیں۔

سوالات یہ تھے (۱) ان نوجوانوں کا واقعہ بتایئے جو قدیم زمانہ میں اپنے شہر سے نکل گئے تھے۔ (۲) اس شخص کا حال بتایئے جس نے زمین کے مشرق و مغرب تک کا سفر کیا۔ (۳) روح کیا چیز ہے۔

کفار مکہ کو جب یہود کے یہ سوالات پہنچے تو وہ بے انتہاء خوش ہوئے اور سیدھے یہ سوالات لیکر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آ گئے۔ آپؐ نے جو کچھ بتانا تھا من جانب اللہ ہی بتانا تھا۔ آپؐ نے اس امید پر کہ کل تک اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی ان سوالات کے جوابات دے دیں گے کفار مکہ سے وعدہ فرما لیا کہ ساخبر کم غداً ان سوالوں کے جوابات میں تمہیں کل دے دوں گا۔ کل آ جانا۔ آپؐ دن رات وحی الٰہی کے انتظار میں رہے مگر وحی نازل نہ ہوئی۔

دوسرے دن پھر عمائدین مشرکین کا ایک گروہ آپؐ کی خدمت میں پہنچ گیا اور جوابات طلب کیے۔ آپؐ نے پھر انہیں کل کا وعدہ دے دیا کہ سأخبر کم غداً میں تمہیں کل جواب دوں گا۔ مشرکین مکہ تو خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے کہ یہ جواب نہ دے سکے۔ اور پورے شہر میں یہ پروپگنڈہ کر دیا کہ آپؐ ہمارے سوالات کے جوابات نہیں دے سکتے اس لیے ہمیں ٹال دیا ہے۔

تیسرے دن تو مجمع میں مزید اضافہ ہو گیا اور اہل مکہ آپؐ کے پاس آ کر جوابات کا مطالبہ کرنے لگے۔ خدا کی قدرت کہ آج بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول نہ ہونے کیوجہ سے آپؐ جوابات ارشاد نہ فرما سکے حتی کہ اس طرح تقریباً پندرہ دن تک آپؐ ان کو جواب نہ دے سکے۔ اور روزانہ انکو کل آنے کا

فرماتے رہے۔

قارئین گرامی! آپ خود اندازہ لگائیں، دشمنوں نے اسکا کتنا پروپگنڈہ کیا ہوگا اور کتنا مذاق اڑایا ہوگا۔ دشمن کو تو ایک بات چاہیے۔ آپ کو ان کے اس پروپگنڈہ سے اور وحی نہ آنے سے شدید پریشانی ہوئی۔ پورے مکہ بلکہ پورے علاقے میں منفی پروپگنڈہ ہو رہا ہے۔ آپ کو برا بھلا کہا جا رہا ہے، طعنے دیے جا رہے ہیں۔ بعض نے کہا ان محمدا و دعه ربه وقلی کہ محمد کا رب اس سے ناراض ہو گیا ہے اور اسے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ بعض کہنے لگے وحی وغیرہ کچھ نہ تھا وہ تو کوئی شیطان اسکے کان میں باتیں پھونک جاتا تھا اب وہ بھی روٹھ گیا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ فکربت کربة شديدة کہ مجھے سخت اذیت پہنچی۔ تقریباً پندرہ دن کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کا نزول ہوا۔ آپؐ نے ان سے سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ اتنے دنوں تک کہاں رہے؟ پہلے تو روزانہ آنا جانا تھا اور اب جب ضرورت پڑی تو اتنی لمبی غیر حاضری؟ آخر وجہ کیا ہے؟ جبریلؑ امین نے جواباً عرض کیا وما نتنزل الا بامر ربک کہ میرا آنا جانا اپنی مرضی سے نہیں، میرے رب کی مرضی سے ہے۔ وہ حکم نہ دے تو میں کس طرح آ سکتا ہوں۔

پھر آپؐ کی تسلی و تشفی کے لیے سورۃ والضحیٰ کی شکل میں محبت بھرا پیغام نازل ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے اور سورہ کہف کا نزول ہوا، جس میں دو سوالات (اصحاب کہف، ذوالقرنین) کے تفصیلی جوابات ہیں اور ایک سوال (روح) کا اجمالی جواب ہے قل الروح من امر ربی کہ روح امر ربی ہے اور تمہیں اسکا بہت کم علم ہے۔ اس طرح ہر خاص و عام پر

آپ کے دعوائے نبوت کی سچائی واضح ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے پندرہ دن تک وحی نہ بھیجنے کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ آپؐ نے کفار سے وعدہ کرتے وقت ان شاء اللہ نہ کہا تھا یعنی آپ کو کہنا چاہیے تھا کہ اگر اللہ نے چاہا تو جواب دوں گا۔

آپؐ نے تو فرمایا أنا اخبر کم میں بتاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کو ''میں'' ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لیے آپ کو انشاء اللہ کہنے کی تاکید فرما دی ولا تقولن لشیٔ انی فاعل ذالک غداً الا ان یشاء اللہ الخ.

**نتائج:-**

(۱) نزول جبریلؑ اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔

(۲) آپؐ عالم الغیب اور مختار کل نہ تھے۔

(۳) آپؐ کی شان محبوبیت۔

(۴) کل کے لیے انشاء اللہ کہنا چاہیے۔

(۵) یہود بے بہبود کی سازشیں۔

## ۳۶۸:- وقت بڑھا لے تو اچھا ھے

اللہ تعالیٰ کے بعد ہمارے اوپر سب سے زیادہ احسان حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جنہوں نے بڑی مشکلات اٹھا کر ہمارے تک خدا کا دین پہنچایا۔ ہم آپکے احسانات کا بدلہ کما حقہ اتار نہیں سکتے۔ ایک ہی صورت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے آپؐ کے لیے رحمت کا سوال کریں۔ اور آپؐ پر درود پاک پڑھیں ایک دفعہ درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے' دس گناہ معاف کرتا ہے' دس نیکیاں لکھتا ہے اور دس درجے بلند فرما دیتا ہے۔ درود

پاک قبولیت دعاء اور قیامت کے دن قرب وشفاعت نبویؐ کا ذریعہ ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے ایک صحابیؓ حضرت ابی بن کعبؓ نے ایک دفعہ نفلی عبادت کے لیے کچھ وقت مخصوص کیا کہ اپنے تمام کاموں سے فارغ ہو کر اتنا وقت عبادت و وظائف وغیرہ کروں گا۔ چونکہ درود پاک بھی اللہ کی عبادت ہے (درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کے لیے دعاء ہے اور دعاء تمام عبادات کا مغز اور نچوڑ ہے) اس لیے انہوں نے کچھ وقت درود پاک کو بھی دیا۔ پھر پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اس اس طرح عبادت کے لیے وقت نکالا ہے۔ اس وقت میں آپ کے لیے درود پاک بھی پڑھتا ہوں۔ اگر میں اس سارے وقت کا ۱/۴ حصہ درود پاک کے لیے مختص کر دوں تو کیا یہ ٹھیک ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ماشئت' فان زدت فھو خیر لک ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔ لیکن اگر اس وقت کو بڑھالیں تو اچھا ہے۔ وہ عرض کرنے لگے پھر درود پاک کے لیے اس وقت کا ۱/۳ حصہ مختص کر دوں؟ آپؐ نے پھر فرمایا ماشئت' فان زدت فھو خیر لک جیسے تیری مرضی' اگر وقت بڑھالے تو اچھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا پھر آدھا وقت درود پاک کے لئے رکھ لوں اور آدھا دیگر وظائف و عبادات کے لیے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا فان زدت فھو خیر لک اگر وقت مزید بڑھالے تو اچھا ہے۔ وہ عرض کرنے لگے پھر ۲/۳ حصہ درود پاک کے لیے رکھ لوں؟ آپؐ نے پھر وہی جواب دیا۔

پھر حضرت ابی بن کعبؓ عرض کرنے لگے۔ اجعل لک صلاتی کلھا. تو کیا پھر سارا وقت ہی درود پاک کو نہ دے دوں؟ آپؐ مسکرائے اور فرمایا اگر تو ایسا کر دے تو اذا تکفی ھمک و یکفر لک ذنبک تو پھر اللہ تعالیٰ تیرے سب مقاصد بن مانگے پورے فرما دے گا۔ اور تیرے سارے غم غلط

ہو جائیں گے۔ اور تیرے سب گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے پھر وہ سارا وقت درود پاک کو دے دیا۔ اور اسکے عجیب وغریب ثمرات وفوائد ظاہر ہوئے۔

**نتائج:-**

(۱) درود پاک بہت بڑی عبادت ہے۔

(۲) درود پاک کے فوائد وثمرات۔

(۳) آپؐ نے درود پاک کی اہمیت واضح فرمادی۔

## ۳۶۹:- سچی توبہ

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت فرما رہے تھے۔ آپؓ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک آزاد اور من چلا نوجوان شراب کی بوتل اٹھائے آ رہا ہے۔ جونہی اس نوجوان نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تو خوف زدہ ہو گیا اور بوتل قمیض کے نیچے چھپالی۔ حضرت عمرؓ بھانپ گئے اور اسے روک لیا' تلاشی لی اور بوتل برآمد کر لی۔

آپؓ نے اس نوجوان سے پوچھا کہ اس بوتل میں کیا ہے؟ اب وہ بتائے تو کیا بتائے؟ جان چھڑانے کے لیے جھوٹ بول دیا اور کہہ دیا کہ اس میں سرکہ ہے۔ آپؓ نے بوتل ہاتھ میں لے لی اور چیک کرنے کے لیے اسکا منہ کھولنے لگے۔

وہ نوجوان اتنا خوف زدہ ہو گیا کہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لی اور دل کی گہرائی سے دعاء کی کہ اے اللہ! آج مجھے حضرت عمرؓ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا' میں آج سے سچی توبہ کرتا ہوں۔

اسکی توبہ میں اتنا خلوص تھا کہ اللہ نے اسکے جھوٹ کو بھی سچ کر دکھایا۔ اور شراب کو سرکے میں مبدل فرما دیا۔ حضرت عمرؓ نے خود بھی چیک کیا دوسروں سے بھی چیک کرایا تو وہ سرکہ ہی تھا۔ اس طرح سچی توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اسکی لاج رکھ لی۔

**نتائج:-**

(۱) سچی توبہ یقیناً قبول ہوتی ہے۔

(۲) حضرت عمرؓ کا عدل وانصاف۔

(۳) نوجوان کی کرامت۔

## ۳۷۰:- کاغذ کا پرزہ بھاری ہو گیا

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان کیا ہے کہ میں شرک کا گناہ معاف نہ کروں گا۔ **ویغفر مادون ذالک لمن یشاء** اسکے علاوہ جس کے لیے چاہوں باقی گناہ معاف کر دوں گا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کے دن کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جس میں اسی نوعیت کی مغفرت الٰہی کی ایک جھلک موجود ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے سب لوگوں کے سامنے ایک موحد گنہ گار کو بلایا جائے گا۔ وہ لرزہ بر اندام اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اسکا حساب و کتاب لے آؤ۔ فرشتے اسکے گناہوں سے بھرے ہوئے رجسٹر لانا شروع کر دیں گے۔ ایک ایک رجسٹر حد بصر تک لمبا چوڑا ہوگا اور زمین سے لیکر آسمان تک موٹا ہوگا۔ ایسے ایک دو رجسٹر نہیں بلکہ ننانوے رجسٹر لائے جائیں گے جن میں سراسر اس شخص کے گناہ ہی

لکھے ہوں گے۔ ان میں ایک بھی اسکی نیکی نہ ہوگی۔

اللہ تعالٰی اس شخص سے سوال فرمائیں گے اتنکر من ھذا شیئاً کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ اظلمک کتبتی الحافظون کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے تیرے اوپر کچھ ظلم تو نہیں کیا؟ وہ جواب دے گا ''لا یارب'' نہیں اے میرے رب۔ میں مانتا ہوں یہ سب میرے برے اعمال ہیں۔ میں نے واقعی زندگی بھر برے اعمال کیے۔ پھر اللہ تعالٰی فرمائیں گے افلک عذر؟ اگر تیرا کوئی اعتراض یا عذر ہے تو پیش کر۔ وہ جواب دے گا ''لا یا رب'' نہیں میرے رب مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ جو کچھ ہے سب میرا کیا دھرا ہے۔

پھر اللہ تعالٰی فرمائیں گے لا ظلم الیوم آج کے دن کسی پہ کچھ ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔ ہم تیری نیکیاں اور برے اعمال ترازو میں تولیں گے۔ احضر وزنک میزان عدل کے پاس کھڑا ہو کر اپنے اعمال کا وزن کرا۔ وہ شخص دل میں سوچے گا کہ کوئی نیکی تو میں نے کی نہیں وزن کس کا کرواؤں۔

اللہ تعالٰی فرمائیں گے ان لک عندنا حسنة فأنه لا ظلم علیک الیوم آج کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائیگا۔ تیری ایک نیکی بھی ہمارے پاس ہے' اسے بھی تولا جائیگا۔

فرشتے اسکی بداعمالیوں سے بھرپور رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیں گے' پلڑا وزن کیوجہ سے جھک کر زمین پر لگ جائے گا۔ وہ دل میں سوچ رہا ہوگا کہ پتہ نہیں میری کونسی نیکی ہے کہ اچانک دیکھے گا کہ اللہ کا ایک فرشتہ دور سے ایک کاغذ کا پرزہ لاتا ہوا نظر آئے گا۔ وہ رو کر عرض کرے گا یا رب ماھذہ البطاقة مع ھذہ السجلات یا اللہ! تولنے کی کیا ضرورت ہے نتیجہ تو صاف ظاہر ہے' آج میں برباد ہوگیا۔ یہ کاغذ کا پرزہ اتنے رجسٹروں کے مقابلہ میں کیا حیثیت

رکھتا ہے۔ یا اللہ کیوں مجھے خواہ مخواہ لوگوں کے سامنے شرمندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے **لا ظلم الیوم** آج انصاف کا دن ہے۔ ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ ذرے ذرے کو تولا جائے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب وہ کاغذ کا پرزہ ترازو کے پلڑے میں رکھا جائیگا **فطاشت السجلات و ثقلت البطاقة** تو ننانوے رجسٹر ہلکے ہو کر اوپر کو اٹھ جائیں گے اور پرزے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

اعلان ہو گا میرے بندے! تیری نیکیوں کا وزن بڑھ گیا اور برائیوں کا وزن کم ہو گیا۔ تو کامیاب ہو گیا۔ تیرا ٹھکانا جنت ہے۔

خوشی اور مسرت سے اس شخص کے آنسو نکل آئیں گے اور وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ مجھے بتا تو سہی اس کاغذ کے پرزے میں میری کونسی نیکی ہے جو اتنی بھاری ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اسمیں تیرا سچا اور سچا عقیدہ موجود ہے۔ تو نے صدق دل سے تسلیم کیا تھا۔ **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله** آج تیرے اعمال تو سب بیکار نکلے' تیرا عقیدہ تیرے کام آ گیا اور تو کامیاب ہو گیا۔

**نتائج:-**

(۱) اللہ تعالیٰ کی شان مغفرت۔

(۲) سچا عقیدہ کامیابی کا ضامن ہے۔

(۳) اعمال سے پہلے عقیدے کی فکر کرنی چاہیے۔

(۴) لا الہ الا اللہ کا وزن۔

(۵) روز قیامت کا عدل و انصاف۔

(۶) کوئی نیکی ضائع نہیں جاتی۔

# کتب جن سے استفادہ کیا گیا

| | | |
|---|---|---|
| تفسیر ابن کثیر | ...... | امام ابن کثیرؒ |
| تفسیر کبیر | ...... | امام رازیؒ |
| تفسیر جواہر القرآن | ...... | شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ |
| تفسیر معارف القرآن | ...... | مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ |
| صحیح بخاری | ...... | امام بخاریؒ |
| صحیح مسلم | ...... | امام مسلمؒ |
| سنن ترمذی | ...... | امام ترمذیؒ |
| موطا امام مالکؒ | ...... | امام مالکؒ |
| مسند احمد | ...... | امام احمدؒ |
| ریاض الصالحین | ...... | امام نوویؒ |
| القصص فی الحدیث النبوی | ...... | دکتور محمد بن حسنؒ |
| قبسات من حیاۃ الرسول | ...... | الشیخ احمد محمد عسافؒ |
| الرقۃ والبکاء | ...... | الشیخ موفق الدین بن قدامہ المقدسیؒ |
| کتاب الاذکیاء | ...... | امام ابن جوزیؒ |
| الحبائک فی اخبار الملائک | ...... | امام جلال الدین سیوطیؒ |
| لقط المرجان فی احکام الجان | ...... | امام جلال الدین سیوطیؒ |
| بحر الدموع | ...... | امام ابن جوزیؒ |
| روض الریاحین | ...... | شیخ عبداللہ بن سعد یمنیؒ |
| قصص القرآن | ...... | مولانا حفظ الرحمان سیوھارویؒ |

| | | |
|---|---|---|
| صور من حیاۃ الصحابہؓ | ...... | دکتور عبدالرحمان رافت الباشاؒ |
| سیرت تابعینؒ | ...... | دکتور عبدالرحمان رافت الباشاؒ |
| قصص النبیین | ...... | مولانا ابوالحسن علی الندویؒ |
| حیاۃ الصحابہ | ...... | مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ |
| سیرۃ مصطفٰےؐ | ...... | مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ |
| سیرۃ کبریٰ | ...... | مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ |
| خطبات حکیم الاسلام | ...... | حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ |

# حکیم عبدالخالق کی دیگر قابل قدر کتب

## ضرور پڑھیے

**صراط مستقیم**
عبادت کا معنی ومفہوم اور اسکی تینوں اقسام کی بالتفصیل تشریح کی گئی ہے۔

**شجرہ بدعات**
مروجہ بدعات کی تردید بڑے بلیغ انداز میں کی گئی ہے۔

**شرک کیا ہے اور بدعت کیا ہے**
شرک اور بدعت کا تعارف وتردید انتہائی احسن انداز میں پیش کی گئی ہے۔ مسئلہ الہ، علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل، سماع موتی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

**سیدنا معاویہؓ**
حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف ومقام بڑے حسین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

**مقام ابوحنیفہؒ**
امام ابوحنیفہؒ کا تعارف، علمی کمالات اور انکی ذات سے متعلق شبہات کے جوابات دیے گئے ہیں

**احکام نماز**
نماز کے متعلق احناف کے دلائل احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں

**عورت کی نماز**
عورتوں کی نماز سے متعلق جملہ مسائل وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔ مبتدی طالبات کیلئے ایک نادر تحفہ ہے۔ طالبات کے اکثر دینی مدارس میں یہ کتاب بطور نصاب شامل ہے

**ایصال ثواب کے مسائل وطریقہ**
ایصال ثواب سے متعلق انتہائی اہم مسائل بیان کیے گئے ہیں ایصال ثواب کا آسان ترین طریقہ پیش کیا گیا ہے۔